دنیا کے عجائبات، نادر و نایاب واقعات اور وعظ و نصیحت کی انوکھی باتوں کا بیان

اَلْمُسْتَطْرَف فِیْ کُلِّ فَنٍّ مُسْتَظْرَف

ترجمہ بنام

دین و دنیا کی انوکھی باتیں

جلد اوّل

شعبہ تراجم کتب

مؤلف: امام بہاءُ الدّین محمد بن احمد مصری شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی

(اَلْمُتَوَفّٰی ۸۵۲ھ)

دنیا کے عجائبات، نادر و نایاب واقعات اور وعظ و نصیحت کی انوکھی باتوں کا بیان

(جلد:1)

اَلْمُسْتَطْرَف فِیْ کُلِّ فَنٍّ مُسْتَظْرَف

ترجمہ بنام

دین و دنیا کی انوکھی باتیں

مُؤَلِّف

ابُوالْفَتح شہابُ الدِّین مُحَمَّد بن اَحمد بن منصور اَبْشِیْہِی مَحَلِّی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی (اَلْمُتَوَفّٰی ۸۵۰ھ)

پیش کش: **مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ**

(شعبہ تراجِمِ کُتُب)

ناشر

مکتبۃُ المدینہ بابُ المدینہ کراچی

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ   وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللہ

نام کتاب	:	اَلْمُسْتَطْرَف فِیْ کُلِّ فَنٍّ مُسْتَظْرَف (جلد:1)
ترجمہ بنام	:	دین ودنیا کی انوکھی باتیں
مُصَنِّف	:	بہاءُ الدِّین مُحَمَّد بن اَحمد مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی (اَلْمُتَوَفّٰی ۸۵۲ھ)
مُتَرجِمِین	:	مَدَنی عُلَما (شعبہ تراجِم کُتُب)
پہلی بار	:	جمادی الاخریٰ ۱۴۳۸ھ، مارچ 2017ء تعداد: 10000 (دس ہزار)
ناشر	:	مَکْتَبَۃُ الْمَدِیْنَہ فیضانِ مدینہ محلّہ سوداگران پُرانی سبزی منڈی بابُ المدینہ کراچی

تصدیق نامہ

تاریخ: ۲۸ جُمادَی الْاُخریٰ ۱۴۳۷ھ   حوالہ نمبر: 208

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب ”اَلْمُسْتَطْرَف فِیْ کُلِّ فَنٍّ مُسْتَظْرَف (جلد:1)“

کے ترجمہ بنام ”دین ودنیا کی انوکھی باتیں“

(مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) پر مجلس تَفْتِیْشِ کُتُب ورَسائل کی جانِب سے نظرثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے عقائد، کُفریہ عِبارات، اَخلاقیات، فقہی مسائل اور عَرَبی عبارات وغیرہ کے حوالے سے مقدور بھر مُلاحَظہ کر لیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کتابت کی غَلَطیوں کا ذِمَّہ مجلس پر نہیں۔

مجلس تَفْتِیْشِ کُتُب ورسائل (دعوتِ اسلامی)

07 - 04 - 2016

WWW.dawateislami.net,E.mail:ilmia@dawateislami.net

اِجمالی فہرست

عقیقه کے شرعی معنیٰ

بچہ پیدا ہونے کے شکریہ میں جو جانور ذَبح کیا جاتا ہے اُس کو عقیقہ کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ۳/ ۳۵۵)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

”دین ودنیا کی انوکھی باتوں“ کے 21 حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی ”21 نیّتیں“

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ یعنی مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

(معجم کبیر، ۶/ ۱۸۵، حدیث: ۵۹۴۲)

دو مَدَنی پھول: (۱) بِغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
(۲) جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(۱) ہر بار حمد وصلوٰۃ اور تَعَوُّذ و تَسْمِیَہ سے آغاز کروں گا۔ (اسی صَفْحَہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے اس پر عمل ہو جائے گا)۔ (۲) رِضائے الٰہی کے لئے اس کتاب کا اوّل تا آخِر مطالَعہ کروں گا۔ (۳) حتَّی الْوَسْع اِس کا باوُضُو اور قبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا۔ (۴) قرآنی آیات اور اَحادیثِ مبارَکہ کی زِیارت کروں گا۔ (۵) جہاں جہاں ”**اللّٰہ**“ کا نام پاک آئے گا وہاں **عَزَّوَجَلَّ**، (۶) جہاں جہاں ”**سرکار**“ کا اِسْمِ مبارَک آئے گا وہاں **صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم**، (۷) جہاں جہاں کسی ”**صحابی**“ کا نام آئے گا وہاں **رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ** اور (۸) جہاں جہاں کسی ”**بزرگ**“ کا نام آئے گا وہاں **رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ** پڑھوں گا۔ (۹) رضائے الٰہی کے لئے علم حاصل کروں گا۔ (۱۰) اس کتاب کا مطالعہ شروع کرنے سے پہلے اس کے مُؤلف کو ایصالِ ثواب کروں گا۔ (۱۱) عِنْدَ الضرورت (اپنے ذاتی نسخے پر) خاص خاص مقامات انڈر لائن کروں گا۔ (۱۲) **یادداشت** والے صَفْحَہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا۔ (۱۳) اولیا کی صفات کو اپناؤں گا۔ (۱۴) اپنی اصلاح کے لئے اس کتاب کے ذریعے علم حاصل کروں گا۔ (۱۵) دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (۱۶) اس حدیثِ پاک ”تَہَادَوْا تَحَابُّوْا“ ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔ (مؤطا امام مالک، ۲/ ۴۰۷، حدیث: ۱۷۳۱) پر عمل کی نیت سے (ایک یا حسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا۔ (۱۷) اس کتاب کے مطالَعہ کا ثواب ساری اُمّت کو ایصال کروں گا۔ (۱۸) **اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش** کے لئے روزانہ فکرِ مدینہ کرتے ہوئے **مَدَنی انعامات** کا رسالہ پر کیا کروں گا اور (۱۹) ہر مدنی (اسلامی) ماہ کی 10 تاریخ تک اپنے یہاں کے ذمہ دار کو جمع کروا دیا کروں گا۔ (۲۰) عاشقانِ رسول کے **مَدَنی قافلوں** میں سفر کیا کروں گا۔ (۲۱) کتابت وغیرہ میں شَرْعی غَلَطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطّلع کروں گا۔ (ناشرین وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

المدینۃ العلمیہ

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری** رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَبِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **تبلیغِ قرآن و سنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک "دعوتِ اسلامی"** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسن خوبی سر انجام دینے کے لئے متعدد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس **"اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ"** بھی ہے جو **دعوتِ اسلامی** کے عُلما و مفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱)شعبہ کُتُبِ اعلیٰحضرت (۲)شعبہ تراجِمِ کُتُب (۳)شعبہ درسی کُتُب
(۴)شعبہ اِصلاحی کُتُب (۵)شعبہ تفتیشِ کُتُب (۶)شعبہ تخریج[1]

"اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ" کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین و مِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر و بَرَکت، حضرتِ علّامہ مولانا الحاج الحافِظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسْع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ **"دعوتِ اسلامی"** کی تمام مجالس بَشُمُول **"اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ"** کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عَمَلِ خیر کو زیورِ اِخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

---

[1] ...تادمِ تحریر (شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ) شعبے مزید قائم ہو چکے ہیں: (۷)فیضانِ قرآن (۸)فیضانِ حدیث (۹)فیضانِ صحابہ واہلِ بیت (۱۰)فیضانِ صحابیات وصالحات (۱۱)شعبہ امیرِ اہلسنّت مَدَّظِلُّہٗ (۱۲)فیضانِ مدنی مذاکرہ (۱۳)فیضانِ اولیا و عُلَما (۱۴)بیاناتِ دعوتِ اسلامی (۱۵)رسائلِ دعوتِ اسلامی (۱۶)عربی تراجم۔ (**مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ**)

مُصَنِّف کا مُختصر تعارُف

آپ کا نامِ نامی، اسمِ گرامی ابو الفتح بہاءُ الدِّین محمد بن احمد بن منصور بن احمد بن عیسٰی مصری اَبْشِیْہِی مَحَلِّی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی ہے۔ اَبْشُوْیَہ کی طرف نسبت کی وجہ سے اَبْشِیْہِی اور مقام ''مَحَلّہ'' میں اقامت کی وجہ سے مَحَلِّی کہلائے۔

مصر کے قصبہ اَبْشُوْیَہ میں 790 ہجری میں پیدا ہوئے۔ 10 سال کی عُمر میں اَبْشُوْیَہ میں ہی قرآنِ پاک حفظ کیا اور نمازِ تراویح پڑھائی۔ پھر فقہ میں ''مُخْتَصَرُ التِّبْرِیْزِی'' اور نحو میں ''اَلْمَحَلّہ'' علامہ شیخ شہابُ الدِّین طلیاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے پڑھی اور اس کے علاوہ دیگر اساتذہ سے بھی علمِ دین میں استفادہ کیا۔ 814 ہجری میں سفرِ حج کیا اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ کئی مرتبہ قاہرہ کا سفر کیا اور وہاں حضرت سیِّدُنا امام جلالُ الدِّین بُلْقِیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی کی مجالس میں شرکت کی اور ان سے استفادہ کیا۔ والد ماجد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی وفات کے بعد اپنے شہر کے خطیب مقرر ہوئے۔

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کئی کُتُب تصنیف فرمائیں چند کے نام یہ ہیں: (۱)...ادب کے موضوع پر ''اَلْمُسْتَطْرَف فِیْ کُلِّ فَنٍّ مُسْتَظْرَف'' (دو ضخیم جلدیں) (۲)...وعظ و نصیحت کے موضوع پر ''اَطْوَافُ الْاَزْھَار عَلٰی صُدُوْرِ الْاَنْھَار'' اور (۳)...تصوُّف کے موضوع پر ''تَذْکِرَۃُ الْعَارِفِیْن وَتَبْصِرَۃُ الْمُسْتَبْصِرِیْن''۔[1]

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو ''امام، ادیب، شیخ اور بہاءُ الدِّین'' جیسے القابات دیئے گئے۔[2]

امام شمسُ الدِّین سخاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے نظم اور ادب وغیرہ میں تصنیف کے حوالے سے خوب کوشش فرمائی، اپنے ہم عصر اُدَبا سے علمی مباحثہ کیا اور علامہ ابنِ فہد اور علامہ بِقاعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا سے ملاقات کر کے ان سے استفادہ کیا۔[3]

852 ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔[4]

---

1 ...الضوء اللامع، ۷/ ۱۰۹

2 ...دیوان الاسلام، ص۷

3 ...الضوء اللامع، ۷/ ۱۰۹

4 ...الاعلام للزرکلی، ۵/ ۳۳۲

کچھ کتاب کے بارے میں

قدرتِ الٰہی نے زمین وآسمان کی ایک ایک چیز میں کروڑوں عجائبات رکھے ہیں جن میں بے شمار دینی ودنیاوی فوائد و منافع موجود ہیں، صرف آنکھ کو لیجئے تو کل تک اِسے صرف دیکھنے کا ایک آلہ سمجھا جاتا تھا مگر علمی ترقی کے ساتھ ساتھ آنکھ کے بے شمار ظاہری وباطنی، جسمانی وروحانی عجائبات سامنے آرہے ہیں، بندے ان عجائباتِ عالَم کو دیکھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حکمت وقدرت کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ قرآن وسنت، آسمانی کتابوں، آثار واَقوال اور لوگوں کے احوال میں جابجا دینی ودنیاوی عجائب کا تذکرہ ہے اور قرآن کریم ہمیں ان میں غوروفکر کی دعوت دیتا ہے۔ اسی بات کے پیشِ نظر اہْلِ علم نے اس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اور کثیر کُتُب تحریر فرمائیں جن میں حُجَّةُ الْاِسْلَام حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کی ''عَجَائِبُ صَنْعِ الله''، علامہ زکریا بن محمد بن محمود انصاری قزوینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی کی ''عَجَائِبُ الْمَخْلُوْقَات وغَرَائِبُ الْمَوْجُوْدَات'' محمد حاکم رومی کی ''عَجَائِبُ الْاَخْبَار''، فخر الدین حمزہ بن علی طوسی بیہقی آذری کی ''عَجَائِبُ الدُّنْیَا''، ابو ثابت محمد بن عبد المالک دیلمی کی ''عَجَائِبُ الْمَعَارِف'' وغیرہ شامل ہیں اور دورِ حاضر میں شیخ الحدیث علامہ عبدُ المصطفٰے اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کی ''عَجَائِبُ الْقُرْآن'' و''غَرَائِبُ الْقُرْآن'' اور سیّدی ومرشدی قبلہ امیر اہلسنّت حضرت علامہ مولانا ابوبلال **محمد الیاس عطّار قادری** رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا رسالہ ''**مچھلی کے عجائبات**'' اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

پیشِ نظر کتاب ''اَلْمُسْتَطْرَف فِیْ کُلِّ فَنٍّ مُسْتَظْرَف'' ترجمہ بنام ''**دین ودنیا کی انوکھی باتیں**'' حضرت سیِّدُنا بہاءُ الدِّین محمد بن احمد شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی (مُتَوَفّٰی ۸۵۲ھ) کی عظیم اور انوکھی تصنیف ہے جس میں دین ودنیا کے عجائب وغرائب جمع ہیں، کتاب کا کوئی ایک موضوع متعین کرنا مشکل ہے، حضرت مصنف نے بھرپور کوشش فرمائی ہے کہ انسانی زندگی سے جُڑی ہر شے سے متعلق کافی ووافی معلومات فراہم کردی جائیں۔ آپ نے اس میں نہ صرف اَرکانِ اِسلام، فرض و واجب اَحکام اور دین کی بنیادی باتیں تحریر فرمائی ہیں بلکہ آداب، وعظ ونصیحت اور حکمت پر مشتمل تاریخی باتیں، نادرونایاب واقعات، دنیا کے عجائب وغرائب، پرانی خبریں، دلچسپ باتیں اور دلوں کو نرم کرنے والے اشعار وغیرہ کثرت کے ساتھ جمع فرمائے ہیں۔ الغرض دین ودنیا کے عجائب وغرائب اس کتاب میں شامل ہیں، کتاب کے مضامین پر ایک سرسری نگاہ ڈال کر اندازہ لگایئے کہ یہ کس قدر رنگ برنگے پھولوں سے سجی ہوئی ہے اور اپنی انوکھی ودلچسپ باتوں کی خوشبو سے مشامِ جاں معطر کررہی ہے۔

کتاب کی ابتدا میں ارکانِ اسلام کی تفصیل ہے، پھر عقل وسمجھداری کی وضاحت، پھر قرآن کریم کے فضائل، اس کی حرمت اور اس کی تلاوت پر اجروثواب وغیرہ کا بیان ہے، اس کے بعد علم وادب اور عالِم ومتعلم کی فضیلت بیان کی گئی

ہے، پھر آداب و حکمتیں، مثالیں، فصاحت و بلاغت، لاجواب جوابات، خطبات و خطبا، شعر و شعرا کا بیان ہے، اس کے بعد توکل، رضا اور قناعت کی فضیلت، حرص و طمع کی مذمت کا تذکرہ ہے، پھر مشورہ و نصیحت، تجربات اور انجام پر نظر رکھنے کا ذکر ہے، اس کے بعد اچھی نصیحتیں، خاموشی و حفاظتِ زبان، غیبت و چغلی کی ممانعت، گوشہ نشینی کی تعریف، شہرت کی مذمت کا بیان ہے، پھر سلطنت و سلطان اور اسلامی حکمران کی اطاعت، حاکم و رعایا کے باہمی حقوق، بادشاہوں کی صحبت کے حقوق اور ان کی صحبت سے بچنے کا بیان ہے، پھر وزرا، اُن کی صفات، قضا و قاضی، فیصلہ کرنے والے کا تحفہ و رشوت لینے کا ذکر ہے، اس کے بعد قصہ گو اور بناوٹی صوفیا کا ذکر، عدل و انصاف اور احسان کی باتیں، ظلم کی نحوست و انجام اور ظالموں کے احوال کا تذکرہ کیا گیا ہے، پھر گورنروں کے لیے شرائط، وصولی خراج میں بادشاہ کا طریقہ، ذمیوں کے اَحکام بیان کیے گئے ہیں، اس کے بعد بھلائی کا برتاؤ، مسلمانوں کی حاجات کو پورا کرنا، ان کے دل میں خوشی داخل کرنا، عمدہ اَخلاق اپنانا، حسن معاشرت اور باہمی مودت و بھائی چارہ، خلقِ خدا پر شفقت و رحمت اور حیا و تواضع کا بیان ہے۔

پھر خود پسندی، تکبر و غرور اور فخر و بڑائی کا ذکر ہے، اس کے بعد شرف و سرداری، خیر و صلاح، سردار صحابۂ کرام اور اولیا و صالحین کا ذکر، نیکوں کاروں کے فضائل اور کراماتِ اولیا کا بیان ہے، پھر فجار و اشرار اور ان کی کوتاہیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس کے بعد جود و سخا اور مکارمِ اخلاق اور ان پر کاربند لوگوں کا ذکر پھر بخل و کنجوسی اور بخیلوں کے واقعات ذکر کیے گئے ہیں، اس کے بعد کھانے، ضیافت اور مہمان نوازی کے آداب، کھانے والوں کی حکایات ہیں، پھر عفو و درگزر، غصہ پینے اور عذر قبول کرنے، عہد کی پاسداری اور وعدے کی حفاظت، راز چھپانے اور اُسے محفوظ رکھنے کا ذکر ہے، اس کے بعد دھوکا و خیانت، چوری و عداوت اور بغض و حسد کا بیان ہے، پھر بہادری، اس کے فوائد، جنگیں اور ان کا انجام، جہاد کی فضیلت، بہادر اور ڈرپوک افراد کے واقعات کا تذکرہ ہے، پھر تعریف و مدح نیز نعمت پر شکر گزاری و بدلہ، سچ و جھوٹ، والدین کے ساتھ بھلائی اور ان کی نافرمانی کی مذمت، اولاد کے حقوق، صلہ رحمی، لوگوں کے مختلف احوال، حسن و قباحت، رنگ و کپڑوں کا ذکر، خوشبو اور زیب و زینت کا بیان ہے۔

اس کے بعد جوانی و صحت و عافیت نیز طویلُ العُمُر لوگوں کی خبریں، نام و کنیت اور القابات، سفر اور حُبُّ الوطنی، مال داری اور حبِ مال، فقر کی تعریف و فضیلت، سوال میں نرمی، تحائف و ہدایا وغیرہ کا ذکر ہے، پھر کام کاج، مختلف پیشے اور صنعتیں، زمانے کی نیرنگیاں، تنگی کے بعد آسانی اور سختی کے بعد خوشی، غلاموں اور لونڈیوں اور خُدّام کا تذکرہ، زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کے عجیب و غریب قصے کہانیاں، کہانت و قیافہ شناسی، فال و خواب اور حصولِ مقاصد کے لیے حیلوں کا بیان

ہے، پھر چوپایوں، درندوں، پرندوں، حشراتُ الارض، عجائِبُ المخلوقات، جنات، دریاؤں اور نہروں کے عجائبات، زمین، پہاڑ، شہروں اور عمارتوں کے عجائب اور خزانوں اور پتھروں کے خواص کا تذکرہ ہے، پھر ترنُّم و غَنا، گانے بجانے والے، رئیسوں کی مجالس کے انوکھے حاضرین، عشق و محبت اور اہل محبت کا ذکر ہے، اس کے بعد دلوں کو نرم کرنے والے اشعار، عورتوں کے حالات وصفات اور ان سے نکاح وطلاق کا بیان ہے، پھر شراب کی حرمت و مذمت، مزاح کی رخصت اور مذمت، نوادرات کا ذکر ہے، پھر دعا اور اس کے آداب، تقدیر واحکام تقدیر اور تَوَکُّل عَلَی الله کا بیان ہے، اس کے بعد توبہ واستغفار، اَمراض اور دواؤں کا بیان، موت اور اس کے متعلقات کا ذکر، صبر وتعزیت، مرثیے، دنیا کے اَحوال اور اس سے بے رغبتی کا تذکرہ ہے اور آخر میں برکت کے حصول اور کتاب کی مقبولیت کے لیے حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود شریف پڑھنے کے فضائل پر مشتمل 40 اَحادیث طیبہ بیان کی گئی ہیں۔

شیخ طریقت، امیر اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی خواہش پر کتاب کے پہلے اُردو ترجمہ کی سعادت "شعبہ تراجِمِ کُتُب" (عربی سے اُردو) کو حاصل ہوئی، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اس کتاب پر شعبہ تراجم کے چھ اسلامی بھائیوں نے کام کرنے کی سعادت حاصل کی بالخصوص چار اسلامی بھائیوں نے خوب کوشش کی: (۱) **محمد کاشف اقبال مدنی** (۲) **ابو علی محمد گلفراز مدنی** (۳) **ابو واصف محمد آصف اقبال مدنی** (۴) **ابو محمد محمد عمران الٰہی مدنی** سَلَّمَہُمُ الْغَنِی۔ کتاب کی شرعی تفتیش "دارُ الافتاء اہلسنّت" کے مفتی حافظ **محمد حسّان عطاری مدنی** زِیْدَ عِلْمُہٗ نے فرمائی ہے۔ ترجمہ کے لیے دستیاب پانچ نسخے سامنے رکھے گئے جو بالترتیب "دار الفکر بیروت لبنان ۱۴۱۹ھ"، "المطبعة الميمنيه بمصر ۱۲۰۶ھ"، "دار مكتبة الحياة بيروت لبنان ۱۴۱۲ھ"، "دار الكتب العلمية بیروت لبنان ۱۹۸۶ء" کے مطبوعہ ہیں جبکہ ایک نسخہ بابُ المدینہ کراچی پاکستان کا ہے۔ عوام کے لیے مفید نہ ہونے کی وجہ اس پہلی جلد کے باب نمبر 6 اور بعض مختلف مقامات اور اشعار کا ترجمہ نہیں کیا گیا، اَہلِ علم اصل کی طرف رجوع فرمائیں۔

آیئے! دین و دنیا کی انوکھی باتیں جاننے کے لیے اس کتاب کا خود بھی مطالعہ کریں اور اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ دیگر اسلامی بھائیوں کو بھی اس کے مطالعہ کی ترغیب دلائیں۔ اللہ تعالٰی ہمیں دونوں جہاں کی برکتوں سے مالامال فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شعبہ تَراجِمِ کُتُب (مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ)

مقدمہ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

تمام تعریفیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو بادشاہت، عظمت وبلندی اور کبریائی کا حامل ہے۔ وہ بے نیاز، ہر باریکی کو جاننے والا اور خبر دار ہے اور وہ ہی غلبہ وطاقت، باقی رہنے، ارادہ اور تدبیر میں منفرد ویکتا ہے۔ وہ زندہ اور علم والا ہے، اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے۔ بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضے میں سارا مُلک اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

میں اس بندے کی طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرتا ہوں جو اپنی عاجزی اور کوتاہی کا اعتراف کرنے والا ہے اور اس بات پر اس کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے میانہ روی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور مشکلات میں آسانی دی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک، مشیر، مدد گار اور وزیر نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار حضرت **محمد** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندے، اس کے رسول، اس کی طرف سے خوشخبری دینے اور ڈر سنانے والے اور چمکا دینے والے سورج ہیں جنہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی تمام مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا چاہے وہ غنی ہو یا فقیر، حاکم ہو یا محکوم، آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایسے درود وسلام ہوں جن کی بدولت درود پڑھنے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کرم سے مغفرت اور بڑا ثواب پاکر کامیاب ہو جائے اور اس کے باعث روزِ قیامت دوزخ کے عذاب سے چھٹکارا حاصل کرلے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔

میں نے بلند ہمت افراد کی ایک جماعت کو دیکھا کہ انہوں نے آداب، وعظ ونصیحت اور حکمت میں سے کثیر باتوں کو جمع کیا اور تاریخ، نوادرات، پرانی خبروں، حکایات، دلچسپ باتوں اور دل کو نرم کرنے والے اشعار سے متعلق کئی جلدوں پر مشتمل مُتَعَدَّد کتابیں تالیف فرمائیں۔ ان حضرات میں سے ہر ایک نے اپنی کتاب میں کچھ ایسے فوائد ذکر کئے جو اس کے علاوہ دیگر کتابوں میں نہیں ہیں۔ چنانچہ میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے استخارہ کیا اور ان حضرات کی کتابوں کے مجموعے سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی یہ کتاب تالیف کی۔ میں نے اس کتاب میں ہر عُمدہ فن کی باتیں شامل کی ہیں اور اس کا نام ''اَلْمُسْتَطْرَف فِیْ کُلِّ فَنٍّ مُّسْتَظْرَف'' (محفوظ رکھے جانے والے ہر فن کا خلاصہ) رکھا ہے۔

میں نے اس کتاب میں قرآنِ مجید کی کثیر آیاتِ مقدسہ اور حُضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحیح احادیث سے اِستدلال کیا ہے اور اسے نیک بندوں کی حکایات سے مزین کیا ہے۔ زَمَخْشَری کی کتاب ''رَبِیْعُ الْاَبْرَار'' اور

علامہ اِبْنِ عَبْدُ رَبِّہٖ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی کتاب ''اَلْعِقْدُ الْفَرِیْد'' سے میں نے کثیر باتیں نقل کیں ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ اس کا مطالعہ کرنے والا اس میں اپنی تمام مطلوبہ باتوں کو پالے گا۔ میں نے اس کتاب کو 84 ابواب پر ترتیب دیا ہے۔

میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کے مقصود کو آسان فرمائے اور کتاب پڑھنے والے کو اس میں جو کمی یا عیب نظر آئے اسے چھپانے کی توفیق عطا فرمائے، بے شک وہ ہر بات پر قادر اور دعائیں قبول فرمانے والا ہے۔

باب نمبر 1: اسلام کی بنیادی باتوں کا بیان

(اس میں پانچ فصلیں ہیں)

پہلی فصل: توحید باری تعالٰی اور حمد و ثنا کا بیان

جان لو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، بے مثل ہے اس کی کوئی مثال نہیں، بے نیاز ہے اس کا کوئی ہم سر نہیں، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس کے وجود کی کوئی ابتدا نہیں اور نہ ہی اس کی ہمیشگی کی کوئی انتہا ہے۔ وہ قیوم (یعنی دوسروں کو قائم رکھنے والا) ہے، نہ تو زمانہ اسے فنا کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی مدت اسے تبدیل کر سکتی ہے بلکہ وہ اَوَّل و آخر اور ظاہِر و باطِن ہے، وہ جسمانیت سے پاک ہے، کوئی چیز اس کے مثل نہیں اور وہ ہر شے سے بلند و بالا ہے۔ اس کا بلند و بالا ہونا اسے اس کے بندوں سے دور نہیں کرتا بلکہ وہ تو ان کے دل کی رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، بے شک ہر چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے ہے اور تم جہاں بھی ہو وہ اپنے علم و قدرت سے تمہارے ساتھ ہے۔ جس طرح اس کی ذات دیگر ذاتوں کی طرح نہیں اسی طرح اس کا قریب ہونا بھی جسموں کے قریب ہونے کے مشابہ نہیں ہے۔ وہ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی زمانہ اس کی حدبندی کرے اور یہ بھی اس کے شایانِ شان نہیں کہ کوئی جگہ اس کا احاطہ کرے۔ آیات و روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ جنت میں نیک بندے اس کا دیدار کریں گے۔ وہ زندہ، قدرت و عظمت والا اور غالب ہے، اس کو کسی قسم کی مجبوری یا بے بسی لاحق نہیں ہوتی اور نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند۔ بادشاہت، عزت اور طاقت اسی کے لئے ہے۔ اس نے مخلوق اور ان کے اعمال کو پیدا کیا نیز ان کی روزی اور موت کا وقت مقرر فرمایا۔ اس کی قدرتوں کا کوئی شمار نہیں اور نہ ہی اس کی معلومات کی گنتی ممکن ہے، وہ تمام معلومات کا عالم ہے، آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر کوئی چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں، وہ ہر چھپی اور انتہائی مخفی چیز کو جانتا ہے اور دلوں میں آنے والے وسوسوں اور پوشیدہ باتوں پر بھی مُطَّلَع ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی تخلیقِ کائنات کا ارادہ فرمانے والا اور نئی پیدا ہونے والی اشیاء کی تدبیر فرمانے والا ہے۔ اس کی سلطنت میں واقع

ہونے والا ہر معاملہ چاہے کم ہو یا زیادہ، بڑا ہو یا چھوٹا، بھلائی ہو یا برائی، نفع ہو یا نقصان اس کی قضاو قدرت اور حکمت و مشیت سے ہی وقوع پذیر ہوتا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ وہ کسی بھی چیز کو پہلی دفعہ تخلیق کرنے والا اور پھر دوسری دفعہ وجود دینے والا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے احکام کو ٹالنے والا اور اس کے فیصلوں کو رد کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس کی توفیق اور رحمت کے بغیر بندے کا اس کی نافرمانی سے بچنا ممکن نہیں نیز اس کی چاہت و ارادے کے بغیر بندہ اس کی عبادت بھی نہیں کر سکتا۔ اگر تمام انسان و جنات اور فرشتے و شیاطین جمع ہو کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ارادے کے بغیر عالَم کے کسی ذرے کو حرکت دینا یا ساکن کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ سننے والا، دیکھنے والا ہے اور وہ ایسا کلام فرماتا ہے جو اس کی مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں۔ اس کے سوا ہر چیز حادث ہے جسے اس نے اپنی قدرت سے پیدا فرمایا۔ عالَم میں ہونے والی ہر حرکت اور سکون میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کوئی نہ کوئی حکمت ہے جو اس کی وحدانیت و یکتائی پر دلالت کرتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ (پ۴، اٰل عمران: ۱۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے۔

شاعر ابوعتاہیہ نے کہا ہے:

فَیَا عَجَبًا کیفَ یَعصِی الْاِلٰهَ ۔۔۔ اَمْ کَیْفَ یَجْحَدُهٗ الْجَاحِدُ

وَاللهِ فِیْ کُلِّ تَحْرِیْکَةٍ ۔۔۔ وَّفِیْ کُلِّ تَسْکِیْنَةٍ شَاهِدُ

وَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَّهٗ اٰیَةٌ ۔۔۔ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ الْوَاحِدُ

ترجمہ: تعجب کی بات ہے کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کیسے کرتا ہے یا کافر اس کی ذات کا انکار کیونکر کرتا ہے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہر حرکت و سکون میں اس کی (اُلُوہیت کی) گواہی موجود ہے اور (کائنات کی) ہر شے میں اس کی وحدانیت کی نشانی موجود ہے۔

اکیلا معبود:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے بیٹے! جان لے کہ اگر تیرے رب کا کوئی شریک ہوتا تو ضرور تیری طرف اس کے رسول آتے اور تم اس کی بادشاہت و حکومت کے نشان دیکھتے اور اس کے افعال و صفات کو پہچانتے لیکن وہ اکیلا معبود ہے، اس کی بادشاہت میں کوئی اس کا

شریک نہیں ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ہر وہ بات جس کا ذہنوں میں تصوُّر ہو سکتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے سوا ہے۔

اشعارِ عرب میں سے بہترین مصرعہ:

منقول ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منبر پر ارشاد فرمایا: عرب کے اشعار میں سے بہترین کلمہ یہ ہے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔"[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُلُوہیت اور وحدانیت کے اعتقاد کے بعد اس بات کی گواہی دینا بھی ضروری ہے کہ حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمام مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا، آخری نبی بنایا، ان کی شریعت کے ذریعے تمام شریعتوں کو منسوخ فرمایا اور انہیں انسانوں کا سردار اور ایسا شافع بنایا جن کی شفاعت بروزِ محشر قبول ہو گی نیز دنیا و آخرت کے جن امور کے متعلق انہوں نے خبر دی ان میں آپ کی تصدیق کو مخلوق پر لازم فرمایا۔

ایمانیات[2]:

کسی بندے کا ایمان اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک وہ حُضور اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بتائی ہوئی ان باتوں پر ایمان نہ لائے کہ (۱)... مرنے کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرشتوں میں سے دو فرشتے منکر نکیر قبر میں بندے سے توحید و رسالت کے بارے میں سوالات کریں گے، اس سے پوچھیں گے: تیرا ربّ کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرے نبی کون ہیں؟ (۲)... عذابِ قبر پر ایمان لائے کہ یہ حق ہے۔ (۳)... میزان (جس پر اعمال کا وزن ہو گا) حق ہے۔ (۴)... پل صراط حق ہے۔ (۵)... حساب حق ہے۔ (۶)... جنت و دوزخ حق ہیں۔ (۷)... اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے مقرب بندوں کو بغیر حساب کتاب جنت میں داخل فرمائے گا۔ (۸)... کچھ گناہ گار مؤمنین کو سزا کے بعد دوزخ سے نکالے گا حتّٰی کہ جہنم میں کوئی بھی ایسا شخص نہ رہے گا جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان ہو گا۔ (۹)... انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی شفاعت (۱۰)... عُلَما کی شفاعت اور (۱۱)... شُہَدا کی شفاعت پر ایمان لائے۔ (۱۲)... صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی فضیلت کا اعتقاد رکھے نیز (۱۳)... تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے بارے میں اچھا گمان رکھے جیسا کہ احادیث و روایات میں یہ حکم موجود ہے۔

1 ... مسلم، کتاب الشعر، ص۱۲۳۸، حدیث: ۲۲۵۶

2 ... یہاں مصنف نے ضروریاتِ دین اور ضروریاتِ اہلسنّت کو جمع کر دیا ہے۔ (علمیہ)

پس جو شخص ان تمام باتوں پر پختہ ایمان لائے تو وہ اہلِ حق و اہلِ سنّت میں سے ہے اور گمراہی و بدعت کے شکار گروہ سے الگ ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اس عقیدے پر استقامت عطا فرمائے اور مرتے دم تک اسی پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے بے شک وہ سننے والا قبول کرنے والا ہے۔

یہ عقیدۂ توحید پانچ ارکانِ اسلام میں سے ایک پر مشتمل ہے۔ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور استطاعت ہونے پر بَیْتُ اللہ کا حج کرنا۔[1]

دوسری فصل: نماز اور اس کی فضیلت

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ ﴿۲۳۸﴾ (پ۲، البقرۃ:۲۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: نگہبانی کرو سب نمازوں اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ (پ۱، البقرۃ:۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ (پ۵، النساء:۱۰۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

نماز کو صلوٰۃ کہنے کی وجہ:

اس بات میں اختلاف ہے کہ لفظِ صلوٰۃ کس لفظ سے بنا ہے۔ ایک قول کے مطابق لفظ صلوٰۃ بمعنیٰ دعا سے نکلا ہے اور کلامِ عرب میں نماز کو دعا کہنا معروف و مشہور ہے، نماز کو صلوٰۃ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ دعا پر مشتمل ہے۔

ایک قول کے مطابق نماز کو صلوٰۃ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ صلوٰۃ کے معنیٰ رحمت کے ہیں۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

[1] ...مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ارکان الاسلام، ص۲۷، حدیث:۱۶

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ[1]۔

باعتبارِ نسبت لفظِ صلوٰۃ کا معنیٰ:

لفظ **صلوٰۃ** کی نسبت **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہو تو اس کا معنیٰ رحمت، فرشتوں کی طرف ہو تو دعائے مغفرت اور انسانوں کی طرف ہو تو دعا کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ مصطفٰے ہے: اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! ابو اوفیٰ کی آل پر صلوٰۃ بھیج۔ "[2] یعنی ان پر رحم فرما۔

ایک قول کے مطابق نماز کو **صلوٰۃ** اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اس میں سیدھا کرنے کا معنیٰ پایا جاتا ہے جیسے جب کوئی لکڑی (کی کجی) کو آگ کے ذریعے سیدھا کرتا ہے تو وہ کہتا ہے: صَلَّیْتُ الْعُوْدَ عَلَی النَّار (میں نے لکڑی کو آگ پر سیدھا کیا) یونہی نماز بندے کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت و فرمانبرداری پر قائم اور سیدھا رکھتی اور اس کی نافرمانی سے باز رکھتی ہے۔ چنانچہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ ؕ (پ۲۱، العنکبوت: ۴۵)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے۔

ایک قول یہ ہے کہ نماز کو **صلوٰۃ** اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ بندے اور اس کے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان رابطہ ہے۔

ایمان کی نشانی:

حضور نبی رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: نماز ایمان کی نشانی ہے، جس نے اپنے دل کو نماز کے لئے فارغ کیا اور اس کی حدود کی حفاظت کی تو وہ کامل مومن ہے۔[3]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فارُوقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے منبر پر فرمایا: ایک شخص اسلام کی حالت میں بوڑھا تو ہو جاتا ہے لیکن اس کی نماز کامل نہیں ہوتی۔ عرض کی گئی: وہ کیسے؟ ارشاد فرمایا: نہ تو وہ نماز کے رکوع و سجود کو کامل ادا کرتا ہے اور نہ ہی نماز میں خشوع و خضوع کا اہتمام کرتا ہے۔

1 ... ترجمۂ کنز الایمان: بے شک **اللّٰہ** اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر۔ (پ۲۲، الاحزاب: ۵۶)

2 ... بخاری، کتاب الزکاۃ، باب صلوۃ الامام و دعائہ... الخ، ۱/ ۵۰۴، حدیث: ۱۴۹۷

3 ... مسند الفردوس، ۲/ ۶۹، حدیث: ۳۹۲۰

نماز کا وقت آتے ہی کیفیت بدل جاتی:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہے کہ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہم سے اور ہم آپ سے گفتگو کررہے ہوتے، جب نماز کا وقت آتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایسے ہو جاتے گویا آپ ہمیں جانتے ہیں نہ ہم آپ کو جانتے ہیں۔[1]

تہجد گزاروں کے چہرے خوبصورت کیوں ہوتے ہیں؟

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے کسی نے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ تہجد پڑھنے والوں کے چہرے دیگر لوگوں سے زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس لئے کہ انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے تنہائی اختیار کی تو اُس نے انہیں اپنے نور میں سے ایک نورانی لباس پہنا دیا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: انسان اپنے گناہوں کے سبب نمازِ باجماعت سے محروم رہتا ہے۔

رضائے مصطفٰے کی خواہش:

حضرت سیِّدَتُنا رابعہ بصریہ عدویہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتیں اور فرماتیں: بخدا! میں اس قدر نماز حصولِ ثواب کے لئے نہیں پڑھتی بلکہ یہ چاہتی ہوں کہ حضور پرنور، شافِعِ یومُ النُّشُور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے اس عمل سے خوش ہوں اور دیگر انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سے ارشاد فرمائیں: میری امت کی ایک عورت کو دیکھو! یہ اس کے ایک دن رات کا عمل ہے۔

تکبیر کی ہیبت:

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جب تکبیرِ تحریمہ کہنے کا ارادہ کیا تو ہاتھ اٹھائے، صرف اللہ کہنے پائے تھے کہ آپ کا رنگ پھیکا پڑ گیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت سے آپ کی حالت ایسی ہوگئی گویا آپ کے جسم میں روح نہیں ہے، جب آپ نے اَللہُ اَکْبَر کہا تو آپ کی تکبیر کی ہیبت سے مجھے ایسا لگا کہ میرا دل اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے۔

[1] ...فتوح الشام، ذکر فتوح مصر، ۲/ ۳۳

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سیِّدُنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی: اے داوٗد! وہ شخص جھوٹا ہے جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرے لیکن جب رات آئے تو وہ نیند کی آغوش میں چلا جائے۔ کیا محبت کرنے والا اپنے محبوب کے ساتھ خلوت کو پسند نہیں کرتا؟

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے درج ذیل دو اشعار پڑھے:

اِذَا مَا اللَّیْلُ اَظْلَمَ کَابَدُوْہُ فَیُسْفِرُ عَنْھُمْ وَھُمْ رُکُوْعُ

اَطَارَ الْخَوْفُ نَوْمَھُمْ فَقَامُوْا وَاَھْلُ الْاَمْنِ فِی الدُّنْیَا ھُجُوْعُ

ترجمہ: جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو نیک لوگ عبادت میں لگ جاتے ہیں حتّٰی کہ جب صبح کی روشنی پھیلتی ہے تو وہ رکوع میں ہوتے ہیں۔ خوف نے ان کی نیندیں اڑا دیں تو یہ عبادت کے لئے کمربستہ ہو گئے جبکہ دنیا میں بے خوف رہنے والے لوگ سوئے پڑے رہے۔

خیرُ التّابعین حضرت سیِّدُنا اویس قرنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی رات کو سوتے نہیں تھے اور فرماتے تھے: کیا بات ہے کہ فرشتے تو (اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں) سستی نہیں کرتے لیکن ہم سستی کا شکار ہیں۔

حضرت سیِّدُنا حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بیان ہے کہ محسنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو آپ نماز میں مشغول ہو جاتے۔[1]

اصل سرمایہ:

حضرت سیِّدُنا ہشام بن عُروہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ میرے والدِ محترم حضرت سیِّدُنا عروہ بن زبیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرض نماز کو دراز کرتے اور ارشاد فرماتے: یہ میرا اصل سرمایہ ہے۔

گناہوں کا کفارہ:

حضرت سیِّدُنا ابو طُفیل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں: میں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صِدِّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو فرماتے سنا کہ اے لوگو! (اپنے گناہوں کے سبب لگائی ہوئی) آگ کی طرف اٹھو اور (نماز کے ذریعے) اسے بجھا دو کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: ''اَلصَّلٰوۃُ اِلَی الصَّلٰوۃِ کَفَّارَۃٌ لِّمَا بَیْنَھُمَا مَا اجْتُنِبَتِ الْکَبَائِرُ یعنی ایک نماز دوسری نماز تک کے درمیانی گناہوں کے لئے کفارہ ہے جب تک کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔''[2]

---

1 ... درمنثور، پ۱، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۴۵، ۱/ ۱۶۳

2 ... مسلم، کتاب الطھارۃ، باب الصلوات الخمس والجمعۃ... الخ، ص ۱۴۴، حدیث: ۲۳۳، عن ابی ھریرۃ

عبادت کے لئے رات کی تقسیم:

حضرت سیِّدُنا محمد بن مُنکَدِر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے رات کو اپنے، والدہ اور بہن کے درمیان تقسیم فرمالیا تھا (کہ رات کی پہلی تہائی میں آپ عبادت کرتے، دوسری تہائی میں والدہ ماجدہ اور تیسری میں بہن)۔ جب بہن کا انتقال ہو گیا تو رات کو دو حصوں میں اپنے اور والدہ محترمہ کے درمیان تقسیم فرمالیا، جب والدہ بھی انتقال فرما گئیں تو آپ نے پوری رات قیام کرنا شروع کر دیا۔

نماز ہو تو ایسی:

حضرت سیِّدُنا مسلم بن یَسار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار جب گھر میں نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اہلِ خانہ سے فرماتے: تم آپس میں باتیں کرو کیونکہ میں تمہاری بات چیت نہیں سنتا۔ آپ جب گھر میں تشریف لاتے تو گھر والے خاموش ہو جاتے اور ان کی آواز سنائی نہ دیتی، جب آپ نماز پڑھنے لگتے تو گھر والے بات چیت اور ہنسی مذاق کرتے (لیکن آپ کو پتا نہ چلتا)۔ ایک مرتبہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نماز میں مشغول تھے کہ آپ کے قریب آگ لگ گئی اور پھر بجھا دی گئی لیکن آپ نماز میں اس قدر مستغرق تھے کہ اس کا پتا بھی نہ چلا۔

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مسجدِ حرام میں نماز پڑھتے تو اس قدر طویل قیام فرماتے کہ کبوتر آپ کو ستون سمجھ کر سر پر بیٹھ جاتا۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن شریک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سجدے کی حالت میں ہوتے تو چڑیاں آپ کی پیٹھ پر بیٹھ جاتیں جیسے دیوار پر بیٹھتی ہیں۔

ایک رکعت میں خَتْمِ قرآن:

چار بزرگ ایسے ہیں جنہوں نے ایک رکعت میں خَتْمِ قرآن فرمایا: امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان ذُوالنُّورَین، حضرت سیِّدُنا تمیم داری، حضرت سیِّدُنا سعید بن جُبَیر اور حضرت سیِّدُنا امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم۔

حضرت سیِّدُنا امام اوزاعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مسجد نبوی شریف میں قبرِ انور اور منبرِ اطہر کے درمیان ایک نوجوان کو ملاحظہ فرمایا جب فجر کا وقت ہوا تو وہ چت لیٹ گیا اور کہا: لوگ صبح کے وقت (قیامت میں ثواب دیکھ کر) رات کے سفر (دنیا کی عبادات) کی تعریف کریں گے۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا امام اوزاعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اے بھتیجے! یہ سعادت تمہارے

اور تم جیسے لوگوں کے لئے ہے نہ کہ اونٹوں کے چرواہوں کے لئے۔

نماز کا نرالا ادب:

حضرت سیِّدُنا خَلَف بن ایوب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ دورانِ نماز اپنے چہرے سے مکھی نہیں اڑاتے تھے۔ عرض کی گئی: آپ اس پر کیسے صبر کرتے ہیں؟ فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ فاسق وفاجر لوگ کوڑوں کی ضربیں برداشت کرتے ہیں تاکہ انہیں ہمت وصبر والا کہا جائے تو کیا میں بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے وقت ایک مکھی کے بیٹھنے پر بھی صبر نہ کروں؟

خوب صورت منظر:

حضرت سیِّدُنا ابو صفوان بن عَوانہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اس سے زیادہ خوبصورت کوئی منظر نہیں کہ ایک شخص سفید لباس پہنے چاند کی روشنی میں نماز میں مشغول ہو اور ایسا لگے جیسے وہ کوئی فرشتہ ہے۔

خاتونِ جنت کی نماز:

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: اس امت میں شہزادیٔ کونین، خاتونِ جنت حضرت سیِّدَتُنا فاطمۃُ الزَّہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے بڑا عبادت گزار کوئی نہیں گزرا، آپ صبح تک قیام فرماتی تھیں یہاں تک کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے تھے۔

حضور نبی رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز میں اس قدر طویل قیام فرماتے کہ مُبارَک قدموں پر ورم آجاتا حالانکہ آپ کے طفیل اُمَّت کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے نیز دورانِ نماز چشمانِ کرم سے آنسوؤں کے قطرے بارش کی طرح جائے نماز پر گرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خوف کا یہ عالَم تھا کہ مبارَک دل سے دھڑکنے اور جوش مارنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

جب بلند مقام ومرتبے اور بارگاہِ خداوندی میں اعزاز و اکرام کے باوجود **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کے خوف کا یہ عالَم ہے تو پھر تعجب ہے کہ گناہوں سے آلودہ شخص کا دل کیسے مطمئن اور بے خوف ہو جاتا ہے۔

جنت میں آقا عَلَیْہِ السَّلَام کی رفاقت:

ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کیجئے کہ مجھے جنت میں آپ کی رفاقت عطا فرمائے تو نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ یعنی اپنے نفس پر کثرت سجود سے میری مدد کرو[1]۔[2]

جماعت فوت ہو جانے پر تعزیت:

حضرت سیِّدُنا حاتِم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میری جماعت فوت ہو گئی تو صرف حضرت ابواسحاق بخاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی نے مجھ سے تعزیت کی اور اگر میرا بیٹا فوت ہو جاتا تو 10 ہزار سے بھی زیادہ لوگ تعزیت کرنے آجاتے کیونکہ لوگوں کے نزدیک دین کی مصیبت دُنیا کی مصیبت سے زیادہ آسان ہے۔

منقول ہے کہ بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کی اگر تکبیرِ اُولیٰ نکل جاتی تو تین دن اور جماعت فوت ہونے پر سات دن اپنے آپ پر افسوس کرتے تھے۔

ساری رات کی عبادت سے افضل:

حضرت سیِّدُنا عبدُاللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: میانہ روی اور غور و فکر کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھنا، غافل دل کے ساتھ ساری رات کی عبادت سے افضل ہے۔

دعا:

اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! نماز کے مُعاملے میں ہماری مدد فرما، اپنے فضل و کرم سے ہماری نماز کو شرف قبولیت عطا فرما اور

1 ...مُفَسِّر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مراٰۃ المناجیح، جلد2، صفحہ 84 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: یعنی جنت میں تمہیں اعلیٰ مقام پر پہنچانا میرے کرم سے ہے نہ کہ محض تمہارے سجدوں سے، تم اپنے سجدوں سے مجھے اس کام میں امداد دو۔ عَلٰی نَفْسِكَ فرما کر اشارۃً فرمایا گیا کہ نفس کی مخالفت جنت کا ذریعہ ہے۔ (مرقات) کثرت سجود سے بتایا گیا کہ فقط نماز پنجگانہ پر کفایت نہ کرو بلکہ نوافل کثرت سے پڑھو تاکہ میرے قرب کے لائق ہو جاؤ، جیسے بادشاہ کہے کہ میرے پاس آنا ہے تو اچھا لباس پہنو، حاضری بادشاہ کے کرم سے ہے اور اچھا لباس دربار کے آداب میں سے۔

2 ...مسلم، کتاب الصلوة، باب فضل السجود والحث علیہ، ص ٢٥٢، حدیث: ٤٨٩، بتغیر قلیل

اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! اپنی رحمت کے طفیل ہمیں غافلوں میں شامل ہونے سے بچا اور ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کی آل واصحاب پر رحمت نازل فرما۔

مِسواک اور اَذان کا بیان

نماز کے ساتھ مسواک اور اذان کی فضیلت بیان کرنا بھی مناسب ہے (ہم مختصراً ان کا بھی ذکرِ خیر کرتے ہیں)

مسواک کی فضیلت:

حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ یعنی اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑنے کا خیال نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔[1]

ایک روایت میں ہے: صَلٰوةٌ عَلٰی اَثَرِ سِوَاكٍ اَفْضَلُ مِنْ خَمْسٍ وَّ سَبْعِیْنَ صَلٰوةً عَلٰی غَیْرِ سِوَاكٍ یعنی مسواک کر کے ایک نماز پڑھنا بغیر مسواک کی 75 نمازوں سے افضل ہے۔[2]

حضرت سیِّدُنا حُذیفہ بن یَمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب نمازِ تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو دندانِ مُبارَک پر مسواک پھیرتے[3] اور ارشاد فرماتے: اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ یعنی مسواک منہ کی صفائی اور ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کا باعث ہے۔[4]

ایک روایت میں ہے: اَفْوَاهُكُمْ طُرُقٌ لِكَلَامِ رَبِّكُمْ فَنَظِّفُوْهَا یعنی تمہارے منہ رب عَزَّوَجَلَّ کے کلام کے لئے راستے ہیں لہٰذا انہیں صاف ستھرا رکھا کرو۔[5]

مسواک کے آداب:

مسواک میں اس بات کا اختیار ہے کہ پیلو کی لکڑی کی ہو یا کسی اور درخت کی، (مسواک نہ ہونے کی صورت میں) اشنان

---

1 ... بخاری، کتاب الجمعة، باب السواک یوم الجمعة، ۱/ ۳۰۷، حدیث: ۸۸۷

2 ... مسند امام احمد، مسند السیدة عائشة، ۱۰/ ۱۴۱، حدیث: ۲۶۴۰۰، ''خمس وسبعین'' بدلہ ''سبعین ضعفا''

احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الطھارة، کیفیة الوضوء، ۱/۱۸۲

3 ... مسلم، کتاب الطھارة، باب السواک، ص ۱۵۲، حدیث: ۲۵۵

4 ... بخاری، کتاب الصوم، باب سواک الرطب والیابس للصائم، ۱/ ۶۳۷

5 ... حلیة الاولیاء، سعید بن جبیر، ۴/ ۳۲۶، حدیث: ۵۷۳۶

نامی بوٹی یا پھر کسی کھردرے کپڑے کو بھی دانتوں کی صفائی کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

منہ کی سیدھی جانب سے آغاز کرکے دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرنا چاہیے نیز مسواک کرنے میں ادائے سنت کی نیت کی جائے۔ زیتون کی لکڑی سے مسواک کرنا دانتوں کا پیلا پن دور کرتا ہے۔

بُزرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں: مسواک کرتے ہوئے یہ کہنا چاہیے: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْہِ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اس میں برکت عطا فرما، اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے۔

دانتوں کے ظاہری اور پوشیدہ دونوں حصوں پر مسواک کرنی چاہئے، دانتوں کے کناروں اور داڑھوں نیز حلق کے اوپری حصے پر بھی نرمی سے مسواک کی جائے۔ ایسی مسواک استعمال کی جائے جو متوسط ہو، نہ تو بالکل خشک ہو اور نہ ہی بہت زیادہ گیلی، اگر مسواک زیادہ خشک ہو تو پانی سے نرم کرلی جائے۔

مسواک کی بدولت ایمان پر خاتمہ:

مسواک کی فضیلت کے بارے میں منقول ہے کہ اس کی برکت سے مرتے وقت کلمۂ شہادت یاد آتا اور روح نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔

اَذان کی فضیلت:

اذان کے بارے میں روایت ہے کہ حضور نبی اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: یَدُالرَّحْمٰنِ عَلٰی رَاْسِ الْمُؤَذِّنِ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْ اَذَانِہٖ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دستِ قدرت مُؤَذِّن کے سر پر ہوتا ہے یہاں تک کہ اذان سے فارغ ہوجائے۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا (پ٢٤، حمٓ السجدۃ: ٣٣)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے۔

اس کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ ''یہ مُؤَذِّنِیْن کے بارے میں نازل ہوئی۔''

حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور پرنور، شافِعِ یومُ النُّشور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: یَغْفِرُ اللہُ لِلْمُؤَذِّنِ مَدَّی صَوْتِہٖ وَیَشْھَدُ لَہٗ مَاسَمِعَہٗ مِنْ رَّطْبٍ وَّیَابِسٍ یعنی مُؤَذِّن کی آواز جہاں تک پہنچتی

[1] ... معجم اوسط، ۱/ ۵۳۹ حدیث: ۱۹۸۷۔ تاریخ بغداد، ۱۱/ ۱۹۳، حدیث: ۵۹۰۱

ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ وہاں تک اس کی مغفرت فرمادیتا ہے اور اس کی آواز سننے والی ہر خشک و تر چیز اس کی گواہی دے گی۔[1]

حضرت سیِّدُنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یعنی بروزِ قیامت مُؤَذِّنوں کی گردنیں سب سے زیادہ دراز ہوں گی[2]۔[3]

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ وَلَہٗ ضُرَاطٌ حَتّٰی لَا یَسْمَعَ التَّاْذِیْن یعنی جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر ہوا خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اَذان کی آواز نہ سنے۔[4]

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: لَا یَسْمَعُ مَدَّی صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَلَا شَیْءٌ اِلَّا شَھِدَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یعنی مُؤَذِّن کی آواز کی انتہا تک جو بھی اذان سنے خواہ جن ہو، انسان ہو یا کوئی اور چیز وہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گا۔[5]

اَذان کی فضیلت کے بارے میں احادیثِ مبارکہ کثیر اور مشہور ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے زیادہ علم والا ہے۔

تیسری فصل: زکوٰۃ اور اس کی فضیلت کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ مجید میں مُتَعَدَّد مقامات پر زکوٰۃ کا تذکرہ نماز کے ساتھ فرمایا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿1﴾...

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ (پ۱، البقرۃ: ۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔

1... ابو داود، کتاب الصلوۃ، باب رفع الصوت بالاذان، ۱/ ۲۱۸، حدیث: ۵۱۵ عن ابی ھریرۃ

2... دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب "بہارِ شریعت، حصہ 3، جلد 1، صفحہ 458" پر ہے: علامہ عبد الرؤف مناوی (عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی) تیسیر میں فرماتے ہیں: یہ حدیث متواتر ہے اور حدیث کے معنٰی یہ بیان فرماتے ہیں کہ مُؤَذِّن رحمتِ الٰہی کے بہت امیدوار ہوں گے کہ جس کو جس چیز کی امید ہوتی ہے، اس کی طرف گردن دراز کرتا ہے یا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ ان کو ثواب بہت ہے اور بعضوں نے کہا یہ کنایہ ہے، اس سے کہ شرمندہ نہ ہوں گے اس لیے کہ جو شرمندہ ہوتا ہے، اس کی گردن جھک جاتی ہے۔ (التیسیر، ۶/ ۳۱۳، تحت الحدیث: ۹۱۳۶)

3... مسلم، کتاب الصلوۃ، باب فضل الاذان وھرب الشیطان... الخ، ص ۲۰۴، حدیث: ۳۸۷

4... بخاری، کتاب الاذان، باب فضل التاذین، ۱/ ۲۲۲، حدیث: ۶۰۸

5... بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الجن وثوابھم وعقابھم، ۲/ ۴۰۴، حدیث: ۳۲۹۶

﴿2﴾...

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ (پ۱۸، النور: ۳۷)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت **اللہ** کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے۔

﴿3﴾...

وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ؕ﴿۵﴾ (پ۳۰، البینة: ۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔

بارش نہ برسنے کا سبب:

حضرت سیّدُنا بُرَیدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَاحَبَسَ قَوْمٌ الزَّكَاةَ اِلَّا حَبَسَ اللّٰهُ عَنْهُمُ الْقَطْرَ یعنی جب کوئی قوم زکوٰۃ روکتی ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان سے بارش روک لیتا ہے۔[1]

اُمُّ المؤمنین حضرت سیّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَاخَالَطَتِ الزَّكَاةُ مَالًا قَطُّ اِلَّا اَهْلَكَتْهُ یعنی زکوٰۃ کسی مال میں نہ ملے گی مگر اُسے ہلاک کر دے گی[2]۔[3]

حضرت سیّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس کے پاس اس قدر مال ہو جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے پھر زکوٰۃ نہ دے نیز جس کے پاس اتنا مال ہو کہ حج کر سکے پھر بھی حج نہ کرے تو وہ (مرنے کے بعد) دنیا میں واپسی کا سوال کرے گا۔[4]

اس حدیثِ پاک میں درج ذیل آیتِ مُقدَّسہ کی طرف اِشارہ ہے:

---

1 ... سنن کبری للبیھقی، کتاب الزکاة، باب الھدیة للوالی بسبب الولایة، ۴/ ۲۶۸، حدیث: ۷۶۶۲

2 ... **دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب "**بہارِ شریعت، حصہ 5، جلد 1، صفحہ 870 تا 871**" پر ہے: بعض اَئِمّہ نے اس حدیث کے یہ معنٰی بیان کیے کہ زکاۃ واجب ہوئی اور ادا نہ کی اور اپنے مال میں ملائے رہا تو یہ حرام اُس حلال کو ہلاک کر دے گا اور امام احمد (عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الصَّمَد) نے فرمایا کہ معنٰی یہ ہیں کہ مالدار شخص مالِ زکاۃ لے تو یہ مالِ زکاۃ اس کے مال کو ہلاک کر دے گا کہ زکاۃ تو فقیروں کے لیے ہے اور دونوں معنٰی صحیح ہیں۔

3 ... شعب الایمان، باب فی الزکاة، فصل فی الاستعطاف عن المسئلة، ۳/ ۲۷۳، حدیث: ۳۵۲۲

4 ... الکامل لابن عدی، اسمہ یحیی بن ابی حیة، ۹/ ۵۳

رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ (پ۱۸، المومنون: ۹۹، ۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب مجھے واپس پھیر دیجئے شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں اس میں جو چھوڑ آیا ہوں۔

صدقہ و خیرات کی فضیلت:

اس فصل میں ہم صدقہ اور اس کی فضیلت، اس کے بارے میں وارد روایات، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے صدقہ وخیرات دینے والوں کے لئے جو اجر و ثواب رکھا ہے نیز اس کی برکت سے جس طرح مصیبتیں دور ہوتی ہیں اس کا تذکرہ کریں گے۔

دو آیات مبارکہ:

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ ﴿۸۸﴾ (پ۱۳، یوسف: ۸۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ خیرات والوں کو صلہ دیتا ہے۔

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَ الْمُتَصَدِّقِیْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآىٕمِیْنَ وَ الصّٰٓىٕمٰتِ وَ الْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۳۵﴾ (پ۲۲، الاحزاب: ۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

ان کے علاوہ بھی کثیر آیات میں صدقہ وخیرات کی فضیلت کا بیان ہے۔

دو احادیث مُقدَّسہ:

حضرت سَیِّدُنا عبدُ اللہ بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: خَیْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ وَخَیْرُ الْجِیْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرُهُمْ لِجَارِهٖ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے بہترین رفیق وہ ہے جو اپنے دوست کے لئے زیادہ بہتر ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسیوں کے لئے زیادہ بہتر ہو۔[1]

[1] ... ترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء فی حق الجوار، ۳/ ۳۷۹، حدیث: ۱۹۵۱

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا، اللہ عَزَّوَجَلَّ معاف کرنے والے کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے اور جو بندہ عاجزی کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔ (1)

حکایت: بخل کا انجام

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی جس کے ہاتھ مفلوج تھے۔ اس نے اپنا ماجرا بیان کرتے ہوئے کہا: میرے والد صدقہ وخیرات کرنے کو پسند کرتے تھے جبکہ میری والدہ اسے ناپسند رکھتی تھی، انہوں نے اپنی زندگی میں چربی کے ایک ٹکڑے اور ایک پرانے چیتھڑے (کپڑے کے بوسیدہ ٹکڑے) کے علاوہ کوئی چیز صدقہ نہیں کی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت قائم ہو چکی ہے، میری والدہ نے ایک پرانے چیتھڑے سے اپنی شرم گاہ کو چھپا رکھا ہے اور ان کے ہاتھ میں چربی کا ایک ٹکڑا ہے جسے وہ پیاس کی وجہ سے چاٹ رہی ہیں۔ میں اپنے والد کے پاس گئی تو وہ ایک حوض کے کنارے موجود تھے اور لوگوں کو پانی پلا رہے تھے، میں نے ان سے پانی کا ایک پیالہ لیا اور اپنی والدہ کو پلا دیا۔ اوپر سے ایک آواز آئی: جس نے اس عورت کو پانی پلایا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے ہاتھوں کو مفلوج کر دے۔ جب میں بیدار ہوئی تو میرے ہاتھ مفلوج ہو چکے تھے جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہی ہیں۔

حکایت: بیٹے کی بھیڑیے سے حفاظت

ایک عورت رات کا کھانا کھا رہی تھی کہ ایک سوالی آ گیا، عورت نے ایک لقمہ اسے بھی کھلا دیا۔ صبح وہ عورت اپنے شوہر کے پاس کھیت میں گئی اور بچے کو شوہر کے پاس چھوڑ کر کسی کام میں مصروف ہو گئی۔ اتنے میں ایک بھیڑیا وہاں آ پہنچا جس نے بچے کو اچک لیا۔ عورت نے جب یہ دیکھا تو بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! میرے بچے کی حفاظت فرما۔ فوراً ایک آنے والا آیا جس نے بھیڑیے کی گردن دبوچ لی اور عورت نے اپنے بچے کو بغیر کسی تکلیف اور نقصان کے بھیڑیے کے منہ سے نکال لیا۔ آنے والے نے عورت سے کہا: یہ لقمہ (یعنی تمہارا بیٹا) اس لقمے کے بدلے ہے جو تم نے سائل کو کھلایا تھا۔

حکایت: صدقے کی برکت سے جان بچ گئی

منقول ہے کہ ایک شخص کے گھر میں موجود درخت پر قُمری (فاختہ کی قسم کے ایک طوق دار پرندے) نے گھونسلہ بنا لیا۔

(1) ... مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع، ص۱۳۹۷، حدیث: ۲۵۸۸

جب اس قمری نے انڈوں میں سے بچے نکالنے کا اِرادہ کیا تو اس شخص کی بیوی نے اسے قمری کے انڈے اتارنے کا مشورہ دیا، اس شخص نے کئی مرتبہ ایسا کیا اور جب بھی قمری انڈے دیتی وہ شخص اس کے انڈے اٹھالیتا۔ قُمری نے حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں اس بات کی شکایت کی اور عرض کی: یَانَبِیَّ اللہ! میں یہ چاہتی ہوں کہ میری اولاد ہو جو میرے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے لیکن یہ شخص اپنی بیوی کے کہنے پر میرے انڈے چرالیتا ہے۔ جب قمری نے کئی مرتبہ اس بات کی شکایت تو حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے جنات کو حکم دیا کہ جب تم اس شخص کو درخت پر چڑھتے دیکھو تو اس کے دو ٹکڑے کر دینا۔ اب کی بار جب وہ شخص درخت پر چڑھنے لگا تو ایک مانگنے والا آ گیا جسے اس شخص نے جو کی روٹی کھلائی، اس کے بعد وہ درخت پر چڑھا اور حسبِ معمول انڈے حاصل کر لیے۔ قمری نے پھر شکایت کی تو حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے جنات سے ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں جو حکم دیا تھا تم نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا۔ جنات نے عرض کی: اس وقت دو فرشتے ہمارے سامنے آ گئے اور انہوں نے ہمیں زمین کے کنارے پر پھینک دیا۔

صدقہ دینے کا انداز:

حضرت سیِّدُنا امام نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی بیان کرتے ہیں: بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کا یہ خیال تھا کہ مظلوم شخص صدقہ کرے تو اس کی پریشانی دور ہو جاتی ہے اور کوئی شخص جب فقیر کو صدقہ دیتا تو اس کے سامنے کھڑا ہو کر اس سے قبول کرنے کی درخواست کرتا تھا حتّٰی کہ ایسا لگتا تھا کہ یہ دینے والا خود سائل ہے۔

صدقے کی فضیلت پر چار فرامینِ مصطفےٰ:

﴿1﴾... اَلصَّدَقَۃُ تَسُدُّ سَبْعِیْنَ بَابًا مِّنَ الشَّرِّ یعنی صدقہ بُرائی کے 70 دروازوں کو بند کر دیتا ہے۔[1]

﴿2﴾... مانگنے والے کو اس کا حق دے کر لوٹاؤ اگرچہ پرندے کے سر برابر کھانا ہو۔[2]

﴿3﴾... رُدُّوْا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُّحْرَقٍ یعنی سائل کو اس کا حق دے کر لوٹاؤ اگرچہ جلا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو[3]۔[4]

---

1 ... معجم کبیر، ۴/ ۲۷۴، حدیث: ۴۴۰۲

2 ... احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الزکاۃ، بیان فضیلۃ الصدقۃ، ۱/ ۳۰۳

3 ... مسند امام احمد، حدیث حواء جدۃ عمرو بن معاذ، ۱۰/ ۴۰۷، حدیث: ۲۷۵۲۰

4 ... مُفسّرِ شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مراٰۃ المناجیح، جلد 3، صفحہ 123 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: ...

﴿4﴾…اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ یعنی (دوزخ کی) آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے۔[1]

سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ:

حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: جو شخص مانگنے والے کو اپنے گھر سے خالی ہاتھ لوٹاتا ہے تو سات دن تک رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے۔

سرکارِ مکہ مکرمہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسکین کو اپنے دستِ مُبارک سے صدقہ عطا فرماتے تھے۔[2]

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَکْسُوْ مُسْلِمًا ثَوْبًا اِلَّا کَانَ فِیْ حِفْظِ اللہِ مَا کَانَتْ عَلَیْہِ مِنْہُ رُقْعَۃٌ یعنی جس مسلمان نے کسی مسلمان کو کپڑا پہنایا تو جب تک کپڑے کا ایک ٹکڑا بھی اس پر بھی باقی ہے پہنانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حفظ و امان میں رہے گا۔[3]

نماز، روزہ اور صدقہ:

حضرت سیِّدُنا عبدُ العزیز بن عُمَیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: نماز تمہیں نصف راستے تک پہنچاتی ہے، روزہ بادشاہِ حقیقی کے دروازے تک پہنچاتا ہے جبکہ صدقہ اس کے دربار میں داخل کر دیتا ہے۔

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا ربیع بن خیثم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک سرد رات میں اُونی جبہ پہنے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے، ایک سائل کو ملاحظہ فرمایا تو جبہ اتار کر اسے عنایت فرما دیا اور یہ آیتِ طیبہ تلاوت فرمائی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ (پ۴، آل عمران: ۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔

……یہاں سائل سے مراد حاجت مند سائل ہے اور جلی کھری سے مراد نہایت معمولی چیز ہے جس کی کوئی قیمت نہ ہو یعنی اگر کوئی حاجت مند سائل آئے تو اسے خواہ معمولی چیز ہی بن پڑے دے دو۔ خیال رہے کہ یہ حکم استحبابی ہے، آج کل کے پیشہ ور سائل اور جن سائلوں کو دینا منع ہے وہ اس میں داخل نہیں لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بعض سائلوں کو نہیں بھی دیا ہے کیونکہ وہاں سائل غیر حاجتمند تھے یا ایسی چیز مانگتے تھے جس کے وہ مستحق نہ تھے یا پیشہ بھیک سے انہیں روکنا مقصود تھا۔

1 … مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ…الخ، ص۵۰۷، حدیث: ۱۰۱۶

2 … مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الطہارۃ، باب من کان یحب ان یلی طہورہ بنفسہ، ۱/ ۲۲۳، حدیث: ۲

3 … ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب: ۴۱، ۴/ ۲۱۸، حدیث: ۲۴۹۲

بُری موت سے حفاظت:

محبوب ربِّ داور، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: دعا تقدیر کو ٹال دیتی ہے، نیکی عُمر میں اضافہ کرتی ہے[1]، بداخلاقی نحوست اور خوش اخلاقی بَرَکت ہے جبکہ صدقہ بری موت سے بچاتا ہے۔[2]

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں صدقے کے دانے کے علاوہ کسی دانے کو نہیں جانتا جو دنیا کے پہاڑوں کے وزن برابر ہو جائے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: اعمال آپس میں فخر کرتے ہیں تو صدقہ کہتا ہے: میں تم سب سے افضل ہوں۔

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک، صاحِبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: صدقات کے ذریعے فکروں اور پریشانیوں کو حل کرو، اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری تکلیفوں کو دور فرمائے گا اور دشمن کے خلاف تمہاری مدد فرمائے گا۔[3]

قیامت کی بھوک پیاس سے نجات:

حضرت سیِّدُنا عُبَیْد بن عُمَیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: بروزِ قیامت لوگ اتنے بھوکے ہوں گے جتنے پہلے کبھی نہ تھے اور اتنے پیاسے ہوں گے جتنے پہلے کبھی نہ تھے، جس نے (دنیا میں) رضائے الٰہی کے لئے کسی کو کچھ کھلایا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے پیٹ بھر کر کھلائے گا، جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے کسی کو کچھ پلایا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے سیر اب فرمائے گا اور جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر کسی کو لباس پہنایا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جنتی لباس پہنائے گا۔

حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: جو شخص خود کو صدقہ کے ثواب کا اس سے زیادہ محتاج نہ سمجھے جتنا فقیر صدقے کا محتاج ہے تو اس نے اپنا صدقہ ضائع کر دیا اور اسے اپنے چہرے پر دے مارا۔

---

1 ... ترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء لا یرد القدر الا الدعا، ۴/ ۵۴، حدیث: ۲۱۴۶

2 ... مسند امام احمد، مسند مکیین، ۵/ ۴۴۱، حدیث: ۱۶۰۷۹

3 ... مسند الفردوس، ۱/ ۲۸۹، حدیث: ۲۰۸۵

سائل کو کچھ نہ کچھ ضرور دیتے:

حضرت سیِّدُنا حسن بن صالح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس جب کوئی سائل آتا تو آپ کے پاس اگر سونا، چاندی یا کھانا موجود ہوتا تو اسے عطا فرما دیتے، ان میں سے کوئی چیز نہ ہوتی تو اسے تیل وغیرہ عنایت فرماتے جس سے وہ فائدہ اٹھا سکے اور اگر یہ بھی نہ ہوتا تو سرمہ دیتے یا پھر سوئی دھاگہ نکال کر سائل کے کپڑے سی دیتے۔

حکایت: روٹی صدقہ کرنے کی برکت

ایک شخص نے اپنے بیٹے کو تجارت کے لئے سفر پر بھیجا، کئی مہینے گزر گئے لیکن اس کی کوئی خبر نہ آئی۔ لڑکے کے باپ نے دو روٹیاں صدقہ کیں اور وہ دن تاریخ لکھ کر رکھ لی۔ ایک سال کے بعد اس کا بیٹا صحیح سلامت کثیر نفع کے ساتھ واپس آگیا۔ باپ نے بیٹے سے پوچھا: کیا سفر کے دوران تمہیں کوئی مصیبت در پیش آئی تھی؟ بیٹے نے جواب دیا: جی ہاں! دریا کے وسط میں ہماری کشتی ڈوب گئی اور دیگر لوگوں کے ساتھ میں بھی ڈوبنے ہونے لگا کہ اچانک دو نوجوان ظاہر ہوئے جنہوں نے مجھے پکڑ کر دریا کے کنارے پر پہنچا دیا اور مجھ سے کہا: اپنے والد سے کہہ دینا کہ یہ ان دو روٹیوں کا بدلہ ہے، اگر وہ زیادہ صدقہ کرتا تو اس سے بھی زیادہ بدلہ پاتا۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: جب تم کسی ایسے فاقہ کش شخص کو پاؤ جو تمہارا سامان اٹھا کر وہاں پہنچا دے جہاں تم چاہتے ہو تو اس کے اٹھانے کو غنیمت جانو۔

ایک شاعر نے کتنی اچھی بات کہی ہے:

یَبْکِیْ عَلَی الذَّاهِبِ مِنْ مَّالِهٖ ۔۔۔ وَاِنَّمَا یَبْقِی الَّذِیْ یَذْهَبُ

ترجمہ: انسان اپنے اس مال پر روتا ہے جو خرچ ہو گیا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ صرف خرچ ہونے والا مال ہی باقی ہے۔

حکایت: صدقہ بخشش کا ذریعہ بن گیا

منقول ہے کہ ایک شخص نے 70 سال تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی، سردیوں کی ایک رات وہ اپنی عبادت گاہ میں موجود تھا کہ ایک خوبصورت عورت اس کے دروازے پر آئی اور اس سے دروازہ کھولنے کی درخواست کی۔ عابد نے اس کی طرف توجہ نہ کی اور عبادت میں مصروف رہا، یہ دیکھ کر جب عورت واپس جانے لگی تو عابد نے اس کی طرف دیکھا، ایک

نظر دیکھتے ہی وہ عورت عابد کو پسند آگئی، اس کی محبت دل میں گھر کر گئی اور عقل نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ عابد اپنی عبادت کو چھوڑ کر اس عورت کے پیچھے گیا اور اس سے پوچھا: کہاں جا رہی ہو؟ عورت نے جواب دیا: جہاں میں چاہوں۔ عابد نے کہا: اب تو مطلوب خود طالب بن چکا ہے اور آزاد لوگ بھی غلام بن گئے ہیں، پھر اس عورت کو کھینچ کر اپنے مکان میں داخل کر لیا، وہ سات دن تک اس کے پاس رہی۔ سات دن کے بعد عابد کو اپنی عبادت یاد آئی اور اس بات کا احساس ہوا کہ اس نے اپنی 70 سالہ عبادت کو سات دن کی نافرمانی کے عوض فروخت کر دیا ہے۔ اس بات کو یاد کر کے عابد اتنا رویا کہ اس پر غشی طاری ہوگئی، جب وہ ہوش میں آیا تو عورت نے اس سے کہا: اے شخص! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! تم نے میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہیں کی اور میں نے تمہارے علاوہ کسی کے ساتھ اس کی نافرمانی نہیں کی، میں تمہارے چہرے پر نیکی کا اثر دیکھ رہی ہوں۔ تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جب تمہارا ربّ تم سے صلح فرمالے تو مجھے بھی یاد رکھنا۔ چنانچہ

وہ شخص ایک طرف چل دیا، رات کے وقت اس نے ایک کھنڈر میں پناہ لی جہاں 10 نابینا اَفراد موجود تھے اور اس جگہ کے قریب ایک راہب رہتا تھا جو ہر رات ان کے لئے 10 روٹیاں بھیجتا تھا۔ آج جب راہب کا غلام معمول کے مطابق روٹیاں لایا تو اس گناہ گار عابد نے بھی ہاتھ بڑھا کر ایک روٹی لے لی۔ ایک نابینا شخص جسے روٹی نہ مل سکی اس نے کہا: میری روٹی کہاں ہے؟ غلام نے جواب دیا: میں نے تو 10 کی 10 روٹیاں تقسیم کر دی ہیں۔ نابینا شخص نے کہا: کیا میں بھوکے پیٹ رات گزاروں؟ یہ معاملہ دیکھ کر عابد رو پڑا، اس نے وہ روٹی اس نابینا شخص کو دے دی اور اپنے آپ سے کہنے لگا: میں اس بات کا زیادہ حق دار ہوں کہ بھوکا رات گزاروں کیونکہ میں نافرمان ہوں جبکہ یہ شخص اطاعت گزار ہے۔ پھر وہ سو گیا، رات کو بھوک نے شدت اختیار کر لی یہاں تک کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مَلَکُ الموت عَلَیْہِ السَّلَام کو اس کی روح قبض کرنے کا حکم دیا تو رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اس کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ ایک ایسا شخص ہے جو اپنے گناہ سے فرار ہو کر اطاعت کی طرف مائل ہوا جبکہ عذاب کے فرشتوں کا مَوقِف تھا کہ یہ ایک گناہ گار شخص ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اس کی 70 سالہ عبادت اور سات راتوں کے گناہ کا وزن کرو، جب وزن کیا گیا تو گناہ کا وزن زیادہ تھا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پھر وحی فرمائی کہ سات راتوں کی نافرمانی اور اس روٹی کا وزن کرو جو اس نے ایثار کی تھی، جب فرشتوں نے وزن کیا تو وہ روٹی وزن میں بڑھ گئی۔ چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح قبض کی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی توبہ قبول فرمالی۔

حکایت: بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

منقول ہے کہ ایک شخص اپنی زوجہ کے ساتھ مل کر بھنی ہوئی مرغی کھا رہا تھا کہ اتنے میں دروازے پر ایک سائل آگیا۔ اس شخص نے باہر نکل کر سائل کو جھڑک دیا جس پر سائل واپس چلا گیا۔ اس واقعے کے بعد وہ شخص فقر میں مبتلا ہوا، اس کی دولت جاتی رہی اور اس نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی جس نے ایک اور شخص سے شادی کرلی۔ یہ عورت ایک دن اپنے اس دوسرے شوہر کے ساتھ کھانا کھا رہی تھی اور ان کے سامنے بھنی ہوئی مرغی رکھی تھی کہ ایک سائل نے دروازے پر صدا لگائی۔ شوہر نے اپنی بیوی سے کہا: یہ مرغی اس مانگنے والے کو دے دو۔ چنانچہ بیوی نے مرغی سائل کے حوالے کی اور روتی ہوئی واپس آئی۔ جب شوہر نے رونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا کہ یہ سائل اس کا سابقہ شوہر ہے اور پھر یہ واقعہ بیان کیا کہ اس پہلے شوہر نے ایک سائل کو جھڑک کر واپس کر دیا تھا۔ عورت کے دوسرے شوہر نے یہ سن کر کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم: وہ سائل میں ہی ہوں۔

حکایت: صدقہ کے درہم سے جان بچ گئی

حضرت سیِّدُنا مکحول رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: اللہ عَزَّوَجَلَّ سے میرے بیٹے کے لئے دعا فرمایئے کیونکہ میرے دل میں یہ خوف ہے کہ کہیں وہ سمندر میں ہلاک نہ ہو جائے۔ حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو میری دعا سے بھی زیادہ نفع بخش اور جلد قبول ہونے والی ہے؟ اس نے عرض کی: ضرور بتایئے۔ فرمایا: اپنے بیٹے کی طرف سے صدقہ کرو اور اس صدقے میں اس کی نجات اور اس کے ساز و سامان کی حفاظت کی نیت کرو۔ اس شخص نے وہاں سے واپس آتے ہوئے سائل کو ایک درہم صدقہ دیا اور کہا: یہ میرے بیٹے اور اس کے ساز و سامان کی حفاظت کے لئے ہے۔ اسی وقت ایک منادی نے سمندر میں یہ ندا کی: یہ فدیہ مقبول ہے اور زید کی مدد کی جائے گی۔ جب اس شخص کا بیٹا واپس آیا تو باپ نے اس سے حال پوچھا: بیٹے نے اس دن کی نشاندہی کی جس دن باپ نے اس کی طرف سے صدقہ دیا تھا اور کہا: ابا جان! میں نے فلاں دن سمندر میں ایک عجیب و غریب معاملہ دیکھا۔ ہم لوگ ہلاک ہونے ہی والے تھے کہ ہم نے فضا میں یہ آواز سنی: فدیہ مقبول ہے اور زید کی مدد کی جائے گی۔ اس کے بعد سفید لباس میں ملبوس کچھ افراد وہاں آگئے جنہوں نے ہماری کشتی

کو وہاں سے قریب ایک جزیرے تک پہنچا دیا، یوں ہم سب سلامت رہے اور بخیر و عافیت واپس آ گئے۔

صدقہ و خیرات کی فضیلت کے بارے میں آثار اور حکایات کثیر ہیں، ہم نے جن کا تذکرہ کیا ہے درست سمجھ بوجھ رکھنے والے کے لئے کافی ہیں اور انسان صرف اپنی کوشش کا ہی پھل پائے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے زیادہ علم والا ہے۔

چوتھی فصل: روزے کی فضیلت اور روزہ دار کے اجر و ثواب کا بیان

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَۙ(۱۸۳) (پ۲، البقرۃ: ۱۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے۔

روزے کے درجات:

منقول ہے کہ روزے کے تین درجے ہیں: **عوام کا روزہ:** پیٹ، شرم گاہ اور دیگر تمام اعضاء کو شہوت کی تکمیل سے روکنا۔ **خواص کا روزہ:** کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضاء کو گناہوں سے بچانا۔ **اَخَصُّ الخواص کا روزہ:** دل کو دنیوی خیالات اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غیر کی طرف توجہ سے مکمل طور پر باز رکھنا۔

حُضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: زَكَاةُ الْجَسَدِ الصِّيَامُ یعنی روزہ جسم کی زکوۃ ہے۔[1]

روزہ دار کے لئے دو خوشیاں:

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ اِفْطَارِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ یعنی روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک افطار کے وقت اور ایک اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔[2]

حضرت سیِّدُنا وکیع عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَدِیْع اس فرمانِ باری تعالیٰ:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓــٴًـا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ(۲۴) (پ۲۹، الحاقۃ: ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

---

1 ... ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب فی الصوم زکاۃ الجسد، ۲/ ۳۴۶، حدیث ۱۷۴۵

2 ... بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی: یریدون ان یبدلوا ... الخ، ۴/ ۵۷۲، حدیث ۷۴۹۲

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: گزرے دنوں سے مراد روزے کے ایام ہیں جن میں روزہ داروں نے کھانا پینا ترک کر دیا۔

رمضان کا ایک روزہ چھوڑنے کا نقصان:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے دی گئی رخصت کے بغیر رمضان کا ایک روزہ چھوڑا تو زمانے بھر کے روزے بھی اس کی قضا نہیں ہو سکتے۔[1]

جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں:

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَاُغْلِقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ یعنی جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔[2]

رمضان میں ایک تسبیح کی فضیلت:

حضرت سیِّدُنا امام زُہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے مروی ہے کہ ماہِ رمضان میں ایک بار سُبْحَانَ اللہ کہنا غیرِ رمضان کی ایک ہزار تسبیحات سے افضل ہے۔

حضرت سیِّدُنا قتادہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: جس شخص کی ماہِ رمضان میں مغفرت نہ ہو تو پھر رمضان کے علاوہ بھی اس کی مغفرت نہیں ہو سکتی[3]۔

پورا سال رمضان ہونے کی تمنا:

حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ماہِ رمضان میں کیا خیر

1 ... مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۳/ ۴۷۹، حدیث: ۹۹۱۵

2 ... بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة الابلیس وجنودہ، ۲/ ۳۹۹، حدیث: ۳۲۷۷

3 ... یہ فرمان توبیخ یعنی ڈرانے دھمکانے کے لئے ہے حقیقۃً ایسا نہیں کہ مغفرت رمضان کے ساتھ ہی خاص ہو رمضان کے علاوہ بھی مغفرت ہو سکتی ہے۔ (علمیہ)

وبھلائی ہے تو میری امت تمنا کرے کہ پورا سال ہی رمضان ہو۔[1] اللہ عَزَّوَجَلَّ اگر آسمانوں اور زمین کو کلام کرنے کی اجازت دے تو وہ رمضان کے روزے رکھنے والوں کے لئے جنت کی گواہی دیں گے۔[2]

رمضان میں نماز کا ثواب:

حضور نبی رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو بندہ رمضان کی کسی رات میں نماز پڑھتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے ہر رکعت کے بدلے 1500 نیکیاں لکھتا ہے، اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک گھر بنایا جاتا ہے جس کے 70 ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے کے دونوں پٹ سونے کے ہیں، نیز ہر سجدے کے عوض اسے جنت میں ایک ایسا درخت عطا کیا جائے گا جس کے سائے میں ایک سوار 100 سال تک چلتا رہے۔[3]

رمضان میں دعا کی قبولیت:

حضور پرنور، شافعِ یومُ النُّشُور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہر روزہ دار کے لئے ایک مقبول دعا ہوتی ہے، اگر وہ چاہتا ہے کہ اس کی دعا قبول ہو تو رمضان کی ہر رات افطار کے وقت یہ کہے: یَاوَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ اِغْفِرْلِیْ یعنی اے وسیع مغفرت والے! میری مغفرت فرما۔[4]

روزۂ رمضان کی بدولت گناہوں کی معافی:

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ جس نے رمضانُ المبارک کے ایک دن کا روزہ رکھا وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا، پھر اگر وہ رمضان گزرنے کے بعد بھی زندہ رہے تو اگلے رمضان تک اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا[5]۔ جو بندہ شدید گرمی کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے خود کو پیاسا رکھے (یعنی روزہ رکھے) تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمہ کرم پر ہے کہ قیامت کے دن اسے سیر اب فرمائے۔

---

1 ... مسند ابی یعلی، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۴/ ۴۴۰، حدیث: ۵۲۵۱

2 ... تفسیر ثعلبی، پ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۸۵، ۲/ ۷۰

3 ... شعب الایمان، باب فی الصیام، فضائل شھر رمضان، ۳/ ۳۱۴، حدیث: ۳۶۳۵۔ تفسیر ثعلبی، پ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۸۵، ۲/ ۶۹

4 ... مسند شھاب، باب ان لکل صلوۃ دعوۃ، ۲/ ۱۲۸، حدیث: ۱۰۳۱

5 ... اس کا مفہوم یہ ہے کہ آئندہ رمضان تک اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے کبیرہ گناہوں سے محفوظ رکھے گا یعنی اس نیک عمل کی برکت سے اس سے کبیرہ گناہ صادر نہیں ہوں گے یا اس سے ایسے گناہوں کا صدور ہو گا جنہیں بخش دیا جائے گا۔ (فتح الباری، ۴/ ۲۱۸، تحت الحدیث: ۲۰۰۸)

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے اور جو شخص ہمیشہ روزہ رکھے تو اس نے اپنی جان اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ہبہ کر دی۔

حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: پانچوں نمازیں، ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔[1]

ایامِ بیض کے روزوں کی فضیلت:

حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھنا ہمیشہ روزہ رکھنے کی طرح ہے۔[2]

اور یہ تین دن ایامِ بیض یعنی ہر مہینے کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ ہیں۔

گزشتہ گناہوں کی معافی:

حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ یعنی جو ایمان کی حالت میں حصولِ ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھے گا، اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔[3]

روزے کی بہت زیادہ فضیلت ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے اپنی طرف منسوب فرما کر خاص فرمایا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں مروی ہے کہ سرکارِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَہٗ اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ[4] یعنی ابنِ آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے سوائے روزے کے، کہ یہ

---

1 ... مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الصلوۃ الخمس والجمعۃ... الخ، ص ۱۴۴، حدیث: ۲۳۳

2 ... نسائی، کتاب الصیام، کیف یصوم ثلاثۃ ایام... الخ، ص ۳۹۶، حدیث ۲۴۱۷

3 ... بخاری، کتاب الایمان، باب صوم رمضان احتسابا... الخ، ۱/ ۲۶، حدیث: ۳۸

4 ... حدیثِ قُدسی کے اِس ارشادِ پاک کو بعض مُحدِّثین کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تعالٰی نے، ''اَنَا اُجْزٰی بِہٖ'' بھی پڑھا ہے جیسا کہ تفسیرِ نعیمی وغیرہ میں ہے تو پھر معنیٰ یہ ہوں گے، ''روزہ کی جزا میں خود ہی ہوں۔'' سُبْحٰنَ اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ یعنی روزہ رکھ کر روزہ دار بذاتِ خود اللہ تبارک وتعالٰی ہی کو پالیتا ہے۔ (فیضانِ سنت، باب فیضانِ رمضان، ۱/ ۹۴۷)

میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔[1]

روزے کی فضیلت کے متعلق یہی حدیثِ پاک کافی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم کو بس ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز۔

پانچویں فصل: حج اور اس کی فضیلت کا بیان

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًاؕ (پ۴، اٰل عمران:۹۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔

قیامت تک حج و عمرے کا ثواب:

حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَنْ خَرَجَ مِنْ بَیْتِهٖ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا فَمَاتَ اَجْرَى اللّٰهُ لَهٗ اَجْرَ الْحَاجِّ وَالْمُعْتَمِرِ اِلٰى یَوْمِ الْقِیَامَةِ یعنی جو اپنے گھر سے حج یا عُمرے کے لئے نکلا اور فوت ہو گیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے قیامت تک حج اور عُمرے کا ثواب لکھے گا۔[2]

بلاعُذر حج نہ کرنے پر وعید:

حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَنِ اسْتَطَاعَ الْحَجَّ وَلَمْ یَحُجَّ فَلْیَمُتْ اِنْ شَاءَ یَهُوْدِیًّا وَّاِنْ شَاءَ نَصْرَانِیًّا یعنی جو شخص استطاعت کے باوجود حج کیے بغیر مر گیا تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر۔[3]

وقوفِ عرفہ کی فضیلت:

حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بعض گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ صرف وقوفِ عرفہ ہے۔[4]

دنیا کا سب سے افضل دن:

ایک روایت میں ہے: لوگوں میں سب سے بڑا گناہ گار وہ ہے جو وقوفِ عرفہ کرے پھر یہ گمان کرے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ

---

1 ... بخاری، کتاب الصوم، باب هل یقول انی صائم ... الخ، ۱/ ۶۲۸، حدیث: ۱۹۰۴

2 ... شعب الایمان، باب فی مناسک، فضل الحج والعمرة، ۳/ ۴۷۴، حدیث: ۴۱۰۰

3 ... دارمی، کتاب المناسک، باب من مات ولم یحج، ۲/ ۴۵، حدیث: ۱۷۸۵

4 ... قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام ... الخ، ۲/ ۱۹۹

نے اس کی مغفرت نہیں فرمائی۔[1] عرفہ کا دن دنیا کا سب سے افضل دن ہے۔

حجرِ اسود گواہی دے گا:

مروی ہے کہ بے شک حجرِ اسود جنت کے پتھروں میں سے ایک پتھر ہے، قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں اور ایک زبان ہو گی جس کے ذریعے یہ کلام کرے گا اور جس شخص نے حق و صداقت کے ساتھ اس کا اِستِلام[2] کیا ہو گا اس کے حق میں گواہی دے گا۔[3]

فرشتوں کا حج:

صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت آدم صَفِیُّ اللہ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جب حج کے ارکان مکمل فرمائے تو فرشتوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے آدم! ہم نے آپ سے دو ہزار سال پہلے اس گھر کا حج کیا ہے۔[4]

حضرت سیِّدُنا امام مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَاحِد فرماتے ہیں: حاجی جب مکۂ مکرمہ حاضر ہوتے ہیں تو فرشتے ان سے ملتے ہیں، اونٹ سواروں کو سلام کرتے، دراز گوش سواروں (گدھے پر سوار لوگوں) سے مصافحہ کرتے جبکہ پیدل آنے والوں سے معانقہ کرتے (گلے ملتے) ہیں۔

حاجیوں سے دعا کروانا:

بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہ کا یہ معمول تھا کہ مجاہدین کو الوداع کہتے، حاجیوں کا استقبال کرتے، ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے اور اپنے لئے دعا کی درخواست کرتے تھے اور اس کام میں جلدی کرتے تھے اس سے پہلے کہ وہ گناہوں میں مبتلا ہو جائیں۔

خانۂ کعبہ کے ساتھ دخولِ جنت:

حضور نبی رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خانۂ کعبہ سے وعدہ فرمایا ہے کہ

---

1 ... کشف الخفاء، ۱/۱۳۱، حدیث: ۴۲۵۔ قوت القلوب، الفصل الثالث و الثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام ... الخ، ۲/ ۱۹۹

2 ... حجر (اسود) کو بوسہ دینے یا ہاتھ یا لکڑی سے چھو کر چوم لینے یا اشارہ کر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کو استلام کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ ۶، ۱/ ۱۰۹۶)

3 ... ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب استلام الحجر، ۳/ ۴۳۴، حدیث: ۲۹۴۴

قوت القلوب، الفصل الثالث و الثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام ... الخ، ۲/ ۲۰۱

4 ... قوت القلوب، الفصل الثالث و الثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام ... الخ، ۲/ ۲۰۱

ہر سال چھ لاکھ اَفراد اس کا حج کریں گے ، اگر اس تعداد میں کمی ہوئی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے فِرشتوں کے ذریعے پورا فرمائے گا نیز کعبۂ معظمہ کو روزِ قیامت دلہن کی طرح اٹھایا جائے گا ، اس کا حج کرنے والے لوگ اس کے غلاف سے لپٹ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے یہاں تک کہ خانۂ کعبہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور اس کے ساتھ حاجی بھی داخلِ جنت ہوں گے۔[1]

حکایت: تاریخی حج کرنے والی خاتون

منقول ہے کہ ناصِرُ الدَّولہ ابو محمد بن حمدان کی بیٹی جمیلہ موصلیہ نے 386 ہجری میں اس شان سے حج کیا کہ اس کا حج تاریخ کا حصہ بن گیا۔ اس نے تمام اہلِ مکہ کو برف اور شکر ملے ہوئے ستو پلائے اور وہ تقسیم کرنے کے لئے اپنے ساتھ اونٹوں پر بڑے برتنوں میں سبزیاں رکھا کرتی تھی۔ اس نے محتاج لوگوں کے لئے 500 سواریوں کا انتظام کیا ، خانۂ کعبہ پر 10 ہزار دینار لٹائے ، خانۂ کعبہ کے اندر اور اس کے اطراف میں عنبر کی شمعیں روشن کروائیں۔ 300 غلاموں اور 200 لونڈیوں کو آزاد کیا نیز مَکَّۂ مکرمہ کے فُقَرا اور مجاوِرِینِ بَیْتُ اللہ کو اتنا مال دیا کہ وہ غنی ہو گئے۔

ربّ عَزَّوَجَلَّ کی عطائیں:

حضرت سَیِّدُنا آدم صَفِیُّ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جب خانۂ کعبہ کی تعمیر فرمائی تو بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: اے میرے ربّ! ہر کام کرنے والے کا ایک بدلہ ہوتا ہے ، میرے اس عمل کا بدلہ کیا ہے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: تم خانۂ کعبہ کا طواف کرو گے میں تمہاری لغزشوں کو معاف کر دوں گا۔ حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: اے میرے رب! مزید عطا فرما۔ ارشاد ہوا: میں نے اس گھر کو تمہارا اور تمہاری اولاد کا قبلہ بنا دیا ہے۔ عرض کی: مزید عطا فرما۔ ارشاد ہوا: تمہاری اولاد میں سے جو اہلِ توحید اس کا طواف اور مجھ سے مغفرت طلب کریں گے میں ان سب کو بخش دوں گا۔ حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام عرض گزار ہوئے: اے میرے رب! بس اتنا کافی ہے۔

حجِ مَبْرور[2] کی جزا:

حدیثِ پاک میں ہے: اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَہٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّۃُ یعنی حجِ مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ اور نہیں۔[3]

1 ... قوت القلوب، الفصل الثالث و الثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام... الخ، ۲/ ۲۰۱

2 ... حجِ مبرور سے مراد وہ حج ہے جس میں گناہ سے بچا جائے یا وہ حج جس میں ریا و نام و نمود سے پرہیز ہو یا وہ حج جس کے بعد حاجی مرتے وقت تک گناہوں سے بچے ، حج برباد کرنے والا کوئی عمل نہ کرے۔ (مراٰۃ المناجیح، ۵/ ۴۴۱)

3 ... بخاری، کتاب العمرۃ، باب وجوب العمرۃ و فضلھا، ۱/ ۵۸۶، حدیث: ۱۷۷۳

حج مبرور کسے کہتے ہیں؟

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی سے پوچھا گیا: حج مبرور کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: حج مبرور وہ حج ہے جس کے بعد بندہ دنیا سے بے رغبت اور آخرت میں مشغول ہو جائے۔

سب سے پہلے خانۂ کعبہ کو قیمتی ریشمی غلاف حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن زبیر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے پہنایا جبکہ اس سے پہلے غلافِ کعبہ ٹاٹ اور چمڑے کا ہوتا تھا[1]۔ آپ غلافِ کعبہ پر اتنی خوشبو لگاتے تھے کہ حرم شریف کے باہر بھی وہ خوشبو محسوس ہوتی تھی۔

100 اونٹوں کی قربانی:

حضرت سیِّدُنا حکیم بن حزام رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه عرفہ (نوذُوالْحِجَّةِ الْحَرَام) کی رات 100 اونٹ اور 100 غلام کھڑے کرتے، شَبِ عرفہ غلاموں کو آزاد فرماتے اور عیدِ قربان کے دن اونٹوں کو نحر فرماتے۔ آپ بَیْتُ اللہ شریف کا طواف کرتے اور یہ کلمات کہتے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ نِعْمَ الرَّبُّ وَنِعْمَ الْاِلٰهُ اُحِبُّهٗ وَاَخْشَاهُ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ کیا ہی اچھا رب اور معبود ہے میں اس سے محبت کرتا اور اس سے ڈرتا ہوں۔

مساکین سے محبت:

حضرت سیِّدُنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کو دیکھا گیا کہ آپ نے خانۂ کعبہ کا طواف کیا، اس کے بعد مقامِ ابراہیم کے پاس آکر دو رکعت نماز پڑھی، اپنا رخسار مقامِ ابراہیم پر رکھا اور رو رو کر یہ عرض کرنے لگے: تیرا ادنیٰ غلام تیرے دروازے پر موجود ہے، تیرا معمولی خادم تیرے دربار میں حاضر ہے، تیرا منگتا تیرے در پر موجود ہے، تیرا مسکین تیری بارگاہ میں

[1]… کَعْبَةُ اللهِ الْمُشَرَّفَه پر سب سے پہلے غلاف چڑھانے والا یمنی بادشاہ "اسعد حُمَیْرِی" تھا جسے تُبّع حُمَیْرِی بھی کہا جاتا تھا پھر حضور نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے یمنی کپڑے کا غلاف چڑھایا پھر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فارُوقِ اعظم اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے اس پر (مصر میں تیار ہونے والے ایک سپید) قبطی کپڑے کا غلاف چڑھایا۔ بعد میں اس پر ریشمی غلاف چڑھایا گیا صحیح قول کے مطابق سب سے پہلے ریشمی غلاف حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن زُبیر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے چڑھایا اور ایک قول کے مطابق یزید بن معاویہ جبکہ ایک قول عبدُ الملک کے بارے میں بھی ہے۔ (الاوائل للعسکری، اول من کسا البیت، ص ٥٤) ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عباس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه بچپن میں گم ہو گئے تھے تو آپ کی والدہ نے منت مانی تھی کہ الٰہی میرا عباس مل جاوے تو میں کعبہ کو ریشم کا غلاف پہناؤں، آپ مل گئے تو انہوں نے ریشمی غلاف کعبہ کو پہنایا، آپ نے ہی پہلے ریشمی غلاف چڑھایا۔ (مراٰۃ المناجیح، ٨/ ٤٧١)

حاضر ہے، بار بار ان کلمات کی تکرار کرتے رہے۔اس کے بعد جب واپس جانے لگے تو آپ کا گزر چند مساکین کے پاس سے ہوا جن کے پاس روٹی کا ٹکڑا تھا اور وہ اسے کھا رہے تھے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی۔ آپ ان کے ساتھ تشریف فرما ہو گئے اور ارشاد فرمایا: اگر یہ کھانا صدقے کا نہ ہوتا تو میں ضرور کھاتا، پھر ان سے فرمایا: میرے ساتھ میرے گھر چلو۔ چنانچہ مساکین آپ کے ساتھ دولت خانے پر حاضر ہوئے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں کھانا کھلایا، لباس پہنایا اور غلاموں کو حکم دیا کہ انہیں درہم دیے جائیں۔

غلاموں کی انوکھی آزادی:

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب حج کیا تو آپ کے ساتھ 30 سواریاں تھیں جبکہ آپ پیدل سفر فرما رہے تھے۔ جب وقوفِ عرفہ کیا تو 30 غلام آزاد کئے، انہیں ان 30 سواریوں پر سوار فرمایا اور 30 ہزار (درہم) دینے کا حکم دیا پھر فرمایا: میں نے انہیں رضائے الٰہی کے لئے آزاد کیا تاکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے جہنم سے آزاد فرما دے۔

20 مرتبہ پیدل حاضری:

حضرت سیِّدُنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں ربّ عَزَّوَجَلَّ سے حیا کرتا ہوں کہ اُس سے اِس حال میں ملاقات کروں کہ اس کے گھر کی طرف پیدل چل کر نہ گیا ہوں۔ چنانچہ آپ مدینۂ منورہ سے مکّۂ مکرمہ 20 مرتبہ پیدل حاضر ہوئے۔

حج سے واپسی کے وقت ایک دیہاتی کا کسی حاجی سے جھگڑا ہو گیا۔ کسی نے دیہاتی سے کہا: تم ایک حاجی سے جھگڑ رہے ہو؟ اس کے جواب میں اس نے یہ شعر پڑھا:

یَحُجُّ لِکَیْمَا یَغْفِرُ اللّٰہُ ذَنْبَہٗ　　وَیَرْجِعُ قَدْ حَطَّتْ عَلَیْہِ ذُنُوْبٌ

ترجمہ: وہ حج کرتا ہے تاکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے گناہوں کو معاف فرما دے، لیکن وہ گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے واپس لوٹتا ہے۔

شاعر ابو شَمَقْمَق نے حرام مال سے حج کرنے والے کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں:

اِذَا حَجَجْتَ بِمَالٍ اَصْلُہٗ دَنَسٌ　　فَمَا حَجَجْتَ وَلٰکِنْ حَجَّتِ الْعِیْرُ

مَا یَقْبَلُ اللّٰہُ اِلَّا کُلَّ طَیِّبَۃٍ　　مَا کُلُّ مَنْ حَجَّ بَیْتَ اللّٰہِ مَبْرُوْرُ

ترجمہ: جب تم ایسے مال سے حج کرو جس کی اصل گندگی ہے تو در حقیقت تم نے نہیں بلکہ تمہارے قافلے والوں نے حج کیا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ صرف پاک چیزوں کو قبول فرماتا ہے اور بَیْتُ اللہ شریف کا حج کرنے والے ہر شخص کا حج مبرور نہیں ہوتا۔

باب نمبر2: عقل و دانائی کی فضیلت اور حماقت کی مذمت

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی مُقَدَّس کتاب قرآنِ پاک میں عقل کی شرافت وبزرگی کا بیان فرمایا ہے، مختلف مثالیں بیان کرکے اور مصنوعات کے عجائبات کا تذکرہ کرکے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۙ﴿۱۲﴾ (پ۱۴، النحل: ۱۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اوراس نے تمہارے لئے مُسَخَّر (تابع) کیے رات اور دن اور سورج اور چاند اور ستارے اس کے حکم کے باندھے ہیں بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کو۔

عقل کی پیدائش:

سرکارِ مکّہ مُکَرَّمہ، سردارِ مدینہ مُنَوَّرہ نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا۔[1] اس سے فرمایا: آگے آتو وہ آگے آگئی۔ فرمایا: پیچھے جاتو وہ پیچھے چلی گئی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی جو میرے نزدیک تجھ سے زیادہ عزت والی ہو، میں تیرے ہی سبب پکڑوں گا، تیرے ہی سبب عطا کروں گا، تیری ہی وجہ سے حساب لوں گا اور سزا بھی تیرے سبب ہی دوں گا۔[2]

اہلِ علم ومعرفت کہتے ہیں کہ عقل ایک روشن وچمکدار جوہر ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دماغ میں پیدا فرمایا اوراس کا نور دل میں رکھا اور دل اس کے ذریعے واسطوں کے سہارے معلومات اور مشاہدے کی بدولت محسوسات کا علم حاصل کرتا ہے۔

عقل کی اقسام:

اس بات کو جان لو کہ عقل کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جو کمی زیادتی کو قبول نہیں کرتی جبکہ دوسری قسم میں کمی اور زیادتی ہوسکتی ہے۔ پہلی قسم فطری عقل کی ہے جو تمام عقل مندوں کے درمیان مشترک ہے جبکہ دوسری قسم تجربے سے

1 ... حضرت سیِّدُنا علامہ علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: یہ اولیّت اضافی ہے یعنی عرش، پانی ہوا اور لوح محفوظ کی پیدائش کے بعد جو چیز سب سے پہلے پیدا ہوئی وہ قلم (یا عقل) ہے جبکہ وہ روایت کہ سب سے پہلے نور محمدی پیدا ہوا، وہاں اولیّتِ حقیقیہ مراد ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، ۱/ ۲۹۰،۲۸۹، تحت الحدیث: ۹۴) ایک روایت میں ہے کہ "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا" جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ "سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا" حضرت سیِّدُنا شیخ علی خواص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ان دونوں سے مراد ایک ہی بات ہے کیونکہ حُضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حقیقت کو کبھی عقلِ اول سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی نور سے۔ (سیرۃ الحلبیۃ، باب بنیان قریش الکعبۃ شرفہا اللہ، ۱/ ۲۱۴)

2 ... شعب الایمان، باب فی تعدید نعم اللہ، فصل فی فضل العقل، ۴/ ۱۵۴، حدیث: ۴۶۳۳۔ مسند الفردوس، ۱/ ۲۹، حدیث: ۴

حاصل ہونے والی عقل ہے جو کہ کوشش سے حاصل ہوتی ہے، تجربات اور مشاہدات کی کثرت سے اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ عقل کی اسی دوسری قسم کے اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ بوڑھے شخص کی عقل کامل اور واقفیت زیادہ ہوتی ہے جبکہ تجربہ کار آدمی زیادہ معاملہ فہم اور معرفت والا ہوتا ہے۔

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ حوادثِ زمانہ نے جس کے بال سفید کر دیئے ہوں، مختلف تجربات نے اس کی جوانی کے لباس کو بوسیدہ کر دیا ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے تجربات کی کثرت کی بدولت اسے اپنی قدرت کے عجائبات دکھائے ہوں وہ عقل کی پختگی اور درست رائے کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔ البتہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے لطف و کرم سے جسے چاہتا ہے خاص فرما کر عقل کی ایسی پختگی اور معرفت کی زیادتی عطا فرماتا ہے جو کوشش سے حاصل نہیں ہو پاتی اور اس کی بدولت بندہ تجربہ کار اور سیکھے ہوئے لوگوں سے بھی سبقت لے جاتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن زکریا عَلَیْہِمَا السَّلَام کا واقعہ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے جس کی خبر دیتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

وَاٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا ﴿۱۲﴾ (پ١٦، مریم: ١٢) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی۔

کم عُمْری میں دانش مندانہ فیصلہ:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سعادت و خوش بختی کو جس بندے کا مقدر بنا دیا ہو اور عنایتِ ربّانی جس کی دست گیری فرمائے ملکوتی انوار اس کے دل کو روشن کرتے اور ہدایتِ ربّانی اس کی رہنمائی فرماتی ہے، اس شخص کا دل حکمت و دانائی سے منور ہو جاتا اور اس کا گمان دُرُست رائے تک پہنچ جاتا ہے اگرچہ وہ کم عُمْر اور قلیل تجربے والا ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ حضرت سیِّدُنا سلیمان بن داود عَلَیْہِمَا السَّلَام کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے بچپن میں ہی بکریوں اور کھیتی والے معاملے میں اپنے والدِ ماجد حضرت سیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کے فیصلے سے اختلاف فرمایا۔ چنانچہ

مُفَسِّرین نے اس واقعے کی تفصیل یہ نقل کی ہے کہ دو شخص حضرت سیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں سے ایک بکریوں والا جبکہ دوسرا کھیتی کا مالک تھا، اکثر مفسرین کا قول ہے کہ وہ کھیتی دراصل انگور کا باغ تھا جس کے خوشے تیار ہو چکے تھے۔ کھیتی والے نے عرض کی کہ اس شخص کی بکریوں نے رات کو میری کھیتی میں گھس کر اسے کھا کر برباد کر دیا اور اس میں کچھ نہیں چھوڑا۔ حضرت سیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ فیصلہ فرمایا کہ کھیتی والے کو اس کی کھیتی کے بدلے میں بکریاں دے دی جائیں۔ جب یہ دونوں یہاں سے فارغ ہو کر نکلے تو حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس

سے گزرے۔ ائمۂ تفسیر نے نقل فرمایا ہے کہ اس وقت آپ کی عُمْر مبارک 11 سال تھی، آپ نے ان دونوں سے دریافت فرمایا کہ بادشاہ سلامت نے تمہارے درمیان کیا فیصلہ فرمایا؟ جب انہوں نے فیصلہ بتایا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس فیصلے کے علاوہ ایک اور فیصلہ تم دونوں کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ ان دونوں نے واپس جا کر حضرت سیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام سے یہ ماجرا عرض کیا تو آپ نے حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو بلا کر دریافت فرمایا کہ وہ کون سا فیصلہ ہے جو فریقین کے لئے زیادہ بہتر ہے؟ حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا: بکریاں کھیتی والے کے حوالے کر دی جائیں جو ان کے دودھ وغیرہ سے نفع اٹھائے جبکہ بکریوں والا کھیت میں کام کرے اور جب وہ پہلی حالت پر لوٹ آئے تو پھر کھیتی والا بکریاں ان کے مالک کو سونپ دے جبکہ کھیتی اس کے حوالے کر دی جائے۔ حضرت سیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: درست فیصلہ یہی ہے جو آپ نے کیا، پھر آپ نے اسی کے مطابق حکم فرمایا۔ یہ فرمانِ باری تعالیٰ اسی واقعے سے متعلق ہے:

وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ؗ (پ۱۷، الانبیاء: ۷۸، ۷۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور داود اور سلیمان کو یاد کرو جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکاتے (فیصلہ کرتے) تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے حکم کے وقت حاضر تھے ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔

حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو یہ معرفت اور عقل و فہم تجربے کی کثرت اور لمبی عُمْر کے باعث نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عنایت و رحمت سے حاصل ہوئی۔

دانشمندی کی علامت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ جب اپنے بندوں میں سے کسی کو منتخب فرما کر اس کے دل کو انوارِ ربانی سے منور فرماتا ہے تو وہ بندہ درستی وصواب کی طرف ہدایت پاتا ہے اور بہت سارے معاملات میں تجربہ کار افراد سے بھی فائق ہو جاتا ہے۔ کسی شخص کی عقل کے کامل ہونے پر اس سے صادر ہونے والے اَقوال واَفعال سے استدلال کیا جاتا ہے کیونکہ عقل ایک ایسی چیز ہے جس کا مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا، مشاہدہ ان چیزوں کا ممکن ہے جن کا کوئی جسم ہو۔ میں کہتا ہوں کہ کسی شخص کی عقل پر دلالت کرنے والے مُتَعَدَّد اُمور ہیں جن میں سے ایک اس کا اچھے اخلاق وعادات کی طرف مائل ہونا، گھٹیا اعمال سے کنارہ کش ہونا، بھلائی کے کاموں کی طرف راغب ہونا اور ایسی باتوں سے دور ہونا ہے جو شرمندگی کا باعث بنیں اور جن کے سبب لوگ باتیں بنائیں۔

عقل مند کی پہچان:

ایک داناسے پوچھا گیا: کسی شخص کی عقل کی پہچان کیسے ہوتی ہے؟جواب دیا: گفتگو میں غلطی کم اور درستی زیادہ ہونے سے۔ دوبارہ سوال ہوا: اگر وہ شخص موجود نہ ہو تو پھر کیسے؟اس نے کہا: تین میں سے کسی ایک بات سے: یاتو اس کے قاصد کے ذریعے کیونکہ قاصد انسان کا قائم مقام ہوتا ہے، یا اس کے خط کے ذریعے کیونکہ خط انسان کی گفتگو کو بیان کرتا ہے یا پھر اس کے تحفے کے ذریعے کیونکہ تحفہ انسان کے حوصلے کا پتا دیتا ہے۔ ان تینوں میں جتنا نقص ہو گا وہ ان کے بھیجنے والے میں شمار ہو گا۔

توفیق سے محروم شخص:

منقول ہے کہ کسی شخص کی عقل پر سب سے بڑی گواہی اس کا لوگوں سے اچھا سلوک کرنا ہے۔ اس کی فضیلت کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ کسی آدمی کا لوگوں سے اچھا سلوک کرنا اس بات کی نشانی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے نیکی کی توفیق عطا فرمائی ہے کیونکہ فرمانِ مصطفٰے ہے: ”جو شخص لوگوں کے ساتھ اچھے سلوک سے محروم کیا گیا وہ توفیق سے محروم کیا گیا۔“[1]

اس حدیثِ پاک کا تقاضا یہ ہے کہ جسے لوگوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی نعمت دی گئی وہ توفیق سے محروم نہیں ہے۔

منقول ہے کہ عقل مند وہ شخص ہے جو اپنے زمانے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

عقل مندوں کے لئے 99 درجات:

حضور نبی رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جنت کے 100 درجات ہیں جن میں سے 99 عقل مندوں کے لئے جبکہ ایک دیگر لوگوں کے لئے ہے[2]۔[3]

عقل کی رعایا:

علی بن عبیدہ نے ایک بار کہا: عقل بادشاہ جبکہ عادات واطوار اس کی رعایا ہیں، جب عقل اپنی رعایا کی دیکھ بھال میں

---

1 ... تخریج نہیں ملی۔ (علمیہ)

2 ... حدیثِ پاک میں ہے: ”اَکْثَرُ اَھْلِ الْجَنَّةِ الْبُلْهُ یعنی اکثر جنتی سیدھے سادھے ہوں گے۔“ (مسند بزار، مسند ابی حمزۃ انس بن مالک، ۱۳/ ۳۲، حدیث: ۶۳۳۹) حضرت سیِّدُنا علامہ عبدُ الرؤف مناوی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْہَادِی اس کے تحت فرماتے ہیں: وہ عقل مند ہوں گے لیکن دنیاوی امور میں ہوشیار نہ ہوں گے۔ (فیض القدیر، ۲/ ۱۰۰، تحت الحدیث: ۱۳۷۹)

3 ... حلیۃ الاولیاء، شریح بن حارث، ۴/ ۱۵۱، حدیث: ۵۰۸۴

ناکام ہو جائے تو ان میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ بات سن کر ایک اعرابی نے کہا: یہ ایسا کلام ہے جس سے شہد ٹپک رہا ہے۔

نفس کی لگام عقل کے ہاتھ:

منقول ہے کہ نفس کی لگام کو عقل کے ہاتھوں سے قابو کیا جاتا ہے۔ عقل کے علاوہ باقی ہر چیز زیادہ ہونے پر سستی ہو جاتی ہے لیکن عقل جب زیادہ ہو تو مزید مہنگی ہوتی ہے۔

ایک قول کے مطابق ہر چیز کی ایک انتہا اور حد ہوتی ہے لیکن عقل کی کوئی انتہا اور حد نہیں ہے۔ البتہ اس بارے میں لوگوں کی کیفیت مختلف ہے جیسا کہ باغ میں موجود پھول مختلف ہوتے ہیں۔

عقل کی حقیقت:

عقل کی ماہیت کے بارے میں حکما کا اختلاف ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آنکھوں کی روشنی کی طرح عقل ایک نور ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ طبعی اور فطری طور پر انسان کے دل میں رکھتا ہے۔ عقل میں کمی زیادتی بھی ہوتی ہے، یہ زائل بھی ہوتی ہے اور واپس بھی آسکتی ہے۔ جس طرح آنکھوں کے ذریعے مختلف چیزوں کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اسی طرح دل کے نور (یعنی عقل) کے ذریعے پوشیدہ چیزوں کا ادراک کیا جاتا ہے۔ دل کا اندھا ہونا آنکھوں کے اندھا ہونے کی طرح ہے جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ (پ۱۷، الحج: ۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا قول ہے کہ عقل کا مقام دماغ ہے۔ ایک جماعت نے اس مَوقِف کو اختیار کیا کہ عقل کا ٹھکانا دل ہے اور حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی سے بھی یہی منقول ہے۔ ان حضرات نے اس آیتِ قرآنی سے استدلال کیا ہے:

فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ (پ۱۷، الحج: ۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: کہ ان کے دل ہوں جن سے سمجھیں۔

یہ آیتِ مقدسہ بھی ان کی دلیل ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ (پ۲۶، قٓ: ۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جو دل رکھتا ہو۔

ان حضرات کا مَوقِف ہے کہ اس آیت میں دل سے مراد عقل ہے۔

عقل کا آئینہ:

منقول ہے کہ تجربہ عقل کا آئینہ ہے اسی لئے بوڑھے اَفراد کی رائے کی تعریف کی جاتی ہے یہاں تک کہا جاتا ہے کہ بوڑھے اَفراد وقار کا درخت ہوتے ہیں، وہ نہ تو بھٹکتے ہیں اور نہ ہی بے عقلی کا شکار ہوتے ہیں۔ بوڑھے افراد کی رائے کو اختیار کرو کیونکہ اگر ان کے پاس عقل و دانائی نہ بھی ہو تو زندگی بھر کے تجربات کی بدولت ان کی رائے دوسروں سے اچھی ہوتی ہے۔

ایک شاعر کہتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْعَقْلَ زَيْنٌ لِاَهْلِهٖ وَلٰكِنْ تَمَامُ الْعَقْلِ طُوْلَ التَّجَارِبِ

ترجمہ: کیا تم نہیں دیکھتے کہ عقل، عقل والوں کے لئے زینت ہے لیکن عقل کا کمال طویل تجربوں سے حاصل ہوتا ہے۔

ایک اور شاعر نے کہا:

اِذَا طَالَ عُمْرُ الْمَرْءِ فِيْ غَيْرِ اٰفَةٍ اَفَادَتْ لَهُ الْاَيَّامُ فِيْ كَرِّهَا عَقْلًا

ترجمہ: جب کوئی شخص بغیر آفت کے طویل عُمر گزارے تو زندگی اسے عقل کا تحفہ دیتی ہے۔

عامر بن عبد قیس کا قول ہے: تمہاری عقل تمہیں بے فائدہ کاموں سے روکے تو تم واقعی عقل مند ہو۔

منقول ہے کہ حقیقی عزت عقل کے ذریعے ملنے والی عزت ہے جبکہ حقیقی مال داری دل کی مال داری ہے۔

ایک دانا کا قول ہے کہ عقل مند جہاں بھی ہو اپنی عقل کی بدولت گزارہ کرلیتا ہے جیسا کہ شیر جہاں بھی ہو اپنی قوت کے ذریعے زندگی بسر کرلیتا ہے۔

عقل مند اتراتا نہیں ہے:

منقول ہے کہ عاقل شخص بلند مرتبہ حاصل ہونے پر اتراتا نہیں ہے جیسا کہ پہاڑ پر کتنی ہی تیز ہوائیں چلیں لیکن اسے ہلا نہیں سکتیں جبکہ جاہل آدمی معمولی مقام و مرتبے پر پھول جاتا ہے جیسا کہ گھاس معمولی ہوا سے بھی ہلنے لگتی ہے۔

عاقل اور جاہل کی پہچان:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے عرض کی گئی: ہمارے سامنے عاقل کی صفات بیان فرما دیجیے۔ فرمایا: عاقل وہ ہے جو ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھے۔ پھر عرض کی گئی: جاہل کی پہچان بھی بتا دیجیے۔ فرمایا: وہ تو

میں بتا چکا ہوں، یعنی جو ہر چیز کو اس کے مقام و مرتبے پر نہ رکھے وہ جاہل ہے۔

منصور نے اپنے بیٹے سے کہا: مجھ سے دو باتیں حاصل کر لو: غور و فکر کے بغیر کوئی بات نہ کرنا اور تدبیر اختیار کئے بغیر کوئی کام مت کرنا۔

چار چیزیں چار کی محتاج ہیں:

اَرْدَشِیْر کا قول ہے کہ چار چیزیں چار کی محتاج ہیں: حسب نسب ادب کا، خوشی امن کی، قرابت و رشتے داری محبت کی جبکہ عقل تجربے کی محتاج ہے۔

چار چیزیں چار تک پہنچا دیتی ہیں:

شاہِ فارس نوشیرواں نے کہا: چار چیزیں چار تک پہنچا دیتی ہیں: عقل ریاست و حکومت تک، اچھی رائے معاملات کے انتظام تک، علم مرتبۂ صدارت تک جبکہ حلم و برداشت عزت و توقیر تک۔

عقل سے متعلق متفرق اقوال:

حضرت سیِّدُنا قاسم بن محمد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الصَّمَد فرماتے ہیں: جس شخص کی عقل اس کی تمام خصلتوں پر غالب نہ ہو تو موت اس کی تمام خصلتوں پر غالب آجاتی ہے[1]۔

ایک دانا (عقل مند) کا قول ہے: افضل ترین عقل مندی یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو پہچان لے۔

منقول ہے کہ تین چیزیں عقل کی بنیاد ہیں: لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اخراجات میں میانہ روی اور لوگوں کے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہونا۔

کسی عقل مند نے کہا: جو اپنی رائے کو اچھا سمجھے تو اس کی رائے باطل ہو جاتی ہے اور جو شخص عقل مندوں کی باتیں سننا ترک کر دے اس کی عقل مر جاتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: مصر کے لوگ بچپن میں سب سے زیادہ عقل مند اور بڑھاپے میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔

ایک دانا کا قول ہے: مال و دولت سے محروم عقل مند، مال دار احمق سے بہتر ہے۔

---

1 ... یعنی اس سے ایسی حرکات صادر ہوں گی کہ وہ خود کو ہلاکت میں ڈال دے گا۔ (علمیہ)

منقول ہے کہ عقل مند شخص کو چاہیے کہ عورت کے مرنے سے پہلے اس کی تعریف نہ کرے، کھانا ہضم ہونے سے پہلے کھانے کی تعریف نہ کرے اور دوست سے قرض مانگے بغیر اس پر بھروسا نہ کرے۔

کہا گیا ہے کہ لمبی داڑھی بے وقوفی کی علامت ہے[1]۔

ایک دانا سے پوچھا گیا کہ بچپن میں شرم وحیا اور خوف میں سے کون سی خصلت قابلِ تعریف ہے؟ جواب دیا: حیا کیونکہ حیا عقل پر جبکہ خوف بزدلی پر دلالت کرتا ہے۔

منقول ہے کہ عاقل کا غصہ اپنے فعل پر جبکہ جاہل کا اپنے قول پر ہوتا ہے۔

عقل میں اضافے کا نسخہ:

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ حضور پر نور، شافعِ یومُ النُّشُور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے عُوَیمَر! اپنی عقل میں اضافہ کرو تمہارے قربِ الٰہی میں بھی اضافہ ہوگا۔ میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! میں اپنی عقل میں کیسے اضافہ کر سکتا ہوں؟ ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حرام کردہ باتوں سے اجتناب کرو اور اس کے فرائض کو ادا کرو تم عقل مند بن جاؤ گے، پھر اعمالِ صالحہ کو اپنا معمول بنا لو دنیا میں تمہاری عقل میں زیادتی ہوگی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے تمہارے قرب میں اور عزت میں اضافہ ہوگا۔[2]

بعض اہلِ معرفت سے منقول ہے کہ نفس کی زندگی روح سے، روح کی زندگی ذکر سے، دل کی زندگی عقل سے جبکہ عقل کی زندگی علم سے ہے۔

عقل مند اور جاہل:

ایک دانا کا قول ہے کہ عقل مند اپنی عقل کی وجہ سے ہدایت پر رہتا ہے اور اسے اپنی رائے کی وجہ سے مدد حاصل

1 ...جس طرح داڑھی مونڈنا کتروانا بالاتفاق حرام و گناہ ہے یونہی ہمارے اَئِمَّہ وجُمْہُور عُلَماء کے نزدیک اس کا طولِ فاحش کہ بے حد بڑھایا جائے جو حدِّ تناسُب سے خارج وباعثِ انگشت نُمائی (رُسوائی کا سبب) ہو مکروہ وناپسند ہے۔ اس (یعنی داڑھی) کی حد یکمشت (ایک مٹھی) ہے اس سے کم کرنا کسی نے حلال نہ جانا، قَبضَہ سے زائد کا قطع (کاٹنا) ہمارے (یعنی احناف کے) نزدیک مسنون ہے۔ (ماخوذ از فتاوٰی رضویہ، ۲۲/ ۶۵۵) ایک مشت سے زائد داڑھی لمبائی اور کنپٹیوں ہر سمت سے کاٹنے کی اجازت ہے جبکہ ایک مشت سے کم ہونے کی صورت میں کسی بھی جانب سے کاٹنے کی اجازت نہیں۔

2 ...بغیة الباحث عن زوائد مسند الحارث، کتاب الادب، باب ما جاء فی العقل، ۲/ ۸۰۸، حدیث: ۸۲۹

ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا قول درست اور فعل قابلِ تعریف ہوتا ہے جبکہ جاہل اپنی جہالت کی وجہ سے دھوکے میں ہوتا ہے اس لئے اس کی بات کمزور اور فعل قابلِ مذمت ہوتا ہے۔ کسی شخص کی عقل مندی کے حوالے سے اس کے اچھے لباس اور چہرے کی خوبصورتی وغیرہ ظاہری حلیے سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے کیونکہ بسا اوقات بیتُ الخلا کا ظاہری رنگ سفید ہوتا ہے نیز چمڑے پر چاندی کی پالش کی گئی ہوتی ہے۔

بزرگی کا پول کھل گیا:

اصمعی کا بیان ہے کہ میں نے بصرہ میں ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جس نے عمدہ لباس پہن رکھا تھا، اس کے ارد گرد عقیدت مندوں کا ہجوم تھا جبکہ لوگوں کی آمدورفت کا بھی سلسلہ تھا۔ میں نے اس کی عقل کو پرکھنے کا ارادہ کیا اور سلام کر کے پوچھا: ہمارے سردار کی کنیت کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: ''اَبُوعَبْدُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مَالِكِ یَوْمِ الدِّین۔'' یہ سن کر میں ہنس پڑا اور میں نے اس کی عقل کی کمی اور جہالت کی کثرت کو جان لیا۔ اس کے پاس لوگوں کی کثیر تعداد میں آمدورفت نے اس کی جہالت کو دور نہ کیا۔

بعض اوقات ایک شخص عقل مند مشہور ہوتا ہے اور لوگ اسے تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں لیکن اس سے کوئی ایسی بات صادر ہوتی ہے جو اس کی حقیقت کو واضح کر دیتی اور اس کی عقل کی کمی اور خرابی کی گواہی دیتی ہے۔

قاضی ایاس کی عقل مندی:

منقول ہے کہ قاضی اِیاس بن مُعاوِیہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بہت عقل مند تھے اور ان کی عقل انہیں ایسی باتوں کی طرف رہنمائی کرتی تھی جن تک دوسرے لوگوں کی رسائی نہ تھی۔ ان سے صادر ہونے والے واقعات جو ان کی بزرگی اور عقل مندی پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے یہ واقعہ مشہور ہے کہ ان کے زمانے میں ایک آدمی لوگوں کے درمیان امانت داری میں مشہور تھا۔ ایک شخص نے حج پر جانے کا ارادہ کیا تو اس کے پاس سونے سے بھری ایک تھیلی بطورِ امانت رکھوا دی۔ جب وہ شخص حج کر کے واپس آیا تو اس کے پاس جا کر اپنی تھیلی مانگی لیکن اس نے صاف انکار کر دیا اور امانت سے مکر گیا۔ وہ شخص قاضی ایاس کے پاس آیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ قاضی صاحب نے پوچھا: کیا تم نے میرے علاوہ کسی اور سے اس بات کا تذکرہ کیا ہے؟ اس نے کہا: جی نہیں۔ قاضی صاحب نے پوچھا: کیا اس شخص کو معلوم ہے کہ تم میرے پاس آئے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ قاضی صاحب نے فرمایا: اب تم واپس چلے جاؤ، اپنے معاملے کو پوشیدہ رکھو اور کل کے بعد میرے پاس آنا۔

اس کے جانے کے بعد قاضی صاحب نے اس شخص کو بلوایا جس کے پاس امانت رکھی گئی تھی اور اس سے فرمایا: میرے پاس بہت زیادہ مال جمع ہو گیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اسے تمہارے پاس رکھوادوں۔ تم جاؤ اور اس کے لئے کوئی محفوظ جگہ تیار کرو، یہ سن کر وہ شخص واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد جب امانت رکھوانے والا آیا تو قاضی ایاس نے اس سے فرمایا: اب تم اس کے پاس جاکر اپنی امانت طلب کرو، اگر وہ انکار کرے تو اس سے کہنا کہ میرے ساتھ قاضی ایاس کے پاس چلو تاکہ ہم دونوں ان سے اپنا فیصلہ کروائیں۔ چنانچہ یہ شخص اس کے پاس گیا اور اس سے اپنی امانت کا مطالبہ کیا تو اُس نے اِس کی امانت واپس کر دی، اس شخص نے واپس آکر قاضی صاحب کو ساری بات بتادی۔

اس کے بعد وہ شخص جس کے پاس امانت رکھی گئی تھی اس امید پر قاضی صاحب کے پاس آیا کہ وہ اس کے پاس رکھوانے کے لئے مال ودولت دیں گے لیکن قاضی صاحب نے بُرا بھلا کہہ کر اسے نکال دیا۔ یہ واقعہ قاضی اِیاس بن معاویہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی عقل ودانائی پر دلالت کرتا ہے۔

حکایت: مسلمان آپس کی دشمنی بھول جاتے ہیں

مسلمانوں کے ایک خلیفہ کے انتقال کے بعد مسلمانوں سے جنگ کے بارے میں رومیوں میں اختلاف ہو گیا اور ان کے بادشاہوں نے جمع ہو کر کہا: مسلمان اب آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے میں مشغول ہو جائیں گے اور ہم ان کی بے خبری کے عالَم میں ان پر حملہ کر دیں گے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے آپس میں خوب مشورے کئے، بحث وتکرار ہوئی اور سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ یہ ایک بہترین موقع ہے۔ ان میں ایک شخص عقل ومعرفت اور عمدہ رائے کے حوالے سے مشہور تھا لیکن مشورے کے وقت موجود نہ تھا۔ انہوں نے کہا: بہتر ہے کہ اس سے بھی مشورہ کر لیا جائے۔ جب انہوں نے اس شخص کو اپنے متفقہ فیصلے کی خبر دی تو اس نے کہا کہ میرے خیال سے یہ فیصلہ درست نہیں ہے۔ جب اس سے وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا: اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ میں کل تمہیں اس کی وجہ بتاؤں گا۔ اگلی صبح سب لوگ اس کے پاس گئے اور کہا کہ تم نے آج کے دن ہمیں جواب دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس نے کہا: ضرور، پھر وہ دو کتوں کو لایا جنہیں لڑنے کے لئے تیار کیا گیا تھا اور انہیں آپس میں لڑنے کے لئے برانگیختہ کیا تو وہ دونوں ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے اور لڑنے لگے یہاں تک کہ دونوں لہولہان ہو گئے۔ جب دونوں کتوں کی لڑائی انتہا کو پہنچ گئی تو اس شخص نے گھر کا ایک دروازہ کھولا اور ان دونوں کتوں پر حملہ کرنے کے لئے ایک بھیڑیے کو چھوڑ دیا جسے اس مقصد کے لئے پہلے سے تیار کیا گیا تھا۔

جب دونوں کتوں نے اس بھیڑیے کو دیکھا تو آپس کی لڑائی کو ترک کر دیا اور متحد ہو کر دونوں اس بھیڑیے پر جھپٹ پڑے یہاں تک کہ اسے مار دیا۔ اس کے بعد اس شخص نے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر کہا: تمہاری اور مسلمانوں کی مثال اس بھیڑیے اور کتوں کی سی ہے۔ مسلمانوں میں آپس میں قتل و غارتگری کا سلسلہ رہتا ہے جب تک کہ کوئی بیرونی دشمن ان کے مقابل نہ آجائے، جب باہر سے کوئی دشمن ان پر حملہ آور ہو تو پھر یہ آپس کی دشمنی کو ترک کر کے بیرونی دشمن کے مقابلے میں متحد ہو جاتے ہیں۔ تمام حاضرین نے اس رائے کو پسند کیا اور اس کے مشورے پر متفق ہو گئے۔

حماقت ونادانی کی مذمت

اِبنِ اعرابی کہتے ہیں: حماقت کا لفظ حَمُقَتِ السُّوق سے ماخوذ ہے جب بازار مندا ہو جائے تو پھر یہ کہا جاتا ہے، گویا کہ احمق شخص کی عقل اور رائے کی کوئی اہمیت نہیں اس لئے کسی بھی معاملے میں اس سے مشورہ نہیں کیا جاتا۔ حماقت (احمق کے لئے) ایک فطری چیز ہے جس میں کوئی تدبیر فائدہ نہیں دیتی اور ایک ایسی بیماری ہے جس کی دوا صرف موت ہے۔

ایک شاعر کہتا ہے:

لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ يُّسْتَطَبُّ بِهٖ　　اِلَّا الْحَمَاقَةَ اَعْيَتْ مَنْ يُّدَاوِيْهَا

ترجمہ: ہر بیماری کی کوئی دوا ہوتی ہے جس سے اس کا علاج کیا جاتا ہے لیکن حماقت ایسی بیماری ہے جو علاج کرنے والوں کو عاجز کر دیتی ہے۔

ناپسندیدہ ترین مخلوق:

حماقت ایک مذموم صفت ہے، مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اس کی مخلوق میں سے سب سے ناپسند شخص احمق ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے عقل سے محروم فرمایا جو کہ اس کے نزدیک سب چیزوں سے زیادہ قیمتی ہے۔[1]

صورت کے اعتبار سے احمق کی پہچان:

صورت کے اعتبار سے احمق کی صفت پر لمبی داڑھی سے استدلال کیا جاتا ہے کیونکہ داڑھی کا مخرج دماغ ہے۔ جس کی داڑھی بہت لمبی ہوتی ہے اس کا دماغ قلیل ہوتا ہے، جس کا دماغ قلیل ہوتا ہے اس کی عقل تھوڑی ہوتی ہے اور جس

1 ... نهاية الارب في فنون الادب، الباب الثاني من القسم الثالث من الفن الثاني، ذكر ما قيل في الحمق والجهل، ٣/ ٣٢٥

کی عقل کم ہو وہ احمق ہوتا ہے۔

افعال کے اعتبار سے احمق کی پہچان:

اَفعال کے اعتبار سے اَحمق کی صفات یہ ہیں: کام شروع کرنے سے پہلے اس کے نتیجے میں غور نہ کرنا، انجان لوگوں پر بھروسا کرنا، خود پسندی، زیادہ بولنا، فوراً جواب دینا، اِدھر اُدھر دیکھتے رہنا، علم سے خالی ہونا، جلد بازی، گھٹیا پن، بے وقوفی، ظلم، غفلت، بھولنے کی عادت، تکبر، مال داری کی حالت میں اترانا اور غربت کی حالت میں مایوس ہو جانا، جب بات کرے تو فحش کلامی سے کام لے، اس سے کوئی چیز مانگی جائے تو بخل کرے اور اگر اسے دوسرے سے مانگنا پڑے تو گڑگڑائے، کسی سے گفتگو کرے تو صحیح طرح نہ کرپائے اور اگر اس سے کوئی بات کی جائے تو اسے سمجھ نہ پائے، جب ہنسے تو قہقہہ لگائے اور جب روئے تو چلائے مارے۔

اگر ہم ان صفات کو تلاش کریں تو معاشرے کے اکثر لوگوں میں یہ خصلتیں پائی جاتی ہیں اور عاقل و احمق کی تمیز مشکل ہو جاتی ہے۔

احمق کا علاج نہ ہو سکا:

حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: میں نے برص کے مریض اور پیدائشی نابینا کا علاج کیا تو انہیں شفایاب کر دیا لیکن احمق کا علاج کیا تو اس کے علاج سے میں عاجز ہو گیا۔

احمق کی بات کے جواب میں خاموش رہنا ہی اس کا جواب ہے۔

ایک دانا شخص نے کسی احمق کو پتھر پر بیٹھے دیکھا تو کہا: ایک پتھر دوسرے پتھر پر بیٹھا ہے۔

حکایت: دو احمق

منقول ہے کہ دو احمق شخص اکٹھے سفر کرنے لگے تو ایک نے دوسرے سے کہا: آؤ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کسی بات کی تمنا کریں کیونکہ سفر میں وقت گزارنے کے لئے گفتگو کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ ایک نے کہا: میری تمنا یہ ہے کہ مجھے بکریوں کے ریوڑ مل جائیں اور میں ان کے دودھ، گوشت اور اُون سے نفع حاصل کروں۔ دوسرے نے کہا: میری تمنا ہے کہ مجھے بھیڑیوں کے ریوڑ ملیں جنہیں میں تمہاری بکریوں پر چھوڑوں اور وہ ان میں سے کچھ بھی باقی نہ رہنے دیں۔ یہ سن کر پہلے نے کہا: تجھ پر افسوس ہے! کیا صحبت کا یہ حق ہے، پھر وہ دونوں ایک دوسرے پر چیخنے چلانے اور آپس میں لڑنے لگے اور

ان کی لڑائی شدت اختیار کر گئی یہاں تک کہ نوبت ہاتھاپائی تک پہنچ گئی، پھر دونوں اس بات پر راضی ہوئے کہ اپنے پاس آنے والے پہلے شخص کو حکم (فیصلہ کرنے والا) بنا کر اس سے فیصلہ کروائیں گے۔کچھ دیر کے بعد ان کے پاس ایک بوڑھا شخص آیا جس کے پاس ایک گدھا تھا اور اس پر شہد سے بھرے دو برتن تھے۔ان دونوں نے بوڑھے شخص کو اپنا ماجرا سنایا تو اس نے شہد کے دونوں برتن اتار کر انہیں کھول دیا یہاں تک کہ ان میں سے سارا شہد ریت پر بہہ گیا۔بوڑھے نے کہا: اگر تم دونوں احمق نہ ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے خون کو اس شہد کی طرح بہادے۔

بندوں کو عقل کے مطابق بدلہ دیا جاتا ہے:

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبدُ اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ایک شخص اپنے عبادت خانے میں عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ایک دن خوب بارش ہوئی اور زمین میں گھاس اُگی تو اس نے دیکھا کہ اس کا گدھا گھاس چر رہا ہے۔یہ دیکھ کر اس نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: اے میرے ربّ! اگر تیرا کوئی گدھا ہوتا تو میں اسے اپنے اس گدھے کے ساتھ چراتا۔ یہ بات ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام تک پہنچی تو انہوں نے اِرادہ فرمایا کہ اس کے لئے دعائے ضرر فرمائیں۔اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اس کے لئے دعائے ضرر مت کرنا کیونکہ میں اپنے بندوں کو ان کی عقلوں کے مطابق بدلہ دیتا ہوں۔

کسی شخص کی حماقت کا عالَم بیان کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ کثیر حماقت کا حامل ہے اور عقل اس سے جدا ہو چکی ہے، اس کے پاس صرف اس قدر عقل باقی ہے جو اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حجت کو لازم کرتی ہے۔

جنت اور دوزخ کی گائے:

بھولے بھالے اور صاف دل شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ جنت کی گائے ہے، نہ تو سینگ مارتا ہے اور نہ ہی لات، جبکہ دوسروں کو تکلیف دینے والے احمق کو دوزخ کی گائے کہا جاتا ہے۔

...

ابدالوں کے چار اوصاف

حضرت سیِّدُنا سہل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: چار خصلتوں کے بغیر ابدال کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا:

(1) پیٹ کو بھوکا رکھنا (2) بیداری (3) خاموشی (4) لوگوں سے دور رہنا۔

(احیاء العلوم، کتاب ریاضۃ النفس...الخ، ۳/۹۴)

باب نمبر3: قرآنِ پاک کی فضیلت وحرمت اور قاری کے لئے تیار کئے گئے اجروثواب کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ (پ۲۷، القمر:۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لئے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ پاک کا نام "کریم" رکھا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ ﴿۷۷﴾ (پ۲۷، الواقعۃ:۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک یہ عزت والا قرآن ہے۔

نیز اسے حکیم اور مجید بھی قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یٰسٓ ﴿۱﴾ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ﴿۲﴾ (پ۲۲، یس:۱، ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: حکمت والے قرآن کی قسم۔

اور

قٓ وَ الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ﴿۱﴾ (پ۲۶، ق:۱)

ترجمۂ کنزالایمان: عزت والے قرآن کی قسم۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ پاک ساری مخلوق کے سردار اور تمام نبیوں کے بعد تشریف لانے والے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نازل فرمایا اور یہ آپ کا سب سے بڑا معجزہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بڑے بڑے فصحا و بلغا کو قرآنِ پاک کے مقابلے اور اس جیسی ایک بھی آیت لانے سے عاجز فرمادیا۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ (پ۱۱، یونس:۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

قُلْ لَّىٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾ (پ۱۵، بنی اسرآءیل:۸۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

قرآنِ پاک روشن نور اور واضح حق ہے، کوئی چیز اس سے زیادہ عظمت والی، اس کے اَحکام سے زیادہ ظاہر، اس کی بلاغت سے زیادہ بلیغ اور اس کی فصاحت سے زیادہ فصیح، اس سے زیادہ فائدہ مند نہیں اور نہ ہی کسی شے میں ایسی لذت و سرور ہے

جیسی لذت تلاوتِ قرآن میں ہے۔

حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَلْقُرْاٰنُ فِیْہِ خَبَرُ مَنْ قَبْلَکُمْ وَنَبَأُ مَنْ بَعْدَکُمْ وَحُکْمُ مَّا بَیْنَکُمْ یعنی قرآنِ پاک میں تم سے پچھلوں اور اگلوں کی خبریں ہیں اور اس میں تمہارے باہمی معاملات کا حکم ہے۔[1]

ایک روایت میں ہے: اَصْفَرُ الْبُیُوْتِ بَیْتٌ صِفْرٌ مِّنْ کِتَابِ اللہ یعنی حقیقتاً خالی گھر وہ ہے جو کتابُ اللہ سے خالی ہے۔[2]

حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: قرآن پڑھنے والا اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی باتیں سناتا ہے۔

حکایت: فرزدق شاعر اور حفظِ قرآن

غالب بن صعصعہ اپنے بیٹے فرزدق کے ساتھ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا: تم کون ہو؟ عرض کی: غالب بن صعصعہ۔ فرمایا: کیا تم وہی ہو جس کے پاس بہت سے اونٹ تھے؟ عرض کی: جی ہاں۔ پوچھا: تم نے اپنے اونٹوں کا کیا کِیا؟ غالب نے جواب دیا: میرے اونٹوں کو آزمائشوں اور حقوق نے ختم کر دیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: یہ انہیں خرچ کرنے کا بہترین راستہ ہے۔ پھر پوچھا: اے ابو اخطل! تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ عرض کی: میرا بیٹا ہے، یہ شاعر ہے۔ فرمایا: اسے قرآن سکھاؤ کہ وہ اس کے لئے شعر سے بہتر ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ بات فرزدق کے دل میں گھر کر گئی، لہٰذا اس نے خود کو قید کر لیا اور قسم کھائی کہ جب تک قرآنِ پاک حفظ نہ کر لوں گا بیڑیاں نہیں کھولوں گا۔ فرزدق نے ایک سال میں قرآنِ پاک حفظ کیا اور اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے یہ شعر کہا:

وَمَا صَبَّ رِجْلِیْ فِیْ حَدِیْدِ مُّجَاشِعٍ مَّعَ الْقَیْدِ اِلَّا حَاجَةٌ لِّیْ اُرِیْدُھَا

ترجمہ: میرے پاؤں بیڑیوں میں اس لئے قید ہیں کہ میں ایک حاجت کی تکمیل چاہتا ہوں۔

مردہ دل کی زندگی:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے بیٹے! صبح و شام تلاوتِ قرآن سے غافل نہ ہونا کیونکہ قرآن مردہ دل کو زندہ کرتا اور بے حیائی

1 ... در منثور، پ١٩، النمل، تحت الآیۃ: ٧٦، ٦/٣٧٦

2 ... سنن کبریٰ للنسائی، کتاب عمل الیوم و اللیلۃ، ذکر ما یجیر من الجن و الشیطان... الخ، ٦/٢٤٠، حدیث: ١٠٧٩٩

اور بُرے کاموں سے روکتا ہے۔[1]

قرآن مخلوق نہیں ہے:

''رَبِیْعُ الْاَبْرار''میں یہ حکایت ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جسے مرگی کا دورہ پڑا تھا۔ آپ نے اس کے کان میں اَذان دی تو جن نے اس شخص کے پیٹ میں سے آواز دی: مجھے اس شخص کو قتل کرنے دیں کیونکہ یہ قرآن کو مخلوق کہتا ہے۔

رمضان اور تلاوت کا جذبہ:

جب رَمَضانُ المبارَک کا مہینہ شروع ہوتا تو حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی دیگر تمام نفلی عبادات ترک کر کے تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو جاتے۔

ماہِ رَمَضانُ المبارَک کی آمد پر حضرت سیِّدُنا اِمام مالک عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْخَالِق حدیث کی تکرار اور اہلِ عِلْم کی ہم نشینی سے کنارہ کش ہو کر قرآنِ پاک میں دیکھ کر تلاوت کی طرف متوجہ ہو جاتے۔

رَمَضانُ المبارَک میں 60 قرآنِ پاک کا ختم:

حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت اور حضرت سیِّدُنا امام شعبی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمَا رَمَضانُ المبارَک میں 60 قرآن پاک ختم فرماتے تھے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: جو شخص قرآن پڑھے اور پھر بھی مرنے کے بعد جہنم میں داخل ہو تو وہ اُن لوگوں میں سے ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں کو ہنسی مذاق بنا لیتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَلِی فرماتے ہیں: زبان، کان اور دل کو سیدھا رکھتی ہے لہٰذا تلاوت اس طرح کرو کہ تمہارے کان اسے سنیں اور دل سمجھے۔

حضور نبی اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن پڑھا پھر یہ خیال کیا کہ کسی کو اس سے افضل عطا کیا گیا تو تحقیق اس نے ایسی چیز کو چھوٹا جانا جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عظمت دی۔[2]

1 ... مسند الفردوس، ۵/ ۳۶۸، حدیث: ۸۴۵۹

2 ... الزھد لابن مبارک، باب ما جاء فی ذنب... الخ، ص ۲۷۵، حدیث: ۷۹۹

دلوں کا زنگ کیسے دور ہو؟

حضورِ نبی رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے؟ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس کی صفائی کس چیز سے ہو گی؟ ارشاد فرمایا: تلاوتِ قرآن اور موت کو بکثرت یاد کرنے سے۔[1]

تمام دنیا والوں کے عمل کے برابر ثواب:

حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن میمون رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جس نے نمازِ فجر پڑھ کر قرآنِ پاک کھولا اور اس کی 100 آیات کی تلاوت کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے تمام دنیا والوں کے عمل کے برابر ثواب بلند فرمائے گا۔

ہر حرف کے بدلے 100 نیکیاں:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: جو شخص نماز میں کھڑا ہو کر تلاوتِ قرآن کرے اسے ہر حرف کے بدلے 100 نیکیاں جبکہ نماز میں بیٹھ کر تلاوت کرنے والے کو 50 نیکیاں ملیں گی۔ جو شخص نماز کے علاوہ باوضو قرآن پڑھے اسے ہر حرف کے عوض 25 نیکیاں جبکہ (چھوئے بغیر) بے وضو پڑھنے والے کو 10 نیکیاں ملیں گی۔

حضرت سیِّدُنا عبدُاللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران کو ترتیل (ٹھہر ٹھہر کر) اور غور و فکر کے ساتھ پڑھنا میرے نزدیک بغیر ترتیل کے پورا قرآن پڑھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

رونے جیسی صورت ہی بنالو:

حضورِ پُرنور، شافعِ یومُ النُّشُور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ وَابْکُوْا فَاِنْ لَّمْ تَبْکُوْا فَتَبَاکَوْا یعنی قرآن پڑھو اور روؤ، اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسی صورت ہی بنالو۔[2]

حضرت سیِّدُنا صالح مُرِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی بیان کرتے ہیں: میں نے خواب میں پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے قرآنِ پاک کی تلاوت کی تو آپ نے استفسار فرمایا: اے صالح! یہ تلاوتِ قرآن ہے تو رونا کہاں ہے؟

---

1 ... شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی ادمان تلاوتہ، ۲/ ۳۵۳، حدیث: ۲۰۱۴

2 ... ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ و السنۃ فیھا، باب فی حسن صوت بالقرآن، ۲/ ۱۲۹، حدیث: ۱۳۳۷

ذُوالنُّورَین رَضِیَ اللہُ عَنْہ اور تلاوتِ قرآن:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ شب جمعہ سورۂ بقرہ سے سورۂ مائدہ تک، شبِ ہفتہ سورۂ انعام سے سورۂ ہود تک، شَبِ اتوار سورۂ یوسف سے سورۂ مریم تک، شَبِ پیر سورۂ طٰہٰ سے سورۂ قصص تک، شَبِ منگل سورۂ عنکبوت سے سورۂ ص تک، شبِ بدھ سورۂ تنزیل (حٰمٓ السجدہ) سے سورۂ رحمٰن تک اور شَبِ جمعرات سورۂ واقعہ سے سورۂ ناس تک تلاوت کیا کرتے تھے۔

خیر سے خالی عبادت اور تلاوت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ اس عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جسے سمجھ کر نہ کیا جائے اور اس تلاوت میں کوئی خیر نہیں جس کے ساتھ غور و تفکر نہ ہو۔

حضرت سیِّدُنا عکرِمہ بن ابو جہل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب قرآنِ پاک کھولتے تو آپ پر غشی طاری ہو جاتی اور فرماتے: یہ میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے۔

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو ایک رات بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے میں تاخیر ہوئی تو مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے استفسار فرمایا: تمہیں کس چیز نے روک لیا تھا؟ عرض کی: میں ایک شخص کی تلاوت سننے میں مصروف تھی جس سے اچھی آواز میں نے کبھی نہیں سنی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان صاحِب کے پاس تشریف لائے اور کافی دیر تک ان کی تلاوت سماعت فرماتے رہے، پھر ارشاد فرمایا: یہ ابو حذیفہ کا آزاد کردہ غلام سالم ہے، تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے میری اُمَّت میں ایسے شخص کو پیدا کیا۔[1]

میں کس کی قرأت اختیار کروں؟

حضرت سیِّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں: میں خواب میں زیارتِ رسول سے مشرف ہوا تو میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! قراءتیں مجھ پر مختلف ہو گئی ہیں، آپ مجھے کس قراءت کو اختیار کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ابو عَمرو کی قراءت[2]۔

---

1 ... ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا، باب فی حسن صوت بالقرآن، ۲/۱۳۰، حدیث: ۱۳۳۸

2 ... یہ اہمیت بیان کرنے کے لئے ہے اس سے دوسروں کی اہمیت ختم کرنا مقصود نہیں۔ (علمیہ)

حضرت سیِّدُنا ابو عمر و رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: میں ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتا رہا کہ قرآن کی تلاوت اس طرح کروں جیسے صاحِبِ قرآن صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم تلاوت فرماتے تھے اور جیسے آپ پر قرآنِ پاک نازل ہوا۔ اسی ارادے سے میں مکۂ مکرّمہ حاضر ہوا اور متعدد ایسے تابعین کی خدمت میں حاضری دی جنہوں نے صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کے سامنے تلاوت کی تھی، میں نے ان بزرگ تابعین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن کو اپنی تلاوت سنائی، لہٰذا تم بھی میری اس قراءت کو مضبوطی سے تھام لو۔

بزرگانِ دین اور تلاوتِ قرآن:

اِنسان کو چاہیے کہ دن ہو یا رات، سفر ہو یا حضر، تلاوتِ قرآن کی پابندی کرے۔

حضرت سیِّدُنا امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شَرَف نَوَوِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی اپنی کتاب ''اَلْاَذْکَار'' میں فرماتے ہیں: خَتْمِ قرآن کتنے دنوں میں کیا جائے، اس حوالے سے بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن کی عادات مختلف ہیں: بعض بزرگ ایک مہینے میں خَتْمِ قرآن کرتے تھے، بعض 10 راتوں میں، بعض تین راتوں میں جبکہ بہت سے بزرگ ایک دن رات میں خَتْمِ قرآن فرماتے تھے۔ بعض بزرگوں نے ایک دن رات میں دو خَتْمِ قرآن فرمائے جبکہ بعض نے آٹھ، چار رات میں اور چار دن میں۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا اِمام مجاہد رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه ماہِ رمضان میں مغرب اور عشا کے درمیان خَتْمِ قرآن فرماتے تھے۔

ایک رکعت میں پورا قرآن:

ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھنے والے اسلاف کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا، حضرت سیِّدُنا عثمان غنی، حضرت سیِّدُنا تمیم داری اور حضرت سیِّدُنا سعید بن جبیر رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن بھی انہیں میں سے ہیں۔

فرشتوں کی دعائے مغفرت کس کے لئے؟

حضرت سیِّدُنا امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارِمی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَلِی جن کے حافظے، بزرگی اور تقوٰی و پرہیز گاری پر علما کا اِتِّفاق ہے اُنہوں نے سنن دارمی میں حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه سے روایت کی ہے کہ جب کوئی رات کے اول حصے میں خَتْمِ قرآن کرے تو فرشتے صبح تک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور دن کے اول حصے میں کرے تو شام تک اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔[1]

[1] ...صَدْرُ الشَّرِيْعَه، بَدْرُ الطَّرِيْقَه حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی اس حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں...

حضرت سیِّدُنا امام دَارِمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: یہ روایت حسن ہے۔[1]

تلاوت کے افضل اوقات:

نماز میں تلاوتِ قرآن سب سے افضل تلاوت ہے، نماز کے علاوہ اوقات میں سے رات میں جبکہ رات کے مختلف اوقات میں سے نصف آخر میں تلاوت نصف اول سے افضل ہے، نیز مغرب وعشا کے درمیانی وقت میں تلاوت کی بھی بہت فضیلت ہے۔ دن کے اوقات میں سے تلاوت کے لئے فجر کے بعد کا وقت سب سے افضل ہے۔ رات اور دن کے اوقات میں سے کوئی وقت ایسا نہیں جس میں تلاوت کرنا مکروہ ہو نیز نماز کے ممنوعہ اوقات میں بھی تلاوت مکروہ نہیں ہے[2]۔

ختمِ قرآن کے لئے جمع ہونا مستحب ہے:

ختمِ قرآن کے موقع پر برکت حاصل کرنے کے لئے جمع ہونا مستحب ہے۔ منقول ہے کہ ختمِ قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی اور رحمت نازل ہوتی ہے۔ قرآنِ پاک کے ختم کے بعد دعا کرنا ایسا مستحب ہے جس کی روایات میں بہت زیادہ تاکید وارد ہوئی ہے۔

تلاوت کے آداب:

قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے والے پر لازم ہے کہ اِخلاص کی ساتھ تلاوت کرے، تلاوت سے مقصود صرف رضائے الٰہی کا حصول ہو کسی دنیاوی مقصد کی تکمیل پیش نظر نہ ہو، باادب انداز میں تلاوت کرے اور اس بات کو ذہن میں رکھے کہ اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے مناجات کر رہا اور اس کی کتاب کو پڑھ رہا ہے۔ تلاوت کے وقت ایسی کیفیت طاری ہو کہ گویا وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو دیکھ رہا ہے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو (یہ خیال جمائے کہ) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تو اسے دیکھ ہی رہا ہے۔ قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے والے کو چاہیے کہ تلاوت سے پہلے اپنا منہ مسواک سے صاف کرے نیز خشوع وخضوع اور غور و تدبر کے ساتھ تلاوت کرے کہ تلاوت کا مقصود و مطلوب یہی ہے، ایسا کرنے سے شرحِ صدر کی نعمت حاصل ہوگی اور مقصود و مرغوب کا حصول آسان ہو

...... گرمیوں میں چونکہ دن بڑا ہوتا ہے تو صبح کے ختم کرنے میں استغفار ملائکہ زیادہ ہوگی اور جاڑوں کی راتیں بڑی ہوتی ہیں تو شروع رات میں ختم کرنے سے استغفار زیادہ ہوگی۔ (بہار شریعت، حصہ ۳، ۱/ ۵۵۱)

[1] ... دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی ختم القرآن، ۲/ ۵۶۱، حدیث: ۳۴۸۳

[2] ... ان (یعنی مکروہ) اوقات میں تلاوتِ قرآن مجید بہتر نہیں، بہتر یہ ہے کہ ذکر و درود شریف میں مشغول رہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۳، ۱/ ۴۵۵)

جائے گا۔ مذکورہ آدابِ تلاوت کے دلائل بے شمار اور اس قدر مشہور ہیں کہ ان کا تذکرہ کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

بعض بزرگانِ دین کی حالت یہ تھی کہ وہ ایک آیت تلاوت فرماتے اور اس پر غور و تفکر میں پوری رات گزار دیتے۔

تلاوتِ قرآن کے وقت رونا اور اس پر قدرت نہ ہو تو رونے جیسی صورت بنانا مستحب ہے کیونکہ تلاوت کرتے ہوئے رونا عارفین کی صفت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں کی نشانی ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۰۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے۔

دل کی پانچ دوائیں:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں دل کی دوا ہیں: (۱)...غور و تدبُّر کے ساتھ قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا (۲)...پیٹ کا خالی ہونا (۳)...رات میں نماز پڑھنا (۴)...وقتِ سحر بارگاہِ خداوندی میں آہ وزاری کرنا (۵)...نیک بندوں کی صحبت اختیار کرنا۔

آہستہ یا بلند آواز سے تلاوت کرنے کا حکم:

بعض رِوایات میں بلند آواز سے جبکہ بعض میں آہستہ آواز سے تلاوت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: جس شخص کو ریاکاری میں مبتلا ہونے کا خوف ہو وہ اگر ریا سے بچنے کے لئے آہستہ آواز سے تلاوت کرے تو اس کے حق میں یہ افضل ہے اور جسے ریا میں مبتلا ہونے کا خوف نہ ہو اس کے لئے بلند آواز سے تلاوت افضل ہے جبکہ کسی نمازی یا سونے والے کو اس کی آواز سے تکلیف نہ ہو۔

تلاوت کی فضیلت اور حافظِ قرآن کے آداب سے متعلق احادیثِ مبارکہ کی تعداد بہت زیادہ ہے، جو ان اَحادیث کا مطالعہ کرنا چاہے وہ شیخ الاسلام حضرت سیِّدُنا امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی کتاب ''اَلتِّبْیَان فِیْ اٰدَابِ حَمَلَۃِ الْقُرْاٰن'' کا مطالعہ کرے۔

مختلف سورتوں کے فضائل

قرآنِ پاک اور اس کی مختلف سورتوں مثلاً: سورۂ یٰسٓ، سورۂ ملک، سورۂ واقعہ اور سورۂ دخان وغیرہ کی دن اور رات میں تلاوت کی فضیلت بھی مُتَعَدَّد اَحادیث میں بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ

یٰسٓ شریف کی فضیلت:

حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک، صاحِبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَنْ قَرَاَ یٰسٓ فِیْ یَوْمٍ اَوْ لَیْلَۃٍ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ غُفِرَ لَهٗ یعنی جس نے دن یا رات میں رضائے الٰہی کے حصول کے لئے سورۂ یٰسٓ کی تلاوت کی اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔[1]

روزِ جمعہ سورۂ دخان پڑھنے کی فضیلت:

حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَنْ قَرَاَ سُوْرَةَ الدُّخَانِ فِیْ لَیْلَةِ الْجُمُعَةِ اَصْبَحَ مَغْفُوْرًا لَّهٗ یعنی جس نے شب جمعہ سورۂ دُخان کی تلاوت کی وہ بخشا ہوا صبح کرے گا۔[2]

فقر و فاقہ سے حفاظت:

حضرت سیّدُنا عبدُ اللہ بن عباس اور حضرت سیّدُنا عبدُ اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضور نبی رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: مَنْ قَرَاَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ کُلَّ لَیْلَةٍ لَّمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ یعنی جس نے ہر رات سورۂ واقعہ کی تلاوت کی وہ فاقے سے محفوظ رہے گا۔[3]

حضرت سیّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کو اس وقت تک آرام نہ فرماتے جب تک "الٓمّٓ ۚ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ" (سورۂ سجدہ) اور "سورۂ ملک" کی تلاوت نہ فرمالیتے۔[4]

نصف، چوتھائی اور تہائی قرآن کے برابر ثواب:

حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور پُرنور، شافِعِ یومُ النُّشُور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: رات میں "اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ" (پوری سورۂ زلزال) پڑھنے والے کو نصف قرآن کے برابر ثواب ملے گا، سورۂ

1 ... معجم صغیر، ص ۱۴۹، حدیث: ۴۱۸

2 ... دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل حم الدخان والحوامیم والمسبحات، ۲/ ۵۵۰، حدیث: ۳۴۲۱

3 ... بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث، کتاب التفسیر، سورۃ الواقعۃ، ۲/ ۷۲۹، حدیث: ۷۲۱

4 ... سنن کبریٰ للنسائی، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، باب ما یستحب للانسان ان یقرا... الخ، ۶/ ۱۷۸، حدیث: ۱۰۵۴۲

کافرون پڑھنے والے کو چوتھائی قرآن جبکہ سورۂ اخلاص کی تلاوت کرنے والے کو تہائی قرآن کے برابر ثواب ملے گا۔[1]

تلاوتِ قرآن کی فضیلت پر مشتمل اس قسم کی مُتَعَدَّد احادیث ہیں جن میں سے کچھ کی طرف ہم نے اشارہ کر دیا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی سب سے زیادہ درستی کو جاننے والا ہے اور درود و سلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

باب نمبر4: علم، ادب، عالِم اور طالِبِ علم کی فضیلت کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُاؕ (پ٢٢، فاطر: ٢٨)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍؕ (پ٢٨، المجادلة: ١١)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

علم کے فضائل:

حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: علم (دین) حاصل کرو کیونکہ رضائے الٰہی کے لئے علم سیکھنا نیکی ہے، علم کا درس تسبیح، اس کے بارے میں بحث کرنا جہاد، اس کا طلب کرنا عبادت، سکھانا صدقہ اور اس کے اہل کے سامنے بیان کرنا نیکی ہے کیونکہ علم حلال وحرام کی نشانی، جنت کے راستے کا بیان، وحشت میں اُنس پہنچانے والا، خلوت میں گفتگو کرنے والا، تنہائی میں ہم نشیں، بے وطنی میں رفیق، خوشحالی کی طرف رہنما اور فقر و فاقہ کے خلاف مدد گار، دوستوں کی محفل میں زینت اور دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے۔ علم کی بدولت بندہ نیک لوگوں کے بلند و بالا درجات کو پالیتا ہے، دنیا میں اسے بادشاہوں کی ہم نشینی اور آخرت میں نیکوکاروں کی رفاقت نصیب ہوتی ہے۔ علمی معاملات میں غور و فکر روزے کے برابر جبکہ علم کی تکرار کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی مثل ہے۔ علم کی بدولت صلہ رحمی کی جاتی ہے، احکام کی تفصیل بیان ہوتی ہے۔ اسی کے ذریعے حلال

[1] ... عمل الیوم واللیلة لابن السنی، باب ما یستحب ان یقرأ۔۔۔ الخ، ص ٣٠٥، حدیث: ٦٨٨

وحرام کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی وحدانیت کی پہچان نصیب ہوتی ہے نیز علم ہی کے طفیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت وعبادت کی توفیق ملتی ہے۔[1]

منقول ہے کہ سماعت اور عقل کے ذریعے چیزوں کی حقیقت کو جاننے کا نام علم ہے۔

دنیا وآخرت کی بھلائی اور بُرائی:

ایک روایت میں ہے: خَيْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مَعَ الْعِلْمِ وَشَرُّ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مَعَ الْجَهْلِ یعنی دنیا وآخرت کی بھلائی علم کے ساتھ اور دنیا وآخرت کی بُرائی جہالت کے ساتھ ہے۔

علم ایک نہر اور حکمت ایک دریا ہے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ”لوگوں میں سب سے بے وقعت شخص وہ ہے جو سب سے کم علم ہے۔“ مزید فرماتے ہیں: ”عِلْم ایک نہر اور حکمت ایک دریا ہے، عُلَما اس نہر کے کناروں پر تیرتے، حکما دریا کے وسط میں غوطہ خوری کرتے جبکہ عارفین نجات کی کشتیوں میں سفر کرتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا موسٰی کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: الٰہی! لوگوں میں تجھے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: وہ عالِم جو عِلْم کی طلب میں ہو۔

چار طرح کے علوم:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: علوم چار طرح کے ہیں: (۱)... دینی معاملات کے لئے عِلْمِ فقہ (۲)... بدن (کی اصلاح) کے لئے عِلْمِ طب (۳)... اوقات جاننے کے لئے عِلْمِ نجوم اور (۴)... زبان کے لئے عِلْمِ نحو۔

منقول ہے کہ عالِم اس اُمَّت کا طبیب جبکہ دنیا اس اُمَّت کی بیماری ہے، جب طبیب خود ہی بیماری کو طلب کرتا ہو تو وہ دوسروں کا علاج کیسے کرے گا۔

حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اس کا علم نہیں۔ عرض کی گئی: کیا یہ کہتے ہوئے آپ کو شرم محسوس نہیں ہوئی؟ فرمایا: میں ایسی بات کہنے سے کیوں شرم کروں جس سے فرشتے بھی

[1] ... حلیۃ الاولیاء، معاذ بن جبل، ۱/ ۳۰۲، حدیث: ۸۰۹ بتغیر قلیل

نہیں شرمائے جب انہوں نے کہا: "لَا عِلْمَ لَنَآ"[1] ہمیں کچھ علم نہیں۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عالِم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص پر ہے۔[2]

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: عالِم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی ستاروں پر۔[3]

اپنے کردار سے تربیت کرو:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: جو شخص لوگوں کا راہنما بنے اس پر لازم ہے کہ دوسروں کو علم سکھانے سے پہلے خود کو سکھائے تاکہ زبان سے پہلے کردار سے لوگوں کی تربیت ہو۔

منقول ہے کہ لوگوں کو علم وادب سکھانے والے کی بنسبت اپنے آپ کو علم وادب سکھانے والا تعظیم کا زیادہ حق دار ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اِنِّیْ رَاَیْتُ النَّاسَ فِیْ عَصْرِنَا   لَا یَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ لِلْعِلْمِ

اِلَّا مُبَاهَاةً لِاَصْحَابِهٖ   وَ عُدَّةً لِّلْغَشِّ وَ الظُّلْم

ترجمہ: میں اپنے دور کے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ علم کو علم کے لئے طلب نہیں کرتے۔ ان کے طَلَبِ علم کا مقصد دوستوں کے ساتھ فخر کرنا نیز دھوکے اور ظلم کا سامان کرنا ہے۔

علم کے ذریعے خود کو طلاق سے بچالیا:

منقول ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سیڑھی پر چڑھتے دیکھ کر کہا: تم سیڑھی پر چڑھو، اُترو یا رُک جاؤ، تینوں صورتوں میں تمہیں طلاق۔ بیوی نے خود کو سیڑھی سے نیچے گرالیا، یہ دیکھ کر شوہر نے کہا: میرے ماں باپ تم پر قربان! اگر حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْخَالِق انتقال فرماجائیں تو اہلِ مدینہ اپنے اَحکام میں تمہارے محتاج ہو جائیں۔

سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے کہ "هَلَاكُ اُمَّتِیْ فِیْ شَیْئَیْنِ تَرْكُ الْعِلْمِ وَ جَمْعُ

---

[1] ...(پ۱، البقرة: ۳۲)

[2] ...ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقہ...الخ، ۴/ ۳۱۳، حدیث: ۲۶۹۴

[3] ...ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقہ...الخ، ۴/ ۳۱۲، حدیث: ۲۶۹۱

الْعُمَّال یعنی میری امت کی ہلاکت دو چیزوں میں ہے: علم ترک کرنے اور مال جمع کرنے میں۔“[1]

علم کے ساتھ قلیل عمل بھی مفید ہے:

میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ایک شخص نے سب سے افضل عمل کے بارے میں پوچھا تو ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم اور اس کے دین کی سمجھ۔ آپ نے اس بات کو کئی مرتبہ دُہرایا۔ سائل نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں آپ سے عمل کے بارے میں پوچھ رہا ہوں اور آپ مجھے علم کے بارے میں ارشاد فرما رہے ہیں۔ رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: علم کے ساتھ تھوڑا عمل بھی تمہیں نفع دے گا جبکہ جہالت کے ہوتے ہوئے بہت سا عمل بھی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔[2]

حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص علم سیکھے اور اس پر عمل کرے وہ ملکوتِ اعظم میں عظمت والا شمار کیا جائے گا۔“

حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کا فرمانِ عالیشان ہے: ”علوم تالوں کی طرح ہیں اور سوال کرنا ان تالوں کی کنجیاں ہیں۔“

آپ ہی سے منقول ہے کہ ”عالم کی لغزش خوب مشہور ہوتی ہے جبکہ جاہل کی غلطی کو اس کی جہالت چھپا دیتی ہے۔“

علم کے بغیر عمل نقصان دہ ہے:

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ میں نے متعدد صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو یہ فرماتے سنا: جو شخص بغیر علم کے عمل کرے اس کا فساد اصلاح سے زیادہ ہو گا۔ علم کے بغیر عمل کرنے والا ایسا ہے جیسے غلط راستے پر سفر کرنے والا لہٰذا علم کو اس طرح طلب کرو جس سے عبادت کے معاملے میں نقصان نہ ہو اور عبادت کو اس انداز میں طلب کرو کہ علم کے حصول میں رکاوٹ نہ بنے۔

حضرت سیِّدُنا یزید بن میسرہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا فرمان ہے: جو شخص اپنے علم سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پانے کا ارادہ کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی طرف خاص توجہ فرمائے گا اور اپنے بندوں کا رُخ بھی اس کی طرف فرما دے گا اور جو شخص اپنے

[1] ... التذکرۃ الحمدونیۃ، الباب الثامن والثلاثون ما جاء فی الغنی والفقر، ۸/ ۷۸

[2] ... نوادر الاصول، الاصل التاسع والستون والمائتان، ۲/ ۱۱۵۲، حدیث: ۱۴۵۵۔ روح البیان، پ۱۹، النمل، تحت الآیۃ: ۱۵، ۶/ ۳۲۶

علم سے غیرِ خدا کا ارادہ کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے اعراض فرمائے گا اور اپنے بندوں کے دل بھی اس سے پھیر دے گا۔

سب سے بڑا کریم:

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑے کریم کے بارے میں نہ بتاؤں؟ لوگوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ضرور بتائیے۔ ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا کریم ہے، میں اولادِ آدم میں سب سے بڑا کریم ہوں اور میرے بعد سب سے بڑا کریم وہ شخص ہے جو علم سیکھے اور اسے پھیلائے، ایسا شخص بروزِ قیامت اکیلا ہی پوری امت کے برابر اٹھایا جائے گا اور وہ شخص جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اپنی جان پیش کرے یہاں تک کہ شہید ہو جائے۔[1]

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے منقول ہے: فاجر عالم فتنہ پروروں کے لئے فتنہ ہے۔

علم کی حفاظت نہ کرنے کی نحوست:

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: اہلِ علم اگر اپنی اور اپنے علم کی عزت کی حفاظت کرتے اور اسے وہاں رکھتے جہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکم فرمایا ہے تو بڑے سے بڑے ظالم و جابر لوگ بھی ان کے سامنے سر جھکا دیتے اور لوگ ان کی اطاعت کرتے لیکن انہوں نے اپنے آپ کو ذلت پر پیش کیا اور اپنے علم کو دنیاداروں کے لئے خرچ کیا جس کی وجہ سے یہ ذلت و رسوائی کا شکار ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْن یہ کتنی بڑی مصیبت ہے۔

منقول ہے: جو شخص بچپن میں علم حاصل نہ کرے وہ بڑھاپے میں سردار نہیں بن سکتا۔

بدترین عالم اور بہترین امیر:

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا فرمان ہے: علما میں سے بدترین شخص وہ ہے جو امرا کی مجالس میں شریک ہو جبکہ امرا میں سے بہترین وہ ہے جو علماء کی مجالس میں حاضری دے۔

حضرت سیِّدُنا لقمان حکیم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَرِیْم نے فرمایا: علما کی ہم نشینی اختیار کرو اور ان کے سامنے زانو بچھاؤ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ حکمت کے نور سے دلوں کو زندگی بخشتا ہے جیسا کہ بارش کے پانی سے زمین کو زندہ فرماتا ہے۔

منقول ہے کہ جو شخص حکمت کے ساتھ مشہور ہو لوگوں کی نظریں اسے عزت و وقار سے دیکھتی ہیں۔

[1] ...مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ۳/ ۱۶، حدیث: ۲۷۸۲

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب طالب علموں کو دیکھتے تو ارشاد فرماتے: خوش آمدید! اے حکمت کے سرچشمو اور اندھیرے کے چراغو! جن کے لباس پرانے لیکن دل تروتازہ ہیں اور جو ہر قبیلے کے پھول ہیں۔

علم کا شرف:

حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا فرمان ہے: علم کے شرف کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ جس کے پاس علم نہ ہو وہ بھی اس کا دعوٰی کرتا ہے اور جب اسے علم کی طرف منسوب کیا جائے تو خوش ہوتا ہے جبکہ جہالت کی برائی کے لئے یہی کافی ہے کہ جو شخص جہالت میں مبتلا ہو وہ بھی اس سے براءت ظاہر کرتا ہے اور اسے جہالت کی طرف منسوب کیا جائے تو ناراض ہوتا ہے۔

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جس عالم کو علم عطا فرمایا ہے اُس سے یہ عہد بھی لیا ہے کہ وہ کسی سے علم نہ چھپائے گا۔[1]

ایک بزرگ نے کسی شخص کو دعا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں ان لوگوں میں سے بنائے جو علم کو عمل کے لئے حاصل کرتے ہیں نہ کہ محض آگے بیان کرنے کے لئے اور جو اپنے علم کی حقیقت کو اپنے عمل سے ظاہر کرتے ہیں۔

علم کو تجارت بنانے والے:

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میری امت کی خرابی بُرے علماء کے سبب ہے جو علم کو تجارت بنالیں گے اور اسے بیچیں گے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کی تجارت کو نفع بخش نہ بنائے۔[2]

مختلف علوم کے حامل:

حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ حجاج بن یوسف جب عراق آیا تو میں اس کے پاس گیا۔ اس نے میرا نام پوچھا، میں نے نام بتایا۔ پھر اس نے کہا: اے شعبی! تمہارے پاس قرآنِ پاک کا کتنا علم ہے؟ میں نے جواب دیا: یہ علم مجھ ہی سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس نے پوچھا: عِلمِ فرائض (وراثت) کے بارے میں کتنا جانتے ہو؟ میں نے کہا: یہ علم تو مجھ پر

---

1 ...مسند الفردوس، ٢/٣٣٢، حدیث: ٦٦١٩

2 ...کنز العمال، کتاب العلم من قسم الاقوال، باب فی آفات العلم، ١٠/ ٨٩، حدیث: ٢٩٠٧٠

ختم ہے۔اس نے پھر سوال کیا:لوگوں کے نسب کے علم میں تمہارا کیا مقام ہے؟میں نے کہا:میں اس علم میں فیصلہ کرنے والا ہوں۔حجاج نے پوچھا:عِلمِ شعر کے بارے میں بھی کچھ جانتے ہو؟میں نے جواب دیا:میں تو چلتا پھرتا دیوان ہوں۔حجاج بن یوسف نے کہا:اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے باپ پر رحمت کرے۔پھر اس نے میرا وظیفہ مقرر کیا اور مجھے میری قوم کا سردار بنادیا۔جب میں اس کے پاس گیا تو ہمدان کے کنگال اور مفلس لوگوں میں سے ایک تھا اور جب وہاں سے واپس آیا تو ان کا سردار بن چکا تھا۔

میں نہیں جانتا:

ہیثم بن جمیل کا بیان ہے کہ میں حضرت سیِّدُنا امام مالک بن انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سے 48 مسائل پوچھے گئے تو آپ نے ان میں سے 32 کے جواب میں فرمایا:"لَا اَدْرِی یعنی میں نہیں جانتا۔"

حضرت سیِّدُنا امام اوزاعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ عیسائیوں کے مردے رکھنے کے تابوتوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کفار کی بدبو کے باعث تکلیف کی شکایت کی۔اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف الہام فرمایا کہ عُلَمَائے سوء(یعنی بُرے علما)کے پیٹ اس سے بھی زیادہ بدبودار ہیں۔

آسمان و زمین کے فرشتوں کی لعنت:

حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ارشاد فرمایا:جو بغیر علم کے لوگوں کو فتوٰی دے آسمان و زمین کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔

ہر فن مولیٰ:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسلم ہذلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی خلیفۂ بغداد مہدی کے دربار میں قاریوں کی جماعت کے ساتھ گئے اور 10 ہزار درہم کا انعام لے کر نکلے، پھر ماہر تیر اندازوں کے گروہ میں شامل ہو کر تشریف لائے اور 10 ہزار درہم کے حق دار ٹھہرے، اس کے بعد جب قوالوں اور ستار بجانے والوں کی دربار میں حاضری ہوئی تو آپ اس گروہ کے ساتھ بھی دربار میں گئے اور 10 ہزار درہم لائے، پھر جب واعظین کو طلب کیا گیا تو آپ اس جماعت میں بھی شامل تھے اور آپ کو 10 ہزار درہم مزید دیئے گئے۔خلیفۂ بغداد مہدی آپ کی اس کمال ہمہ دانی (علم و ہنر کی ایسی واقفیت) پر حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے آپ جیسا ہر فن مولیٰ آج تک نہیں دیکھا۔

حصولِ علم پر صبر کی برکت:

حکما کی ایک جماعت ایک شخص سے تنگ آکر ایک گھر میں چھپ گئی۔ حصولِ علم کے جذبے کے تحت یہ شخص اس گھر کی چھت پر چڑھ گیا اور روشن دان میں سے ان کی باتیں سننے لگا، اس دوران برف باری شروع ہو گئی لیکن اس شخص نے اس پر صبر کیا۔ اس عمل کی برکت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے حکما کا امام بنا دیا یہاں تک کہ جب حکما کے درمیان کسی بات میں اختلاف ہوتا تو فیصلے کے لئے اس کے پاس حاضر ہوتے تھے۔

حافظے کی کمزوری کا علاج:

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا وکیع بن جراح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی تو آپ نے ارشاد فرمایا: گناہوں کو ترک کر دو، تمہارا حافظہ مضبوط ہو جائے گا۔ اس شخص نے آپ کی اس نصیحت کو درج ذیل اشعار کی صورت میں قلم بند کر دیا:

شَکَوْتُ اِلٰی وَکِیْعٍ سُوْءَ حِفْظِیْ فَاَرْشَدَنِیْ اِلٰی تَرْکِ الْمَعَاصِیْ
وَذٰلِكَ اَنَّ حِفْظَ الْعِلْمِ فَضْلٌ وَفَضْلُ اللہِ لَا یُؤْتٰی لِعَاصِیْ

ترجمہ: میں نے حضرت وکیع سے خرابیٔ حافظہ کی شکایت کی تو آپ نے مجھے گناہوں سے بچنے کی نصیحت فرمائی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علم کو یاد کرنا فضلِ خداوندی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل گناہ گار کو نہیں ملتا۔

قوتِ حافظہ کے لئے وظائف:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا فرمان ہے: اگر تم اس بات کے خواہش مند ہو کہ سب لوگوں سے زیادہ قوتِ حافظہ کے مالک بن جاؤ تو قرآنِ مجید یا کوئی کتاب اٹھاتے وقت یا سبق کی ابتدا کرتے ہوئے یہ دعا پڑھ لیا کرو: بِسْمِ اللہِ وَسُبْحٰنَ اللہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ عَدَدَ کُلِّ حَرْفٍ کُتِبَ وَیُکْتَبُ اَبَدَ الْاٰبِدِیْنَ وَدَھْرَ الدَّاھِرِیْنَ وَصَلَّی اللہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ۔[1]

1 ...ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع، اسی کے لئے پاکی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ سب سے بڑا ہے، نیکی کرنے کی طاقت اور بُرائی سے بچنے کی توفیق اللہ بلند و برتر ہی کی طرف سے ہے، اُن تمام حروف کی گنتی کے برابر جو لکھے گئے اور ہمیشہ لکھے جاتے رہیں گے اور درود و سلام ہو ہمارے سردار محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اور ان کے آل و اصحاب پر۔

منقول ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنا پڑھا ہوا ایک حرف بھی نہ بھولے اسے چاہیے کہ مطالعہ کرنے سے پہلے یہ کلمات کہہ لے: اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا حِکْمَتَکَ وَانْشُرْ عَلَیْنَا رَحْمَتَکَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام۔[1]

جو شخص قوتِ حافظہ میں ترقی کا خواہش مند ہے اسے چاہیے کہ ہر فرض نماز کے بعد یہ کہا کرے: اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ الْحَقِّ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَکَفَرْتُ بِمَا سِوَاہُ۔[2]

حضرت سیِّدُنا شیخ صالح شہاب الدین احمد بن موسیٰ بن عجیل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے فوائد میں قوتِ حافظہ کے بارے میں منقول ہے کہ روزانہ 10 مرتبہ درج ذیل کلمات پڑھا کرے: فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ یَارَبَّ مُوْسٰی وَھَارُوْنَ وَیَارَبَّ اِبْرَاھِیْمَ وَیَارَبَّ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَلْزِمْنِیَ الْفَھْمَ وَارْزُقْنِیَ الْعِلْمَ وَالْحِکْمَۃَ وَالْعَقْلَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔[3]

بیٹے کے انتقال پر بھی حصولِ علم کا ناغہ نہ کیا:

حضرت سیِّدُنا امام ابو یوسف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میرے بیٹے کا انتقال ہو گیا تو میں نے ایک شخص کو اسے دفن کرنے کی ذمہ داری سونپ دی اور حضرت سیِّدُنا امام ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی مجلس سے نہ گیا کہ کہیں آج کے سبق کا ناغہ نہ ہو جائے۔

سیِّدُنا امام بخاری عَلَیْہِ الرَّحمہ کی حدیث دانی:

حضرت سیِّدُنا محمد بن اسحاق بن خزیمہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے آسمان کے نیچے حضرت سیِّدُنا محمد بن اسماعیل بخاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی سے بڑھ کر کوئی حدیث کا عالم اور حافظ نہیں دیکھا یہاں تک کہ کہا جاتا تھا کہ جس حدیث کو محمد بن اسماعیل نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں ہے۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن اسماعیل بخاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی نے فرمایا: مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں جبکہ دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں

1 ... ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم پر علم و حکمت کو کھول دے اور ہم پر اپنی رحمت نازل فرما! اے عظمت و بزرگی والے!۔

2 ... میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لایا جو واحد، یکتا، حق ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا ہر ایک (کی عبادت) کا انکار کرتا ہوں۔

3 ... ترجمہ: ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا اور داؤد کے ساتھ پہاڑ مسخّر فرما دیئے کہ تسبیح کرتے اور پرندے اور یہ ہمارے کام تھے۔ اے زندہ اور قائم رہنے والے! اے موسیٰ و ہارون و ابراہیم و محمد عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے رب! اپنی رحمت سے مجھے علم و فہم اور حکمت و عقل کی دولت سے مالا مال فرما اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے۔

یاد ہیں۔ مزید فرمایا: میں نے جب بھی اپنی کتاب (صحیح بخاری) میں کوئی حدیث لکھنے کا ارادہ کیا تو اس سے پہلے غسل کیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ میں نے اس کتاب میں موجود حدیثوں کو چھ لاکھ حدیثوں میں سے منتخب کیا، سولہ سال کے عرصے میں اس کتاب کو تصنیف کیا اور یہ کتاب میرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان حجت ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَاحِد نے فرمایا کہ ہم لوگ حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کو علم سکھانے آئے لیکن ہم نے ان سے علم حاصل کیا۔

سیِّدُنا لیث بن سعد کا مقام و مرتبہ:

حضرت سیِّدُنا لیث بن سعد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ان کی موت کے ساتھ ہی ان کا تمام علم دنیا سے رخصت ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی ان کی موت کے بعد مصر تشریف لائے تو فرمایا: اے لیث بن سعد! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْخَالِق سے بھی بڑے عالم تھے لیکن آپ کے ساتھ رہنے والوں نے آپ کو ضائع کر دیا۔

حضرت سیِّدُنا لیث بن سعد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ جب کسی عالم کی موت واقع ہوتی ہے تو اس کے ساتھ اس کا دو تہائی علم بھی دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اگرچہ لوگ لالچ کریں۔

منقول ہے کہ جب کسی عالم سے سوال پوچھا جائے تو تم اس کا جواب نہ دو کیونکہ ایسا کرنے میں سوال پوچھنے والے اور جس سے سوال پوچھا گیا ان دونوں کی توہین ہے۔

چار نامور علما:

حضرت سیِّدُنا امام زہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا کہ علما چار ہیں: (۱) مدینہ منورہ میں سیِّدُنا سعید بن مسیب (۲) کوفہ میں سیِّدُنا عامر شعبی (۳) بصرہ میں سیِّدُنا حسن بصری اور (۴) شام میں سیِّدُنا مکحول دمشقی رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ علما زمانے کے چراغ ہیں، ہر عالم اپنے وقت کا چراغ ہے جس سے اس زمانے کے لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا: کس شخص کو سب سے طویل عرصے تک ندامت ہو گی؟ ارشاد فرمایا: دنیا میں اسے جو ناشکرے آدمی کے ساتھ بھلائی کرے جبکہ آخرت میں حد سے تجاوز کرنے والے عالم کو۔

عِلمِ باری تعالیٰ اور عِلمِ مخلوق کی مثال:

منقول ہے کہ جب حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت سیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام جمع ہوئے تو ایک چڑیا آئی جس نے سمندر سے اپنی چونچ میں ایک قطرہ پانی لیا، حضرت سیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام کی ران پر آکر بیٹھی اور پھر اڑ گئی۔ حضرت سیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف دیکھ کر فرمایا: اے اللہ کے نبی! یہ چڑیا کہہ رہی ہے کہ اے موسیٰ! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو اپنے علم میں سے ایسا علم سکھایا ہے جسے خضر نہیں جانتے، خضر کو اپنے علم میں سے ایسا علم سکھایا ہے جسے آپ نہیں جانتے اور مجھے بھی اپنے علم کا کچھ ایسا حصہ سکھایا ہے جسے آپ دونوں حضرات نہیں جانتے۔ میرا، آپ کا اور خضر عَلَیْہِ السَّلَام کا علم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم کے مقابلے میں ایسا ہی ہے جیسے اس سمندر کے مقابلے میں یہ قطرہ[1]۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ
(پ۳، البقرۃ: ۲۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے۔

ایک اور مقام پر فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ
(پ۲۹، المدثر: ۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

40 ہزار مخلوقات:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے 40 ہزار مخلوقات پیدا فرمائیں، انسان اور جنات ان میں سے دو مخلوقات ہیں جبکہ ان کے علاوہ باقی کو صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی جانتا ہے۔

زمین و آسمان کو نگلنے والا چوپایا:

حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! تو نے آسمان و

[1] ...یہاں حقیقت نہیں بلکہ مجاز مراد ہے جیسا کہ سیِّدی اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فتاوٰی رضویہ، جلد 14، صفحہ 377 پر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "بلاشبہہ حق یہی ہے کہ تمام انبیاء و مُرسلین و ملائکہ مُقرَّبین و اوّلین آخرین کے مجموعہ علوم مل کر علمِ باری سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو ایک بوند کے کروڑویں حصہ کو کروڑوں سمندروں سے ہے۔"

زمین سے ارشاد فرمایا تھا: دونوں حاضر ہوں خوشی سے چاہے ناخوشی سے، اس پر دونوں نے عرض کی تھی کہ ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے، اگر آسمان وزمین تیری اطاعت نہ کرتے تو تُو ان کے ساتھ کیا سلوک فرماتا؟ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! میں اپنے چوپایوں میں سے ایک کو حکم دیتا کہ وہ آسمان وزمین دونوں کو نگل لے۔ حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا: یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! وہ چوپایا کہاں ہے؟ ارشاد ہوا: وہ چوپایا میری چراگاہوں میں سے ایک میں موجود ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! وہ چراگاہ کہاں ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ چراگاہ میرے علم میں ہے جسے میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

کبھی نافرمانی نہ کرنے والی مخلوق:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم غور وفکر میں مشغول تھے۔ ارشاد فرمایا: تم لوگ کس چیز میں غور کر رہے ہو؟ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق میں غور وفکر کرو لیکن اس کی ذات کے بارے میں غور نہ کرو کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے سرزمینِ عرب کے ایک کنارے پر ایک جگہ پیدا فرمائی ہے جسے بیضاء کہا جاتا ہے، سورج اس زمین کو40دن میں طے کرتا ہے، اس زمین میں ایسی مخلوق موجود ہے جس نے پلک جھپکنے کی مقدار بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہیں کی۔ میں نے عرض کی: یا رسولَ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ابلیس ان میں کہاں ہے؟ ارشاد فرمایا: انہیں ابلیس کے بارے میں علم ہی نہیں ہے کہ وہ پیدا بھی کیا گیا ہے یا نہیں۔ پوچھا: کیا یہ انسانوں میں سے ہیں؟ ارشاد فرمایا: انہیں حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں علم نہیں ہے کہ وہ پیدا کئے گئے ہیں یا نہیں۔ [1]

یہ تمام ان چیزوں میں سے ہیں جنہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے علمِ غیب میں تیار کر رکھا ہے۔ اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے، تو پاکی ہے اسے جس کے ہاتھ ہر چیز کا قبضہ ہے اور اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔

اپنے علم پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے:

حضرت سیِّدُنا قتادہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اگر ہم میں سے کسی کے لئے اپنے پاس موجود علم پر اکتفا کرنا درست ہوتا تو حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام ایسا کرتے لیکن انہوں نے بھی حضرت سیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا:

---

1 ...العظمة، ماذكر من كثرة عبادة اللّٰه... الخ، ص٣٢٥، حديث: ٩٦٠

هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ (پ۱۵، الکہف: ۶۶)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھادو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔

علم سے متعلق متفرق اقوال:

دانا لوگوں کا قول ہے: افضل ترین علم یہ ہے کہ عالم اپنے علم کی حد پر ٹھہر جائے (یعنی اپنے علم سے بڑھ کر باتیں نہ کرے)۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ علم وہ نہیں جو کتابوں میں موجود ہے بلکہ علم تو وہ ہے جو سینوں میں محفوظ ہے۔ علم عہدۂ صدارت تک لے جاتا ہے۔ جو شخص علم کے لئے تواضع اختیار کرے گا وہ علم کو پالے گا اور جو تواضع نہ کرے وہ علم کے حصول میں ناکام رہے گا۔ جس کا علم روشن ہو گا اس کا چہرہ بھی روشن ہو گا اور جو علم کے ذریعے مال حاصل نہ کرے تو علم کی بدولت اس کا چہرہ خوبصورت ہو جائے گا۔ علم نور و ہدایت جبکہ جہالت گمراہی و ہلاکت ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا: عالِم جاہل کو پہچانتا ہے جبکہ جاہل عالم کو نہیں پہچانتا کیونکہ عالِم پہلے جاہل تھا جبکہ جاہل کبھی عالِم نہیں رہا۔

چار چیزیں سردار بنا دیتی ہیں:

منقول ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو سردار بنا دیتی ہیں: علم، ادب، سچائی اور امانت۔

ایک قول کے مطابق سب سے زیادہ علم کو طلب کرنے والے عراق کے لوگ ہیں۔

عِلمِ نحو کی اہمیت:

حضرت سیِّدُنا حماد بن سلمہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے فرمایا: جو شخص علم حدیث تو طلب کرے لیکن نحو نہ جانتا ہو اس کی مثال گدھے جیسی ہے جس پر ٹوکرا تو رکھا ہو لیکن اس میں جو نہ ہوں۔

ایک دیہاتی شخص بازار میں گیا تو لوگوں کو اعرابی غلطیاں کرتے ہوئے دیکھا، اس پر متعجب ہو کر کہا: سُبْحٰنَ الله! یہ لوگ اعرابی غلطیاں کرنے کے باوجود نفع پا رہے ہیں۔

ابو مسلم نے اپنے ایک سپہ سالار سے بات چیت کی تو اسے گفتگو میں غلطی کرتے پایا، اس سے کہا: تم عربی کیوں نہیں سیکھتے؟ اس نے جواب دیا: میں نے سنا ہے کہ اسے سیکھنے والے کی گفتگو کم ہو جاتی ہے۔ کہا: تمہاری خرابی ہو! درستی کے ساتھ تمہارا قلیل کلام کرنا غلطی کے ساتھ کثیر گفتگو سے بہتر ہے۔

منقول ہے کہ جاہل کے ساتھ رہنا عاقل کے لئے مرض کی طرح ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابو اسود دؤلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے فرمایا: جب تم کسی عالم کو سزا دینا چاہو تو اسے جاہل سے ملا دو۔

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے کہا: میں سب لوگوں سے زیادہ فصیح ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کہو۔ اس نے کہا: تو پھر ایک جملے میں مجھے نصیحت فرمایئے۔ ارشاد فرمایا: وہ ایک جملہ یہ ہے کہ ابو جہل کی کنیت مسلمانوں نے ابو جہل رکھی جبکہ قریش اسے ابو الحکم کہا کرتے تھے۔ حضرت سیِّدُنا حسان بن ثابت نے اسی سے متعلق فرمایا:

اَلنَّاسُ کَنُّوْهُ اَبَا حَكَمٍ وَاللهُ كَنَّاهُ اَبَا جَهْلٍ

ترجمہ: لوگوں نے اس کی کنیت ابو الحکم رکھی جبکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے ابو جہل کہا۔

ادب کا بیان:

ایک دانا کا قول ہے کہ عقل کو کچھ نہ کچھ ادب کی ضرورت ہوتی ہے جیسے بدن کو قوت کے حصول کے لئے کھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا فرمان ہے: ادب حاجت کے وقت خزانہ، مُرَوَّت پر مدد گار، مجلس میں رفیق اور تنہائی میں انس پہنچانے والا ہے۔ اس کے ذریعے کمزور دلوں کو آباد کیا جاتا ہے، مردہ عقلوں کو زندگی ملتی ہے اور طلب کرنے والے اسی کے ذریعے اپنی مرادوں کو پاتے ہیں۔

منقول ہے کہ عقل بلا ادب ایسے ہے جیسے بہادر انسان اسلحے کے بغیر۔

ادب کا بیٹا:

منقول ہے کہ ایک شخص نے مامون رشید کے سامنے بہت اچھا کلام کیا تو مامون نے پوچھا: تم کس کے بیٹے ہو؟ اس نے جواب دیا: اے امیر المومنین! میں ادب کا بیٹا ہوں۔ مامون رشید نے کہا: تم نے بہت اچھے نسب کی طرف نسبت اختیار کی ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ آدمی کی شناخت اس کے کام سے ہوتی ہے نہ کہ خاندان سے۔ شاعر کہتا ہے:

كُنِ ابْنَ مَا شِئْتَ وَاكْتَسِبْ اَدَبًا يُغْنِيْكَ مَحْمُوْدُهٗ عَنِ النَّسَبِ

اِنَّ الْفَتٰى مَنْ يَّقُوْلُ هَا اَنَا ذَا لَيْسَ الْفَتٰى مَنْ يَّقُوْلُ كَانَ اَبِىْ

ترجمہ: تم چاہے جس کے بیٹے بھی ہو ادب حاصل کرو، اس کی اچھائی تمہیں نسب سے بے نیاز کردے گی۔ مَردوہ ہے جو یہ کہے کہ

میں یہ ہوں، وہ نہیں جو کہے کہ میرا باپ ایسا تھا۔

ادب کی برکات اور اس سے متعلق اقوال:

ایک دانا کا قول ہے: جو شخص زیادہ باادب ہو وہ زیادہ عزت و شرف پالیتا ہے اگرچہ وہ گھٹیا خاندان سے تعلق رکھتا ہو، گمنام ہونے کے باوجود اس کی شہرت ہو جاتی ہے، غریب ہونے کے باوجود وہ سردار بن جاتا ہے اور فقیر ہونے کے باوجود لوگ اپنی ضروریات کے سلسلے میں اس کے محتاج ہو جاتے ہیں۔

منقول ہے کہ فضیلت کا باعث عقل و ادب ہیں نہ کہ خاندان اور حسب نسب۔ کہا جاتا ہے کہ آدمی کی پہچان اپنی فضیلت، کمال اور آداب سے ہوتی ہے نہ کہ اپنے قبیلے، خوبصورتی اور کپڑوں سے۔

ایک شخص سے پوچھا گیا: تمہیں ادب کس نے سکھایا؟ اس نے جواب دیا: میں نے جاہل کی جہالت کو برا پایا تو اس سے بچنے لگا اور یوں میں نے ادب سیکھ لیا۔

جو شخص اپنی اولاد کے بچپن میں اسے ادب سکھاتا ہے اولاد کے بڑے ہونے کے بعد اسے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جو ادب سیکھتا ہے تو اس کے ذریعے مال اور عزت بھی حاصل کرلیتا ہے۔ سب سے اچھی خصلت ادب جب کہ بدترین کلام جھوٹ ہے۔

بقراط سے پوچھا گیا: جس کے پاس ادب ہو اور جس کے پاس نہ ہو ان کے درمیان کیا فرق ہے؟ جواب دیا: ان کے درمیان ویسا ہی فرق ہے جیسا کہ حیوانِ ناطق (انسان) اور بے زبان جانوروں کے درمیان ہے۔

ادب غلاموں کو تخت نشین بنادیتا ہے:

حضرت سیِّدُنا ابو العالیہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھالیا جبکہ قریش کے مردوں کو زمین پر بٹھایا۔ جب آپ نے دیکھا کہ ایسا کرنے کے سبب وہ آپ کو ناراضی سے دیکھ رہے ہیں اور ان کے چہرے کے رنگ بدل گئے ہیں تو ارشاد فرمایا: تم لوگ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہو جیسے کوئی لالچی شخص اپنے مفلس قرضدار کو دیکھتا ہے، ادب کی یہی شان ہے کہ یہ چھوٹوں کو بڑوں پر فضیلت دیتا، غلام کو آقا سے بلندی عطا فرماتا اور تخت پر بٹھادیتا ہے۔

جالینوس کا قول ہے کہ کسی گھٹیا نسب والے شخص کا بیٹا بھی اگر ادب والا ہو تو اس کے باپ کے نسب کی کمی اس کے مقام و مرتبے میں اضافہ ہی کرتی ہے جبکہ کسی شریف النسب شخص کا بیٹا اگر صاحبِ ادب نہ ہو تو اس کے باپ کے نسب کی شرافت اس کی تنزلی میں ہی اضافہ کرتی ہے۔

منقول ہے: سب سے اچھا ادب یہ ہے کہ آدمی اپنے ادب پر فخر نہ کرے۔

غریب کون؟

حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ میں غریب ہوں۔ ارشاد فرمایا: ہر گز نہیں، غریب تو وہ شخص ہے جس کے پاس ادب کی دولت نہ ہو۔

منقول ہے کہ اگر تم ادب سے محروم ہو تو خاموشی کو لازم پکڑ لو کہ یہ بھی بہت بڑا ادب ہے۔

منقول ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو سردار بنا دیتی ہیں: علم، ادب، سچائی اور امانت۔

ایک دانا کا قول ہے کہ پانچ چیزوں کی تکمیل پانچ سے ہوتی ہے: حسب نسب کی ادب سے، خوبصورتی کی حلاوت یعنی مٹھاس سے، مال داری کی سخاوت سے، طاقت کی جرأت مندی سے اور جہاد کی توفیق سے۔

باب نمبر5: حکمت و ادب سے بھرپور اقوال

۔۔۔ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے طاعت و فرمانبرداری الہام فرماتا، قناعت سے مالا مال کرتا، دین کی سمجھ عطا کرتا، یقین کی دولت سے نوازتا، تھوڑے رزق پر کفایت دیتا اور پاک دامنی عطا فرماتا ہے اور جس کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ بُرائی کا ارادہ فرماتا ہے اُسے مال کی محبت میں مبتلا کر دیتا، اس کی امیدوں کو اس کے لئے کشادہ کر دیتا، اسے دنیا میں مشغول کر دیتا، اسے نفسانی خواہشات کے سپرد کر دیتا ہے پھر وہ فساد اور لوگوں پر ظلم کرنے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ۔۔۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات پر بھروسا کرنا سب سے پاکیزہ امید اور کامل عمل ہے۔ ۔۔۔ جس کا دین اس کے لئے نصیحت نہ ہو اُسے نصیحتیں فائدہ نہیں پہنچاتیں۔ ۔۔۔ جو فساد سے خوش ہوتا ہے اُس کی آخرت خراب ہوتی ہے۔ ۔۔۔ آدمی وہی کاٹتا ہے جو بوتا ہے اور اسی کی جزا پاتا ہے جو کرتا ہے۔ ۔۔۔ تجھے تیری صحت و تندرستی اور کل کی امید دھوکے میں نہ ڈالے کیونکہ زندگی بہت مختصر ہے اور تندرستی ہمیشہ نہیں رہتی۔ ۔۔۔ جو نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا ہے وہ اپنے دین کو دنیا کے بدلے بیچ دیتا ہے۔ ۔۔۔ علوم کا ثمرہ علم پر عمل کرنا ہے۔ ۔۔۔ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی

رضا پر راضی رہتا ہے اُسے کوئی ناراض نہیں کرتا۔ ﴿﴾... جو عطائے الٰہی پر قناعت کرتا ہے اُس میں حسد داخل نہیں ہوتا۔
﴿﴾... لوگوں میں سے سب سے افضل وہ ہے جس کی خواہش اُس کے دین کو خراب نہ کرے۔ ﴿﴾... لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے دل سے حرص کو نکال دے اور اپنے رب کی اطاعت میں خواہش نفس کی پیروی نہ کرے۔ ﴿﴾... حق کی حمایت بزرگی اور باطل کی حمایت حد سے بڑھنا ہے۔ ﴿﴾... بخیل اپنی نعمت کا دربان اور اپنے ورثا کا خازن ہوتا ہے۔
﴿﴾... جو طمع میں پڑتا ہے وہ تقویٰ و پرہیز گاری کو کھو بیٹھتا ہے۔

﴿﴾... حیا چلی جائے تو مصیبت گلے پڑتی ہے۔ ﴿﴾... جو علم نفع نہ دے وہ ایسی دوا کی طرح ہے جو فائدہ نہ پہنچائے۔
﴿﴾... یہ بات آدمی کی جہالت سے ہے کہ اپنے نفس کی پیروی کرکے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرے اور دنیاوی عزت کے لئے خود کو ذلیل کرے۔ ﴿﴾... زمانے تین ہیں: **ایک** وہ جو گزر گیا پھر لوٹ کر تیری طرف نہیں آئے گا، **دوسرا** وہ جس میں تُو ہے جو تجھ پر ہمیشہ نہیں رہے گا اور **تیسرا** آنے والا جس کا حال تُو نہیں جانتا اور نہ تُو یہ جانتا ہے کہ اُس میں تیرے ساتھ کون ہوگا۔ ﴿﴾... جو دنیاوی عطاؤں پر بہت زیادہ خوش ہوتا ہے وہ مصائب میں بہت زیادہ گھبراتا ہے۔
﴿﴾... بغیر وصیت کے رات نہ گزارو اگرچہ تمہارا جسم تندرست اور عمر لمبی ہو۔ ﴿﴾... بُرے شخص کو اپنے اچھے کاموں سے نصیحت کرو اور بھلائی پر اپنے اچھے اخلاق کے ذریعے راہنمائی کرو۔ ﴿﴾... فضول گوئی سے بچو کیونکہ یہ تمہارے چھپے ہوئے عیبوں کو ظاہر کرتی اور تمہارے خاموش دشمن کو متحرک کرتی ہے۔ ﴿﴾... جلد باز کو خوشی نہیں ملتی، غصیلے کو سرور نہیں ملتا اور بیزار شخص کو کوئی دوست نہیں ملتا۔ ﴿﴾... اچھی نیت عبادت اور اچھے طریقے سے بیٹھنا حکمت ہے۔
﴿﴾... جس کے اچھے اخلاق میں اضافہ ہوتا ہے اس کا دنیاوی حصہ کم ہو جاتا ہے۔ ﴿﴾... جو زمانے پر اعتماد کرتا ہے زمانہ اُس سے خیانت کرتا ہے۔ ﴿﴾... لوگوں سے سب سے زیادہ محبت کرنے والا وہ ہے جو اُن سے اچھے طریقے سے ملتا ہے۔
﴿﴾... آدمی کا دین اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک اُس میں چار خصلتیں نہ ہوں: (۱)...لوگوں کے پاس جو ہے اُس سے اپنی امید ختم کرلے (۲)... گالی سن کر صبر کرے (۳)...لوگوں کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور (۴)...**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے وعدوں پر یقین رکھے۔

﴿﴾... حسد سے بچو کیونکہ یہ دینداری کو خراب، یقین کو کمزور اور مُرَوَّت کو ختم کرتا ہے۔ ﴿﴾... افلاطون سے پوچھا گیا کہ کون سی شے ایسی ہے جسے کہنا اچھا نہیں اگرچہ وہ حق ہو؟ اس نے کہا: انسان کا اپنی تعریف کرنا۔ ﴿﴾... چار چیزیں

چار چیزوں کی طرف لے جاتی ہیں:(۱)...خاموشی سلامتی کی طرف(۲)...نیکی بزرگی کی طرف(۳)... سخاوت سرداری کی طرف اور(۴)...شکر نعمت کی زیادتی کی طرف۔ ❀...جس کی تدبیر فاسد ہوتی ہے وہ اپنی کوشش کو ضائع کرتا ہے۔ ❀...غفلت جہالت کا نتیجہ ہے۔ ❀...قوت کی آفت دشمن کو کمزور سمجھنا، نعمت کی آفت بُرے طریقے سے احسان جتانا اور گناہ کی آفت گناہ کے بعد حسن ظن رکھنا ہے۔ ❀...دوراندیشی آرا کی سردار اور غفلت سب سے بڑی دشمن ہے۔ ❀...جو حیلہ ترک کردیتا ہے اُسے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ❀...جو اپنے دشمن سے غافل ہوتا ہے اُسے فریب جگاتا ہے۔ ❀...جو کمتر و گھٹیا لوگوں کو قریب اور شریف و معزز لوگوں کو دور کرے تو وہ ذلت و رسوائی کا مستحق ہے۔ ❀...جو معاف کرتا ہے اُسے فضیلت ملتی ہے، جو غصہ پی جاتا ہے اُسے بُردباری حاصل ہوتی ہے اور جسے بُردباری حاصل ہوتی ہے اُسے صبر حاصل ہو جاتا ہے اور جسے صبر حاصل ہو جاتا ہے اُسے کامیابی ملتی ہے۔ ❀...جس نے چار باتوں کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھا اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے جہنم پر حرام کردے گا:(۱)...غصے کے وقت (۲)...کسی چیز کی رغبت کے وقت(۳)...خوف کے وقت اور(۴)...شہوت کے وقت۔

❀...جو آخرت کے عمل کے بدلے دنیا طلب کرتا ہے اُسے دونوں جہان میں خسارہ ملتا ہے اور جو دنیا کے عمل کے بدلے آخرت طلب کرتا ہے اُسے دونوں جہان میں فائدہ ہوتا ہے۔ ❀...آدمی کا کلام اُس کی فضیلت کا بیان اور عقل کا ترجمان ہوتا ہے لہٰذا اسے اچھی اور تھوڑی بات تک ہی محدود رکھو۔ ❀...آدمی اپنے کلام کے ذریعے پہچانا جاتا اور اپنے کام کے ذریعے معروف ہوتا ہے لہٰذا دُرست بات کہو اور اچھا کام کرو۔ ❀...جو اپنے آپ کو پہچان لے، اپنی زبان کی حفاظت کرے، فضول کاموں میں نہ پڑے اور اپنے مسلمان بھائی کی آبروریزی نہ کرے تو وہ ہمیشہ سلامت رہتا اور اُسے ندامت کم اٹھانا پڑتی ہے۔ ❀...خاموشی اختیار کرو اور سچے بن کر رہو کیونکہ خاموشی حفاظت کرنے والی اور سچائی عزت دلانے والی ہے۔ ❀...جو زیادہ بولتا ہے لوگ اُس سے اُکتا جاتے ہیں اور جو زیادہ سوال کرتا ہے وہ محروم رہتا ہے۔ ❀...جو اپنے مسلمانوں بھائیوں کو حقیر و ذلیل جانتا ہے وہ خود ذلیل و رسوا ہوتا ہے اور جو سلطان پر جرأت کرتا ہے وہ قتل کردیا جاتا ہے۔ ❀...جو اپنے پڑوسیوں کو ذلیل کرتا ہے اُسے عزت نہیں ملتی اور جو اپنے بھائیوں کو محروم کرتا ہے اُسے نیک بختی نہیں ملتی۔ ❀...بہترین عطا وہ ہے جو مانگنے سے پہلے مل جائے۔ ❀...جو سب سے زیادہ سوال سے بچتا ہو وہی لوگوں میں عطا کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ ❀...جس کا اخلاص اچھا ہو اُسے ضرور چنا جاتا ہے۔

۞...جو تمہارے ساتھ بُرے طریقے سے پیش آئے تم اُس کے ساتھ بُردباری کے ساتھ پیش آؤ۔۞...جو مال کے معاملے میں اپنی جان پر بخل کرتا ہے وہ اس مال کو اچھے طریقے سے اپنی بیوی پر خرچ کرنے پر ضرور مجبور ہوتا ہے۔۞...جو سخی کا پڑوس اختیار کرتا ہے وہ مفلس نہیں ہوتا۔۞...جس کی اصل پاک ہوتی ہے اُس کی فرع پاکیزہ ہوتی ہے۔۞...جو بھلائی کا انکار کرتا ہے وہ قطع تعلقی کے لائق ہو جاتا ہے۔۞...جو بھلائی کرکے احسان جتاتا ہے وہ شکریہ کا موقع ختم کر دیتا ہے۔۞...جو اپنے عمل پر خود پسندی کا اظہار کرتا ہے وہ اپنے اجر کو ضائع کرتا ہے۔

۞...جو اپنے نفس پر بُرائی سے راضی ہوتا ہے وہ اپنی اصلیت کی کمینگی اور گھٹیا پن پر گواہی دیتا ہے۔۞...جو تحفہ دے کر واپس لیتا ہے وہ اپنی کمینگی میں اضافہ کرتا ہے۔۞...جو ہمت والے کاموں میں آگے بڑھتا ہے وہ لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوتا ہے اور جس کی ہمت بڑی ہو اُس کی قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے۔۞...جس کا اخلاق بُرا ہو جائے اُس کا رزق تنگ ہو جاتا ہے۔۞...جو اپنی گفتگو میں سچ بولتا ہے اُس کی خوش اخلاقی میں اضافہ ہوتا ہے۔۞...جس کے لئے مال کا حصول آسان ہو جاتا ہے اُس کی طرف امیدیں متوجہ ہو جاتی ہیں۔۞...جو اپنے مال کے ذریعے سخاوت کرتا ہے اُس کی عزت ہوتی اور جو اپنی عزت کی سخاوت کرتا ہے اُسے ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔۞...بہترین مال وہ ہے جو حلال طریقے سے حاصل کیا جائے اور اُس سے سخاوت کی جائے جبکہ بدترین مال وہ ہے جو حرام طریقے سے حاصل کیا جائے اور گناہوں میں خرچ کیا جائے۔۞...افضل نیکی کسی غم زدہ اور پریشان حال کی مدد کرنا ہے۔۞...مروت کی تکمیل یہ ہے کہ تو اپنا حق بھول جائے لیکن خود پر دوسرے کا حق یاد رکھے اور خود سے صادر ہونے والی بُرائی کو بڑا جانے جبکہ دوسرے سے پہنچنے والی بُرائی کو چھوٹا سمجھے۔۞...قدرت پانے کے بعد معاف کرنا سب سے اچھے اخلاق میں سے ہے۔

۞...آدمی کی سخاوت اُسے دوستوں کے ہاں محبوب بنا دیتی ہے جبکہ بخل اُسے دوستوں کے ہاں قابل نفرت بنا دیتا ہے۔

۞...جو تمہارے ساتھ اچھائی کرے تم اُس کے ساتھ بُرائی نہ کرو اور جو تم پر احسان کرے تم اُسے تکلیف میں نہ ڈالو۔

۞...جس کا ظلم بڑھ جاتا اور دشمن زیادہ ہو جاتے ہیں تو اُس کی ہلاکت قریب آجاتی ہے۔۞...جس کی سرکشی بڑھ جاتی ہے اُس کے دشمن زیادہ ہو جاتے ہیں۔۞...وہ لوگ بدترین ہیں جو ظالم کی مدد کرتے اور مظلوم کو ذلیل ورسوا کرتے ہیں۔

۞...جو اپنے بھائی کے لئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گر جاتا ہے۔۞...جو سرکشی کی تلوار نکالتا ہے وہ اپنا سر تلوار کے لئے پیش کرتا ہے۔۞...جسے آنسو دیکھ کر بھی رحم نہیں آتا اُس سے نعمت چھین لی جاتی ہے۔۞...جس

کی غلطیاں کم نہیں ہوتیں اُس سے منصب لے لیا جاتا ہے۔ ❁ . . . ایسے شخص سے نہ لڑو جو تمہیں اپنے خوف سے حواس باختہ کر دے اور اپنی تلوار سے تمہیں تابع کر لے۔ ❁ . . . ایسی خاموشی جس سے سلامتی ملے اُس گفتگو سے بہتر ہے جس سے شرمندگی اٹھانی پڑے۔ ❁ . . . جو نامناسب گفتگو کرتا ہے اُسے ناپسندیدہ باتیں سننی پڑتی ہیں۔ ❁ . . . زبان کا زخم تلوار کے زخم سے زیادہ سخت ہے۔ ❁ . . . جاہل کی بکواس پر خاموش رہنا اس کے لئے بھرپور جواب اور اس کے لئے خوب تکلیف کا باعث ہے۔ ❁ . . . جو اپنی نفسانی خواہش کو مار دیتا ہے وہ اپنی مروت کو زندہ کرتا ہے۔ ❁ . . . جس کی جان پہچان بڑھ جاتی ہے اُس کی معلومات میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ ❁ . . . جو توبہ نہیں کرتا اُس کی خطا بڑھ جاتی ہے۔ ❁ . . . بغاوت و سرکشی سے بچو کیونکہ یہ آدمیوں کو گرا دیتی ہے۔ ❁ . . . بھلائی کرنے کے لحاظ سے لوگ چار طرح کے ہیں: **پہلی قسم** وہ ہے جو ابتداً بھلائی کرتی ہے، **دوسری** وہ ہے جو کسی کی پیروی میں بھلائی کرتی ہے، **تیسری** وہ ہے جو محرومی کے باعث بھلائی کو چھوڑ دیتی ہے اور **چوتھی** وہ ہے جو بھلائی کو ترک کرنا اچھا سمجھتی ہے۔ پہلی قسم کا فرد کریم، دوسری کا دانا، تیسری کا بدبخت اور چوتھی کا کمینہ ہے۔ ❁ . . . جو مصالحت کرتا ہے وہ سلامتی میں رہتا ہے، جو بھلائی کی طرف پیش قدمی کرتا ہے وہ فائدے میں رہتا ہے اور جو سوتا رہتا ہے وہ مراد کو نہیں پاتا۔ ❁ . . . جو ہمیشہ سُستی میں رہتا ہے اُس کی امید پوری نہیں ہوتی۔ ❁ . . . جلد باز خطا کرتا ہے اگرچہ بادشاہ بن جائے اور سنجیدگی و وقار سے کام کرنے والا درستی پر ہوتا ہے اگرچہ تباہ و برباد ہو جائے۔ ❁ . . . بھائیوں سے دشمنی رکھنا رسوائی کی علامت اور دوست سے بگاڑنا بے توفیقی ہے۔ ❁ . . . نرمی رزق کی کنجی ہے۔ ❁ . . . جو انجام پر نظر رکھتا ہے وہ مصیبت سے سلامت رہتا ہے۔ ❁ . . . جو جواب دینے میں جلدی کرتا ہے وہ درستی میں خطا کرتا ہے۔ ❁ . . . جو جلدی کرتا ہے وہ ٹھوکر کھاتا ہے۔

❁ . . . جس کی آرا کمزور ہوتی ہیں اُس کے دشمن قوی ہوتے ہیں۔ ❁ . . . جس کے فضائل کم ہوتے ہیں اُس کے ذرائع بھی کم ہوتے ہیں۔ ❁ . . . اپنے من کی چاہت پر جو چاہے کرنے والا بُری چیز کو پاتا ہے۔ ❁ . . . زیادہ جانچ پڑتال کرنے والا کم ہی ٹھوکر کھاتا ہے۔ ❁ . . . جو کوشش میں لگ جاتا ہے وہ اپنی ضد پر غالب آجاتا ہے۔ ❁ . . . کثیر مال حاصل کر کے فضول خرچی کرنے کے مقابلے میں حکمت عملی کے ساتھ تھوڑے مال کا حصول زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ ❁ . . . عاقل کا گمان جاہل کے یقین سے زیادہ صحیح ہوتا ہے۔ ❁ . . . وہ قلیل جس کی انتہا قابل تعریف ہو اُس کثیر سے بہتر ہے جس کا انجام بُرا ہو۔ ❁ . . . جو تمہارے اقتدار سے خوف کھاتا ہے وہ تمہاری موت کی تمنا کرتا ہے۔ ❁ . . . جاہل

سے مشورہ لوگے تو اپنے لئے باطل اختیار کروگے۔ ❁... جسے اپنی آراء ہی پسند آتی ہیں اُس کے دشمن غالب ہوتے ہیں۔ ❁... جو سیاست[1] نہیں کرسکتا وہ ریاست کو بھی نہیں چلا سکتا۔ ❁... اپنی کمزوری دشمن کو نہ بتاؤ کیونکہ وہ اس کمزوری کے ذریعے تمہیں گالی دے گا اور اس کے ذریعے تم میں لالچ رکھے گا۔ ❁... جو اپنے لئے عمل نہیں کرتا وہ لوگوں کے لئے عمل کرتا ہے۔ ❁... جو روزی کی تلاش میں صبر نہیں کرسکتا اُسے غربت پر صبر کرنا پڑتا ہے۔ ❁... جو اپنا راز ظاہر کردیتا ہے وہ اپنا معاملہ فاسد کردیتا ہے۔ ❁... دور اندیش وہ ہے جو اپنی چیز کی حفاظت کرے اور آج کا کام کل پر نہ چھوڑے۔ ❁... جو ناممکن چیز کی طلب میں پڑتا ہے وہ طویل تھکاوٹ میں مبتلا ہوتا ہے۔ ❁... ایسا دروازہ نہ کھولو جس کے بند کرنے سے عاجز آجاؤ اور ایسا تیر نہ پھینکو جو تمہاری طرف لوٹ کر آئے تو تم اسے روک نہ پاؤ۔ ❁... بُری تدبیر ہلاکت کا سبب ہے۔ ❁... جو تم سے اپنی زبان روک لے تم اُس سے اپنی تلوار روک لو۔ ❁... ایسے جاہل پر تعجب نہیں جو جاہل کی صحبت میں بیٹھتا ہے بلکہ ایسے عاقل پر تعجب ہے جو جاہل کی صحبت میں بیٹھتا ہے کیونکہ ہر شے اپنی ضد سے دور بھاگتی اور اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔ ❁... جب تقدیر غالب آتی ہے تو ہر تدبیر دھری رہ جاتی ہے۔ ❁... کتنے ہی ایسے ہیں جو خواہش کی جستجو میں ہلاک ہوگئے اور کتنے ہی ایسے ہیں جو دل میں آرزو لئے اس دنیا سے چلے گئے۔

❁... ہر انسان کا ایک محب ہوتا ہے جو اُس کی تعریف کرتا ہے اور ایک دشمن ہوتا ہے جو اُس کی عیب جوئی کرتا ہے۔ ❁... بھوک عاجز کرنے والی ہے۔ ❁... جھوٹا شخص مُتَّہَم ہوتا ہے اگرچہ اس کا لہجہ سچا اور دلیل واضح ہو۔ ❁... جو اپنی غیر مستقل مزاجی کا شکار بن جائے اس کے لئے سخت ہلاکت ہے۔ ❁... جو اپنی زندگی سے خوش نہیں ہوتا اُسے اپنے مرنے کا غم نہیں ہوتا۔ ❁... سب سے بڑا گناہ عیوب کو اچھا سمجھنا ہے۔ ❁... بزرگی بلند ہمتی سے ہوتی ہے نہ کہ کم ہمتی سے۔ ❁... جب ذلیل لوگ اقتدار میں آتے ہیں تو اہلِ فضیلت کی ہلاکت ہوتی ہے۔ ❁... جس کے اخلاق بُرے ہوں اُس سے جُدائی ہی اچھی ہے اور جس کے اخلاق اچھے ہوں اُس سے وصال اچھا ہے۔ ❁... ایسی محبت جو دوری کا باعث ہو ایسی قربت سے بہتر ہے جو بے وفائی کا سبب ہو۔ ❁... زبان ایسی کاٹنے والی تلوار ہے جس کے وار سے بچنا ممکن نہیں اور کلام ایسا نکلا ہوا تیر ہے جسے لوٹانا ممکن نہیں۔ ❁... جو اپنے پڑوسی کے گھر جھانکتا ہے وہ اس کی پردہ دری کرتا ہے۔ ❁... لوگوں میں سب سے زیادہ جاہل وہ ہے جس کی درستی کم اور خود پسندی زیادہ ہو۔ ❁... لوگوں میں بڑا

[1]... سیاست سے مراد اسلامی سیاست ہے۔ (علمیہ)

منافق وہ ہے جو دوسرے کو نیکی کا حکم دے لیکن خود عمل نہ کرے اور دوسرے کو گناہ سے روکے لیکن خود نہ رکے۔
۞۔۔۔ کسی پریشانی کو بھول جانے والا ایسا ہے جیسے اب اُسے کوئی غم نہیں اور مصیبت پر صبر کرنے والا ایسا ہے جیسے اب اُسے کوئی مصیبت نہیں۔ ۞۔۔۔ فضیلت شان و شوکت سے نہیں بلکہ کثرتِ آداب سے ہے۔ ۞۔۔۔ جس کی نفسانی خواہش بڑھ جاتی ہے اُس کی مروت کم ہو جاتی ہے۔ ۞۔۔۔ جو کسی شے سے پہچانا جاتا ہے وہ شے اُس کی طرف منسوب ہو جاتی ہے۔ ۞۔۔۔ جو کسی شے کا عادی ہوتا ہے وہ اس پر حریص ہوتا ہے۔ ۞۔۔۔ بحث و مباحثہ کے وقت لوگوں کا فضل ظاہر ہوتا ہے۔ ۞۔۔۔ جو اپنے کھانے کو مؤخر کرتا ہے وہ اس سے لذت حاصل کرتا ہے اور جو نیند کو مؤخر کرتا ہے وہ نیند سے خوشی محسوس کرتا ہے۔ ۞۔۔۔ ذلت و رسوائی کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے۔ ۞۔۔۔ فقر و محتاجی کی زیادتی گویا موت ہے اور لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانا بہت بڑی عار ہے۔ ۞۔۔۔ ایسا حق جس میں نقصان اٹھانا پڑے اُس باطل سے بہتر ہے جس میں آسانی ہو۔ ۞۔۔۔ کتنی ہی مرغوب چیزیں ایسی ہیں جن میں نقصان ہوتا ہے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور کتنی ہی خوف زدہ کرنے والی چیزیں ایسی ہیں جن میں فائدہ ہوتا ہے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

۞۔۔۔ پاؤں کی ٹھوکر سے صرف آدمی گرتا ہے جبکہ زبان کی ٹھوکر سے نعمت سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ ۞۔۔۔ مذاق کینے کا باعث ہے۔ ۞۔۔۔ جو بُردباری اختیار کرتا ہے وہ سردار بنتا ہے اور جو کسی شے کو سمجھتا ہے اُس کے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ ۞۔۔۔ عقل مندوں کی صحبت اختیار کرنا دلوں کی تعمیر کا باعث ہے۔ ۞۔۔۔ بُرا شخص وہ ہے جو حاسد کی صحبت اختیار کرتا ہے۔ ۞۔۔۔ کبھی بصارت سے محروم شخص کو درستی مل جاتی ہے اور بصارت والا اپنے قصد میں غلطی کر جاتا ہے۔ ۞۔۔۔ لوگوں سے ناامید ہونا اُن کے آگے جھکنے سے بہتر ہے۔ ۞۔۔۔ بلا ضرورت نہ ہنسنے اور معاملہ فہمی کے بغیر قدم اٹھانے سے بچنا چاہئے۔ ۞۔۔۔ جو چغلی کھاتا ہے وہ خود کو قریب والے سے تو بچا لیتا ہے لیکن دور والے کے نزدیک خود کو قابل نفرت بنا لیتا ہے۔ ۞۔۔۔ مشورہ لینا عین ہدایت ہے۔ ۞۔۔۔ جو اپنی من مانی کرتا ہے وہ خود کو خطرے میں ڈالتا ہے۔ ۞۔۔۔ سب سے بہترین مال داری لالچ کو چھوڑ دینا ہے۔ ۞۔۔۔ جس کے اخلاق بُرے ہوتے ہیں اُس کے اہل اُس سے تکلیف اٹھاتے ہیں۔ ۞۔۔۔ دوست سے حسد کرنا دوستی کے لئے بیماری ہے۔ ۞۔۔۔ لوگ اپنی عقلوں کے مطابق ہی راضی ہوتے ہیں۔ ۞۔۔۔ زمانۂ حال ہی تیری ساری دنیا ہے۔ ۞۔۔۔ جب تمہیں اپنے بھائی کی بُرائی معلوم ہو تو اسے چھپاؤ۔ ۞۔۔۔ بُرے تذکرے سے گمنامی بہتر ہے۔ ۞۔۔۔ عجلت ندامت کا باعث ہے۔ ۞۔۔۔ جس کی اصل میں

شرافت ہو اُس کا دل نرم ہوتا ہے اور جس کی عقل میں کمی ہو اُسے اپنی ذات زیادہ اچھی لگتی ہے۔ ۞... کبھی گمان سے بھی درستی حاصل ہو جاتی ہے۔ ۞... خود پسند کی کوئی رائے نہیں ہوتی اور متکبر کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔ ۞... راستے سے پہلے رفیق سفر کو اور گھر سے پہلے پڑوسی کو جانو۔ ۞... آدمی کسی سے دشمنی مول نہ لے کیونکہ آدمی اگر عاقل سے دشمنی مول لے گا تو اس کی حکمت سے بچنا پڑے گا اور اگر جاہل سے مول لے گا تو اُس کی جہالت سے بچنا پڑے گا۔ ۞... گناہ کے اعتراف کے ساتھ ہنسنے والا گناہ پر اترا کر رونے والے سے بہتر ہے۔

۞... جس کی خوشی کم ہوتی ہے موت اُس کے لئے راحت ہوتی ہے۔ ۞... خطا کرنے والے کو اس کی خطا بار بار یاد نہ دلاؤ کیونکہ وہ اگر تم سے استفادہ کر بھی لے گا تو بھی تمہیں اپنا دشمن جانے گا۔ ۞... ایسے کی مذمت سے حیا کرو کہ اگر وہ حاضر ہوتا تو تم اُس کی تعریف میں مبالغہ کرتے اور ایسے غائب کی مدح سے بھی احتراز کرو کہ اگر وہ حاضر ہوتا تو تم اُس کی مذمت میں جلدی کرتے۔ ۞... نفع محبت کا باعث اور نقصان بغض کا سبب ہے۔ ۞... مخالفت عداوت کا سبب اور پیروی الفت کا باعث ہے۔ ۞... عدل وانصاف لوگوں کے دلوں میں گھر کرنے کا باعث ہے جبکہ ظلم اس کے برعکس ہے۔ ۞... حُسنِ اخلاق دوستی کا اور بد اخلاقی دوری کا باعث ہے۔ ۞... خندہ پیشانی سے ملنا اُنسیت کا سبب اور تنگ دلی سے ملنا وحشت کا باعث ہے۔ ۞... عاجزی بلندی عطا کرتی ہے۔ ۞... سخاوت تعریف کا باعث ہوتی ہے۔ ۞... تکبر لوگوں کے بغض کا سبب ہوتا ہے۔ ۞... لاپروائی ضائع ہونے کا باعث ہے۔ ۞... دور اندیشی خوشی کا باعث ہوتی ہے۔ ۞... محتاط رہنے والا شخص سلامت رہتا ہے۔ ۞... تدبیر کی درستی نعمت کی بقا کا باعث ہے۔ ۞... اطمینان اور وقار سے مطلوب بآسانی حاصل ہوتا ہے۔ ۞... حُسن معاشرت سے محبت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ ۞... نرمی و تواضع لوگوں کو مانوس کرتی ہے۔ ۞... آدمی کے اچھے اخلاق کے باعث اُس کی زندگی خوشگوار ہوتی ہے۔ ۞... اہانت دوری کا باعث ہے۔ ۞... خاموشی کی کثرت سے ہیبت طاری رہتی ہے۔

۞... عدل وانصاف والی گفتگو سے بزرگی پیدا ہوتی ہے۔ ۞... انصاف سے تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے۔ ۞... حسن سلوک سے عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ۞... حُسن اخلاق سے اعمال پاکیزہ ہوتے ہیں۔ ۞... تکلیف برداشت کرنے سے سرداری ملتی ہے۔ ۞... بے وقوف واحمق کے ساتھ بُردباری کرنے والے کے مددگار زیادہ ہوتے ہیں۔ ۞... نرمی و محبت بزرگی کا مستحق بنا دیتی ہے۔ ۞... فضول کاموں کو ترک کرنے سے کامل فضیلت حاصل ہوتی

ہے۔ ۔۔۔حکمت عملی اپنے اپنانے والے کو محبت کا لباس پہناتی ہے۔ ۔۔۔دوست کی نعمت پر حسد کرنا کم ہمتی ہے۔ ۔۔۔انجام پر نظر رکھنا نجات کا باعث ہے۔ ۔۔۔جو تحمل مزاجی سے کام نہیں لیتا اُسے ندامت اٹھانا پڑتی ہے۔ ۔۔۔جو صبر کرتا ہے وہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ ۔۔۔جو خاموش رہتا ہے وہ سلامتی پاتا ہے۔ ۔۔۔جو عبرت حاصل کرتا ہے اُسے بصارت ملتی ہے، جسے بصارت ملتی ہے اسے فہم عطا ہوتا ہے اور جسے فہم ملتا ہے اُسے علم حاصل ہوتا ہے۔ ۔۔۔جو نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا ہے وہ بھٹک جاتا ہے۔ ۔۔۔جلدی میں ندامت اور وقار واطمینان میں سلامتی ہے۔ ۔۔۔جو بھلائی کا بیج بوتا ہے وہ خوشی وسرور کی فصل کاٹتا ہے۔ ۔۔۔عاقل پر رشک کیا جاتا جبکہ جاہل کی تصدیق کرنے والا مشقت میں پڑتا ہے۔ ۔۔۔تُو کسی بات سے جاہل ہو تو تجھے چاہیے کہ سوال کرے۔ ۔۔۔تُو ٹھوکر کھائے تو لوٹ آ۔ ۔۔۔تُو کچھ بُرا کرے تو اس پر نادم ہو کہ تیری ندامت سے یہ بُرائی دور ہو گی۔ ۔۔۔مروت عقل کے تابع ہوتی اور رائے تجربہ کے تابع ہوتی ہے۔ ۔۔۔عقل کی اصل غور وفکر سے کام لینا اور اس کا نتیجہ سلامتی ہے۔ ۔۔۔تمام اعمال تقدیر کے تابع ہیں۔ ۔۔۔علما نے چار حکمت بھرے کلمات چار آسمانی کتابوں سے منتخب کئے:(۱)...تورات میں ہے: جس نے قناعت اختیار کی اُس نے شکم سیری کی دولت پائی، (۲)...انجیل میں ہے: جس نے گوشہ نشینی اختیار کی اُس نے نجات پائی، (۳)...زبور میں ہے: جو خاموش رہا اُس نے سلامتی پائی اور (۴)... قرآن پاک میں ہے: جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا سہارا لیا تو وہ ضرور سیدھی راہ دکھایا گیا۔ (پ۴، اٰل عمرٰن:۱۰۱) ۔۔۔عرب وعجم کے حکما چار باتوں پر متفق ہیں: (۱)...اپنے پیٹ میں اتنا نہ ڈالو جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو، (۲)...وہ کام نہ کرو جس سے تمہیں فائدہ نہ پہنچے، (۳)...عورت کے دھوکے میں نہ پڑنا اور (۴)...مال پر بھروسا نہ کرنا اگرچہ کثیر ہو۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم

باب نمبر7: فصاحت وبلاغت کا بیان

سب سے بڑے فصیح و بلیغ:

حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فاتح مصر حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا: لوگوں میں سب سے فصیح وبلیغ کون ہے؟ فرمایا: وہ جس کے الفاظ سب سے کم، جس کی مراد سب سے آسان اور گفتگو کا آغاز سب سے خوبصورت ہو۔

اگر فصاحت وبلاغت میں کامل فخر نہ ہوتا توسَیِّدُالْعَرَب وَالْعَجَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فصاحت وبلاغت سے خاص نہ کیا جاتا اور آپ فصاحت وبلاغت کا یوں اقرار نہ فرماتے: ”نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِم یعنی رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی اور مجھے جامع کلمات دیئے گئے۔“[1] جامع کلمات سے مراد یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تھوڑے الفاظ ادا فرماتے ہیں جو کثیر معانی پر دلالت کرتے ہیں۔

فصاحت وبلاغت کیا ہے؟

ابوعبداللہ وزیر مہدی نے کہا: جو عام لوگوں کی سمجھ میں آجائے اور جس سے خاص لوگ راضی رہیں وہ فصاحت وبلاغت ہے۔

بُحْتُرِی کہتا ہے: بہتر کلام وہ ہے جو کم ہو اور شاندار ہو، اپنے معنٰی پر دلالت کرنے والا ہو اور اکتاہٹ کا باعث نہ ہو۔

یحیٰی بن خالد نے کہا: میں نے جس کو بھی دیکھا تو اس کے کلام کرنے سے پہلے میں اُس سے مرعوب ہوا پھر جب اُس نے کلام کیا تو اگر فصیح ہوا تو میرے دل میں اُس کی جگہ بڑھ گئی اور اگر غیر فصیح ہوا تو میری نظروں سے گر گیا۔

حضرتِ سیِّدُنا ہیثم بن صالح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! جب تو کم کلام کرے گا تو تجھے زیادہ درستی ملے گی۔

خود درست رہتے تو زبان بھی درست رہتی:

ایک شخص حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس سے گزرا جس کے پاس ایک کپڑا تھا۔ آپ نے اُس سے فرمایا: کیا تم اس کپڑے کو بیچتے ہو؟ اس نے کہا: ”لَا، رَحِمَكَ الله یعنی نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے۔“ (اس نے لفظ ”لَا“ اور ”رَحِمَكَ الله“ کے درمیان ”واؤ“ نہ لگایا) یہ سن کر آپ نے اُس سے فرمایا: اگر تم خود درست رہتے تو تمہاری زبان بھی درست رہتی، تم نے یوں کیوں نہ کہا: ”لَا وَرَحِمَكَ الله یعنی نہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے۔“

اُمُّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی فصاحت:

حضرت سیِّدُنا احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق، حضرت سیِّدُنا عمر فاروق، حضرت سیِّدُنا عثمان غنی اور حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا کلام سنا۔ بخدا! میں نے اِن سب سے زیادہ فصیح وبلیغ اُمُّ المؤمنین

[1] ...مسلم، کتاب المساجد، ص۲۶۶، حدیث: ۵۲۳

حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو دیکھا۔

حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: میں نے حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے زیادہ فصیح و بلیغ کسی کو نہ دیکھا۔

دعا یا بدعا؟

منقول ہے کہ ایک مسلمان شخص کسی نصرانی امیر کے پاس آیا اور اسے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری عمر لمبی کرے، تمہاری آنکھوں کو برقرار رکھے، میرے دن کو تمہارے دن سے پہلے بنائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے اُس سے خوش رکھے جس سے تمہیں خوشی ہو۔ نصرانی امیر نے یہ سنا تو اُس کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا اور اُسے انعام و اکرام سے نوازا حالانکہ یہ اُس کے حق میں بددعا تھی۔ چنانچہ اُس کا یہ کہنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری عمر لمبی کرے در حقیقت اس سے مسلمان شخص کا مقصود مسلمانوں کی منفعت ہے کہ اُس نصرانی کی عمر لمبی ہو گی تو وہ جزیہ ادا کرتا رہے گا یوں مسلمانوں کو اُس کی ذات سے نفع ملتا رہے گا۔ آنکھوں کو برقرار رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ آنکھوں کو ٹھہرا دے یعنی اُس نصرانی کو اندھا کردے۔ میرے دن کو تمہارے دن سے پہلے بنائے اس سے مراد یہ ہے کہ مجھے تمہارے جہنم میں داخل ہونے والے دن سے پہلے جنت میں داخل کرے۔ مجھے اس سے خوش رکھے جس سے تمہیں خوشی ہو اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح عافیت سے اسے خوشی ہوتی ہے اسی طرح دوسرے کو بھی۔

فصاحت کے متعلق ایک عجیب واقعہ:

منقول ہے کہ کسی بادشاہ نے ایک روز اپنے محل کی چھت سے دیکھا تو اس کی نظر محل سے قریب گھر کی چھت پر موجود ایک عورت پر پڑی۔ وہ عورت انتہائی خوبصورت تھی کہ دیکھنے والوں نے اس کی مثل خوبصورت عورت دیکھی نہ ہو گی۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنی ایک لونڈی سے کہا: یہ عورت کس کی ہے؟ اُس نے کہا: اے میرے آقا! یہ آپ کے غلام فیروز کی بیوی ہے۔ بادشاہ چھت سے اُترا تو وہ اُس عورت پر فریفتہ ہو چکا تھا۔ اُس نے فیروز کو بلایا اور اس سے کہا: یہ خط لو اور اسے فلاں شہر میں پہنچا کے آؤ اور اس کا جواب بھی لے کر آنا۔ فیروز نے وہ خط لیا اور اپنے گھر آگیا اور خط کو اپنے بستر کے نیچے رکھ دیا پھر سامان تیار کیا اور رات اپنے گھر پر گزاری۔ صبح ہوئی تو اپنی اہلیہ کو الوداع کہا اور بادشاہ کے کام کو پورا کرنے چل پڑا۔ بادشاہ نے جب یہ دیکھا کہ فیروز چلا گیا تو وہ چھپتے چھپاتے فیروز کے گھر پہنچ گیا اور آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹایا۔

فیروز کی بیوی نے پوچھا: کون ہے؟ بادشاہ نے کہا: میں بادشاہ ہوں تمہارے شوہر کا آقا۔ فیروز کی بیوی نے دروازہ کھول دیا تو بادشاہ اندر آکر بیٹھ گیا۔ فیروز کی بیوی نے کہا: آج خیر ہے کہ بادشاہ ہمارے ہاں آئے ہیں۔ بادشاہ نے کہا: بس تمہاری زیارت کرنے آئے ہیں۔ فیروز کی بیوی نے کہا: ایسی زیارت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ! میں اس میں کوئی خیر گمان نہیں کرتی۔ بادشاہ نے اس سے کہا: ارے پگلی! میں بادشاہ ہوں تمہارے شوہر کا آقا شاید تم نے مجھے پہچانا نہیں۔ فیروز کی بیوی نے کہا: میں آپ کو پہچان گئی ہوں اور یہ بھی جانتی ہوں کہ آپ بادشاہ ہیں۔ اے بادشاہ! کیا آپ ایسی جگہ سے سیراب ہوں گے جہاں سے آپ کا کتا سیراب ہوا ہے۔ بادشاہ یہ کلام سن کر شرمندہ ہوا اور وہاں سے نکل آیا مگر وہاں سے جاتے ہوئے اپنا ایک جوتا وہیں بھول گیا۔ دوسری طرف فیروز جب نکلا تو اُسے راستے میں یاد آیا کہ وہ خط اپنے بستر کے نیچے بھول آیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے گھر کی طرف لوٹ آیا، اس دوران بادشاہ وہاں سے جاچکا تھا۔ گھر میں داخل ہوا تو اُس نے بادشاہ کے جوتے کو اپنے گھر پر پایا۔ یہ دیکھ کر اُس کے ذہن میں اپنی بیوی کے بارے میں بدگمانی ہوئی اور اُس نے یہ خیال کیا کہ بادشاہ نے اپنے بُرے ارادے کی تکمیل کے لئے اُسے سفر پر روانہ کیا۔ فیروز یہ سوچ کر خاموش ہوگیا اور کسی سے کوئی بات نہ کی اور خط لے کر بادشاہ کے کام کو پورا کر کے واپس لوٹ آیا۔ بادشاہ نے اُسے 100 دینار انعام دیا۔ فیروز وہ دینار لے کر بازار گیا اور عورتوں کے لئے جو چیزیں مناسب ہوتی ہیں وہ خریدیں اور ایک خوبصورت تحفہ تیار کروایا پھر اپنی بیوی کے پاس آیا اور اسے سلام کیا اور اُس سے کہا: تم اپنے میکے چلی جاؤ۔ بیوی نے کہا: کیوں؟ فیروز نے کہا: بادشاہ نے مجھے انعام سے نوازا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اس میں سے کچھ اپنے گھر والوں کو بھی دے آؤ۔ بیوی نے کہا: آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ بیوی تحفہ لئے اپنے میکے چلی آئی، گھر والوں نے اُسے دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ وہ وہاں ایک مہینہ رہی، اس دوران اس کے شوہر نے اُس کی کوئی خبر گیری نہیں کی اور نہ اُسے دیکھنے آیا۔

یہ دیکھ کر اُس عورت کا بھائی فیروز کے پاس آیا اور کہا: مجھے اپنی ناراضی کا سبب بتاؤ ورنہ میں یہ معاملہ بادشاہ کے پاس لے کر جاؤں گا۔ فیروز نے کہا: تم جس کو حکم بنانا چاہتے ہو بنالو میرا اب اُس عورت پر کوئی حق نہیں۔ عورت کے گھر والوں نے قاضی کے پاس یہ معاملہ پیش کیا۔ فیروز حاضر ہوا تو قاضی اس وقت بادشاہ کے پاس موجود تھا۔ عورت کے بھائی نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ قاضی کی مدد فرمائے! ہم نے اس غلام کو ایک چار دیواری والا باغ دیا جس میں ایک بارونق کنواں تھا جس سے پانی لینا آسان تھا اور پھل دار درخت تھے۔ اس نے باغ کے پھل کھائے، باغ کی چار دیواری کو توڑ دیا اور کنواں خراب کر دیا۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نیک نمازی بننے کیلئے

ہر جُمعرات بعد نمازِ مغرب آپ کے یہاں ہونے والے **دعوتِ اسلامی** کے ہفتہ وار سُنّتوں بھرے اجتماع میں رِضائے الٰہی کیلئے اچھّی اچھّی نیّتوں کے ساتھ ساری رات شرکت فرمایئے ❁ سنّتوں کی تربیت کے لئے **مَدَنی قافِلے** میں عاشِقانِ رسول کے ساتھ ہر ماہ تین دن سفر اور ❁ روزانہ **''فکرِ مدینہ''** کے ذَرِیعے **مَدَنی اِنْعامات** کا رِسالہ پُر کر کے ہر مَدَنی ماہ کی پہلی تاریخ اپنے یہاں کے ذِمّے دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے۔

میرا مَدَنی مقصد: ''مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔'' اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔ اپنی اِصلاح کے لیے **''مَدَنی اِنْعامات''** پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کے لیے **''مَدَنی قافلوں''** میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

ISBN 978-969-631-819-4
0126238
MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net

قاضی فیروز کی طرف متوجہ ہوا اور اُس سے کہا: اے غلام! تم کیا کہتے ہو؟ فیروز نے کہا: میں نے اِن کو باغ اچھی صورت میں دیا ہے۔ قاضی نے عورت کے بھائی سے پوچھا: کیا تمہیں باغ صحیح وسالم مل گیا؟ اُس نے کہا: جی ہاں، لیکن میں اس سے لوٹانے کا سبب پوچھتا ہوں۔ قاضی نے فیروز سے کہا: اس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ فیروز نے کہا: میں نے باغ کو ناپسندیدگی کی وجہ سے نہیں لوٹایا بلکہ وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں باغ میں داخل ہوا تو میں نے شیر کے اثر کو دیکھا تو مجھے اپنے اچانک مارے جانے کا خوف ہوا لہٰذا میں نے شیر کے اکرام کی خاطر خود پر باغ کے داخلے کو حرام قرار دیا۔ بادشاہ اُس وقت تکیہ لگائے بیٹھا تھا اُس نے جب یہ سنا تو سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور فیروز سے کہا: اے فیروز! اپنے باغ کی طرف اطمینان سے لوٹ جاؤ۔ بخدا! شیر باغ میں داخل تو ضرور ہوا تھا لیکن اُس نے باغ میں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں کیا، نہ کسی پتے کو ہلایا، نہ کسی پھل کو توڑا اور نہ کسی شے کو تلف کیا۔ بس شیر اس میں تھوڑی دیر رہ کر بغیر کسی حرج کے چلا گیا۔ بخدا! میں نے تیرے باغ کے مثل کوئی باغ نہ دیکھا اور تیرے پھلوں کی حفاظت کرنے والی اتنی مضبوط کوئی چار دیواری نہ دیکھی۔ یہ سن کر فیروز اپنے گھر کی طرف لوٹ گیا اور اپنی بیوی کو واپس بلا لیا اور اصل واقعہ کے متعلق نہ قاضی کو پتا چلا اور نہ کسی دوسرے کو کچھ معلوم ہوا۔

سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حکمت عملی:

کبھی انسان اشاریہ وکنایہ میں گفتگو کر کے اپنی اصل حالت کو چھپاتا ہے لیکن اس میں وہ سچ کا دامن نہیں چھوڑتا کیونکہ وہ ضرورت پڑنے پر توریہ[1] سے کام لیتا ہے جو جھوٹ سے بے پروا کر دیتا ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے اصحاب کے ساتھ بدر کے لئے نکلے تو عرب کا ایک شخص ملا جس نے پوچھا: عرب کے کس قبیلے سے آپ کا تعلق ہے؟ فرمایا: مِنْ مَّاءٍ یعنی پانی سے۔ یہ سن کر وہ شخص سوچ میں پڑ گیا اور سوچنے لگا کہ ''مَاءٌ'' عرب کا کون سا قبیلہ ہے۔ آپ اُسے سوچ میں ڈال کر اپنے اصحاب کو لے کر آگے چل پڑے۔ اس قول سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مقصد اپنے معاملے کو چھپانا تھا[2] اور آپ نے سچ ہی فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

1 ...توریہ یعنی لفظ کے جو ظاہر معنٰی ہیں وہ غلط ہیں مگر اس نے دوسرے معنی مراد لیے جو صحیح ہیں، ایسا کرنا بلا حاجت جائز نہیں اور حاجت ہو تو جائز ہے۔ توریہ کی مثال یہ ہے کہ تم نے کسی کو کھانے کے لیے بلایا وہ کہتا ہے میں نے کھانا کھالیا۔ اس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ اس وقت کا کھانا کھالیا ہے مگر وہ یہ مراد لیتا ہے کہ کل کھایا ہے یہ بھی جھوٹ میں داخل ہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۶، ۳/۵۱۸)

2 ...المثل السائر فی الادب الکاتب والشاعر، النوع العشرون، ۲/ ۷۹

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۞ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۞ (پ۳۰، الطارق: ۵، ۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو چاہیے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے بنایا گیا جَست کرتے (اچھلتے ہوئے) پانی سے۔

صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا توریہ کرنا:

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو لے کر غارِ ثور کی طرف جا رہے تھے تو کسی کافر نے یہ دیکھ کر حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: یہ شخص مجھے راستے کی راہنمائی دینے والا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سچ فرمایا کہ اسلام سے زیادہ واضح اور سیدھا راستہ کون سا ہو سکتا ہے؟

میں ہدہد سے چھوٹا نہیں:

حسن بن فضل چھوٹی عمر میں خلیفہ وقت کی مجلس میں حاضر ہوا اور اُس وقت اہل علم کی کثیر جماعت خلیفہ کے پاس حاضر تھی۔ حسن نے چاہا کہ گفتگو کرے تو اُسے جھڑک دیا گیا اور کہا گیا: اے بچے! کیا تم اس مقام پر گفتگو کرو گے؟ حسن نے کہا: اے امیر المؤمنین میں بچہ ضرور ہوں لیکن میں حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے ہدہد سے چھوٹا نہیں ہوں اور نہ آپ حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام سے بڑے ہیں کہ ہدہد نے حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی تھی: میں وہ بات دیکھ کر آیا ہوں جو حضور نے نہ دیکھی۔ کیا آپ نے نہ سنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک فیصلے کی سمجھ حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو چھوٹی عمر میں عطا کر دی اگر معاملہ صرف بڑے ہونے ہی سے ہے تو حضرتِ سیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کا فیصلہ زیادہ اولیٰ ہوتا۔

سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ الرَّحْمَہ اور ایک بچہ:

جب حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز خلیفہ ہوئے تو آپ کے پاس مختلف وفود آئے جن میں سے ایک وفد حجاز کا بھی تھا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک چھوٹا بچہ گفتگو کرنا چاہ رہا ہے تو آپ نے اُس سے فرمایا: تم سے جو بڑا ہے اُسے گفتگو کرنے دو کہ وہ گفتگو کرنے کا تم سے زیادہ حق دار ہے۔ بچے نے کہا: اگر یہی بات ہے جیسا آپ نے کہا ہے تو پھر آپ کی مجلس میں جو آپ سے بڑا ہو گا وہ آپ سے زیادہ بات کرنے کا حق دار ہو گا۔ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے فرمایا: تم نے سچ کہا لہٰذا اب تم گفتگو کرو۔ بچے نے کہا: ہم اپنے شہر سے آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں تا کہ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کریں کہ اُس نے ہم پر آپ کو خلیفہ مقرر کر کے احسان فرمایا۔ ہم آپ کے پاس بے زار ہو کر

اور خوف کے سبب نہیں آئے اور ہم بے زار بھی کیوں ہوں جبکہ ہم آپ کے سبب اپنے گھروں میں امن وامان سے ہیں اور کیوں ہم خوف کا شکار ہوں جبکہ ہم آپ کے عدل وانصاف کے سبب ظلم وجور سے مامون ہیں۔ ہم آپ کا شکریہ ادا کرنے اور آپ کو سلام کرنے آئے ہیں۔ آپ نے اُس بچے سے فرمایا: اے لڑکے! مجھے کچھ نصیحت کرو۔ بچے نے کہا: اے امیر المؤمنین! کچھ لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حلم اور لوگوں کی تعریف نے دھوکے میں ڈال دیا لہٰذا آپ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حلم اور لوگوں کی تعریف سے دھوکے میں نہ پڑنا ورنہ آپ کے قدم ڈگمگا جائیں گے اور آپ اُن لوگوں میں سے ہو جائیں گے جن کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ (پ۹، الانفال: ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے کہا ہم نے سنا اور وہ نہیں سنتے۔

حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے اُس بچے کو دیکھا تو اُس کی عمر بارہ سال تھی، یہ دیکھ کر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یہ اشعار کہے:

تَعَلَّمْ فَلَيْسَ الْمَرْءُ يُوْلَدُ عَالِمًا　　وَلَيْسَ اَخُوْ عِلْمٍ كَمَنْ هُوَ جَاهِلُ

فَاِنَّ كَبِيْرَ الْقَوْمِ لَا عِلْمَ عِنْدَهٗ　　صَغِيْرٌ اِذَا الْتَفَّتْ عَلَيْهِ الْمَحَافِلُ

ترجمہ: علم حاصل کرو کہ آدمی عالم پیدا نہیں ہوتا اور نہ علم والا جاہل کے برابر ہے قوم کا بڑا اگر بے علم ہو تو وہ لوگوں کی محافل میں چھوٹا ہوتا ہے۔

ہشام بن عبد الملک اور ایک نوعمر لڑکا:

ہشام بن عبد الملک اموی کے دور میں ایک بستی میں قحط پڑا تو وہاں کے اہل عرب وفد کی صورت میں ہشام کے پاس حاضر ہوئے لیکن وہ ہشام سے گفتگو کرنے سے ڈرے۔ ان میں دِرْواس بن حبیب بھی تھا جس کی عمر 16 سال تھی۔ ہشام نے جب دیکھا کہ لوگ وفد کی صورت میں آئے ہیں تو اُس نے دربان سے کہا: جو میرے پاس آنا چاہے اُسے آنے دیا جائے خواہ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ درواس نے یہ سنا تو جلدی سے اندر داخل ہوا اور جا کر ہشام کے سامنے سر جھکا کر کھڑے ہو گیا اور کہا: اے امیر المؤمنین! کلام کو پھیلایا بھی جاتا ہے اور اسے سمیٹا بھی جاتا ہے اور کلام کی تہہ میں کیا ہے اسے پھیلا کر ہی جانا جاسکتا ہے، اگر آپ مجھے اجازت دیتے ہیں تو میں اپنے کلام کو کھول کر بیان کروں؟ ہشام اس کی گفتگو سن بڑا

متعجب ہوا اور اس سے کہا: تم کھل کر گفتگو کرو۔ وہ بولا: اے امیر المؤمنین! ہمیں تین سالوں سے قحط سالی کا سامنا ہے۔ پہلے سال اس قحط نے ہماری چربی کو پگلایا، دوسرے سال اس نے ہمارے گوشت کا شکار کیا اور تیسرے سال یہ ہماری ہڈیوں پر دستک دے رہا ہے۔ آپ کے پاس بہت سامال ہے اگر یہ مال آپ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا سمجھتے ہیں تو اسے اُس کے بندوں پر تقسیم کر دیں، اگر بندوں کا سمجھتے ہیں تو پھر اسے بندوں سے کیوں روکتے ہیں اور اگر اسے اپنا مال سمجھتے ہیں تو اس مال سے بندگانِ خدا پر صدقہ کیجئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ صدقہ کرنے والوں کو اس کا بدلہ دیتا ہے۔ ہشام نے کہا: اس لڑکے نے ہمارے لئے تینوں عذروں میں سے کوئی عذر باقی نہ چھوڑا چنانچہ ہشام نے بستی والوں کے لئے ایک لاکھ دینار دینے کا حکم دیا اور لڑکے کو الگ سے ایک لاکھ دینار دینے کا کہا۔ پھر اُس نے لڑکے کو کہا: کیا تمہیں کوئی حاجت ہے؟ اُس نے کہا: مجھے اپنی ذات کے حوالے سے کوئی حاجت نہیں عام مسلمانوں کو جو حاجت تھی وہ میں نے بیان کر دی۔ وہ لڑکا اس حال میں ہشام کے دربار سے نکلا کہ وہ اپنی قوم میں سب سے معزز ہو چکا تھا۔

شاہِ روم کے سوالات اور حِبْرُالْاُمَّہ کے جوابات:

شاہِ روم ہرقل نے حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف ایک مکتوب لکھا جس میں یہ سوالات پوچھے: (۱)...اصلِ شے کیا ہے؟(۲)...لاشے کیا ہے؟(۳)...وہ عقیدہ کیا ہے جس کے سوا اللہ عَزَّوَجَلَّ کچھ قبول نہیں کرتا؟(۴)... نماز کی کنجی کیا ہے؟(۵)...جنت میں درخت لگانا کیا ہے؟(۶)...ہر چیز کی تسبیح کیا ہے؟(۷)...وہ کونسی چار ذی روح چیزیں ہیں جو نر کی پیٹھ میں رہیں نہ مادہ کے رحم میں؟(۸)...وہ کون سا شخص ہے جس کا کوئی باپ نہیں؟(۹)...وہ کون سا انسان ہے جس کی کوئی ماں نہیں؟(۱۰)...وہ کون سی قبر ہے جو اپنے صاحب کو لئے پھرتی رہی؟(۱۱)... قوسِ قزاح کیا ہے؟(۱۲)...وہ کون سی جگہ ہے جہاں سورج کی روشنی ایک دفعہ پڑی، نہ اس سے پہلے پڑی اور نہ اس کے بعد پڑے گی؟(۱۳)...وہ کون سی شے ہے جو پہلی مرتبہ چلی اور پھر نہ چلی؟(۱۴)...وہ کون سا درخت ہے جو بغیر پانی کے اُگا؟(۱۵)...وہ کون سی شے ہے جو سانس لیتی ہے مگر اس میں روح نہیں؟(۱۶)... آج کیا ہے؟(۱۷)... گزشتہ کل کیا ہے؟(۱۸)... آنے والا کل کیا ہے؟(۱۹)...پرسوں کیا ہے؟ (۲۰)... آسمانی بجلی کیا ہے؟(۲۱)...رعد(گرج) اور اس کی آواز کیا ہے؟(۲۲)...چاند میں دکھائی دینے والا سیاہ داغ کیا ہے؟ حضرتِ سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کہا گیا: آپ اس کا جواب نہ لکھیں کہ اگر آپ سے لکھنے میں کوئی خطا ہو گئی تو آپ شاہِ روم کی نظروں سے گر جائیں گے لہٰذا آپ ان سوالات کو حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی طرف

بھیج دیجئے اور اُن سے اِن کے جوابات لیجئے۔ چنانچہ یہ سوالات حِبْرُالْاُمَّہ حضرت سیِّدُنا عبدُاللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی طرف بھیج دیئے گئے اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِن کے یہ جوابات دیئے:(۱)...اصلِ شے وہ پانی ہے جس کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ (پ۱۷، الانبیاء: ۳۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی۔

(۲)...لاشے وہ دنیا ہے جو ہلاک و فنا ہو جائے گی۔(۳)...وہ عقیدہ جس کے سوا اللہ عَزَّوَجَلَّ کچھ قبول نہیں کرتا وہ "لَااِلٰہَ اِلَّااللہ" ہے۔(۴)...نماز کی کنجی "اَللہُ اَکْبَر" کہنا ہے۔(۵)...جنت میں درخت لگنا "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم" کہنا ہے۔(۶)...ہر چیز کی تسبیح "سُبْحٰنَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ" ہے۔(۷)...چار ذی روح چیزیں جو نر کی پیٹھ میں رہیں نہ مادہ کے رحم میں وہ (پہلی، دوسری) حضرت سیِّدُنا آدم و حوا عَلَیْہِمَا السَّلَام، (تیسری) حضرت سیِّدُنا صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی اونٹنی اور (چوتھی) حضرت سیِّدُنا اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی جگہ قربان ہونے والا مینڈھا ہے۔(۸)...وہ شخص جس کا کوئی باپ نہیں وہ حضرت سیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام ہیں۔(۹)...وہ انسان جس کی کوئی ماں نہیں وہ حضرتِ سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام ہیں۔(۱۰)...وہ قبر جو اپنے صاحب کو لئے پھرتی رہی حضرتِ سیِّدُنا یونس عَلَیْہِ السَّلَام کی مچھلی ہے جو انہیں اپنے پیٹ لے کر سمندر میں پھرتی رہی۔(۱۱)...قوسِ قزاح یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بندوں کے لئے غرق ہونے سے امان ہے۔(۱۲)...وہ جگہ جہاں ایک مرتبہ سورج کی روشنی پڑی، نہ اس سے پہلے پڑی اور نہ اس کے بعد پڑے گی وہ اس دریا کا مقام ہے جو بنی اسرائیل کے لئے پھٹ گیا تھا۔(۱۳)...وہ شے جو پہلی مرتبہ چلی اور پھر نہ چلی وہ طورِ سیناء پہاڑ ہے جس کے اور بیت المقدس کے درمیان چار دنوں کا فاصلہ ہے۔ جب بنی اسرائیل نے نافرمانی کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے طور سیناء پہاڑ کو دو پروں کے ساتھ اڑا کر بنی اسرائیل پر معلق کر دیا اور بنی اسرائیل کو ندا کی گئی کہ اگر وہ تورات کے احکام کو قبول کرتے ہیں تو اُن سے عذاب دور کر دیا جائے گا ورنہ اُن پر طور سیناء پہاڑ کو گرا دیا جائے گا۔ یہ دیکھ کر بنی اسرائیل نے نہ چاہتے ہوئے بھی احکام تورات قبول کیے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے طور سیناء پہاڑ کو اپنے مقام پر لوٹا دیا۔ اسی بات کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآن پاک میں یوں بیان فرمایا:

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ (پ۹، الاعراف: ۱۷۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم نے پہاڑ اُن پر اٹھایا گویا وہ سائبان ہے اور سمجھے کہ وہ ان پر گر پڑے گا۔

(۱۴)...وہ درخت جو بغیر پانی کے اگا وہ کدو کا درخت ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرتِ سیِّدُنا یونس عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے

اگایا۔(۱۵)...وہ شے جو بغیر روح کے سانس لیتی ہے وہ صبح ہے۔اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ (پ۳۰،التکویر:۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور صبح کی جب دم لے۔

(۱۶)...آج کا دن عمل ہے۔(۱۷)...گزشتہ کل وہ مثال ہے۔(۱۸)...آنے والا کل وقت مقرر ہے۔(۱۹)...پرسوں وہ امید ہے۔(۲۰)...آسمانی بجلی سے مراد فرشتوں کے ہاتھوں میں وہ کوڑے ہیں جن سے وہ بادلوں کو مارتے ہیں۔(۲۱)...رعد یہ فرشتے کا نام ہے جو بادلوں کو چلاتا ہے اور اس کی آواز اس کی کڑک ہے۔(۲۲)...چاند میں دکھائی دینے والے داغ سے مراد اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان ہے:

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَاۤ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً (پ۱۵،بنی اسرائیل:۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا تو رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی اور دن کی نشانی دکھانے والی کی۔

اگر یہ داغ نہ ہوتا تو دن سے رات کی اور رات سے دن کی پہچان نہ ہوتی۔

حکایت: حجاج اور غضبان بن قبعثری

منقول ہے کہ ایک روز حجاج نے غضبان بن قبعثری سے امتحاناً سوالات پوچھے، چنانچہ حجاج نے پوچھا: لوگوں میں سب سے کریم کون ہے؟ غضبان نے کہا: جو دین کی سب سے زیادہ سمجھ رکھنے والا، اپنی قسم کا سب سے بڑھ کر پاس رکھنے والا، مسلمانوں پر سب سے بڑھ کر خرچ کرنے والا، کمزوروں پر سب سے بڑھ کر سخاوت کرنے والا اور مسکینوں کو خوب کھلانے والا ہو۔ پوچھا: سب سے بڑا کمینہ کون ہے؟ کہا: جو حقیر و ذلیل کو دینے والا، بھائیوں کے خرچ میں تنگی کرنے والا اور انواع و اقسام کی نعمتوں میں مشغول رہنے والا ہو۔ پوچھا: لوگوں میں سب سے بُرا کون ہے؟ کہا: جو سب سے زیادہ بے وفائی کرنے والا ہو، ہمیشہ کھیل کود میں مشغول رہنے والا ہو، سب سے زیادہ علیحدگی پسند ہو اور سب سے بڑھ کر تنگ دل ہو۔ پوچھا: لوگوں میں سب سے بہادر کون ہے؟ کہا: جو سب سے زیادہ تلوار لے کر لڑنے والا ہو، سب سے بڑھ کر مہمان نوازی کرنے والا ہو اور ظلم و ستم سے سب سے زیادہ دور ہو۔ پوچھا: لوگوں میں سب سے بزدل کون ہے؟ کہا: جو لڑائی کی صفوں سے پیچھے رہنے والا ہو، دشمن کی طرف پیش قدمی سے پیچھے ہٹنے والا ہو، لڑائی کے وقت خوف کے مارے کپکپانے والا ہو، گھر میں رہنے کو پسند کرنے والا ہو اور تلوار کی ضرب کو ناپسند کرنے والا ہو۔ پوچھا: لوگوں پر سب سے بھاری کون ہے؟ کہا: جو خوب لعن طعن کرنے والا ہو، سلام میں بخیل ہو، بہت بیہودہ گو ہو اور کھانے پر حریص ہو۔ پوچھا: لوگوں میں

بہتر کون ہے؟ کہا: جو لوگوں پر زیادہ احسان کرنے والا ہو، سب سے بڑھ کر عدل وانصاف کا پیکر ہو، ہمیشہ لوگوں سے درگزر کرنے والا ہو اور اُن کے لئے کھلے دل کا مالک ہو۔

حجاج نے پوچھا: کیسے کسی اجنبی کے بارے میں معلوم ہو گا کہ وہ شریف النسب ہے یا گھٹیا نسب؟ کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ امیر کا بھلا کرے، بے شک شریف النسب کا ادب، اس کی عقل، اس کے اچھے خصائل، اس کی عزت نفس، کثیر بردباری، خندہ رو ہونا اور اس کی اچھی گفتگو آپ کو اس کی اصلیت بتاتی ہیں۔ پس عقل مند شخص جو شریف النسب کے بارے میں بصیرت رکھتا ہے وہ شریف النسب کو اس کے اچھے خصائل سے جان لے گا اور گھٹیا اور جاہل شخص اس سے بے خبر ہی رہے گا جیسے ایک انمول موتی کسی جاہل کے ہاتھ میں پڑتا ہے تو وہ اس کی قدر و قیمت نہیں جانتا لیکن جب اس کی طرف کسی عقل مند کی نظر پڑتی ہے تو وہ اس کی قدر و قیمت کو جان لیتا ہے اور یہ جاننا ہی اس کی قدر و قیمت کو واضح کرتا ہے۔ پوچھا: عقل مند اور جاہل کون ہے؟ کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ امیر کا بھلا کرے، عقل مند وہ ہے جو بیہودہ گوئی نہیں کرتا، غضب آلود نگاہوں سے نہیں دیکھتا، دل میں دھوکا دہی نہیں رکھتا اور عذر طلب نہیں کرتا اور جاہل وہ ہے جو بیہودگوئی کرتا ہے، کھانا کھلانے پر احسان جتلاتا ہے، اپنے سے بڑے کو سلام کرنے میں بخل کرتا ہے اور اپنے غلام کے ساتھ فحش کلامی سے پیش آتا ہے۔ پوچھا: دور اندیش عقل مند کون ہے؟ کہا: جو اپنے کام سے کام رکھے اور فضول کاموں کو چھوڑ دے۔ پوچھا: عاجز کون ہے؟ کہا: جو اپنی آرا پر خوش ہونے والا ہو اور اپنے پیچھے نظر رکھے۔ پوچھا: کیا عورتوں میں تمہارے نزدیک کوئی بھلائی ہے؟ کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ امیر کا بھلا کرے، وہ عورتیں جو اولاد والی ہیں وہ پسلیوں کی طرح ہیں جنہیں اگر سیدھا کیا جائے تو وہ ٹوٹ جاتی ہیں۔ ان عورتوں کے پاس ایک جوہر نفیس ہے جسے ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آنے سے حاصل کیا جاسکتا ہے اور جو ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آتا ہے تو وہ ان سے نفع اٹھاتا ہے اور ان سے آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کرتا ہے اور جو ان سے مشورہ لیتا ہے وہ اپنی حیات کو تکلیف میں ڈالتا ہے اور اپنی زندگی کو بے مزہ کرتا ہے۔ عورتوں میں سب سے باعزت وہ ہیں جو سب سے بڑھ کر پاک دامن ہوں اور حسب و نسب کے اعتبار سے عورتوں میں سب سے زیادہ فخر والی وہ ہیں جو بے حیائی سے پاک ہوں اور جو عورتیں پاک دامنی سے ڈگمگاتی ہیں وہ مردار سے زیادہ بدبودار ہیں۔ حجاج نے کہا: اے غضبان! میں تمہیں قاصد بنا کر ابن اشعث کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں تو تم جا کر اُس سے کیا کہو گے؟ غضبان نے کہا: میں اپنی بات سے اُس کا رد کروں گا اور اُسے تکلیف دوں گا۔ حجاج نے کہا: مجھے نہیں لگتا تم ایسا کہو گے بلکہ مجھے تم اس محل میں بیڑیوں میں

جکڑے دکھائی دے رہے ہو۔ غضبان نے کہا: ایسا ہرگز نہیں ہوگا میں عنقریب اُسے اپنی زبان کی تیزی دکھاؤں گا اور اپنی فصاحت وبلاغت کے میدان میں اُسے دوڑاؤں گا۔ حجاج نے کہا: اگر یہی بات ہے تو تم میرے قاصد بن کر کِرمان کی طرف جاؤ۔ جب غضبان کِرمان کی طرف روانہ ہوگیا تو حجاج نے اُس کے پیچھے ایک جاسوس بھیجا اور حجاج تمام قاصدوں کے ساتھ ایسا ہی کرتا تھا کہ اُن کے ساتھ جاسوس بھیجتا۔ غضبان جب ابن اشعث کے پاس آیا تو اس سے کہا: حجاج نے تجھے معزول کر دیا ہے لہٰذا اب تو چوکنا ہو جا اور رات کے کھانے سے پہلے ناشتہ کرلے (یعنی حجاج کے حملہ کرنے سے پہلے اُس پر حملہ کر دے ورنہ وہ رات تک تیری بیخ کنی کر دے گا)۔ یہ سن کر ابنِ اَشعث چوکنا ہو گیا اور غضبان کو انعام واکرام سے نوازا۔ جب غضبان حجاج کے پاس واپس آیا تو جاسوس نے ابن اشعث اور غضبان کے درمیان ہونے والی ساری گفتگو حجاج کو پہلے بیان کر دی۔ حجاج نے پوچھا: تم نے کِرمان کی سرزمین کو کیسا پایا؟ کہا: سوکھی زمین ہے اگر وہاں لشکر کی تعداد زیادہ ہو جائے تو لشکر کے افراد بھوکے مریں اور اگر کم ہو جائے تو ہلاک ہو جائیں۔ حجاج نے کہا: کیا تم ہی وہ شخص نہیں ہو جس نے یہ خبیث بات کہی تھی کہ قبل اس کے کہ حجاج تمہیں ہلاک کرے تم اُسے ہلاک کر دو، بخدا میں تجھے قتل کروں گا۔ غضبان نے کہا: اے امیر! مجھے امان دیجئے۔ بخدا! جس کو یہ بات کہی گئی اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا اور جس کے متعلق کہی گئی اُس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ حجاج نے کہا: کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ میں تجھے اس محل میں بیڑیوں میں قید دیکھ رہا ہوں۔ لے جاؤ اسے اور اسے بیڑیاں پہنا کر قید کر دو۔ غضبان قصر امارت میں قید رہا حتّٰی کہ حجاج نے واسط میں ایک محل تعمیر کرایا جو اسے بہت پسند آیا تو اُس نے محل کے اردگرد لوگوں سے پوچھا: تمہیں میرا یہ محل اور اس کی تعمیر کیسی لگی؟ لوگوں نے کہا: یہ ایک اچھا اور مضبوط محل ہے جس میں کثیر خیر اور قلیل عیب ہے۔ حجاج نے کہا: تم لوگ مجھے اس محل کے متعلق خیر خواہانہ نصیحت کیوں نہیں کرتے؟ لوگوں نے کہا: ایسی نصیحت تو غضبان کر سکتا ہے۔ حجاج نے غضبان کو بلا لیا اور اس سے پوچھا: تم میرے اس محل اور اس کی تعمیر کو کیسے دیکھتے ہو؟ غضبان نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ امیر کا بھلا کرے آپ نے اس محل کو اپنے وطن سے دور بنایا، نہ یہ آپ کا ہے نہ آپ کی اولاد کا اور نہ یہ آپ کے لئے ہمیشہ رہے گا۔ نہ اس میں آپ کا کوئی وارث رہے گا، نہ یہ آپ کے لئے باقی رہے گا اور نہ آپ اس کے لئے باقی رہیں گے۔ حجاج نے کہا: غضبان نے سچ کہا اسے دوبارہ جیل لے جاؤ۔ جب غضبان کو اٹھا کر لے جانے لگے تو اس نے کہا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے اسے جس نے اس سواری کو ہمارے

مُقۡرِنِيۡنَ ۝۱۳ (پ۲۵،الزخرف:۱۳) بس میں کر دیا اور یہ ہمارے بوتے (قابو) کی نہ تھی۔

حجاج نے یہ سنا تو کہا: اسے اتارو۔ جب غضبان کو اتار ا گیا تو اُس نے کہا:

رَّبِّ اَنۡزِلۡنِىۡ مُنۡزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنۡتَ خَيۡرُ الۡمُنۡزِلِيۡنَ ۝۲۹ (پ۱۸،المؤمنون:۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب مجھے برکت والی جگہ اتار اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔

حجاج نے کہا: اسے زمین پر ڈال دو، جب اُسے زمین پر ڈالا گیا تو اُس نے کہا:

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى ۝۵۵ (پ۱۶،طٰہٰ:۵۵) ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

حجاج نے کہا: اسے زمین پر گھسیٹو۔ لوگ گھسیٹنے لگے تو غضبان نے کہا:

بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖىهَا وَمُرۡسٰىهَا ؕ (پ۱۲،ھود:۴۱) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا۔

حجاج نے کہا: اسے چھوڑ دو اس کی ہوشیاری وچالاکی مجھ پر غالب آ گئی۔ پھر حجاج نے اُس کو معاف کر دیا اور اس پر انعام واکرام کیا اور اُسے جانے دیا۔

بلحاظِ حروف تہجی اعضائے بدن کے نام:

منقول ہے کہ ایک روز عبد الملک بن مروان اپنے خواص اور قصہ گو افراد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اُس نے کہا: تم میں سے کون ہے جو حروف تہجی کی ترتیب سے بدن کے حصوں کے نام بتائے؟ حضرت سیِّدُنا سوید بن غفلہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے امیر المؤمنین! میں بتاؤں گا۔ عبد الملک نے کہا: بتاؤ۔ حضرت سیِّدُنا سُوَید بن غَفَلہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اَنْفٌ (ناک) بَطْنٌ (پیٹ) تَرْقُوَةٌ (ہنسلی کی ہڈی) ثَغْرٌ (اگلے دانت) جُمْجُمَةٌ (کھوپڑی) حَلْقٌ (حلق) خَدٌّ (رخسار) دِمَاغٌ (دماغ) ذَكَرٌ (آلہ تناسل) رَقَبَةٌ (گردن) زَنْدٌ (ہاتھ کا گٹا) سَاقٌ (پنڈلی) شَفَةٌ (ہونٹ) صَدْرٌ (سینہ) ضِلْعٌ (پسلی) طِحَالٌ (تلی) ظَهْرٌ (پیٹھ) عَيْنٌ (آنکھ) غَبَبٌ (آدمی کے گلے کے نیچے لٹکا ہوا گوشت) فَمٌ (منہ) قَفَا (گدی) كَفٌّ (ہتھیلی) لِسَانٌ (زبان) مَنْخَرٌ (نتھنا) نُغْنُغٌ (حلق میں بڑھا ہوا گوشت) هَامَةٌ (کھوپڑی) وَجْهٌ (چہرہ) يَدٌ (ہاتھ)۔ عبد الملک کے اصحاب میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اُس نے کہا: میں ایک ایک حرف تہجی سے دو دو بدن کے حصوں کے نام بتاؤں گا۔ عبد الملک یہ سن کر ہنسا اور حضرت سیِّدُنا سوید رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کہا: کیا تم نے یہ سنا؟ آپ نے فرمایا: میں تین تین نام بتاؤں گا۔ عبد الملک نے کہا: بتاؤ اور تمہاری

جو خواہش ہو گی وہ پوری کی جائے گی۔ فرمایا: اَنْفٌ (ناک) اَسْنَانٌ (دانت) اُذُنٌ (کان) بَطْنٌ (پیٹ) بِنْصَرٌ۔ (چھوٹی انگلی) بِزَّةٌ (جسمانی ساخت) تَرْقُوَةٌ (ہنسلی کی ہڈی) ثُمْرَةٌ (حشفہ) تِيْنَةٌ (بچے کا تالو) ثَغْرٌ (اگلے دانت) ثَنَايَا (سامنے کے دو دانت) ثَدْيٌ (پستان) جُنْجُمَةٌ (کھوپڑی) جَنْبٌ (پہلو) جَبْهَةٌ (پیشانی) حَلْقٌ (حلق) حَنَكٌ (تالو) حَاجِبٌ (ابرو) خَدٌّ (رخسار) خِنْصَرٌ۔ (چھوٹی انگلی) خَاصِرَةٌ (کوکھ) دُبُرٌ (سرین) دِمَاغٌ (دماغ) دَرَادِيْرُ (مسوڑھے) ذَقَنٌ (ٹھوڑی) ذَكَرٌ (آلۂ تناسل) ذِرَاعٌ (بازو) رَقَبَةٌ (گردن) رَأْسٌ (سر) رُكْبَةٌ (گھٹنا) زَنْدٌ (ہاتھ کا گٹا) زَرْدَمَةٌ (گلا) زُبٌّ (ذَکَر)۔ یہ سن کر عبدُ الملک اتنا ہنسا کہ ہنستے ہوئے چت لیٹ گیا۔ حضرت سیِّدُنا سوید رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے سِلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا: سَاقٌ (پنڈلی) سُرَّةٌ (ناف) سُبَابَةٌ (شہادت کی انگلی) شَفَةٌ (ہونٹ) شَفْرٌ (پلک کی جڑ) شَارِبٌ (مونچھ) صَدْرٌ (سینہ) صُدْغٌ (کنپٹی) صَلْعَةٌ (سر کی کھال) ضِلْعٌ (پسلی) ضَفِيْرَةٌ (چوٹی) ضِرْسٌ (داڑھ) طِحَالٌ (تلی) طُرَّةٌ (گیسو) طَرَفٌ (بدن کا ایک حصہ) ظَهْرٌ (پیٹھ) ظُفْرٌ (ناخن) ظَلْمٌ (چمکدار دانت) عَيْنٌ (آنکھ) عُنُقٌ (گردن) عَاتِقٌ (مونڈھا) غَبَبٌ (آدمی کے گلے کے نیچے لٹکا ہوا گوشت) غَلْصَمَةٌ (گلا) غُنَّةٌ (ناک) فَمٌ (منہ) فَكٌّ (جبڑا) فُؤَادٌ (قلب) قَلْبٌ (دل) قَفَا (گدی) قَدَمٌ (قدم) كَفٌّ (ہتھیلی) كَتِفٌ (کاندھا) كَعْبٌ (ٹخنہ) لِسَانٌ (زبان) لِحْيَةٌ (داڑھی) لَوْحٌ (بدن کی چوڑی ہڈی) مَنْخَرٌ (نتھنا) مِرْفَقٌ (کہنی) مَنْكِبٌ (مونڈھا) نُغْنُغٌ (حلق میں بڑھا ہوا گوشت) نَابٌ (نوکیلا دانت) نَغٌّ (کمزور بال) هَامَةٌ (کھوپڑی) هَيْئَةٌ (صورت) هَيْفٌ (پتلی کمر) وَجْهٌ (چہرہ) وَجْنَةٌ (گال) وَرِكٌ (ران کے اوپر کا حصہ) يَمِيْنٌ (داہنا ہاتھ) يَسَارٌ (بایاں ہاتھ) يَافُوْخٌ (تالو)۔ عبدُ الملک یہ سن کر ہنسا اور کہا: بخدا! اس سے زیادہ بیان نہیں ہو سکتا انہیں دیدو جو یہ چاہتے ہیں۔ پھر عبدُ الملک نے انہیں اِنعام واِکرام سے نوازا اور ان کے ساتھ خوب احسان کیا۔

ایک ہزار دستر خوان:

حجاج بن یوسف ثقفی عرب کے فصحا میں سے تھا، ظالم و جابر اور سرکش ہونے کے ساتھ ساتھ سخی بھی تھا۔ اگر وہ کسی دن خوب ہنستا تو بعد میں بار بار استغفار بھی کرتا، ایک ہزار دستر خوان پر یہ لوگوں کو کھانا کھلاتا اور دستر خوان کے ارد گرد گھومتے ہوئے کہتا: اے اہلِ شام! روٹی کے ٹکڑے کرو کہ یہ تمہارے پاس دوبارہ لوٹ کرنہ آئے۔ اس کے ہر دستر خوان پر 10 آدمی ہوتے اور یہ سلسلہ ہر روز ہوتا اور حجاج یہ کہتا: میں بہت سارے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ میرے دستر خوان پر حاضر نہیں ہوتے۔ حجاج سے کہا گیا: وہ بن بلائے آنے کو ناپسند کرتے ہیں۔ حجاج نے کہا: اب صبح و شام میرے قاصد انہیں بلانے کے لئے جائیں گے۔

حجاج بن یوسف کی عراق پر تقرری:

حضرت سیِّدُنا عبدُ الملک بن عُمَیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے منقول ہے کہ عبدُ الملک بن مروان کو اہْلِ عراق کی بگڑتی ہوئی صورت حال معلوم ہوئی تو اُس نے اپنے گھر والوں اور اپنے لشکر کے دلیر لوگوں کو جمع کیا اور ان سے کہا: عراق میں شورش کی آگ بھڑک چکی ہے، کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اپنی کاٹنے والی تلوار اور دل و دماغ کی تیزی سے اس شورش کی آگ کو بجھا سکے؟ یہ سن کر کوئی نہ بولا تو حجاج بن یوسف کھڑا ہوا اور کہا: عراق کے لئے میں حاضر ہوں۔ عبد الملک نے کہا: تم کون ہو؟ کہا: میں حجاج بن یوسف ہوں۔ عبد الملک نے کہا: کس قبیلے سے تمہارا تعلق ہے؟ کہا: ثقیف۔ عبد الملک نے کہا: بیٹھ جاؤ، تم وہاں جانے کے لائق نہیں۔ پھر عبد الملک نے کہا: کیا ہوا کہ میں دیکھ رہا ہوں سر جھکے ہوئے ہیں اور زبانیں خاموش ہیں۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو حجاج کھڑا ہوا اور کہا: میں عراق کے لئے حاضر ہوں۔ عبد الملک نے کہا: میرے پاس سے دور رہو اور تم وہاں جانے کے قابل نہیں۔ عبد الملک نے پھر حاضرین سے کہا: کون ہے جو عراق کی حکومت سنبھالے؟ لوگ خاموش رہے تو حجاج پھر کھڑا ہوا اور کہا: میں عراق کے لئے حاضر ہوں۔ عبد الملک نے کہا: اب میرا گمان یہ ہے کہ تم ہی اس عہدہ کے لائق ہو۔ اے ابنِ یوسف ہر شے کی ایک نشانی اور علامت ہوتی ہے تمہاری نشانی اور علامت کیا ہے؟ کہا: سزا دینا اور معاف کرنا اور جو مجھ سے بحث کرے گا میں اُسے کاٹ دوں گا، جو مجھ سے لڑے گا میں اُسے ختم کر دوں گا اور جو میری مخالفت کرے گا میں اُسے مار دوں گا اور جو میرے قریب ہو گا میں اُس کا اکرام کروں گا اور جو امان طلب کرے گا میں اُسے امان دوں گا اور جو اطاعت میں جلدی کرے گا میں اُسے عزت دوں گا اور یہی میری نشانی اور علامت ہے۔ اے امیر المؤمنین! آپ مجھے آزما کر دیکھیں میں آپ کے لئے لوگوں کی گردنیں کاٹ دوں گا، خوب مال جمع کروں گا اور آپ کو میری ذات سے بہت سے فائدے پہنچیں گے اور اگر میں ایسا نہ کر سکا تو آپ مجھے تبدیل کر دیجئے گا۔ حکومت کی چاہت کرنے والے لوگ تو بہت ہیں لیکن اسے چلانے والے کم ہیں۔ عبد الملک نے کہا: تم ہی اس کے اہل ہو، بتاؤ تمہیں اس کے لئے کس چیز کی ضرورت ہے؟ حجاج نے کہا: تھوڑا سا لشکر اور مال۔

عبد الملک نے سپہ سالار کو بلایا اور کہا: جتنا یہ لشکر چاہتا ہے اس کے لئے اتنا لشکر تیار کرو اور انہیں اس کی اطاعت کا کہو اور اس کی مخالفت سے ڈراؤ۔ پھر خازن کو بلایا اور اسے کہا: جتنا یہ مال چاہتا ہے اتنا اسے دیدو۔ حجاج عراق کی طرف چل پڑا۔ حضرت سیِّدُنا عبد الملک بن عمیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں: ہم جامع مسجد کوفہ میں موجود تھے کہ کسی آنے والے نے

ہمیں بتایا: یہ آنے والا حجاج ہے جو کوفہ پر امیر بن کر آیا ہے۔ لوگ اس کی طرف گردن اٹھا کر دیکھنے لگے اور صحن مسجد کو اس کے لئے خالی کر دیا۔ ہم نے چلتے ہوئے اسے دیکھا تو اس پر سرخ عمامہ تھا اور وہ آکر منبر پر بیٹھ گیا، جب تک مسجد بھر نہ گئی اس نے کسی سے کوئی بات کی نہ زبان سے کوئی حرف نکالا۔ اہل کوفہ اس وقت اچھی اور عمدہ حالت میں تھے، ایک کوفی شخص مسجد میں داخل ہوتا تو اس کے ساتھ 20 یا 30 اس کے اہل، غلام اور ہم نوا ریشم و دیباج کے لباس میں ملبوس آتے۔ اُس روز مسجد میں عمیر بن ضابیء بھی تھا جس نے حجاج کو منبر پر دیکھا تو اپنے ساتھی سے کہا: کیا یہ تمہیں گالی دے رہا ہے؟ اُس نے کہا: خاموش رہو، پہلے ہم اس کی بات تو سُن لیں۔ عمیر بن ضابئ نے خاموش رہنے سے انکار کر دیا اور کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ بنو اُمیہ پر لعنت کرے کہ وہ اس جیسے شخص کو عراق پر امیر مقرر کرتے ہیں، اگر یہ شخص عراق کا امیر رہا تو عراق کو تباہ کر دے گا اور اگر اس کی امارت طویل رہی تو یہ کچھ نہیں چھوڑے گا۔ حجاج یہ سن کر خاموش رہا اور دائیں بائیں دیکھتا رہا پھر جب اُس نے دیکھا کہ مسجد بھر گئی تو کہا: کیا تم سب جمع ہو گئے؟ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حجاج نے کہا: میں تمہاری تعداد سے واقف نہیں ہوں تو بتاؤ کہ کیا تم سب جمع ہو گئے؟ ایک شخص نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ امیر کا بھلا کرے ہم سب جمع ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر حجاج ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اور کہا: میں تمہارے عمامے اور داڑھیوں کے درمیان خون بہتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اے اہلیان عراق! میں تمہارے ٹیڑھے پَن کو سیدھا کر دوں گا، تمہارے فتنہ کو ختم کر دوں گا، تمہیں دوسروں کے لئے عبرت کا نمونہ بناؤں گا اور میں تمہیں مار مار کر سیدھا کروں گا۔ اے اہلیانِ عراق! میں جو وعدہ کرتا ہوں اُسے پورا کرتا ہوں اور جو عزم کرتا ہوں اسے پورا کئے بغیر نہیں رہتا۔ اے اہلیانِ عراق! تم نے ربّ تعالٰی کی نعمتوں کی ناشکری ہے اب تمہارے پاس ربّ تعالٰی کا عذاب آیا ہے لہٰذا اب سیدھے ہو جاؤ، اطاعت و فرمانبرداری کرو اور میری بات غور سے سنو ورنہ میری تلوار تمہارا کام کر دے گی۔ میں نے سچ کو نیکی کے ساتھ پایا اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور میں نے جھوٹ کو فسق و فجور کے ساتھ پایا ہے اور فسق و فجور جہنم میں لے جاتا ہے۔ مجھے امیر المؤمنین نے تمہاری طرف بھیجا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ میں تم پر خرچ کروں اور تمہیں تمہارے دشمن مہلب بن ابو صفرہ سے لڑنے کے لئے تیار کروں۔ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ جو شخص بھی تین دن کے بعد اپنا عطیہ لے کر جنگ سے پیچھے رہا میں اُس کی گردن اڑا دوں گا۔ اے غلام! امیر المؤمنین کا خط پڑھ کر سناؤ۔ اُس نے پڑھا:

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ، یہ خط عبدُ الملک بن مروان کی طرف سے کوفہ کے مسلمانوں کی طرف ہے۔ اَلسَّلَامُ

عَلَیْکُم!۔ یہ سن کر کسی نے سلام کا جواب نہ دیا تو حجاج نے کہا: اے غلام رکو اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: تمہیں امیر المؤمنین سلام کہہ رہے ہیں اور تم جواب نہیں دے رہے ؟ کیا تم نے ایسا ہی ادب سیکھا ہے بخدا میں تمہیں ایسا ادب سکھاؤں گا کہ تم یاد رکھوگے۔ اے غلام آگے پڑھو۔ غلام نے آگے پڑھنا شروع کر دیا حتّٰی کہ جب وہ آخر میں اس قول "سَلَامٌ عَلَیْکُم" پر پہنچا تو مسجد میں موجود سب لوگوں نے کہا: امیر المؤمنین پر بھی سلام ہو۔

گستاخِ عثمان کا قتل:

پھر جب حجاج خطبہ سے فارغ ہوا تو لوگوں کو عطیات دینے لگا اور لوگ آکر اپنے عطیات لینے لگے حتّٰی کہ ایک بوڑھا شخص کانپتے ہوئے آیا اور کہا: اے امیر! آپ میری کمزوری دیکھ رہے ہیں، میرا ایک بیٹا ہے آپ اسے میری جگہ جنگ میں قبول کرلیں۔ حجاج نے کہا: ہم نے قبول کیا۔ جب وہ بوڑھا مڑ کر چلا گیا تو کسی نے حجاج سے کہا: اے امیر! کیا آپ اسے جانتے ہیں؟ حجاج نے کہا: نہیں۔ اُس نے کہا: یہ عمیر بن ضابئ ہے جس نے سیّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ہجو میں ایک شعر کہا:

هَمَمْتُ وَلَمْ اَفْعَلْ وَكِدْتُّ وَلَيْتَنِيْ   تَرَكْتُ عَلٰى عُثْمَانَ تَبْكِيْ حَلَائِلُهٗ

ترجمہ: میں نے ایک کام (یعنی حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو شہید کرنے) کا پختہ عزم کیا لیکن اسے کر نہ سکا، کاش! میں اس کام کو عملی جامہ پہناتا۔ میں نے عثمان کو اس حال میں چھوڑا کہ اُن کی ازواج رو رہی تھیں۔

یہی وہ شخص تھا جو حضرت سیّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شہادت کے بعد ان کے پاس آیا اور ان کے مبارک پیٹ کو کچل کر ان کی دو پسلیاں توڑ دیں۔ حجاج نے کہا: اُس بوڑھے کو دوبارہ میرے پاس لاؤ۔ جب وہ بوڑھا آگیا تو حجاج نے اُس سے کہا: کیا تم نے ہی امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ بدسلوکی کی تھی؟ اے بوڑھے! تیرا قتل مسلمانوں کے لئے اصلاح ہوگا۔ اے تلوار والے! اسے لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو۔

حجاج کے خونخوار ہونے کی وجہ:

حجاج کی ماں فارعہ بنت ہمام نے حجاج کو بھونڈی شکل میں پیدا کیا اور پیدائش کے وقت اس کا پچھلا مقام نہیں تھا تو اس کی دبر کی جگہ پر سوراخ کیا گیا۔ اس نے پستان سے دودھ پینے سے انکار کر دیا تو اس کے گھر والے بہت پریشان ہوئے۔ کہتے ہیں کہ شیطان ان کے سامنے حکیم عرب حارث بن کلدہ کی صورت میں آکر کہنے لگا کہ کیا بات ہے؟ گھر والوں میں سے کسی نے واقعہ کی خبر دی تو اس نے گھر والوں سے کہا: اس کے لئے ایک بکرا ذبح کرو، اسے اس کا خون چٹاؤ اور اس کے خون

میں اسے لتھیڑ و اور چہرے پر بھی اس کا خون مل دو تو چوتھے روز یہ پستان سے دودھ پینے لگے گا۔ گھر والوں نے ایسا ہی کیا تو چوتھے روز اس نے دودھ قبول کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ خون ریزی سے باز نہ رہ سکا اور حجاج اپنے متعلق خود کہتا تھا کہ اسے خونریزی کرنے اور ایسے امور کے ارتکاب میں بہت مزہ آتا ہے جو دوسرے نہ کر سکتے ہوں۔

حجاج کی ماں حجاج کے والد سے پہلے حارث بن کلدہ کے نکاح میں تھی۔ ایک دن سحری کے وقت حارث حجاج کی ماں کے پاس آیا، اُسے دانتوں میں خلال کرتے ہوئے دیکھا تو طلاق دیدی۔ حجاج کی ماں نے حارث سے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا؟ اُس نے کہا: اگر تو نے جلدی ناشتہ کیا ہے تو تُو بہت حریص ہے اور اگر تو نے اس حال میں رات گزاری کہ کھانا تیرے دانتوں کے درمیان پھنسا ہوا تھا تو تُو گندی ہے۔ حجاج کی ماں نے کہا: یہ دونوں باتیں نہیں بلکہ میں مسواک کے ٹکڑے سے ویسے ہی خلال کر رہی تھی۔ حارث نے کہا: فیصلہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ حجاج کی ماں نے اس کے بعد یوسف بن ابو عقیل ثقفی سے نکاح کر لیا جس سے حجاج پیدا ہوا۔

ایک لاکھ 20 ہزار افراد کا قاتل:

منقول ہے کہ حجاج جب حاکم بنا تو اُس کی عُمر 20 سال تھی اور 53 سال کی عُمر میں اس کا اِنتقال ہوا۔ یہ انتہائی ظالم و جابر اور خوب خون ریزی کرنے والا تھا۔ حجاج نے جن لوگوں کو جنگوں کے علاوہ قتل کیا ان کی تعداد ایک لاکھ 20 ہزار تک پہنچتی ہے اور جب یہ مرا تو 50 ہزار مرد اور 30 ہزار عورتیں اس کی قید میں ایسی تھیں جن پر کوئی حد نہ تھی۔ یہ عورتوں اور مردوں کو ایک ساتھ قید کرتا تھا اور ایسی جگہ قید کرتا تھا جہاں ان کے اوپر گرمی یا سردی سے بچاؤ کے لئے کوئی چھت نہ ہوتی تھی۔ امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے کسی نے پوچھا: کیا حجاج مومن تھا؟ تو آپ نے فرمایا: وہ شیطان کا پیروکار تھا۔ آپ ہی سے منقول ہے کہ اگر ہر امت اپنے خبیث و فاسق شخص کو لائے اور ہم صرف حجاج کو لے آئیں تو یہ اُن سب پر بھاری ہو گا[1]۔

حجاج کی شرمندگی:

منقول ہے کہ ہند بنتِ نعمان اپنے زمانے کی خوبصورت عورتوں میں سے ایک تھی۔ حجاج کو جب اس کے حسن و جمال کی خبر ملی تو اس نے اُسے نکاح کا پیغام دیا اور کثیر مال دے کر شادی کے لئے راضی کر لیا۔ ہند نے دو لاکھ درہم مہر

1... سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی سے منقول یہ قول ہمیں کسی کتاب میں نہیں ملا البتہ حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کے حوالے مشہور ہے۔ (علمیہ)

رکھنے کی شرط کی جسے حجاج نے قبول کیا اور یوں ان دونوں کی شادی ہو گئی پھر ہند حجاج کے ساتھ اپنے والد کے شہر معرہ آگئی۔ہند فصیح و بلیغ ہونے کے ساتھ ساتھ ادیبہ بھی تھی، حجاج نے ایک طویل عرصہ ہند کے ساتھ معرہ میں گزارہ پھر حجاج اسے لے کر عراق آگیا جہاں کچھ عرصہ یہ ایک ساتھ رہے پھر ایک دن حجاج ہند کے پاس آیا تو اسے آئینہ کے سامنے ایک شعر کہتے سنا جس میں حجاج پر عار تھی تو حجاج یہ سن کر واپس لوٹ گیا اور ہند کو طلاق دینے کا ارادہ کیا۔طلاق دینے کے لئے حجاج نے عبد اللّٰہ بن طاہر کو وکیل کیا اور اسے کہا: میری طرف سے اُسے دو لاکھ درہم پہنچا دینا اور دو کلموں سے اُسے طلاق دے دینا۔ابنِ طاہر نے ہند کے پاس آکر دو کلموں کے ذریعے حجاج کے وکیل ہونے کی حیثیت سے طلاق دیدی اور دو لاکھ درہم پیش کر دیئے۔ہند نے کہا: اے اِبْنِ طاہر! مجھے اس طلاق پر کوئی ندامت و پشیمانی نہیں۔یہ دو لاکھ درہم جو تم لے کر آئے ہو مجھے بنو ثقیف کے کتے سے رہائی ملنے کی خوشی میں تمہارے ہوئے۔پہنچتے پہنچتے اس بات کی خبر اُموی خلیفہ عبْدُ الملک تک پہنچی اور اس کے سامنے ہند کے حسن و جمال کی تعریف کی گئی تو عبْدُ الملک نے ہند کی طرف نکاح کا پیغام بھیج دیا۔ہند نے عبْدُ الملک کی طرف اپنے متعلق لکھا: برتن میں کتے نے منہ مار دیا ہے۔عبْدُ الملک تک یہ تحریر پہنچی تو وہ اسے دیکھ کر ہنس پڑا اور ہند کی طرف لکھا: جب کتا کسی برتن میں منہ مار دے تو اسے مٹی سے سات دفعہ دھولو لہٰذا تم بھی ایسا کرو برتن استعمال کے قابل ہو جائے گا۔جب ہند نے یہ تحریر پڑھی تو اب اُس کے پاس پیغام نکاح کو قبول کرنے سے انکار کی کوئی گنجائش نہ رہی۔چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد و ثنا کے بعد عبْدُ الملک کی طرف لکھا: اے امیر المؤمنین! بخدا! میں آپ کے ساتھ ایک شرط کے ساتھ ہی نکاح کروں گی اور وہ شرط یہ ہے کہ حجاج میری کجاوے کو ننگے سر اور برہنہ پا معرہ سے لے کر آپ کے شہر تک آئے گا۔عبْدُ الملک نے جب اس تحریر کو پڑھا تو وہ بہت ہنسا اور حجاج کی طرف لکھ بھیجا کہ وہ ہند کی شرط کو پورا کرے۔حجاج نے جب عبْدُ الملک کی تحریر پڑھی تو اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور کسی قسم کا انکار نہ کیا اور ہند کی طرف لکھا کہ وہ تیاری کرے۔حجاج اونٹ سواروں کا ایک قافلہ لے کر ہند کے شہر معرہ پہنچ گیا۔ہند اپنی لونڈیوں اور خادماؤں کے ساتھ کجاوے میں آکر بیٹھ گئی جبکہ حجاج نے اونٹ کی نکیل تھام لی اور اسے لے کر چل پڑا۔ہند بار بار کجاوے کا پردہ ہٹانے کا کہتی اور حجاج کو دیکھ کر ہنس پڑتی اور سارے راستے وہ حجاج کے ساتھ ہنسی مذاق میں مشغول رہی حتّٰی کہ جب خلیفہ کا شہر قریب آگیا تو اس نے ایک دینار اٹھا کر زمین پر پھینک دیا اور پکار کر کہا: اے شتربان! ہمارا ایک درہم گر گیا ذرا اسے اٹھالینا۔حجاج نے زمین کی طرف دیکھا تو اسے صرف ایک دینار ہی پڑا نظر آیا، اس نے کہا: ایک دینار ہی نظر آرہا ہے۔ہند

نے کہا: وہ درہم ہی ہو گا۔ حجاج نے کہا: نہیں وہ دینار ہے۔ ہند نے کہا: خدا کا شکر ہے کہ اُس نے ہمیں گرے ہوئے درہم کے بدلے دینار عطا کیا (اس بات میں حجاج کی طرف اشارہ تھا)۔ حجاج یہ سن کر بہت شرمندہ ہوا اور کسی قسم کا جواب نہ دیا۔ ہند کی عبدُ الملک کے ساتھ شادی ہو گئی۔

فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی حق پسندی:

حضرت سیِّدُنا علامہ ابن جوزی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اپنی کتاب "اَلْمُنْتَظَم" میں حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مناقب میں ذکر کرتے ہیں کہ آپ جب والی مقرر ہوئے تو آپ تک یہ خبر پہنچی کہ ازواجِ مطہرات کا مہر 500 درہم تھا اور حضرت سیِّدَتُنا فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا مہر 400 درہم تھا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اجتہاد کرتے ہوئے یہ خیال فرمایا کہ جگر گوشۂ رسول حضرت سیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے مہر سے زیادہ عورتوں کا مہر نہیں ہونا چاہئے۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا: اے لوگو! چار سو درہم سے زیادہ عورتوں کے مہر نہ رکھو اور جو اس سے زیادہ رکھے گا تو یہ زیادتی بیت المال میں جمع کرادی جائے گی۔ لوگ آپ کے سامنے کچھ بولنے سے ڈرے تو لمبے ہاتھوں والی ایک عورت کھڑے ہو کر کہنے لگی: آپ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے (اور اگر تم ایک بی بی کے بدلے دوسری بدلنا چاہو اور):

وَّ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْــٴًـا (پ۴، النساء: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اُسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔

یہ سن کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: عورت نے درست بات کہی اور آدمی خطا کر گیا۔

فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی مردم شناسی:

ایک عورت امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آئی اور کہا: میرا شوہر دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: تمہارا شوہر اچھا آدمی ہے۔ آپ کی مجلس میں اس وقت حضرت سیِّدُنا کعب بن سُور رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ موجود تھے، انہوں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض کی: یہ عورت اپنے شوہر کے حقِّ زوجیت ادا نہ کرنے کی شکایت کر رہی ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: تم نے ہی اس معاملے کو سمجھا ہے لہٰذا اب فیصلہ بھی تم ہی کرو گے۔ حضرت سیِّدُنا کعب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا: میرے پاس

اس عوت کے شوہر کو لایا جائے۔ اُس عورت کا شوہر حاضر ہو گیا تو آپ نے اُس سے کہا: یہ عورت تمہارے متعلق شکایت کر رہی ہے۔ شوہر نے کہا: کیا کھانے یا پینے کی شکایت کر رہی ہے؟ حضرت سیِّدُنا کعب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا: نہیں بلکہ یہ عورت حق زوجیت ادا نہ کرنے کی شکایت کر رہی ہے۔ شوہر نے کہا: مجھے قرآن پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب کے ڈر نے اس سے غافل کر دیا ہے۔ حضرت سیِّدُنا کعب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے لئے دو، تین اور چار تک عورتیں حلال فرمائی ہیں لہٰذا تم تین روز دن میں روزہ رکھو اور رات کو قیام کرو اور ایک دن ورات اسے دیدو۔ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ سن کر فرمایا: میں نہیں جانتا کہ عورت کا کلام زیادہ عجیب ہے یا تم نے جو فیصلہ کیا وہ زیادہ عجیب ہے، جاؤ میں نے تمہیں بصرہ کا قاضی مقرر کیا۔

قرآن پاک کے ذریعے گفتگو کرنے والی عورت:

حضرت سیِّدُنا ابن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں حج کے ارادے اور حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قبر انور کی زیارت کی نیت سے نکلا تو راستے میں مجھے کوئی سیاہ چیز دکھائی دی، قریب گیا تو دیکھا کہ وہ ایک بوڑھی خاتون ہے جس نے اونی قمیص پہنی ہوئی ہے اور اونی دوپٹہ اوڑھ رکھا ہے۔ میں نے اُسے سلام کیا تو اُس نے کہا:

سَلٰمٌ ۟ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ﴿۵۸﴾ (پ۲۳، یٰسٓ: ۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: ان پر سلام ہو گا مہربان رب کا فرمایا ہوا۔

میں نے اُس سے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم کرے تم اس ویران جگہ پر کیا کر رہی ہو؟ اُس نے کہا:

مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ ؕ (پ۹، الاعراف: ۱۸۶) ترجمۂ کنزالایمان: جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

میں جان گیا کہ یہ راستہ بھٹک گئی ہے لہٰذا میں نے اُس سے کہا: تم کہاں جانا چاہتی ہو؟ اُس نے کہا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۱) ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصا (بیت المقدس) تک۔

میں سمجھ گیا کہ اس نے حج ادا کر لیا ہے اور اب یہ بیت المقدس جانا چاہتی ہے تو میں نے اُس سے کہا: تم کب سے یہاں ہو۔ اُس نے کہا:

ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا ﴿۱۰﴾ (پ۱۶، مریم: ۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: تین رات دن۔

میں نے کہا: میں تمہارے پاس کوئی کھانا نہیں دیکھ رہا ہوں جسے تم کھاؤ۔ اُس نے کہا:

هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَ يَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ (پ۱۹، الشعراء: ۷۹) ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

میں نے کہا: تم وضو کیسے کرتی ہو؟ اُس نے کہا:

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (پ۵، النساء: ۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔

میں نے کہا: میرے پاس کھانا ہے، کیا تم کھانا کھاؤ گی؟ اُس نے کہا:

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (پ۲، البقرۃ: ۱۸۷) ترجمۂ کنزالایمان: پھر رات آنے تک روزے پورے کرو۔

میں نے کہا: یہ رمضان کا مہینہ نہیں۔ اُس نے کہا:

وَ مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾ (پ۲، البقرۃ: ۱۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔

میں نے کہا: سفر میں روزہ نہ رکھنا بھی جائز ہے۔ اُس نے کہا:

وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ (پ۲، البقرۃ: ۱۸۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو۔

میں نے کہا: تم ایسے کیوں نہیں گفتگو کر رہی ہو جیسے میں گفتگو کر رہا ہوں؟ اُس نے کہا:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾ (پ۲۶، ق: ۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

میں نے کہا: کس قبیلے سے تمہارا کا تعلق ہے؟ تو اس نے کہا:

وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۳۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

میں نے کہا: مجھ سے غلطی ہو گئی، مجھے معاف کر دیں۔ اُس نے کہا:

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ ترجمۂ کنزالایمان: تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے۔

(پ۱۳، یوسف: ۹۲)

میں نے کہا: کیا میں تمہیں اپنی اونٹنی پر سوار کر کے قافلے تک پہنچا دوں؟ اُس نے کہا:

وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور تم جو بھلائی کرو اللہ اسے جانتا ہے۔

(پ۲، البقرۃ: ۱۹۷)

میں نے اپنی اونٹنی اُس کے لئے بٹھا دی تو اُس نے کہا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ترجمۂ کنزالایمان: مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں۔

(پ۱۸، النور: ۳۰)

میں نے اپنی نگاہ نیچی کرلی اور اُس سے کہا: سوار ہو جاؤ۔ وہ سوار ہونے لگی تو اونٹنی بدک گئی جس کی وجہ سے اُس کے کپڑے پھٹ گئے اور اُس نے کہا:

وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ (پ۲۵، الشُّورٰی: ۳۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا۔

میں نے اُس سے کہا: ذرا صبر کریں میں اونٹنی کی کلائی کو ران سے باندھ دیتا ہوں۔ اُس نے کہا:

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ (پ۱۷، انبیاء: ۷۹) ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا۔

میں نے اونٹنی کی کلائی کو ران سے باندھ دیا اور اس سے کہا: سوار ہو جائیں۔ وہ جب سوار ہو گئی تو اُس نے کہا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۙ﴿۱۳﴾ (پ۲۵، الزخرف: ۱۳) ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے اسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا اور یہ ہمارے بوتے (قابو) کی نہ تھی۔

میں نے اونٹنی کی لگام پکڑ لی اور چیختے ہوئے تیز چلانے لگا تو اُس نے کہا:

وَ اقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَ اغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور میانہ چال چل اور اپنی آواز کچھ پست کر۔

(پ۲۱، لقمٰن: ۱۹)

یہ سن کر میں آہستہ آہستہ چلنے لگا اور ترنم سے اشعار پڑھنے لگا تو اُس نے کہا:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ (پ۲۹،مزمل:۲۰) ترجمۂ کنزالایمان: اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔

میں نے کہا: آپ کو بہت بھلائی ملی ہے۔ اُس نے کہا:

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾ (پ۳، البقرة:۲۶۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔

میں تھوڑا دور ہی اسے لے کر چلا تھا کہ میں نے اُس سے پوچھا: کیا تمہارا کوئی شوہر ہے؟ اُس نے کہا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ (پ۷، المائدة:۱۰۱) ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بُری لگیں۔

میں خاموش ہو گیا اور اُس سے کوئی بات نہ کی حتّٰی کہ ہم قافلہ تک پہنچ گئے تو میں نے اُس سے کہا: تمہارا اس قافلے میں کون ہے؟ اُس نے کہا:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ترجمۂ کنزالایمان: مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگار (زینت) ہے۔

(پ۱۵، الکهف:۴۶)

میں جان گیا اس کی اولاد بھی ہے تو میں نے کہا: سفرِ حج میں ان کی کیا ذمہ داری تھی۔ اُس نے کہا:

وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ (پ۱۴، النحل:۱۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور علامتیں اور ستارے سے وہ راہ پاتے ہیں۔

میں جان گیا کہ اس کے بیٹے سواروں کو راہ دکھانے والے ہیں۔ لہٰذا میں نے گول نما اور بلند خیموں کا قصد کیا اور اُس عورت سے کہا: ان بلند خیموں میں کون ہیں؟ اُس نے کہا:

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ (پ۵، النساء:۱۲۵) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنایا۔

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ ۚ (پ۶، النساء:۱۶۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے موسٰی سے حقیقتاً کلام فرمایا۔

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ (پ۱۶، مریم:۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: اے یحیٰی کتاب مضبوط تھام۔

میں نے اے ابراہیم!، اے موسٰی! اور اے یحیٰی! کہہ کر پکارا تو میرے سامنے چاند جیسے نوجوان ظاہر ہوئے پھر جب میں اُن کے ساتھ اطمینان سے بیٹھ گیا تو عورت نے کہا:

فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنے میں ایک کو یہ چاندی لے کر شہر میں بھیجو پھر وہ غور کرے کہ وہاں کون سا کھانا زیادہ ستھرا ہے کہ تمہارے لئے

فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ (پ۱۵، الکھف: ۲۰) اس میں سے کھانے کو لائے۔

یہ سن کر اُن میں سے ایک گیا اور جا کر کھانا خرید لایا اور میرے آگے لا کر رکھ دیا۔ عورت نے کہا:

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾ (پ۲۹، الحاقۃ: ۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

میں نے کہا: میں یہ کھانا اُس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک مجھے تم لوگ اس عورت کے بارے میں نہ بتاؤ۔ انہوں نے کہا: یہ ہماری والدہ ہیں جو چالیس سال سے قرآن پاک سے ہٹ کر اس خوف سے گفتگو نہیں کرتیں کہ کہیں وہ قرآن پاک سے ہٹ کر گفتگو کریں اور غلطی کر جائیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُن پر ناراض ہو جائے اور وہ قادر مطلق ہر چیز پر قادر ہے۔ میں نے کہا:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۱﴾ (پ۲۷، الحدید: ۲۱) ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

...✿...

باب نمبر 8: بہترین اور مدمقابل کو خاموش کرانے والے جوابات اور زبان کی تیزی وغیرہ کے واقعات

حجاج کے ظلم میں شریک:

حجاج کے مرنے کے بعد اس کی پولیس کا انچارج یزید بن ابو مسلم خلیفہ دمشق سلیمان بن عبد الملک کے پاس آیا تو سلیمان نے اِس سے کہا: کیا تو حجاج کا ٹھکانا جہنم میں نہیں دیکھتا؟ اُس نے کہا: اے امیر المؤمنین! ایسا نہ کہئے کیونکہ حجاج نے منبر پر آپ لوگوں کی اطاعت کا حکم دیا اور آپ کے لئے سرکش لوگوں کو ذلیل کیا، وہ جب قیامت کے دن آئے گا تو اس کے دائیں جانب آپ کے والد اور بائیں جانب آپ کا بھائی ہو گا۔[1]

یہودی کو خاموش کرا دیا:

ایک یہودی نے امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علیُّ المرتضیٰ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم سے کہا: تمہیں کیا ہوا کہ تمہارے نبی

[1]... کہ سلیمان کے باپ عبد الملک بن مروان نے حجاج کو مقرر کیا اور عبد الملک کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے ولید نے حجاج کو برقرار رکھا۔

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کو 15 سال بھی نہ گزرے کہ تم لوگوں نے لڑنا شروع کر دیا۔ حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے یہودی کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا تھا دریائے نیل کی تری سے تمہارے پاؤں بھی خشک نہ ہوئے تھے کہ تم لوگوں نے حضرت سیِّدُنا موسٰی عَلَیْہِ السَّلَام سے کہنا شروع کر دیا: ”اے موسٰی! ہمیں بھی ایک خدا بنا دیجئے جیسے دوسرے لوگوں کے لئے اتنے خدا ہیں۔“

آیت کا آیت سے جواب:

حجاج بن یوسف نے اپنے منبر پر یہ آیت لکھی دیکھی:

قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ (پ۲۳، الزمر: ۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ تھوڑے دن اپنے کفر کے ساتھ برت لے۔

تو اس کے نیچے یہ آیت لکھی:

قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرما دو کہ مر جاؤ اپنی گھٹن (قلبی جلن) میں اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔

حضرت سیِّدُنا عقیل بن ابو طالب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نابینا ہونے کے بعد حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں اپنی مسند پر بٹھایا اور ان سے کہا: اے بنو ہاشم! تم بصارت سے محروم ہو جاتے ہو۔ حضرت سیِّدُنا عقیل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کہا: اے بنو امیہ! تم بصیرت سے محروم ہو جاتے ہو۔

بنو ہاشم اور سیِّدُنا معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ:

ایک دن بنو ہاشم جمع ہو کر حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا: اے بنو ہاشم! میرا عطیہ تمہارے لئے حاضر ہے اور میرا دروازہ تمہارے لئے ہمیشہ کھلا ہے لیکن جب میں اپنے اور تمہارے معاملے کو دیکھتا ہوں تو معاملہ کچھ اور ہی پاتا ہوں۔ تم یہ خیال کرتے ہو کہ جو میرے ہاتھ میں ہے اس کے تم زیادہ حق دار ہو اور جب میں تمہیں تمہارے حقوق کی ادائیگی کے لئے کوئی عطیہ دیتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ ہمیں ہمارے حق سے کم دیا گیا، کیا عطیہ دینے والے کے ساتھ یہی طریقہ انصاف ہے؟ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سامنے آئے اور کہا: بخدا! ہمیں طلب سے پہلے عطیہ ملتا ہے نہ دروازہ کھٹکھٹانے سے پہلے ہمارے لئے دروازہ کھلتا ہے۔ اگر تم اپنے عطیہ سے ہمیں محروم کرو گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بھلائی ہمارے لئے وسیع ہے اور اگر تم ہم پر اپنا دروازہ بند کرو گے تو ہم بھی خود کو تم سے

روک دیں گے۔ یہ مال جو تمہارے ہاتھ میں ہے یہ تمہارا نہیں ہے بلکہ اس میں مسلمانوں کا حق ہے، اگر اس مال میں ہمارا حق نہ ہوتا تو ہم تمہارے پاس پیادہ اور سواری پر حاضر نہ ہوتے۔ کیا اتنی بات تمہارے لئے کافی ہے یا میں کچھ اور بھی کہوں؟ حضرت سیّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اتنی ہی بات کافی ہے[1]۔

سیّدُنا معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ اور ایک انصاری کا مکالمہ:

حضرت سیّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک دن لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآن پاک میں تین جگہ محبت سے قریش کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے فرمایا:

وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴿۲۱۴﴾ (پ۱۹، الشعراء: ۲۱۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

ہم آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قریبی قبیلے والے ہیں۔ اور فرمایا:

وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ (پ۲۵، الزخرف: ۴۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک وہ شرف ہے تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے۔

ہم آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہم قوم ہیں۔ اور فرمایا:

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیْفِ ﴿۲﴾ (پ۳۰، قریش: ۱، ۲) ترجمۂ کنزالایمان: اس لئے کہ قریش کو مَیل دلایا ان کے جاڑے اور گرمی دونوں کے کوچ میں مَیل دلایا (رغبت دلائی)۔

ہم قریش ہیں۔ ایک انصاری نے کہا: اے امیر معاویہ (رَضِیَ اللہُ عَنْہ)! ذرا سنئے! اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَ هُوَ الْحَقُّ (پ۷، الانعام: ۶۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور اسے جھٹلایا تمہاری قوم نے اور یہی حق ہے۔

یہ جھٹلانے والی آپ کی قوم قریش تھی۔ اور فرماتا ہے:

وَ لَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ (پ۲۵، الزخرف: ۵۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ابنِ مریم کی مثال بیان کی جائے جبھی تمہاری قوم اس سے ہنسنے لگتے ہیں۔

یہ ہنسنے والے آپ کی قوم میں سے تھے۔

[1] ...حضرت سیّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے فضائل و مناقب جاننے کے لئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 288 صفحات پر مشتمل کتاب "فیضانِ امیر معاویہ" کا مطالعہ کیجئے۔

وَ قَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور رسول نے عرض کی کہ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرالیا۔

یہ آپ کی قوم کے افراد تھے۔ یہ تین آیات کے جوابات میں تین آیات ہیں اگر آپ ہمیں مزید سنائیں گے تو ہم بھی آپ کو سنائیں گے۔

سیِّدُنا امام اعظم عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کا مجنون طاق کو جواب:

منقول ہے کہ ایک مرتبہ مجنون طاق برہنہ حمام میں داخل ہو گیا۔ امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بھی وہاں موجود تھے، آپ نے دیکھا تو اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ مجنون طاق نے کہا: کب سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو اندھا کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تیری حیاء کی چادر اتاری ہے۔

ایک عجلی بوڑھا اور حجاج:

ایک دن حجاج تفریح کے لئے باہر نکلا اور جب تفریح سے فارغ ہوا تو اس کے ساتھی چلے گئے اور وہ اکیلا رہ گیا۔ اُس نے بنو عجل کے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا تو اُس سے کہا: تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟ بوڑھے نے کہا: اس قریبی بستی سے۔ کہا: تم اپنے حکمرانوں کو کیسا دیکھتے ہو؟ بوڑھے نے کہا: بُرے حکمران ہیں، لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ان کے اموال حلال جانتے ہیں۔ کہا: تمہارا حجاج کے بارے میں کیا خیال ہے؟ بوڑھے نے کہا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کا اور اس کو مقرر کرنے والے کا بُرا کرے، اس سے زیادہ بُرا عراق کا والی مقرر نہ ہوا۔ کہا: کیا تم مجھے جانتے ہو؟ بوڑھے نے کہا: نہیں۔ کہا: میں حجاج ہوں۔ بوڑھے نے کہا: کیا تم مجھے جانتے ہو؟ کہا: نہیں۔ بوڑھے نے کہا: میں بنو عجل کا فلاں پاگل ہوں جسے دن میں دو مرتبہ دورے پڑتے ہیں۔ حجاج نے یہ سنا تو ہنسنے لگا اور اس کے لئے انعام کا حکم دیا۔

ایک کرایہ دار نے اپنے مالک مکان سے کہا: گھر کا شہتیر ٹھیک کر دو اس کے چٹخنے کی آواز آتی ہے۔ مالک مکان نے کہا: ڈرو نہیں یہ تسبیح پڑھتا ہے۔ کرایہ دار نے کہا: میں ڈرتا ہوں کہ اس پر رقت طاری ہو جائے تو کہیں یہ سجدہ ریز نہ ہو جائے۔

ایک شخص نے کسی علوی سے کہا: تم باغ ہو۔ علوی نے کہا: تم وہ نہر ہو جس سے باغ سیراب ہوتا ہے۔

صدقہ باقی رہتا ہے:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے ایک بکری ذبح فرمائی اور ایک بازو رکھ کر باقی صدقہ کر دی۔

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوچھا: کیا بکری میں سے تمہارے پاس کچھ باقی ہے؟ آپ نے عرض کی: ایک بازو باقی ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ساری باقی ہے سوائے بازو کے۔[1]

ایک بچے کا معتصم کو خوبصورت جواب:

ایک مرتبہ خلیفہ بغداد معتصم نے فتح بن خاقان سے جبکہ وہ چھوٹے بچے تھے ایک نگینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ نگینہ زیادہ خوبصورت ہے یا وہ نگینہ جو میری انگوٹھی میں جڑا ہوا ہے۔ فتح نے کہا: وہ ہاتھ جس میں یہ نگینہ ہے سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔ معتصم یہ سن کر بڑا حیران ہوا اور اُس کے لئے انعام واکرام اور پوشاک کا حکم دیا۔

سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کا ادبِ رسول:

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا: آپ بڑے ہیں یا رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم؟ فرمایا: بڑے تو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں البتہ میں اُن سے پہلے پیدا ہوا۔

حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سعید بن مُرَّہ کندی سے کہا: کیا تم ہی سعید ہو؟ عرض کی: سعید تو امیر المؤمنین ہیں میں تو ابنِ مُرَّہ ہوں۔

خُطَباء اور شُعَراء کا ذکر

منقول ہے کہ ایک مرتبہ مامون نے خطبہ دیتے ہوئے کہا: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندو! اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو کہ تمہارے پاس تھوڑا سا وقت ہے۔ جلدی عمل کرو اور تمہیں امید دھوکے میں نہ ڈالے۔

سیِّدُنا علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کا خطبہ:

حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں موت! موت! جس سے بچنے والا کوئی نہیں۔ اگر تم اس سے فرار کی کوشش کرو گے تو یہ تمہیں بھاگنے نہیں دے گی اور تمہیں پکڑ لے گی۔ اس موت نے تمہیں پیشانی سے پکڑ رکھا ہے اب نجات صرف جلدی عمل کرنے میں ہے۔ تمہارے پیچھے ایک

[1] ... ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب ۳۳، ۴/ ۲۱۲، حدیث: ۲۴۷۸

جلد باز طالب ہے اور وہ قبر ہے۔ سنو! قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

سنو! یہ قبر ہر روز تین مرتبہ کلام کرتے ہوئے کہتی ہے: "میں تاریکی کا گھر ہوں، میں وحشت کا مکان ہوں اور میں کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں۔"

سنو! اس قبر کے بعد ایک ایسا دن ہے جس سے زیادہ شدید کوئی دن نہیں آیا۔ اُس دن بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور بڑے ہوش میں نہ ہوں گے۔

تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝ (پ۱۷، الحج: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور ہر گابھنی اپنا گابھ ڈال دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشہ میں ہیں اور وہ نشہ میں نہ ہوں گے مگر ہے یہ کہ اللہ کی مار کڑی ہے۔

سنو! اس کے بعد ایسا دن ہے جس سے زیادہ شدید کوئی دن نہیں۔ اس دن جہنم بھڑک رہا ہو گا، اس کی گرمی شدید ہو گی اور اس کی گہرائی بہت زیادہ ہے۔ اس جہنم کا گہنا لوہے کے گُرز اور اس کا پانی پیپ ہے، اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کا کوئی حصہ نہیں۔ یہ سن کر لوگ بہت زیادہ روئے پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: اس کے بعد بھی ایک دن ہے۔ (جس کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:)

وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (پ۴، اٰل عمران: ۱۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور دوڑو اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑان میں سب آسمان و زمین آجائیں پرہیزگاروں کے لئے تیار رکھی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اور تمہیں جنت میں داخل کرے اور دردناک عذاب سے بچائے۔

سیِّدُنا ابراہیم بن عبد اللہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا خطبہ:

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن عبد اللہ بن حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے بصرہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! ہر کلام جو ذکر سے خالی ہو وہ لغو ہے اور ہر خاموشی جو فکر سے خالی ہو وہ سہو ہے۔ دنیا خواب اور آخرت بیداری ہے جبکہ موت ان کے درمیان واسطہ ہے اور ہم اس وقت خوابوں کی دنیا میں ہیں۔

اشعار یاد کرو:

ابنِ زیاد وفد کی صورت میں حضرت سیّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آیا تو آپ نے اُس سے کہا: کیا تم نے قرآن پڑھا ہے۔ اُس نے کہا: ہاں۔ کہا: کیا تم نے میراث کا علم حاصل کیا ہے؟ کہا: ہاں۔ کہا: کیا تم نے اشعار یاد کئے ہیں؟ کہا: نہیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے زیاد کو لکھا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے لئے تمہارے بیٹے میں برکت عطا کرے اسے اشعار یاد کراؤ میں اسے کامل دیکھ رہا ہوں۔ میں نے امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو فرماتے سنا کہ ”اشعار یاد کرو کیونکہ یہ اچھے اخلاق بتاتے ہیں اور بُرے اخلاق سے بچاتے ہیں۔ علم انساب سیکھو کیونکہ اس کے ذریعے کتنے ہی نامعلوم نسب معلوم ہو جاتے ہیں۔ علم نجوم اتنا سیکھو جس کے ذریعے خشکی اور تری میں راستہ معلوم ہو سکے اس سے زیادہ نہ سیکھو۔“

حضرت سیّدُنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ شعرا کو مال دیا کرتے تھے، اس بارے میں آپ سے کچھ کہا گیا تو آپ نے فرمایا: بہترین مال وہ ہے جس کے ذریعے تم اپنی عزت بچاؤ۔

سیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی شعر دانی:

حضرت سیّدُنا ابو زِناد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت سیّدُنا عُرْوَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے بڑھ کر اشعار کہتے کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ میں نے اُن سے کہا: اے ابو عبد اللہ! آپ سے بڑھ کر شعر کہنے والا کون ہو سکتا ہے؟ اس پر انہوں نے فرمایا: میرا اشعار بیان کرنا اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو جو کوئی بات پیش آتی اس بارے میں شعر پڑھ دیتی تھیں۔

رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم شاعر نہ تھے:

ایک مرتبہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بغیر کلام موزون کے کسی شاعر کا ایک مصرعہ اس طرح پڑھا:

كَفٰى بِالْاِسْلَامِ وَالشَّيْبِ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا

ترجمہ: اسلام اور بڑھاپا انسان کو برے کاموں سے روکنے کے لئے کافی ہے۔

حضرت سیّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! شاعر نے اس طرح کہا ہے:

كَفٰى الشَّيْبُ وَالْاِسْلَامُ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ آیت تلاوت کی:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔ [1] (پ۲۳، یٰسٓ: ۶۹)

سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ الرَّحْمَہ اور شعرا:

ابن الکلبی سے مروی ہے کہ جب حضرت سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز خلیفہ مقرر ہوئے تو شعرا وفد کی صورت میں آپ کے پاس حاضر ہوئے لیکن کئی دنوں تک انتظار کرنے کے باوجود انہیں اندر جانے کی اجازت نہ ملی۔ گورنر بصرہ حضرت سیّدُنا عدی بن ارطاۃ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ملاقات کے لئے آئے تو جریر شاعر نے انہیں دربار خلافت میں حاضری کی اجازت کا کہا۔ انہوں نے حامی بھر لی اور دربار خلافت میں حاضر ہو کر عرض کی: شعرا آپ کے دروازے پر کھڑے ہیں ان کی زبانیں زہر آلود اور ان کے تیر نشانے پر لگنے والے ہیں۔ حضرت سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے فرمایا: مجھے شعرا سے کیا کام؟ انہوں نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! رسولِ پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شعرا کو تعریف کرنے پر عطیہ سے نوازتے تھے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرت ہر مسلمان کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ حضرت سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ بتاؤ دروازے پر کون کون سے شعرا ہیں۔ حضرت سیّدُنا عدی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ایک ایک کر کے سب کے نام بتائے تو حضرت سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز ساتھ ساتھ ان کے غلط اور خلاف شرع اشعار ذکر کرتے جاتے اور انہیں دربار میں داخل ہونے سے منع کرتے جاتے۔ بالآخر جب حضرت سیّدُنا عدی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جریر شاعر کا ذکر کیا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس کا بھی ایک غلط شعر ذکر کیا اور فرمایا: اگر کسی شاعر نے آنا ہی ہے تو جریر کو بھیج دو۔ جریر نے آ کر حضرت سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کی مدح میں کچھ اشعار کہے تو آپ نے فرمایا: میرے پاس 30 دینار تھے جس میں سے 10 میرے بیٹے عبد اللہ نے لے لئے اور 10 اس کی والدہ نے لے لئے۔ پھر فرمایا: اے خادم! جو دس دینار باقی ہیں وہ اسے دے دو۔ جریر نے عرض کی: بخدا! اے امیر المؤمنین! مجھے جتنا مال بھی حاصل ہوا اُن سب سے بڑھ کر مجھے یہ 10 دینار محبوب ہیں۔ یہ کہہ کر جریر شاعر باہر نکل آیا تو شعرا نے اُس سے کہا: اے جریر! کیا ہوا؟ جریر نے کہا: تمہارے لئے بُری خبر ہے یہ امیر شعرا کو نہیں گداگروں کو دیتے ہیں اور میں ان سے راضی ہوں۔

[1] ...طبقات ابن سعد، السيرة النبوية، ذكر في محاسن اخلاقه، ١/ ٢٨٩

باب نمبر 10: اللہ تعالٰی پر توکل، اس کی تقسیم پر رضا مندی اور قناعت کا بیان نیز حرص ولالچ کی مذمت

(یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے)

پہلی فصل:
توکُّل کا بیان

توکل کے متعلق تین فرامینِ باری تعالٰی:

﴿1﴾...

وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ (پ۱۹، الفرقان:۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور بھروسہ کرو اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا۔

﴿2﴾...

وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾ (پ۱۴، النحل:۴۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

﴿3﴾...

وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (پ۲۸، الطلاق:۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اُسے کافی ہے۔

جنت میں داخلہ:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جنت میں کچھ ایسے لوگ داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں کے دلوں کی طرح ہوں گے۔[1]

ایک قول کے مطابق یہ لوگ توکل کرنے والے ہوں گے جبکہ ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل بہت نرم ہیں۔

توکل کی برکت:

حضرت سیِّدُنا براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اس طرح توکل کرو جیسا توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا فرمائے گا جیسے

[1] ...مسلم، کتاب الجنة، باب یدخل الجنة اقوام...الخ، ص ۱۵۲۲، حدیث: ۲۸۴۰

پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ وہ صبح خالی پیٹ جاتے ہیں اور جب لوٹتے ہیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی: اے داوٗد! جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں، جو مجھ سے فریاد کرے میں اس کی فریاد رسی کرتا ہوں، جو مجھ سے مدد طلب کرے میں اس کی مدد کرتا ہوں اور جو مجھ پر بھروسا کرے میں اسے کفایت کرتا ہوں۔ میں متوکلین کو کفایت کرنے والا، مدد مانگنے والوں کا مددگار، فریادیوں کا فریادرس اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہوں۔

غلام کا اپنے آقا پر بھروسا:

منقول ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کے دورِ حکومت میں شدید مہنگائی اور قحط پڑا یہاں تک کہ لوگ انتہائی پریشان ہو گئے۔ خلیفہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ دعا اور آہ وزاری کی کثرت کریں اور گانے باجے کے آلات توڑ ڈالیں۔ انہی دنوں میں لوگوں نے ایک غلام کو دیکھا کہ وہ تالیاں بجا رہا ہے اور ناچ ناچ کر گانا گا رہا ہے۔ لوگ اس غلام کو خلیفہ کے پاس لے گئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ جب خلیفہ نے اس سے اس فعل کی وجہ پوچھی تو غلام نے جواب دیا: میرے آقا کے پاس گندم کے ڈھیر موجود ہیں اور مجھے اس پر بھروسا ہے کہ وہ مجھے اس میں سے کھلائے گا اس لئے مجھے مہنگائی اور قحط کی کوئی فکر نہیں اور میں ناچ کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہا ہوں۔ غلام کا یہ جواب سن کر خلیفہ ہارون الرشید نے کہا: جب یہ غلام اپنے جیسے ایک انسان پر بھروسا کر کے مطمئن ہے تو پھر ہم اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر توکل کریں۔ چنانچہ اس نے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا اور انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر توکل کرنے کا حکم دیا۔

بچی کا توکل:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کثیر العیال شخص تھے جس میں بیٹے اور بیٹیاں دونوں شامل تھے لیکن آپ ایک دانے کے بھی مالک نہ تھے اور آپ کا کل سرمایہ توکل تھا۔ ایک رات آپ اپنے مصاحبین کے ساتھ بیٹھے گفتگو فرما رہے تھے کہ حج کا تذکرہ شروع ہو گیا جس کی وجہ سے آپ کے دل میں بھی حج کا شوق پیدا ہوا۔ جب آپ گھر تشریف لائے تو بیوی بچوں کے ساتھ بیٹھ کر بات چیت کی اور ان سے فرمایا: اگر تم اپنے والد کو اجازت دے دو کہ وہ اس سال بیتُ اللہ شریف حاضر ہو کر حج کی سعادت پائے اور تم لوگوں کے لئے دعا کرے تو اس میں کیا حرج ہے؟ یہ سن

[1] ...ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب التوکل والیقین، ۴/ ۴۵۲، حدیث: ۴۱۶۴عن عمر

کر آپ کی زوجہ اور اولاد نے کہا: آپ کی حالت یہ ہے کہ ایک دانے کے بھی مالک نہیں اور ہمارا فقر و فاقہ بھی آپ کے سامنے ہے، بھلا ہمارے اس حالت میں ہوتے ہوئے آپ حج کے لئے کیسے جاسکتے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کی ایک چھوٹی بچی تھی، اس نے جب یہ ماجرا دیکھا تو گھر کے دیگر افراد سے کہا: اگر تم لوگ والدِ محترم کو جانے کی اجازت دے دو تو اس میں تمہارا کیا نقصان ہے۔ یہ جہاں جانا چاہیں انہیں جانے دو کیونکہ یہ رزق دینے والے نہیں بلکہ لینے والے ہیں۔ جب بچی نے یہ بات کی تو دیگر اہلِ خانہ نے کہا: خدا کی قسم! اس بچی نے سچ کہا، ابا جان! آپ جہاں جانا چاہیں چلے جائیں۔ حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم اسی وقت اٹھے، حج کا احرام باندھا اور سوئے حرم روانہ ہو گئے۔

اگلی صبح جب آس پڑوس کے لوگوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ گھر میں آکر گھر والوں کو ملامت کرنے لگے کہ تم لوگوں نے انہیں کیوں جانے دیا نیز آپ کے دوست اور پڑوسی آپ کی جدائی پر افسوس کرنے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر گھر کے افراد اس بچی کو بُرا بھلا کہنے لگے کہ اگر تم اس وقت نہ بولتیں تو یہ نوبت نہ آتی۔ مدنی منی نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: اے میرے آقا و مولیٰ! میں نے تو ان لوگوں کو تیرا فضل و کرم یاد دلایا تھا اور یہ بتایا تھا کہ تو انہیں ضائع نہ فرمائے گا، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! انہیں رسوا نہ فرما اور نہ ہی ان کے سامنے مجھے شرمندہ فرما۔

ایک طرف گھر میں یہ معاملہ چل رہا تھا اور دوسری طرف اس شہر کا امیر جو کہ شکار کے لئے نکلا تھا وہ اپنے لشکر اور ساتھیوں سے جُدا ہو گیا اور اسے شدید پیاس لگی تو وہ حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کے دروازے پر آ گیا اور دروازہ کھٹکھٹا کر پانی مانگا۔ گھر والوں نے پوچھا: کون؟ اس نے جواب دیا کہ امیر شہر آپ کے دروازے پر موجود ہے اور پانی مانگ رہا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی زوجہ نے آسمان کی طرف سر اُٹھا کر کہا: مالک و مولیٰ! تو پاک ہے! کل ہم نے بھوکے پیٹ رات گزاری اور آج امیر شہر ہمارے دروازے پر کھڑا پانی مانگ رہا ہے۔ پھر انہوں نے ایک نیا پیالہ لے کر اسے پانی سے بھرا اور پانی لے جانے والے سے کہا: ہماری طرف سے معذرت کرنا (کہ ہم آپ کی زیادہ خدمت نہ کرسکے)۔ امیر نے وہ پیالہ لے کر پانی پیا تو اسے بہت عمدہ پایا، اس نے پوچھا: کیا یہ کسی امیر شخص کا گھر ہے۔ لوگوں نے جواب دیا: نہیں، بخدا! یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ایک نیک بندے کا گھر ہے جو کہ حاتم اصم کے نام سے مشہور ہے۔ امیر نے کہا: ان کا نام تو میں نے بھی سنا ہے۔ اتنی دیر میں امیر شہر کا وزیر اور اس کے ساتھی بھی آ گئے تو وزیر نے عرض کی: میرے آقا! میں نے سنا ہے کہ وہ کل حج کے لئے تشریف لے گئے ہیں اور اپنے گھر والوں کے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑا اور مجھے یہ خبر بھی پہنچی ہے کہ اہلِ خانہ

نے کل بھوکے پیٹ رات گزاری ہے۔ امیر شہر نے کہا: آج ہم بھی ان پر بوجھ بن بیٹھے ہیں اور یہ بات مروت کے خلاف ہے کہ ہم جیسے لوگ ان جیسوں پر بوجھ بن جائیں۔ اس کے بعد امیر شہر نے اپنی کمر کی پیٹی اتار کر حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کے گھر میں پھینک دی اور اپنے ہمراہیوں سے کہا: جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ بھی اپنی پیٹی گھر میں پھینک دے، یہ سن کر اس کے تمام ساتھیوں نے اپنی اپنی پیٹیاں اتار کر گھر کے اندر پھینک دیں۔ پھر جب وہ واپس جانے لگے تو وزیر نے کہا: اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو میں کچھ دیر میں ان پیٹیوں کی قیمت لے کر آؤں گا، جب امیر اپنے محل میں واپس پہنچ گیا تو وزیر واپس آیا اور پیٹیوں کی قیمت کے طور پر کثیر رقم دے کر پیٹیاں واپس لے لیں۔ حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کی مدنی منی نے جب یہ معاملہ دیکھا تو زار و قطار رونے لگی۔ گھر والوں نے اس سے کہا: یہ رونا کیسا؟ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہم پر وسعت و کشائش فرمادی ہے۔ بچی نے جواب دیا: امی جان! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ کل ہم نے بھوکے پیٹ رات گزاری لیکن جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ایک بندے نے ہم پر نظر کی تو فقر و تنگدستی کے بعد ہمیں غنی کر دیا تو پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ جو کہ کریم ہے جب وہ ہماری طرف نظر کرم فرمائے گا تو ہمیں پلک جھپکنے کی مقدار بھی کسی کے حوالے نہیں فرمائے گا۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمارے والد کی طرف نظر رحمت فرما اور ان کے لئے بہترین انتظام فرمادے۔

یہ تو گھر والوں کا حال تھا، ادھر حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کا حال یہ تھا کہ جب احرام باندھ کر سفر پر روانہ ہوئے تو قافلے کا امیر بیمار ہو گیا، لوگوں نے کسی طبیب کو تلاش کیا لیکن نہ ملا۔ امیر قافلہ نے پوچھا: کیا قافلے میں کوئی نیک بندہ موجود ہے، لوگوں نے حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کا تذکرہ کیا۔ جب آپ امیرِ قافلہ کے پاس تشریف لائے، اس سے گفتگو کی اور اس کے لئے دعا فرمائی تو وہ اسی وقت صحت یاب ہو گیا۔ امیر قافلہ نے حکم دیا کہ حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کے کھانے پینے اور سواری کا انتظام اس کی طرف سے کیا جائے۔ اس رات آپ اپنے اہل و عیال کی فکر میں سوئے تو خواب میں آپ سے کہا گیا: اے حاتم! جو ہمارے ساتھ اپنے معاملات کو درست کر لیتا ہے ہم بھی اس کے ساتھ اپنے معاملات کو درست کر لیتے ہیں، اس کے بعد آپ کو خبر دی گئی کہ کس طرح آپ کے اہلِ خانہ مالا مال ہو چکے ہیں، یہ سن کر آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خوب حمد و ثنا کی۔ جب آپ حج سے فارغ ہو کر واپس آئے اور اپنے بچوں سے ملے تو اپنی چھوٹی بچی کو گلے لگا کر روئے اور ارشاد فرمایا: ایک قوم کے چھوٹے دوسری قوم کے بڑے ہوتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ

تمہارے بڑوں کی طرف نہیں بلکہ تم میں سے زیادہ معرفت رکھنے والوں کی طرف نظر فرماتا ہے اس لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت اور اس پر توکل کو لازم پکڑلو کیونکہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل اختیار کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے کافی ہوتا ہے۔

عقل مندوں کا کہنا ہے: جسے اس بات کا یقین ہو کہ جو رزق اس کے مقدر میں لکھا ہے وہ اسے مل کر رہے گا تو وہ جلد راحت پالیتا ہے، جو اس بات کو جان لے کہ جو مصیبت اس کی قسمت میں لکھی ہے وہ اس سے بچ نہیں سکتا تو ایسا شخص گھبراہٹ اور پریشانی سے نجات پالیتا ہے، جو اس بات کو جان لے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے بندوں سے بہتر ہے اور اسی کی رضا کا ارادہ کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی فکروں کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور اس کے معاملات کو درست فرما دیتا ہے۔

تقدیر کا لکھا ہو کر رہے گا:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا بیان ہے کہ میں ایک دن سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: بیٹا! حقوقِ الٰہی کی حفاظت کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری حفاظت فرمائے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احکام کی پاسداری کرو تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم مانگو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مانگو اور جب مدد کی ضرورت ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد طلب کرو۔ اس بات کا یقین رکھو کہ اگر سب لوگ اس پر متفق ہو جائیں کہ تم کو نفع پہنچا دیں تو وہ تم کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے مگر اسی قدر جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور اگر سب لوگ اس پر متفق ہو جائیں کہ تمہیں کچھ نقصان پہنچا دیں تو ہر گز نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اس چیز سے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے بارے میں لکھ دی۔ صحائف اٹھائے جاچکے ہیں اور قلم خشک ہو چکے ہیں۔[1]

ایک متوکل شخص کی حکایت:

خلیفہ بغداد مامون الرشید کو یہ خبر پہنچی کہ دمشق میں بنو امیہ کا ایک شخص ہے جو بہت زیادہ مال دار نیز کثیر سواریوں اور غلاموں کا مالک ہے اور آپ کی حکومت کو اس شخص سے خطرہ ہے، اس دن خلیفہ کوفہ میں تھا۔ مامون کے خادم منارہ کا بیان ہے کہ خلیفہ نے مجھے بلایا اور کہا: اسی وقت سو غلاموں کے ساتھ دمشق روانہ ہو جاؤ اور فلاں اموی شخص کو میرے پاس لاؤ۔ دمشق کے عامل کے نام یہ میرا خط ہے، یہ صرف اسی صورت میں اس تک پہنچانا جب کہ وہ اموی شخص تمہارے ساتھ آنے سے انکار کر دے، اگر وہ مان جائے تو اسے قید کر کے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ وہاں تم جو بھی چیز دیکھو

1 ... ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب: ۵۹، ۴/ ۲۳۱، حدیث: ۲۵۲۴

اور اس کے ساتھ جو گفتگو ہو وہ سب یاد رکھنا اور اس کے تمام حالات مجھ سے بیان کرنا۔ میں تمہیں دمشق جانے کے لئے چھ دن، واپس آنے کے لئے چھ دن اور وہاں ٹھرنے کے لئے ایک دن کا وقت دیتا ہوں۔ کیا تم سمجھ گئے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے برکت کے ساتھ سفر کرو۔

منارہ کا بیان ہے کہ مامون الرشید کے دربار سے نکل کر میں دن رات سفر کرتا ہوا دمشق کی طرف روانہ ہوا، اس دوران میں صرف نماز اور قضائے حاجت کے لئے سواری سے اترتا تھا یہاں تک کہ ساتویں رات میں دمشق کے دروازے پر جا پہنچا۔ جب شہر کا دروازہ کھولا گیا تو میں اس اموی شخص کے گھر کی طرف روانہ ہوا، وہ ایک عظیم الشان گھر تھا جس میں ہر نعمت موجود تھی، خادمین و متعلقین کی کثیر تعداد تھی، ہر قسم کا ساز و سامان موجود تھا اور وسیع و عریض چبوترے تھے جن پر ملازمین بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بغیر اجازت اچانک گھر میں داخل ہوا تو گھر میں موجود ملازمین پریشان ہو گئے، انہوں نے میرے بارے میں پوچھا تو انہیں بتایا گیا کہ یہ امیر المؤمنین کا نمائندہ ہے۔ جب میں گھر کے وسط میں پہنچا تو کچھ باوقار لوگوں کو بیٹھا ہوا دیکھ کر یہ گمان کیا کہ میرا مطلوب شخص انہیں میں سے ایک ہے، میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ غسل خانے میں موجود ہے۔ وہ لوگ میرے ساتھ عزت و احترام سے پیش آئے اور مجھے بٹھایا جبکہ میرے ساتھ آنے والے لوگوں کو دوسرے کمرے میں لے جانے کا حکم دیا۔ میں گھر کا جائزہ لینے لگا اور اس کے حالات میں غور کرنے لگا، کچھ ہی دیر میں وہ شخص غسل خانے سے آ گیا، اس کے ساتھ ایک جماعت موجود تھی جس میں بوڑھے، جوان، اس کے پوتے نواسے اور ملازمین شامل تھے، اس شخص نے مجھے سلام کیا اور مجھ سے امیر المؤمنین کی خیریت دریافت کی۔ میں نے اسے بتایا کہ امیر المؤمنین بخیر و عافیت ہیں تو اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کیا۔

اتنے میں اس کے سامنے پھلوں کے برتن لائے گئے تو اس نے کہا: اے منارہ! آؤ! ہمارے ساتھ کھاؤ۔ میں نے منع کیا تو اس نے مجھے دوبارہ کھانے کا نہیں کہا، میں اس بات میں غور کرنے لگا کہ اس نے مجھے میری کنیت سے نہیں پکارا۔ میں نے اس گھر میں ایسی چیزیں دیکھیں جو میں نے صرف خلیفہ کے محل میں دیکھی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد کھانا حاضر کیا گیا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے حسنِ ترتیب، اچھی خوشبو اور برتنوں کی کثرت کے اعتبار سے ایسا کھانا کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس شخص نے مجھے دعوت دیتے ہوئے کہا: اے منارہ! آؤ، کھانا کھاؤ۔ میں نے جواب دیا کہ مجھے حاجت نہیں ہے، اس کے بعد اس نے دوبارہ دعوت نہیں دی۔ اب میں نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا تو ان میں سے کوئی بھی میرے پاس موجود نہیں

تھا، میں اپنے ساتھیوں کی غیر موجودگی اور اس کے اہلِ خانہ کی کثرت کے سبب خوف زدہ ہو گیا۔ کھانے کے بعد جب اس نے ہاتھ دھو لیے تو اس کے پاس لوبان لایا گیا جس سے اس نے دھونی لی۔

اس کے بعد وہ نمازِ ظہر پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا اور خوب اچھی طرح رکوع و سجود کی ادائیگی کے ساتھ نماز ادا کی، نمازِ ظہر کے بعد اس نے کثیر نوافل پڑھے اور پھر میری طرف متوجہ ہوا اور کہا: اے منارہ! تم کس مقصد کے لئے آئے ہو؟ میں نے اسے امیر المؤمنین کا خط دیا جسے اس نے چوم کر سر پر رکھا، پھر اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا، خط پڑھنے کے بعد اس نے اپنے تمام بیٹوں، خاص دوستوں، ملازمین اور دیگر تمام گھر والوں کو بلایا اور جب یہ سب لوگ جمع ہوئے تو اس کا وسیع و عریض گھر بھی تنگ محسوس ہونے لگا۔ یہ معاملہ دیکھ کر میں خوف زدہ ہو گیا اور مجھے اس بات میں کوئی شک نہ رہا کہ وہ مجھے گرفتار کرنا چاہتا ہے۔ سب کے جمع ہونے پر اس شخص نے کہا: جب تک یہ معاملہ انجام کو نہ پہنچ جائے تم میں سے کوئی دو شخص ایک جگہ جمع نہ ہوں گے ورنہ اس پر طلاق، حج، غلام آزاد کرنا اور صدقہ وغیرہ لازم ہوں گے، پھر اس نے گھر کی خواتین کے حوالے سے کچھ ضروری ہدایات دیں، اس کے بعد وہ میرے پاس آیا اور اپنے پاؤں میری طرف بڑھا کر کہا: اے منارہ! اپنی بیڑیاں لاؤ۔ میں نے بیڑیاں منگوا کر اسے پہنائیں، اسے اٹھا کر پالکی میں بٹھایا گیا، میں بھی اس کے ساتھ سوار ہوا اور ہم نے سفر کا آغاز کر دیا۔

جب ہم دمشق کے بیرونی حصے میں پہنچے تو وہ بے تکلفی کے ساتھ مجھ سے گفتگو کرنے لگا اور کہنے لگا: یہ زمینیں میری ہیں، ان سے ہر سال اتنی اتنی کمائی ہوتی ہے۔ یہ باغات بھی میرے ہیں، ان میں انتہائی عمدہ درخت اور بہترین پھل لگتے ہیں اور یہ کھیت بھی میرے ہیں جن میں ہر سال اتنی فصلیں ہوتی ہیں۔ اس کی یہ باتیں سن کر میں نے اس سے کہا: اے شخص! کیا تم نہیں جانتے کہ تمہاری شان و شوکت نے امیر المؤمنین کو اتنا پریشان کیا کہ انہوں نے تمہیں لانے کے لئے مجھے بھیجا ہے جبکہ وہ خود کوفہ میں تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ تم ان کے پاس جا رہے ہو اور نہیں جانتے کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ میں نے تمہیں تمہارے گھر بار، اہل و عیال اور آسائشوں سے جدا کر کے تنہا کر دیا ہے اور تم مجھ سے ایسی گفتگو کر رہے ہو جو غیر مفید ہے، نہ تو تمہیں اس کا کوئی فائدہ ہے اور نہ ہی میں نے تم سے اس کے بارے میں پوچھا ہے، تمہارے لئے بہتر تو یہ ہے کہ تم اپنے بارے میں فکر کرو۔ میری یہ گفتگو سن کر اس نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور کہا: اے منارہ! تمہارے بارے میں میرا اندازہ غلط ثابت ہوا، میں تو یہ سمجھا تھا کہ تم اپنی عقل و دانائی کے سبب خلیفہ

کے قریب ہو گے لیکن تم تو ایک جاہل اور عام سے شخص ہو جو اس قابل بھی نہیں کہ کوئی خلیفہ اس سے بات کرے۔ مجھے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا ہے جس کے دستِ قدرت میں میری اور امیر المؤمنین کی پیشانی ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مرضی کے بغیر خلیفہ مجھے کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اگر میرے خلاف کوئی فیصلہ فرمادیا ہے تو میں کسی بھی حیلے سے اس نقصان سے نہیں بچ سکتا اور نہ ہی مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ اسے روک سکوں اور اگر اس نے ایسا کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو پھر اگرچہ امیر المؤمنین اور زمین پر بسنے والے سارے انسان مجھے نقصان پہنچانے کے لئے اکٹھے ہو جائیں لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِذن کے بغیر وہ ایسا نہیں کرسکتے۔ میں نے ایسا کوئی کام بھی نہیں کیا جس کے سبب میں خوف زدہ ہو جاؤں، معاملہ صرف اتنا ہے کہ کسی چغل خور نے امیر المؤمنین کے پاس مجھ پر بہتان طرازی کی ہے لیکن وہ کامل عقل والے ہیں، جب وہ میری بے گناہی پر مطلع ہو جائیں گے تو ہرگز مجھے تکلیف دینے کی اجازت نہ دیں گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اب میں تمہارے سوالوں کے جواب کے علاوہ تم سے کوئی بات نہیں کروں گا۔

اس کے بعد اس شخص نے مجھ سے منہ پھیر لیا اور تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو گیا اور اس کا یہی حال رہا یہاں تک کہ ہم تیرہویں دن کی صبح کوفہ پہنچ گئے۔ کوفہ میں امیر المؤمنین کی طرف سے خاص نمائندوں نے ہمارا استقبال کیا اور ہمارا حال پوچھا۔ اس کے بعد جب میں امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا: آؤ، اے منارہ! ہمارے پاس سے روانگی کے دن سے لے کر آج تک کے تمام حالات کی خبر دو۔ میں نے تفصیل کے ساتھ امیر المؤمنین کو تمام حالات بتانے شروع کئے اور اس کے ساتھ ہی ان کے چہرے پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے، جب میں اس مقام تک پہنچا جب اس شخص نے اپنی اولاد، غلاموں اور خاص افراد کو جمع کیا، ان سب کے جمع ہونے سے اس کا گھر تنگ پڑ گیا جبکہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی میرے ساتھ موجود نہ تھا تو ان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا، جب میں نے ذکر کیا کہ اس نے ان تمام افراد کو جمع کرکے انہیں کتنی سخت قسم دی تو ان کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے، پھر جب میں نے بتایا کہ اس شخص نے بیڑیاں پہنانے کے لئے اپنے پاؤں آگے بڑھادیے تو ان کا چہرہ روشن ہو گیا اور اس پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔ جب میں نے امیر المؤمنین کو اس گفتگو کی خبر دی جو میرے اور اس شخص کے درمیان اس کی زمینوں اور باغات کے بارے میں ہوئی تھی تو انہوں نے کہا: یہ ایک ایسا شخص ہے جس کی نعمتوں کے سبب لوگ اس سے حسد کرتے ہیں اور اس کے بارے میں ہمیں جھوٹی خبر دی گئی ہے۔ ہم نے اسے پریشان اور خوفزدہ کر دیا ہے، اسے اور اس کے اہلِ

خانہ کو تشویش میں مبتلا کر دیا ہے، اس کے پاس جاکر اس کی بیڑیاں کھول کر اسے آزاد کر دو اور عزت و احترام کے ساتھ اسے میرے پاس لے آؤ۔ میں نے ایسا ہی کیا، جب وہ شخص حاضر ہوا تو امیر المؤمنین نے اسے خوش آمدید کہا، اسے بٹھایا، معذرت کی اور اس سے اچھی طرح بات چیت کی۔ امیر المؤمنین نے اس سے کہا: اگر تمہیں کوئی ضرورت ہے تو مانگ لو۔ اس نے کہا: میری حاجت یہ ہے کہ میں جلد اپنے شہر واپس پہنچوں اور اپنے اہل وعیال سے ملوں۔ مامون الرشید نے کہا: یہ تو ہونا ہی ہے، اس کے علاوہ کچھ اور مانگ لو۔ اس نے کہا: اپنی رعایا کے بارے میں امیر المؤمنین کے عدل کے سبب مجھے سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ امیر المؤمنین نے اسے عمدہ لباس پہنایا اور مجھ سے کہا: اے منارہ! اسی وقت اس شخص کے ساتھ روانہ ہو جاؤ اور جہاں سے تم اسے لائے ہو اسی جگہ جاکر چھوڑو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت اور رعایت میں سفر کرو اور اپنی خبر اور ضرورتیں ہم سے منقطع نہ کرنا۔

ذرا غور کرو کہ اس حکایت میں مذکور شخص نے کس طرح اپنے خالق ومالک پر توکل کیا، بے شک جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کرتا ہے تو وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے، جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرتا ہے وہ اس کی دعا قبول فرماتا ہے اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کرتا ہے وہ اسے اس کی مطلوبہ چیز عطا فرماتا ہے۔

توکل کے متعلق ناصحانہ کلمات:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے توریت شریف میں یہ کلمات ملاحظہ فرمائے تو انہیں تحریر فرمالیا: اے انسان! جب تک میری بادشاہت باقی ہے کسی بادشاہ سے خوفزدہ نہ ہونا اور میری بادشاہت کبھی ختم نہ ہو گی۔ اے انسان! جب تک میرے خزانے بھرے ہوئے ہیں رزق کی تنگی کا خوف نہ کرنا اور اور میرے خزانے کبھی ختم نہ ہوں گے۔ اے انسان! میرے علاوہ کسی اور سے مانوس مت ہونا حالانکہ میں تمہارے لئے ہوں، اگر تم مجھے طلب کرو گے پالو گے اور میرے علاوہ کسی اور سے مانوس ہوئے تو ہلاک ہو جائے گے اور تمام بھلائیوں سے محروم ہو جاؤ گے۔

اے انسان! میں نے تجھے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے تو کھیل کود میں مت لگ جانا اور میں نے تمہارا رزق تقسیم کر دیا ہے اس لئے (اس کی تلاش میں) مت تھکنا، اس سے زیادہ کی لالچ نہ کرنا اور نہ ہی اس سے کم ملنے کا خوف کرنا۔ میں نے جو رزق تمہارا مقدر کر دیا ہے اگر تم اس پر راضی رہے تو تمہارے دل اور بدن کو راحت حاصل ہو گی اور تم میرے نزدیک قابل تعریف ٹھہرو گے اور اگر تم اپنی قسمت پر راضی نہ رہے تو میری عزت وجلال کی قسم! میں تم پر دنیا کو اس طرح مُسَلَّط کر دوں

گا کہ تم جانوروں کی طرح دوڑتے پھرو گے لیکن اپنی قسمت سے زیادہ نہ پاسکو گے اور میرے نزدیک قابلِ مذمت ٹھہرو گے۔

اے انسان! میں نے ساتوں آسمان اور زمین بنائے اور ان کے بنانے میں نہ تھکا تو کیا تمہاری محنت کے بغیر تمہیں ایک روٹی پہنچانے میں تھک جاؤں گا۔ اے انسان! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں، تجھ پر میرا جو حق ہے اس کی قسم! تو بھی مجھ سے محبت کرنے والا بن جا۔ اے انسان! مجھ سے کل کے رزق کا مطالبہ نہ کر جیسے میں تجھ سے کل کے عمل کا مطالبہ نہیں کرتا۔ میں تو انہیں بھی نہیں بھولتا جو میری نافرمانی کرتے ہیں تو اپنی اطاعت کرنے والوں کو کیسے بھول جاؤں گا، میں ہر چیز پر قادر اور ہر شے کا احاطہ کرنے والا ہوں۔

ہر حال میں حامی و ناصر:

ایک شاعر کہتا ہے:

وَمَا ثَمَّ اِلَّا اللهُ فِیْ کُلِّ حَالَۃٍ فَلَا تَتَّکِلْ یَوْمًا عَلٰی غَیْرِ لُطْفِہٖ

فَکَمْ حَالَۃٍ تَاْتِیْ وَیَکْرَھُھَا الْفَتٰی وَخَیْرَتُہٗ فِیْھَا عَلٰی رَغْمِ اَنْفِہٖ

ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہر حال میں حامی و ناصر ہے لہٰذا ایک دن بھی اس کے لطف و کرم کے سوا کسی پر بھروسا نہ کرنا۔ بندے کو کئی ایسے معاملات پیش آتے ہیں جنہیں وہ ناگوار جانتا ہے لیکن اس کی بھلائی انہیں میں پوشیدہ ہوتی ہے۔

مؤلف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں:

تَوَکَّلْ عَلَی الرَّحْمٰنِ فِی الْاَمْرِ کُلِّہٖ فَمَا خَابَ حَقًّا مَنْ عَلَیْہِ تَوَکَّلَا

وَکُنْ وَاثِقًا بِاللہِ وَاصْبِرْ لِحُکْمِہٖ تَفُزْ بِالَّذِیْ تَرْجُوْہُ مِنْہُ تَفَضُّلَا

ترجمہ: تمام معاملات میں رحمٰن عَزَّوَجَلَّ پر توکل کرو، جو اس پر توکل کرے وہ یقیناً ناکام نہیں ہو سکتا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا کرو اور اس کے احکام پر صبر کرو تمہیں اس کے فضل و کرم کی جو امید ہے اسے پانے میں کامیاب رہو گے۔

دوسری فصل: قناعت اور تقسیمِ خداوندی پر راضی رہنے کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةًۚ (پ۱۴، النحل: ۹۷)

ترجمۂ کنزالایمان: جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے۔

اس کی تفسیر کے بارے میں منقول ہے کہ ''اچھی زندگی'' سے مراد قناعت ہے۔

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: **قناعت ایسا مال ہے جو ختم نہیں ہوتا۔**[1]

بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! قناعت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: جو چیز لوگوں کے پاس ہے اس سے مایوس ہو جانا۔[2]

ایک اور روایت میں فرمایا گیا: لالچ سے بچو کیونکہ یہ فوراً لاحق ہونے والا فقر ہے۔[3]

ایک سال تک خواہش کو ٹالنے والے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قناعت کی دولت سے مالا مال تھے، منقول ہے کہ آپ کو کسی چیز کی خواہش ہوتی تو آپ ایک سال تک اسے ٹالتے رہتے تھے۔

کندی شاعر کہتا ہے:

اَلْعَبْدُ حُرٌّ مَّا قَنَعْ وَالْحُرُّ عَبْدٌ مَّا طَمَعْ

ترجمہ: غلام اگر قناعت اختیار کرے تو وہ آزاد ہے جبکہ لالچ کا شکار آزاد شخص در حقیقت غلام ہے۔

تین اشعار اور توکل کی نعمت:

حضرت سیِّدُنا بِشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ ایک نوجوان رزق کی تلاش میں سفر پر روانہ ہوا۔ جب وہ چلتے چلتے تھک گیا تو آرام کرنے کے لئے ایک ویرانے میں پناہ لی۔ ویرانے میں داخل ہو کر وہ اس کا جائزہ لے رہا تھا کہ اس کی نظر دیوار پر لکھی ہوئی چند سطروں پر پڑی، جب غور سے دیکھا تو وہاں لکھا تھا:

اِنِّیْ رَاَیْتُکَ قَاعِدًا مُّسْتَقْبِلِی فَعَلِمْتُ اَنَّکَ لِلْهُمُوْمِ قَرِیْن

هَوِّنْ عَلَیْكَ وَكُنْ بِرَبِّكَ وَاثِقًا فَاَخُو التَّوَكُّلِ شَاْنُهُ التَّهْوِیْن

طَرَحَ الْاَذٰى عَنْ نَفْسِهٖ فِیْ رِزْقِهٖ لَمَّا تَیَقَّنَ اَنَّهُ مَضْمُوْن

---

1 … معجم اوسط، ۵/ ۱۶۱، حدیث: ۶۹۲۲

2 … معجم کبیر، ۱۰/ ۱۳۹، حدیث: ۱۰۲۳۹ ''القناعة بدله الغنى''

3 … الزھد الکبیر، ص ۸۶، حدیث: ۱۰۱

ترجمہ: میں نے دیکھا کہ تم میرے سامنے بیٹھے ہو تو جان لیا کہ تم پریشانیوں کا شکار ہو۔ فکر نہ کرو اور اپنے رب پر بھروسا کرو کیونکہ متوکل شخص فکروں سے آزاد ہوتا ہے۔ جب اسے یہ یقین ہو جائے کہ اس کے رزق کی ضمانت اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لے لی ہے تو وہ اپنے دل سے رزق کے بارے میں پریشانیوں کو دور پھینک دیتا ہے۔

ان اشعار کو پڑھ کر وہ نوجوان اپنے گھر واپس چلا گیا، اس نے توکل کو لازم پکڑ لیا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں تو نے ہی ادب سکھایا ہے۔

طبیعتوں اور پیشوں کے اختلاف کی حکمت:

جاحظ کا بیان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لوگوں کی طبیعتوں کو مختلف بنایا ہے تا کہ ان کے معاملات درست انداز میں چل سکیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام لوگ بادشاہت، سیاست، تجارت اور زراعت کو اختیار کر لیتے اور ایسا کرنے میں مصلحتوں کا بطلان اور معیشت کا خاتمہ ہے۔ لوگوں کی ہر قسم کے لئے ان کے پیشے کو مزین کر دیا گیا ہے، کپڑا بننے والا جب حجام (پچھنے لگانے والے) میں کوئی کوتاہی یا وعدہ خلافی دیکھتا ہے تو کہتا ہے: اے حجام! تیری خرابی ہو۔ حجام جب کپڑا بننے والے سے ایسی کوئی بات دیکھتا ہے تو کہتا ہے: اے کپڑا بننے والے! تیری خرابی ہو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیشوں کے اس اختلاف کو لوگوں کے اتحاد کا سبب بنا دیا ہے، بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر تدبیر والا، قدرت اور حکمت والا ہے۔

کیا تم جنگل میں رہنے والے شخص کو نہیں دیکھتے جس کا گھر ایک معمولی خیمہ ہوتا ہے جسے مردار جانوروں کی ہڈیوں سے کھڑا کیا جاتا ہے، اس خیمے میں اس کا کتا بھی ساتھ ہوتا ہے، اون یا بالوں کی چادر اس کا لباس ہوتی ہے، اونٹ کی مینگنی اس کی دوا، قطران (صنوبر جیسے درخت سے حاصل کردہ سیاہ سیال مادہ) اور ہرنیوں کی مینگنی اس کی خوشبو ہوتی ہے۔ گھونگا (دریائی کیڑے کا خول) اس کی بیوی کا زیور ہوتا ہے، گوگل (جنگلی کھجور) اس کا پھل اور یَربُوع[1] اس کا شکار ہوتا ہے۔ وہ ایسے جنگل میں رہتا ہے جہاں صرف اُلّوؤں اور بھیڑیوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں لیکن وہ اس حال میں بھی خوش رہتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے۔

بیٹے کو نصیحت:

حضرت سیّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! جب تم مالداری کو طلب کرو تو اسے قناعت میں طلب کرنا کیونکہ قناعت ایسا مال ہے جو ختم نہیں ہوتا، لالچ سے بچنا کیونکہ یہ فوراً لاحق ہونے والا فقر ہے

1 ...ایک قسم کا جانور جس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی لمبی ہوتی ہیں۔

اور (لوگوں کے پاس موجود چیزوں سے) مایوسی کو لازم پکڑ لو کیونکہ تم جس چیز سے مایوس ہوتے ہو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اس سے بے نیاز فرما دیتا ہے۔

قناعت والی زندگی کی خواہش:

حضرت سیِّدُنا داود طائی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو شدید فاقہ لاحق ہوا تو حضرت سیِّدُنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے شہزادے حضرت سیِّدُنا حماد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْجَوَاد اپنے والد کے ترکے میں سے 400 درہم لے کر ان کے پاس آئے اور کہا: یہ 400 درہم ایسے شخص کے مال میں سے ہیں کہ کوئی شخص زہد و پرہیز گاری اور کسبِ حلال میں اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔ حضرت سیِّدُنا داود طائی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: اگر میں نے کسی سے کوئی چیز قبول کرنی ہوتی تو آپ کے والد کی تعظیم اور آپ کے اکرام کے لئے اسے قبول کر لیتا لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ قناعت کی عزت میں زندگی بسر کروں۔

حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللّٰہ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: اپنے گھروں کو عارضی ٹھکانے کی جگہ جبکہ مسجدوں کو مسکن بنالو، جنگل کی ترکاری کھاؤ، سادہ پانی پیو اور دنیا سے سلامتی کے ساتھ نکل جاؤ۔

مصیبت پر خوشی:

حضرت سیِّدُنا عبد الواحد بن زید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میں یہ سمجھتا ہوں کہ رِضا کے علاوہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو صبر سے مقدم ہو اور نہ ہی میرے علم کے مطابق رضا سے بڑھ کر کسی عمل کا درجہ ہے اور رضا محبت کی بنیاد ہے۔ کسی نے پوچھا: بندہ اپنے رب سے راضی رہنے والا کب بنتا ہے؟ ارشاد فرمایا: جب اسے مصیبت سے بھی ایسی خوشی حاصل ہو جیسی نعمت سے ہوتی ہے۔

آخرت کی آگ کیسے برداشت ہوگی؟

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مرزوق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ابتدا میں خلیفہ مہدی کے درباریوں میں سے ایک تھے۔ ایک دن نشے کی حالت میں ان کی نماز قضا ہو گئی تو ان کی ایک لونڈی آئی اور اس نے ایک انگارہ اٹھا کر ان کے پاؤں پر رکھ دیا جس پر آپ گھبرا کر بیدار ہو گئے۔ لونڈی نے کہا: جب آپ دنیا کی آگ برداشت نہیں کر سکتے تو بھلا آخرت کی آگ کیسے برداشت کر پائیں گے؟ آپ نے اسی وقت اُٹھ کر تمام نمازیں پڑھیں، تمام مال و دولت صدقہ کر دیا اور سبزی بیچنے کا کام

شروع کر دیا۔ حضرت سیِّدُنا فضیل اور حضرت سیِّدُنا سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا ان کے پاس آئے تو دیکھا کہ سر کے نیچے اینٹ رکھ کر آرام فرما رہے ہیں۔ دونوں حضرات نے ان سے کہا کہ جب کوئی شخص کسی چیز کو ترک کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اس کا بدل عطا فرماتا ہے، آپ نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے جو کچھ ترک فرمایا ہے اس کا بدل کیا ہے؟ حضرت سیِّدُنا عبدُاللہ بن مرزوق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: (میرا بدل یہ ہے کہ) میں جس حال میں ہوں اس پر راضی رہوں۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: جو شخص دوسرے کے برتن میں ہاتھ ڈالتا ہے وہ اس کے سامنے ذلیل ہو جاتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا فضیل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو شخص اس مقدار پر راضی رہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کا مقدر فرمائی ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے اسی میں برکت پیدا فرما دے گا۔

سیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کا زہد:

حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام فرمایا کرتے تھے: موسمِ سرما میں سورج میرے لئے انگیٹھی ہے چاند کی روشنی میرا چراغ، جنگل کی ترکاری میرا پھل اور جانوروں کے بال میرا لباس ہے۔ جہاں رات آجائے میں وہیں رُک جاتا ہوں، میری کوئی اولاد نہیں جس کے مرنے کا خوف ہو اور نہ ہی کوئی گھر ہے جس کی ویرانی کا اندیشہ ہو اور میں وہ شخص ہوں جس نے دنیا کو اس کے منہ پر دے مارا ہے۔

سیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کا درسِ توکل:

حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: ذرا ان پرندوں کو دیکھو جو اس حال میں صبح و شام کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ہوتی، نہ تو وہ کھیتی باڑی کرتے ہیں اور نہ ہی فصل کاٹتے ہیں لیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ انہیں رزق عطا فرماتا ہے۔ اگر تم یہ گمان کرو کہ تمہارے پیٹ پرندوں کے پیٹوں سے بڑے ہیں تو پھر جنگلی جانوروں، بیل اور گدھے کو دیکھو جو کھیتی باڑی نہیں کرتے اور نہ ہی فصل کاٹتے ہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ انہیں بھی رزق عطا فرماتا ہے۔

قسمت میں لکھی روزی:

منقول ہے کہ حضرت عُروہ بن اُذَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ہشام بن عبد الملک کے دربار میں آئے اور اس سے مفلسی کی شکایت کی۔ ہشام نے کہا: کیا تم نے یہ اشعار نہیں کہے:

لَقَدْ عَلِمْتُ وَمَا الْاِسْرَافُ مِنْ خُلُقِیْ   اَنَّ الَّذِیْ هُوَ رِزْقِیْ سَوْفَ یَاْتِیْنِیْ

اَسْعٰی اِلَیْهِ فَیُعْیِیْنِیْ تَطَلُّبُهٗ   وَلَوْ قَعَدْتُ اَتَانِیْ لَیْسَ یُعْیِیْنِیْ

ترجمہ: فضول خرچی میری عادت نہیں ہے اور میں جانتا ہوں کہ جو رزق میرا مقدر ہے وہ مجھ تک پہنچ کر رہے گا۔ اگر میں اس کے پیچھے بھاگوں تو اس کی طلب مجھے تھکا دے گی اور اگر بیٹھا رہوں تو یہ خود میرے پاس آئے گا اور مجھے تھکائے گا نہیں۔

پھر بھی تم رزق کی تلاش میں حجاز سے شام تک آئے ہو۔

حضرت عُروہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے بہت اچھی نصیحت فرمائی ہے۔ یہ کہہ کر وہ دربار سے نکلے اور اپنے اونٹنی پر سوار ہو کر حجاز کی طرف واپس روانہ ہو گئے۔ رات کو جب ہشام اپنے بستر پر لیٹا تو اس نے حضرت عُروہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو یاد کر کے دل میں کہا: قریش کا ایک شخص جس نے حکمت پر مشتمل اشعار کہے تھے وہ میرے پاس آیا تو میں نے اسے رسوا کیا اور خالی ہاتھ لوٹا دیا۔ جب صبح ہوئی تو ہشام نے حضرت عُروہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے لئے دو ہزار دینار روانہ کئے۔

ہشام کے نمائندے نے مدینہ منورہ میں حضرت عُروہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے گھر جا کر دو ہزار دینار ان کے حوالے کئے تو حضرت عُروہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس سے کہا: امیر المؤمنین کو میرا سلام پہنچانا اور کہنا کہ میرے اس شعر کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے:

سَعَیْتُ فَاُکْدِیْتُ فَرَجَعْتُ فَاَتَانِیْ رِزْقِیْ فِیْ مَنْزِلِیْ

ترجمہ: میں نے کوشش کی تو مجھے نہ دیا گیا جب میں لوٹ گیا تو میرا رزق میرے گھر آ گیا۔

لالچ نے فائدہ نہ پہنچایا:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عامر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جب عراق کے حکمران بنے تو ان کے ایک انصاری اور ایک ثقفی دوست نے ان کے پاس جانے کا ارادہ کیا لیکن روانگی کے وقت انصاری نے جانے سے انکار کر دیا اور کہا: جس نے ابنِ عامر کو عراق کی حکومت عطا فرمائی وہ مجھے عطا فرمانے پر بھی قادر ہے۔ اب ثقفی اکیلا روانہ ہوا اور سوچنے لگا کہ میں دونوں کا حصہ حاصل کر لوں گا۔ جب وہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عامر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے پوچھا: تمہارا انصاری دوست کیوں نہیں آیا؟ ثقفی نے جواب دیا کہ وہ اپنے اہلِ خانہ کے پاس واپس چلا گیا ہے۔ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عامر

رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے انصاری کے لئے چار ہزار دینار دینے کا حکم صادر کیا۔ ثقفی جب واپس جانے لگا تو اس نے یہ اشعار کہے:

فَوَاللهِ مَا حِرْصُ الْحَرِيْصِ بِنَافِعٍ ۔۔۔ فَيُغْنِى وَلَا زُهْدُ الْقُنُوْعِ بِضَائِرٍ

خَرَجْنَا جَمِيْعًا مِنْ مَسَاقِطِ رُؤسِنَا ۔۔۔ عَلٰى ثِقَةٍ مِّنَّا بِجُوْدِ ابْنِ عَامِرٍ

فَلَمَّا اَنَخْنَا النَّاجِعَاتِ بِبَابِهٖ ۔۔۔ تَخَلَّفَ عَنِّى الْيَثْرِبِى ابْنِ جَابِرٍ

وَقَالَ سَتَكْفِيْنِى عَطِيَّةُ قَادِرٍ ۔۔۔ عَلٰى مَا يَشَاءُ الْيَوْمَ لِلْخَلْقِ قَاهِرٍ

فَاِنَّ الَّذِى اَعْطَى الْعِرَاقَ ابْنَ عَامِرٍ ۔۔۔ لَرَبِّى الَّذِى اَرْجُو لِسَدِّ مَفَاقِرِى

فَقُلْتُ خِلَالِى وَجْهَهٗ وَلَعَلَّهٗ ۔۔۔ سَيَجْعَلُ لِى حَظَّ الْفَتَى الْمُتَزَاوِرِ

فَلَمَّا رَاٰنِى سَالَ عَنْهُ صَبَابَةً ۔۔۔ اِلَيْهِ كَمَا حَنَّتْ ظُؤَارُ الْاَبَاعِرِ

فَاُبْتُ وَقَدْ اَيْقَنْتُ اَنْ لَّيْسَ نَافِعًا ۔۔۔ وَلَا ضَائِرًا شَىْءٌ خِلَافَ الْمَقَادِرِ

ترجمہ: (۱)...خدا کی قسم! لالچی شخص کی لالچ اسے فائدہ پہنچا کر غنی نہیں کر دیتی اور نہ ہی قناعت کرنے والوں کا زہد انہیں نقصان پہنچاتا ہے۔ (۲)...ہم دونوں اپنے گھروں سے ابن عامر کی سخاوت پر بھروسا کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ (۳)...جب ہم نے اس کے دروازے پر اپنی اونٹنیوں کو بٹھایا تو ابن جابر انصاری واپس چلا گیا۔ (۴)...اور اس نے کہا: قدرت والے پروردگار کی عطا مجھے کفایت کرے گی، وہ اپنی مخلوق کو جو چاہے دے سکتا ہے۔ (۵)...جس ربِ کریم نے ابن عامر کو عراق کی حکومت عطا فرمائی وہ میرا ربّ ہے اور میں اس سے اپنے فقر کو دور کرنے کی امید رکھتا ہوں۔ (۶)...اس پر میں نے کہا کہ اب ابن عامر کی توجہ صرف میرے لئے رہ گئی ہے اور شاید وہ واپس جانے والے کا حصہ بھی مجھے دیدے گا۔ (۷)... جب ابن عامر نے مجھے دیکھا تو بے قراری سے انصاری کے بارے میں دریافت کیا جیسا کہ بچے سے بچھڑنے والی ہرنی اس سے ملنے کی مشتاق ہوتی ہے۔ (۸)...میں اس حال میں واپس آیا کہ اس بات پر میرا یقین پختہ ہو گیا کہ کوئی بھی چیز تقدیر کے خلاف نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

احمق کو رزق کیوں دیا جاتا ہے؟

منقول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی: کیا تم جانتے ہو کہ میں احمق کو کیوں رزق دیتا ہوں؟ عرض کی: نہیں اے میرے رب! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: تاکہ عقلمند شخص اس بات کو جان لے کہ رزق کی طلب حیلے سے نہیں ہوتی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا یوسف عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ زمین کی طرف دیکھیے، آپ نے زمین کی طرف دیکھا تو وہ پھٹی اور دیکھا کہ ایک چٹان کے اوپر ایک کیڑا موجود ہے اور اس کے ساتھ اس کا کھانا بھی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: کیا آپ یہ گمان کر سکتے ہیں کہ میں اس کیڑے سے تو غافل نہیں رہا اور آپ سے غافل ہو جاؤں گا حالانکہ آپ میرے نبی اور نبی کے بیٹے ہیں؟

بے صبری حلال سے محروم کرتی ہے:

حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم مسجد میں داخل ہوئے اور مسجد کے دروازے پر موجود ایک شخص سے ارشاد فرمایا: میرا یہ خچر پکڑ لو۔ وہ شخص خچر کی لگام لے کر چلا گیا اور خچر کو وہیں چھوڑ دیا۔ حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نماز سے فراغت کے بعد دو درہم لے کر مسجد سے باہر تشریف لائے تاکہ اس شخص کو خچر پکڑنے کے عوض عطا فرمائیں لیکن دیکھا کہ خچر بغیر لگام کے کھڑا ہے۔ آپ خچر پر سوار ہو کر گھر تشریف لائے اور اپنے غلام کو وہ دو درہم دے کر لگام خریدنے کے لئے بھیجا۔ غلام بازار سے وہی لگام خرید کر لایا جسے چور نے دو درہم کے عوض فروخت کیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: بے شک بندہ بے صبری کرکے اپنے آپ کو حلال روزی سے محروم کر دیتا ہے اور اس کے باوجود اپنے مقدر سے زیادہ حاصل نہیں کر پاتا۔

چکی بنانے والا آٹا بھی دیتا ہے:

ایک راہب سے پوچھا گیا: تم کہاں سے کھاتے ہو؟ راہب نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: جس نے یہ چکی بنائی ہے وہ اسے پیسنے کے لئے غلہ بھی دیتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا معروف کرخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے ایک امام کی اقتدا میں نماز ادا فرمائی۔ نماز سے فراغت کے بعد امام صاحب نے پوچھا: آپ کہاں سے کھاتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ذرا ٹھہریئے! میں نے آپ کے پیچھے جو نماز پڑھی ہے پہلے اسے دہرالوں۔ امام صاحب نے پوچھا: وہ کیوں؟ ارشاد فرمایا: اس لئے کہ جو اپنے رزق میں شک کرتا ہے وہ اپنے رازِق کے بارے میں بھی شک کرتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو حازم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: جو چیز میرے مقدر میں نہیں لکھی گئی اگر میں ہوا پر سوار ہو جاؤں تو بھی اسے نہیں پا سکتا۔

عمر بن ابی عمر یونانی کہتا ہے:

غَلَا السِّعْرُ فِیْ بَغْدَادَ مِنْ بَعْدِ رُخْصَةٍ وَاِنِّیْ فِی الْحَالَیْنِ بِاللّٰہِ وَاثِقُ

فَلَسْتُ اَخَافُ الضِّیْقَ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ غَنَاہُ وَلَا الْحِرْمَانَ وَاللّٰہُ رَازِقُ

ترجمہ: بغداد میں اشیاء کے دام کم ہونے کے بعد زیادہ ہوگئے ہیں اور میں دونوں حالتوں میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا کیے ہوئے ہوں۔ مجھے تنگی کا کوئی خوف نہیں کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فضل و کرم وسیع ہے اور نہ ہی مجھے محرومی کا ڈر ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ رزق دینے والا ہے۔

لوگوں کے پاس موجود چیز سے مایوس ہو جاؤ:

ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے نصیحت فرمایئے۔ ارشاد فرمایا: جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے مایوس ہو جاؤ اور لالچ سے بچو کیونکہ یہ فوراً لاحق ہونے والا فقر ہے۔[1]

منقول ہے کہ جو چیز بازار میں مل سکتی ہو اسے اپنے دوست سے مت مانگو۔

ایک اعرابیہ سے پوچھا گیا کہ تم لوگوں کا گزر بسر کیسے ہوتا ہے؟ اس نے جواب دیا: اگر ہمارا گزارہ صرف معلوم اشیاء پر ہوتا تو ہم زندہ نہ رہ پاتے۔

سب سے اچھی حالت:

ایک اعرابی کا قول ہے کہ سب سے اچھی حالت وہ ہے جس میں تم سے نیچے والے تم پر رشک کریں اور تم سے اوپر والے تمہیں حقیر نہ جانیں۔

ایک اور اعرابی نے کہا: ساز و سامان کی کمی کے ذریعے میں مصیبتوں کے خلاف مدد حاصل کرتا ہوں۔

منقول ہے کہ آدمی کو دنیا میں ایسے رہنا چاہیے جیسے ولیمے میں مدعو شخص ہوتا ہے، اگر اس کے پاس رکابی لائی جائے تو لے لیتا ہے اور اگر نہ لائی جائے تو اس کے پیچھے نہیں پڑتا اور نہ ہی مانگتا ہے۔

مل جائے تو ایثار، نہ ملے تو شکر:

حضرت سیِّدُنا شقیق بن ابراہیم بلخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم نے مجھ سے فرمایا: مجھے اپنی حالت کی خبر دیجئے۔ میں نے جواب دیا: اگر کچھ مل جائے تو کھالیتا ہوں اور نہ ملے تو صبر کرتا ہوں۔ یہ

[1] ... الزھد الکبیر، ص: ٨٦، حدیث: ١٠١

سن کر انہوں نے ارشاد فرمایا: اس طرح تو بلخ کے کتے بھی کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کا طرزِ عمل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: اگر مل جائے تو ایثار کر دیتا ہوں اور نہ ملے تو شکر ادا کرتا ہوں۔

حضرت سیّدُنا فتح موصلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نمازِ عشاء کے بعد اپنے گھر والوں کے پاس تشریف لائے تو ملاحظہ فرمایا کہ نہ تو ان کے پاس رات کے کھانے کے لئے کچھ موجود ہے اور نہ ہی گھر میں چراغ ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ساری رات خوشی میں روتے رہے اور یہ فرماتے رہے: میرا ایسا کون سا عمل ہے کہ مجھ جیسے شخص کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔

تیسری فصل: حرص و لالچ اور لمبی امیدوں کی مذمت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُۙ(۱) حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَؕ(۲) (پ۳۰، التکاثر: ۱، ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔

محبوب ربِّ داور، شفیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کی:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُۙ(۱) حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَؕ(۲) (پ۳۰، التکاثر: ۱، ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔

پھر ارشاد فرمایا: انسان کہتا ہے: میرا مال، حالانکہ تمہارا مال تو صرف وہ ہے جو تم نے کھا کر ختم کر دیا، پہن کر بوسیدہ کر دیا یا پھر صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔[1]

اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے مروی ہے کہ میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو دنیا سے اتنی مقدار پر قناعت کرو جتنا کہ مسافر کے پاس زادِ راہ ہوتا ہے، امرا کی ہم نشینی سے بچو اور کپڑے کو اس وقت تک پرانا نہ سمجھو جب تک اس میں پیوند نہ لگا لو۔[2]

اُمّت کے آخری لوگوں کی ہلاکت کا باعث:

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: اس امت کے اولین لوگوں کی بھلائی دنیا سے بے رغبتی اور یقین کی

---

1 ...ترمذی، کتاب التفسیر، باب من سورۃ الھاکم التکاثر، ۵/ ۲۳۴، حدیث: ۳۳۶۵

2 ...ترمذی، کتاب اللباس، باب ما جاء فی ترقیع الثوب، ۳/ ۳۰۲، حدیث: ۱۷۸۷

برکت سے ہے اور اس امت کے آخری لوگوں کی ہلاکت کنجوسی اور (لمبی) امیدوں کے باعث ہوگی۔[1]

منقول ہے کہ حرص ولالچ انسان کی عزت میں کمی کر دیتی ہے لیکن اس کے رزق میں اضافہ نہیں کرتی۔

بوڑھے کی حرص زیادہ کیوں؟

ایک دانا شخص سے پوچھا گیا: کیا وجہ ہے کہ بوڑھا شخص جوان سے زیادہ دنیا کا حریص ہوتا ہے؟ جواب دیا: اس لئے کہ بوڑھے شخص نے دنیا کا ایسا ذائقہ چکھا ہے جو جوان نے نہیں چکھا۔

ایک شاعر نے کتنی پیاری بات کہی ہے:

اِذَا طَاوَعْتَ حِرْصَكَ كُنْتَ عَبْدًا　　لِكُلِّ دَنِيْئَةٍ تُدْعٰى اِلَيْهَا

ترجمہ: اگر تم نے حرص ولالچ کی اطاعت کی تو تم غلام ہو پھر ہر گھٹیا چیز تمہیں اپنی طرف بلائے گی۔

ایک اور شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

قَدْ شَابَ رَاْسِيْ وَرَاْسُ الدَّهْرِ لَمْ يَشَبْ　　اِنَّ الْحَرِيْصَ عَلَى الدُّنْيَا لَفِيْ تَعَبٍ

ترجمہ: میرا سر تو بوڑھا ہو چکا ہے لیکن زمانے کا سر بوڑھا نہیں ہوا، بے شک دنیا کا حریص مشقت میں مبتلا ہے۔

دنیا کی خوشی اور غم:

سکندر بادشاہ سے پوچھا گیا کہ دنیا کی خوشی کیا ہے؟ کہا: جو رزق تمہیں ملا ہے اس پر راضی رہنا۔ دوبارہ سوال ہوا: دنیا کا غم کیا ہے؟ جواب دیا: دنیا کا لالچ کرنا۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: اگر تم موت اور اس کی آمد کو دیکھ لو تو امید اور اس کے دھوکے کو بھول جاؤ۔

ایک مہینے کا ادھار کرنا لمبی امید ہے:

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضرت سیِّدُنا اسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک مہینے کے ادھار پر 100 دینار کے عوض ایک لونڈی خریدی تو میں نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: کیا تم لوگوں کو اسامہ پر تعجب نہیں ہوتا کہ اس نے ایک مہینے کے ادھار پر لونڈی خریدی ہے، بے شک

[1] ... شعب الایمان، باب فی الجود والسخاء، ۷/ ۴۲۷، حدیث: ۱۰۸۴۵ بتغیر

اسامہ طویل امید کا شکار ہے۔[1]

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم باہر تشریف لاکر پیشاب کرتے اور پھر مٹی سے مسح فرمالیتے۔ میں عرض کرتا کہ پانی آپ سے قریب ہے تو ارشاد فرماتے: ہو سکتا ہے کہ میں پانی تک نہ پہنچ سکوں۔[2]

بوڑھا دو باتوں میں جوان رہتا ہے:

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بوڑھا شخص دو باتوں کے معاملے میں جوان رہتا ہے: مال کی محبت اور لمبی امیدیں۔[3]

لمبی امیدوں کے بارے میں اقوال:

حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا: آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: موت قریب ہے، امیدیں طویل ہیں جبکہ اعمال بُرے ہیں۔

منقول ہے کہ جو شخص اپنی امیدوں کی لگام کے ساتھ دوڑتا چلا جائے وہ اپنی موت کے ساتھ ٹکرا کر ٹھوکر کھائے گا، اگر موت ظاہر ہو جائے تو امید رسوا ہو جائے۔

دانا لوگوں کا قول ہے: لمبی امیدوں سے بچو کیونکہ جس کی امیدیں اسے غافل کر دیں اس کا عمل اسے رسوا کر دیتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: تم ان خواہشات سے بچو کیونکہ کسی بھی شخص کو خواہشات کے سبب دنیا و آخرت کی بھلائی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔

لالچ کی مذمت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا فرمان ہے: لالچ کی چمک دیکھ کر عقل اکثر مار کھا جاتی ہے۔ آپ کا ہی فرمان ہے: مردوں کی عقل کو شراب بھی اتنا خراب نہیں کرتی جتنا کہ لالچ کرتی ہے۔

1 ... شعب الایمان، باب فی الزھد و قصر الامل، ۷/ ۳۵۵، حدیث: ۱۰۵۶۴

2 ... مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عباس، ۱/ ۶۱۸، حدیث: ۲۶۱۴

3 ... مسند بزار، مسند انس بن مالک، ۱۴/ ۱۳۷، حدیث: ۷۶۵۵

حدیثِ پاک میں ہے: لالچ سے بچو کیونکہ یہ فوراً لاحق ہونے والا فقر ہے۔

غلاموں کی تین اقسام:

ایک فلسفی کا قول ہے: غلام تین قسم کے ہوتے ہیں: حقیقی غلام، شہوت کا غلام اور لالچ کا غلام۔

ایک بزرگ کا قول ہے: جو شخص یہ خواہش رکھتا ہے کہ زندگی بھر آزاد رہے تو اسے چاہیے کہ اپنے دل میں لالچ کو نہ بسائے۔

علم کو سینوں سے نکالنے والی چیز:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا کعب احبار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار اور حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک مقام پر جمع ہوئے تو حضرت سیِّدُنا کعب احبار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے سوال کیا: اے عبد اللہ بن سلام! اہلِ علم کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: وہ جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں۔ انہوں نے دوبارہ پوچھا: وہ کون سی چیز ہے جو علم کے حصول کے بعد اسے علما کے سینوں سے نکال دیتی ہے؟ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: لالچ، نفسانی خواہشات اور لوگوں سے اپنی ضروریات طلب کرنا۔

سب سے افضل عمل:

حضرت سیِّدُنا فضل، حضرت سیِّدُنا سفیان اور حضرت سیِّدُنا ابن کریمہ یربوعی رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی ایک جگہ جمع ہوئے اور ایک دوسرے کو نصیحتیں کیں، پھر جب یہ حضرات جدا ہوئے تو اس بات پر ان کا اتفاق تھا کہ سب سے افضل عمل غصے کے وقت برداشت اور لالچ کے موقع پر صبر ہے۔

منقول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جب حضرت سیِّدُنا آدم صَفِیُّ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کی تخلیق فرمائی تو آپ کے خمیر سے تین چیزوں کو بنایا: حرص، لالچ اور حسد اس لئے یہ تینوں چیزیں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں قیامت تک باقی رہیں گی (لیکن یہ باتیں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی ذات میں نہیں تھیں)۔ عقل مند شخص انہیں چھپاتا جبکہ جاہل انہیں ظاہر کرتا ہے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے خمیر سے ان چیزوں کو بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی خواہش آپ میں پیدا فرمائی۔

اشعب سے پوچھا گیا کہ تمہاری لالچ کا کیا عالم ہے؟ اس نے جواب دیا: میں اپنے پڑوسیوں کے یہاں دھواں دیکھتا ہوں تو روٹی کے ٹکڑے کرلیتا ہوں (کہ پڑوس سے سالن آئے گا تو اس کے ساتھ کھاؤں گا)۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میں جب دو

آدمیوں کو جنازے کے ساتھ سرگوشی کرتے دیکھتا ہوں تو اندازہ لگاتا ہوں کہ مرنے والے نے اپنے مال میں سے میرے لئے کچھ وصیت کی ہے نیز جب کسی دلہن کو اس کے سسرال لے جایا جاتا ہے تو میں اس امید پر اپنے گھر کی صفائی کرتا ہوں کہ شاید وہ غلطی سے اسے میرے گھر لے آئیں۔

باب نمبر11: مشورہ، نصیحت، تجربہ اور انجام میں نظر کرنے کا بیان

مشورے کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ارشاد فرمایا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (پ۴، اٰل عمران: ۱۵۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو توفیقِ خیر عطا فرمانے کے باوجود مشورہ کرنے کا حکم دیا، اس کی حکمت سے متعلق اہلِ تفسیر کے درمیان اختلاف ہے جن میں سے تین اقوال درج ذیل ہیں:

﴿1﴾... حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا قول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جنگ کے بارے میں مشورہ کرنے کا حکم دیا تاکہ صحیح رائے واضح ہو جائے اور آپ اس پر عمل کر سکیں۔

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا ضحاک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا قول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مشورہ کرنے کا حکم دیا تاکہ آپ مشورے کی فضیلت کو پا سکیں۔

﴿3﴾... حضرت سیِّدُنا سفیان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان کا قول ہے کہ اگرچہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مشورے کی حاجت نہیں لیکن پھر بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو اس کا حکم دیا تاکہ مشورہ کرنا مسلمانوں کے لئے سنت ہو جائے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا فرمان ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کسی کام کا ارادہ کرتے تو اس کے بارے میں مردوں سے مشورہ فرماتے۔ بھلا وہ ہستی مخلوق کے مشورے کی محتاج کیسے ہو سکتی ہے جس کے کاموں کی تدبیر خالق و مالک عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہو لیکن اس میں امت کی تعلیم ہے کہ آدمی کو دوسروں سے مشورہ کرنا چاہیے اگرچہ وہ جاننے والا ہو۔

مشاورت کے فوائد:

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: استخارہ کرنے والا ناکام نہیں ہو گا، مشورہ کرنے والے کو ندامت نہیں اُٹھانی پڑے گی اور کفایت شعاری اختیار کرنے والا فقر و فاقہ کا شکار نہیں ہو گا۔[1]

ایک اور روایت میں ہے کہ اپنی رائے کو پسند کرنے والا گمراہ ہو جاتا ہے جبکہ اپنی عقل پر بھروسا کرنے والا ٹھوکر کھاتا ہے۔

منقول ہے کہ جس قدر درستی اور صحت مشورہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے اتنی کسی اور چیز سے نہیں ملتی۔

ایک دانا کا قول ہے: درست رائے کی توفیق مشورے کے ساتھ مقرر ہے۔

لوگوں کی تین اقسام:

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: لوگ تین قسم کے ہیں: ایک وہ جو پورا مرد ہے، دوسرا وہ جو آدھا مرد ہے اور تیسرا وہ جو مرد نہیں ہے۔ پورا مرد وہ ہے جو صاحبِ رائے بھی ہو اور مشورہ بھی کرتا ہو، آدھا مرد وہ ہے جو صاحبِ رائے تو ہو لیکن مشورہ نہ کرتا ہو جبکہ وہ شخص جو نہ تو صاحبِ رائے ہو اور نہ ہی مشورہ کرتا ہو وہ مرد ہی نہیں۔

منصور نے اپنے بیٹے سے کہا: مجھ سے دو باتیں سیکھ لو: سوچے سمجھے بغیر کوئی بات نہ کرو اور بغیر تیاری کے کوئی کام نہ کرو۔

حضرت سیِّدُنا فضل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: مشورے میں برکت ہے اور میں تو اس عجمی حبشیہ عورت (یعنی اپنی بیوی) سے بھی مشورہ کرتا ہوں۔

ایک اعرابی نے کہا: عقل سے بڑی کوئی دولت نہیں، جہالت سے بڑھ کر کوئی فقر و تنگدستی نہیں اور مشورے سے زیادہ مضبوط کوئی مدد نہیں۔

ایک قول کے مطابق جو شخص اپنے کام کی ابتدا استخارے سے کرے اور پھر مشورہ بھی کرتا رہے تو وہ ناکام و نامراد نہ ہو گا۔

منقول ہے کہ پختہ رائے مضبوط آدمی سے زیادہ حفاظت کرنے والی ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا فرمان ہے: اپنی رائے کو کافی سمجھنے والا خطرے میں ہے۔

[1] ...معجم اوسط، ۵/ ۷۷، حدیث: ۶۶۲۷ بتغیر قلیل

ایک شخص نے عضد الدَّولہ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا: اس کے چہرے میں ہزار آنکھیں، منہ میں ہزار زبانیں اور سینے میں ہزار دل ہیں۔

اردشیر بن بابک کا قول ہے: چار چیزیں چار کی محتاج ہوتی ہیں: حسب نسب ادب کا، مسرت وخوشی امن کی، رشتے داری محبت کی اور عقل تجربے کی۔

کسی کے مشورے کو حقیر نہ جانو:

منقول ہے کہ اگر کوئی معمولی شخص بھی عمدہ رائے پیش کرے تو اس کے مشورے کو حقیر نہ جانو کیونکہ غوطہ خور کے بے وقعت ہونے کے سبب اس کے نکالے ہوئے موتی کو معمولی نہیں سمجھا جاتا۔

منقول ہے کہ مشورہ ایسے شخص سے کرنا چاہیے جو صاحبِ علم اور درست رائے رکھنے والا ہو کیونکہ ہر عالم درست رائے کا جاننے والا نہیں ہوتا، کئی لوگ ایک چیز کو پرکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن انہیں دوسری چیز کی معلومات نہیں ہوتیں۔

مشورہ دینے والوں کو اکٹھا نہ کرنے کی حکمتیں:

یونان اور ایران کے بادشاہوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب انہیں کسی معاملے میں مشورے کی ضرورت ہوتی تو اپنے وزیروں کو اکٹھا کر کے مشورہ نہیں کرتے تھے بلکہ ایک ایک سے الگ الگ اس طرح مشورہ کرتے تھے کہ ایک کے مشورے کا دوسرے کو علم نہ ہوتا، ان کے اس فعل میں کئی حکمتیں تھیں:

ایک حکمت یہ تھی کہ سب کو اکٹھا کر کے مشورہ کرنے سے مشورہ دینے والوں میں مقابلہ بازی شروع ہو سکتی ہے جس کے سبب ان کے مشوروں سے درستی ختم ہو جاتی ہے کیونکہ یہ فطری بات ہے کہ جب کئی لوگ ایک معاملے میں شریک ہوتے ہیں تو وہ آپس میں مقابلہ کرتے اور ایک دوسرے پر تنقید کرتے ہیں، نیز ان میں سے کسی ایک کی رائے درست ثابت ہو جائے تو دوسرے اس سے حسد اور اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

سب کو جمع کر کے مشورہ کرنے میں ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس صورت میں راز کو راز رکھنا مشکل ہوتا ہے، پھر جب وہ راز کھل جائے تو بادشاہ اس بات پر قادر نہیں ہوتا کہ اسے ظاہر کرنے والے کی گرفت کر سکے کیونکہ اس کو متعین کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ بادشاہ اگر سب وزیروں کو سزا دے تو ایک ہی غلطی پر دے گا اور اگر سب کو معاف کر دے تو راز افشاں کرنے والا بھی بے قصوروں کی صف میں شامل ہو کر بچ جائے گا۔

کسی کو اس کے مشورے پر ملامت نہ کرو:

منقول ہے کہ اگر تمہارا دوست تمہیں کوئی مشورہ دے اور اس کا انجام اچھا نہ ہو تو اس بات کو اسے ملامت کرنے کا سبب نہ بنالو اور اس سے یہ نہ کہو کہ تم نے ایسا کیا اور تم نے مجھے یہ مشورہ دیا، اگر تم نہ ہوتے تو ایسا نہ ہوتا کیونکہ ایسا کرنا ایک غلط انداز اور گھٹیا پن ہے۔

مشورہ مانگنے والا دشمن دوست بن جاتا ہے:

افلاطون کا قول ہے: جب تمہارا دشمن تم سے مشورہ مانگے تو اسے بھی اچھا مشورہ دو کیونکہ مشورہ مانگ کر وہ تمہارے دشمنوں کی صف سے نکل کر دوستوں میں شامل ہو گیا ہے۔

منقول ہے کہ ناشکرے شخص کو مشورہ دینے اور اس کی خیر خواہی کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو بنجر زمین میں بیج بوتا ہے۔

ابن معتز کا قول ہے: مشورہ تمہارے لئے راحت اور تمہارے غیر کے لئے مشقت ہے۔

بیٹی کی شادی کس سے کروں؟

مرو کے قاضی حضرت سیِّدُنا نوح بن مریم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جب اپنی بیٹی کی شادی کا ارادہ کیا تو اپنے ایک مجوسی (یعنی آتش پرست) پڑوسی سے مشورہ کیا۔ اس نے عرض کی: سُبْحٰنَ الله! لوگ آپ سے فتوٰی لیتے ہیں اور آپ مجھ سے مشورہ کر رہے ہیں۔ قاضی صاحب نے فرمایا: تم پر لازم ہے کہ مجھے مشورہ دو۔ مجوسی نے کہا: ایران کا بادشاہ کسریٰ مال کو ترجیح دیتا تھا، روم کا بادشاہ قیصر اور عرب کے بادشاہ حسن و جمال کو ترجیح دیتے تھے جبکہ آپ کے سردار محمدِ عربی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دین کو ترجیح دیتے تھے، اب آپ غور کر لیں کہ آپ نے کس کی اقتدا کرنی ہے۔

چار چیزوں کے سبب مزید چار کا حصول:

منقول ہے کہ جس شخص کو چار چیزیں عطا کی گئیں وہ چار چیزوں سے محروم نہیں رہے گا: جسے شکر کی توفیق ملی وہ مزید نعمتوں سے محروم نہیں ہو گا، جسے توبہ کی سعادت ملی وہ قبولِ توبہ سے محروم نہیں کیا جائے گا، جسے استخارہ کی توفیق عطا ہوئی وہ بھلائی سے محروم نہیں ہو گا اور جسے مشورہ کرنے کی سعادت ملی وہ درستی سے محروم نہیں رہے گا۔

کہا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ سے استخارہ کرے، اپنے دوستوں سے مشورہ کرے اور خوب سوچ بچار کرے تو اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے معاملے میں ایسا فیصلہ فرمائے گا جو اسے پسند ہو گا۔

ایک قول کے مطابق غور و تفکر کے بعد مشورہ دینے والا بلا سوچے سمجھے رائے دینے والے سے بہتر ہے اور مشورہ لینے میں اسے مُقدّم کرنا مُؤَخَّر کرنے سے اچھا ہے۔

کن لوگوں سے مشورہ نہیں کرنا چاہیے؟

حضرت سیِّدُنا اَحنف بن قیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: بھوکے شخص سے مشورہ نہ کرو یہاں تک کہ پیٹ بھر کر کھالے، یونہی پیاسے سے سیرابی تک، قیدی سے آزاد ہونے تک جبکہ تنگدست سے اس کی تنگدستی دور ہونے تک مشورہ نہ کرو۔

عقلمند لوگوں کا قول ہے کہ ان افراد سے مشورہ نہیں کرنا چاہیے: بچوں کو پڑھانے والا، چرواہا، عورتوں کی صحبت میں زیادہ رہنے والا، حاجت مند شخص جو اپنی حاجت پوری کرنے کی کوشش میں ہو، خوف کا شکار اور جسے پیشاب پاخانے کی حاجت ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ سات قسم کے لوگوں سے مشورہ نہیں کرنا چاہیے: جاہل، دشمن، حاسد، ریاکار، بزدل، کنجوس اور خواہش کی پیروی کرنے والا۔ جاہل تو خود گمراہ ہوتا ہے، دشمن تمہاری ہلاکت چاہتا ہے، حاسد تمہاری نعمتوں کے زوال کا خواہش مند ہوتا ہے، ریاکار لوگوں کی مرضی پر چلتا ہے، بزدل ہر مشکل مقام سے بھاگنے کا مشورہ دیتا ہے، کنجوس جمعِ مال کا حریص ہوتا ہے اور اس کے علاوہ اس کی کوئی رائے نہیں ہوتی، خواہشِ نفس کی پیروی کرنے والا خواہشات کا اسیر ہوتا ہے اور خواہش کی مخالفت کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔

اچھے مشورے کی بدولت مالامال ہو گیا:

مدینہ منورہ کا رہائشی ایک شخص جو اسلمی کے نام سے مشہور تھا اس کا بیان ہے کہ مجھ پر لوگوں کا کافی قرض چڑھ گیا تھا اور قرض خواہ مجھ سے اپنی رقم کا مطالبہ کر رہے تھے جبکہ میرے پاس انہیں دینے کے لئے کچھ نہ تھا۔ ان حالات میں زمین مجھ پر تنگ ہو چکی تھی اور مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کروں۔ جب میں نے اس بارے میں اپنے قابل اعتماد دوست سے مشاورت کی تو اس نے مجھے حاکم مُہَلَّب بن ابو صُفْرَہ کے پاس عراق جانے کا مشورہ دیا لیکن میں نے طویل مسافت، سفر کی مشقت اور مُہَلَّب کے تکبر کا عذر پیش کیا۔ پھر میں نے ایک اور شخص سے مشورہ کیا تو اس نے بھی وہی کہا جو کہ پہلے دوست

نے کہا تھا۔ چنانچہ میں نے اس مشورے پر عمل کا فیصلہ کیا، اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور ایک قافلے کے ساتھ عراق جا پہنچا۔

وہاں جا کر میں مہلب کے پاس گیا اور سلام کے بعد اس سے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ امیر کا بھلا کرے! میں صحراؤں کو عبور کر کے اور طویل سفر کر کے مدینہ منورہ سے آپ کے پاس آیا ہوں کیونکہ مجھے اچھی رائے کے حامل لوگوں نے اپنی حاجت کی تکمیل کے لئے آپ کے پاس آنے کا مشورہ دیا تھا۔ مہلب نے پوچھا: کیا تم کسی کی سفارش لائے ہو یا پھر ہمارے درمیان کوئی رشتہ یا قرابت ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ایسا کچھ نہیں ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ میری ضروریات کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اگر آپ ایسا کر دیں تو مجھے آپ سے یہی امید ہے اور اگر کوئی رُکاوٹ ایسا کرنے سے مانع ہو تو میں آج کے دن آپ کی مذمت نہیں کروں گا اور نہ ہی مستقبل میں تکمیلِ حاجت سے مایوس ہوں گا۔

مہلب نے اپنے دربان سے کہا: اسے ساتھ لے کر جاؤ اور اس وقت ہمارے خزانے میں جو کچھ موجود ہے وہ اسے دے دو۔ دربان مجھے ساتھ لے کر گیا تو خزانے میں اسّی ہزار درہم موجود تھے جو اس نے میرے حوالے کر دیئے۔ یہ دیکھ کر خوشی و مسرت کے باعث میں اپنے آپ پر قابو نہ پا سکا، اس کے بعد دربان مجھے دوبارہ مہلب کے پاس لایا تو اس نے پوچھا: کیا تمہیں جو مال ملا وہ تمہاری حاجت پوری کرنے کے لئے کافی ہے؟ میں نے کہا: اے امیر! یہ تو اس سے بھی زیادہ ہے۔ مہلب نے کہا: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں کہ تمہاری کوشش کامیاب ہوئی، تم نے اپنے مشورے کا پھل پالیا اور تمہیں میرے پاس آنے کا مشورہ دینے والے کا خیال درست ثابت ہوا۔ اس کے بعد میں مدینہ منورہ واپس آگیا، اپنا قرض ادا کیا، اہلِ خانہ پر وسعت کی، مشورہ دینے والوں کو بھی انعام دیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عہد کیا کہ جب تک زندہ رہوں گا اپنے تمام کاموں میں مشورہ کرتا رہوں گا۔

مشورے کی برکت سے جان بچ گئی:

منقول ہے کہ خلیفہ منصور کے چچا عبداللہ بن علی سے چند ایسی باتیں صادر ہوئیں جن سے درگزر کرنا ملکی سیاست کے اعتبار سے ممکن نہ تھا چنانچہ خلیفہ نے اسے قید کروا دیا، پھر اسے اپنے چچازاد اور کوفہ کے گورنر عیسٰی بن موسٰی کے بارے میں چند ایسی باتیں معلوم ہوئیں جس نے اسے عیسٰی بن موسٰی سے بدظن کر دیا اور اسے اس سے خوف محسوس ہونے لگا۔ غور و تفکر کے بعد خلیفہ نے اس مسئلے کا ایک حل سوچا جسے اس نے اپنے تمام درباریوں اور وزیروں سے بھی پوشیدہ رکھا۔ خلیفہ نے عیسٰی بن موسٰی کو اپنے پاس بلایا اور معمول کے مطابق اس کے ساتھ عزت و اکرام سے پیش آیا، پھر

تمام درباریوں کو باہر بھیج کر اس سے کہا: اے میرے چچازاد! میں تمہیں ایک ایسے معاملے سے آگاہ کرنے لگا ہوں جس کا اہل اور اس کا بوجھ اٹھانے میں اپنا مدد گار تمہارے علاوہ کسی کو نہیں پاتا۔ کیا تم اس معاملے میں میرے اعتماد پر پورے اُترو گے اور ایسا کام کرو گے جس سے تمہاری نعمتیں بھی بر قرار رہیں اور میری بادشاہت بھی سلامت رہے۔ عیسٰی بن موسٰی نے جواب دیا: میں امیر المؤمنین کا غلام ہوں اور میری جان آپ کے احکام کی پابند ہے۔ خلیفہ نے کہا: میرے اور تمہارے چچا عبد اللہ نے کچھ ایسے کاموں کا ارتکاب کیا ہے جو اس کے خون کو حلال کرتے ہیں اور اسے قتل کرنے میں ہی مملکت کی بھلائی ہے اس لئے تم انہیں اپنے یہاں لے جا کر پوشیدہ طور پر قتل کر دو۔ پھر خلیفہ نے عبد اللہ کو عیسٰی بن موسٰی کے حوالے کیا اور خود حج کے ارادے سے روانہ ہو گیا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ جب عیسٰی بن موسٰی اس کے چچا عبد اللہ کو قتل کر دے گا تو وہ اس پر قصاص لازم کرے گا اور اسے عبد اللہ کے بھائیوں یعنی اپنے چچاؤں کے حوالے کر دے گا تو وہ قصاص میں اسے قتل کر دیں اور یوں اسے عبد اللہ اور عیسٰی بن موسٰی دونوں سے چھٹکارا مل جائے۔

عیسٰی بن موسٰی کا بیان ہے کہ اپنے چچا کو تحویل میں لینے کے بعد جب میں نے اس کے قتل کے بارے میں غور کیا تو مجھے مناسب لگا کہ کسی صاحبِ رائے شخص سے اس بارے میں مشورہ کر لوں تاکہ درست فیصلے تک پہنچ سکوں۔ میں یونس بن قرہ کاتب کے پاس گیا جس کے بارے میں میرا اچھا گمان تھا اور اس سے کہا: امیر المؤمنین نے اپنے چچا عبد اللہ کو میرے حوالے کیا ہے اور مجھے اس کو قتل کرنے اور اس معاملے کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ آپ اس بارے میں مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں؟ یونس نے مجھ سے کہا: اے امیر! آپ اپنے اور امیر المؤمنین کے چچا کی حفاظت کر کے اپنی حفاظت فرمایئے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ انہیں اپنے گھر کے کسی کمرے میں چھپا دیں اور ان کے معاملے کو اپنے تمام مصاحبین سے بھی پوشیدہ رکھیں، ان کا کھانا پانی بھی خود ان تک پہنچائیں، ان کے کمرے کو مقفل رکھیں اور امیر المؤمنین کے سامنے یہ ظاہر کریں کہ آپ نے انہیں قتل کر کے حکم کی تعمیل کر دی ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ جب امیر المؤمنین کو اطمینان ہو جائے گا کہ آپ نے ان کے چچا کو قتل کر دیا ہے تو وہ سب کے سامنے آپ کو ان کے چچا کو پیش کرنے کا حکم دیں گے۔ جب آپ اعتراف کر لیں گے کہ آپ نے ان کے حکم پر عبد اللہ کو قتل کر دیا ہے تو وہ اس بات کا حکم دینے کا انکار کر کے اپنے چچا کے قتل کے الزام میں آپ کو گرفتار کر کے قتل کروا دیں گے۔

عیسٰی بن موسٰی کا بیان ہے کہ میں نے اس مشورے کو قبول کر کے اس پر عمل کیا اور امیر المؤمنین کے سامنے یہ ظاہر

کیا کہ میں نے ان کے حکم کی تعمیل کر دی ہے۔ خلیفہ منصور جب حج کر کے واپس آیا اور اسے یقین ہو گیا کہ میں نے اس کے چچا عبداللہ کو قتل کر دیا ہے تو اس نے اپنے منصوبے کے مطابق اپنے چچاؤں یعنی عبداللہ کے بھائیوں کو اس بات پر اُبھارا کہ وہ اس کے دربار میں آکر اپنے بھائی کے بارے میں پوچھیں اور اس کی حوالگی کا مطالبہ کریں۔ چنانچہ جب خلیفہ منصور اپنے دربار میں موجود تھا اور اس کے درباری بھی حاضر تھے تو عبداللہ کے بھائیوں نے دربار میں آکر اس کے بارے میں دریافت کیا۔ خلیفہ منصور نے کہا: بے شک آپ حضرات کے حقوق آپ کی حاجت کی تکمیل کا تقاضا کرتے ہیں کیونکہ اس میں ایسے شخص کے ساتھ صلہ رحمی اور بھلائی ہے جو والد کے مقام پر فائز ہے۔ پھر اس نے عیسٰی بن موسٰی کو بلانے کا حکم دیا، جب وہ حاضر ہوا تو خلیفہ نے کہا: اے عیسٰی! حج کے لئے روانگی سے قبل میں نے اپنے چچا عبداللہ کو تمہارے حوالے کیا تھا تاکہ میری واپسی تک وہ تمہارے گھر میں موجود رہیں۔ عیسٰی نے کہا: اے امیر المؤمنین! بے شک آپ نے ایسا کیا تھا۔ خلیفہ منصور نے کہا: اب تمہارے چچاؤں نے ان کی رہائی کی درخواست کی ہے اور میرا ابھی یہی خیال ہے کہ انہیں معاف کر کے ان حضرات کی خواہش کو پورا کیا جائے اور ان کی درخواست قبول کر کے صلہ رحمی کی جائے لہٰذا تم اسی وقت انہیں یہاں لے آؤ۔ عیسٰی بن موسٰی نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ نے مجھے جلد سے جلد انہیں قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ خلیفہ نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو، میں نے تمہیں ایسا حکم نہیں دیا تھا اور اگر مجھے ان کو قتل کرنا ہوتا تو کسی ایسے آدمی کے حوالے کرتا جو ان کے قتل کے درپے تھا۔ پھر اس نے مجھ پر غصے کا اظہار کرتے ہوئے اپنے چچاؤں سے کہا: اس نے تمہارے بھائی کے قتل کا اعتراف کر لیا ہے اور یہ دعوٰی کیا ہے کہ میں نے قتل کا حکم دیا تھا حالانکہ یہ جھوٹ ہے۔ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ اسے ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم قصاص میں اسے قتل کر دیں۔ منصور نے اجازت دے دی۔

عیسٰی بن موسٰی کا بیان ہے کہ وہ لوگ مجھے ایک کشادہ مقام پر لے گئے اور لوگ میرے پاس جمع ہو گئے، پھر میرے چچاؤں میں سے ایک نے اُٹھ کر مجھے قتل کرنے کے لئے تلوار سونت لی۔ میں نے کہا: چچا جان! کیا آپ مجھے قتل کر دیں گے؟ اس نے جواب دیا: میں تمہیں کیوں نہ قتل کروں کہ تم نے میرے بھائی کو مار ڈالا ہے۔ میں نے کہا: آپ لوگ جلدی نہ کریں اور مجھے واپس امیر المؤمنین کے پاس لے جائیں۔ چنانچہ مجھے واپس لے جایا گیا۔ میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! میں نے عبداللہ کو قتل کر کے اپنی ہلاکت کا ارادہ کیا تھا لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے ایسا کرنے سے محفوظ فرما لیا۔ آپ کے چچا

زندہ اور محفوظ موجود ہیں، اگر آپ حکم دیں تو میں انہیں ابھی ان کے بھائیوں کے سپرد کر دوں۔ یہ سن کر خلیفہ منصور نے سر جھکالیا اور وہ سمجھ گیا کہ اس کا منصوبہ ناکام ہو چکا ہے، پھر اس نے سر اٹھا کر کہا: اسے یہاں لاؤ۔ عیسٰی بن موسٰی نے عبداللہ کو دربار میں پیش کر دیا، اسے دیکھ کر منصور نے اپنے چچاؤں سے کہا: آپ لوگ اسے میرے پاس چھوڑ کر چلے جائیں تاکہ میں اس بارے میں غور کر سکوں۔ عیسٰی بن موسٰی کا بیان ہے کہ عبداللہ کو وہاں چھوڑ کر میں اور اس کے بھائی واپس چلے گئے، اس طرح میری جان بچ گئی اور یہ سب کچھ یونس سے مشورہ کرکے اسے قبول کرنے اور اس پر عمل کی برکت سے ہوا۔ اس کے بعد خلیفہ منصور نے عبداللہ کو ایک ایسے گھر میں ٹھہرایا جس کی بنیادیں نمک سے بنی ہوئی تھیں، پھر رات میں اس گھر کے ارد گرد پانی چھوڑ دیا جس کے باعث نمک پگھلا اور گھر گر گیا۔ اس طرح عبد اللہ کی موت واقع ہو گئی جبکہ عیسٰی بن موسٰی اپنی جان بچانے میں کامیاب رہا۔

نصیحت و خیر خواہی کا بیان

جان لو کہ مسلمانوں اور دیگر تمام مخلوق کی خیر خواہی انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ حضرت سیِّدُنا نوح عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قول بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا یَنْفَعُکُمْ نُصْحِیْۤ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَکُمْ اِنْ کَانَ اللّٰہُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَکُمْ ؕ ہُوَ رَبُّکُمْ ۟ وَ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ؕ﴿۳۴﴾ (پ۱۲، ہود: ۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں میری نصیحت نفع نہ دے گی اگر میں تمہارا بھلا چاہوں جب کہ اللہ تمہاری گمراہی چاہے وہ تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف پھرو گے۔

حضرت سیِّدُنا شعیب عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے ارشاد فرمایا:

وَنَصَحْتُ لَکُمْ ۚ فَکَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ کٰفِرِیْنَ ﴿۹۳﴾ (پ۹، الاعراف: ۹۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور (میں نے) تمہارے بھلے کو نصیحت کی تو کیونکر غم کروں کافروں کا۔

حضرت سیِّدُنا صالح عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا:

وَنَصَحْتُ لَکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۷۹﴾ (پ۸، الاعراف: ۷۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور (میں نے) تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرضی (پسند کرنے والے) ہی نہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

ارشاد فرمایا: بے شک دین خیر خواہی ہے، بے شک دین خیر خواہی ہے، بے شک دین خیر خواہی ہے۔ لوگوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کس کے لئے؟ ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ، اس کی کتاب، اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، مسلمانوں کے امام اور عام مسلمانوں کے لئے۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خیر خواہی:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خیر خواہی سے مراد یہ ہے کہ جو صفات اس کے شایانِ شان ہیں انہی صفات سے اس کی تعریف کی جائے جبکہ جو صفات اس کے لائق نہیں ہیں اُن سے اُس کی پاکی بیان کی جائے، اس کی تعظیم بجالائی جائے، ظاہر و باطن میں اس کے لئے خضوع (یعنی دل کی عاجزی) اختیار کی جائے، اس کے پسندیدہ کاموں میں رغبت جبکہ اس کے ناپسندیدہ افعال سے دوری اختیار کی جائے، اس کے اطاعت شعار بندوں سے دوستی جبکہ نافرمانوں سے دشمنی کی جائے، قول و فعل کے ذریعے گناہ گاروں کو اس کی اطاعت کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی جائے۔

قرآنِ مجید کی خیر خواہی:

قرآنِ مجید کی خیر خواہی سے مراد یہ ہے کہ اس کی تلاوت کی جائے اور قراءت کرتے ہوئے اس کو اچھے انداز میں پڑھا جائے نیز اس کے مضامین کو سمجھا جائے، بے بنیاد تاویلیں کرنے والوں کی تاویلات اور مُعْتَرِضِیْن کے اعتراضات کو اس سے دور کیا جائے اور مخلوق کو اس کی تعلیمات سکھائی جائیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ وَ لِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ (پ۲۳، ص: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری برکت والی تاکہ اس کی آیتوں کو سوچیں اور عقل مند نصیحت مانیں۔

رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خیر خواہی:

سَیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی سنتوں کو تلاش کرکے زندہ کیا جائے، تبلیغِ دین اور لوگوں کو شریعتِ مُطَہَّرہ کی طرف مائل کرنے کے لئے آپ کے طریقے پر عمل کیا جائے اور آپ کی سیرتِ طیّبہ کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا جائے۔

[1] ... ابو داود، کتاب الادب، باب فی نصیحة، ۴/ ۳۷۲، حدیث: ۴۹۴۴

حکمرانوں کی خیر خواہی:

حکمرانوں کی خیر خواہی سے مراد یہ ہے کہ وہ جن باتوں کے مکلّف ہیں ان میں ان کی مدد کی جائے۔ان کی مدد کا طریقہ یہ ہے کہ غافل ہونے پر انہیں متوجہ کیا جائے، غلطی کرنے پر نصیحت کی جائے، جن باتوں سے وہ ناواقف ہیں وہ سکھائی جائیں، جو ان کے ساتھ برائی کا ارادہ رکھتا ہے اس سے خبر دار کیا جائے، انہیں ان کے نمائندوں کے کردار اور رعایا کے ساتھ رویے سے آگاہ کیا جائے، بوقتِ ضرورت ان کا خلا پُر کیا جائے اور ان سے بدگمان لوگوں کی بدگمانیاں دور کی جائیں۔

عام مسلمانوں کی خیر خواہی:

عام مسلمانوں کی خیر خواہی سے مراد یہ ہے کہ ان پر شفقت کی جائے، ان میں سے بڑوں کا احترام جبکہ چھوٹوں پر مہربانی کی جائے، ان کی تکالیف کو دور کیا جائے اور ایسی باتوں سے اجتناب کیا جائے جن سے ان کے دل پریشان ہوں اور وہ وسوسوں کا شکار ہو جائیں۔

نصیحت کا کڑوا گھونٹ:

اس بات کو جان لو کہ نصیحت کا گھونٹ کڑوا ہوتا ہے اور اسے صرف ہمت والے لوگ ہی قبول کرتے ہیں۔ حضرت سیّدُنا میمون بن مہران عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کا بیان ہے کہ حضرت سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے مجھ سے ارشاد فرمایا: جو بات مجھے ناگوار گزرتی ہو وہ میرے منہ پر کہا کرو کیونکہ آدمی اپنے بھائی کی خیر خواہی نہیں کرسکتا جب تک اس کی ناگوار بات اس کے منہ پر نہ کرے۔

منثور الحکم میں ہے: تم سے محبت کرنے والا تمہیں نصیحت کرتا ہے جبکہ تمہیں ناپسند کرنے والا تمہاری خواہش کے مطابق چلتا ہے۔

پسندیدہ بندے:

حضرت سیّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں ضرور نصیحت کروں گا۔ بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پسندیدہ بندے وہ ہیں جو اس کے بندوں کے دل میں اس کی محبت جگاتے ہیں اور زمین میں نصیحت کرتے ہیں۔

ایک خلیفہ نے جریر بن یزید سے کہا: میں نے تمہارے لئے ایک کام تیار کر رکھا ہے۔ جریر نے کہا: اے امیر!

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے آپ کے لئے خیر خواہی کرنے والا دل، آپ کی اطاعت کے لئے پھیلے ہوئے ہاتھ اور آپ کے دشمنوں پر بے نیام تلوار عطا فرمائی ہے۔

مشورہ قبول نہ کرنے کا نقصان:

فَیْروز بن حُصَیْن نے یزید بن مُہلَّب کو مشورہ دیا تھا کہ حجاج بن یوسف کی بیعت نہ کرے لیکن اس نے مشورہ قبول نہ کیا اور حجاج کے پاس چلا گیا۔ حجاج نے اسے اور اس کے گھر والوں کو قید کر دیا، اس پر فیروز نے یہ اشعار کہے:

اَمَرْتُکَ اَمْرًا حَازِمًا فَعَصَیْتَنِی فَاَصْبَحْتَ مَسْلُوْبَ الْاِمَارَۃِ نَادِمًا

اَمَرْتُکَ بِالْحَجَّاجِ اِذْ اَنْتَ قَادِرٌ فَنَفْسُکَ اَوْلَی اللَّوْمِ اِنْ کُنْتَ لَائِمًا

فَمَا اَنَا بِالْبَاکِیْ عَلَیْکَ صَبَابَۃً وَمَا اَنَا بِالدَّاعِی لِتَرْجِعَ سَالِمًا

ترجمہ: (١)...میں نے تمہیں ایک محتاط مشورہ دیا تھا لیکن تم نے میری بات نہ مانی بالآخر تمہیں ندامت کے ساتھ حکومت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ (٢)...میں نے تمہیں حجاج کے بارے میں اس وقت مشورہ دیا تھا جب تم قادر تھے، اگر تم نے ملامت کرنی ہے تو خود پر ملامت کرنے کے زیادہ حقدار ہو۔ (٣)...میں تم پر افسوس کرتے ہوئے رونے والا نہیں ہوں اور نہ ہی تمہاری سلامتی کے ساتھ واپسی کی دعا کروں گا۔

منقول ہے کہ جس کا چہرہ نصیحت کی بات سن کر زرد ہو جائے تو ایک دن اس کا چہرہ ذلت ورسوائی کی سیاہی سے آلودہ ہوتا ہے۔

...

باب نمبر 12: اچھی اور عمدہ نصیحتوں کا بیان

پانچ فرامینِ باری تعالیٰ:

﴿1﴾...

اُدْعُ اِلٰى سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ (پ١٤، النحل: ١٢٥)

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔

﴿2﴾...

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور

الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾ (پ۱۴، النحل: ۹۰)

رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

﴿3﴾...

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ (پ۴، آل عمران: ۱۰۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں۔

﴿4﴾...

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (پ۱۰، التوبۃ: ۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔

﴿5﴾...

وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ (پ۴، آل عمران: ۱۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں۔

نیکی کی دعوت سے متعلق آیاتِ مبارکہ کثیر ہیں جو کہ مختلف فوائد پر مشتمل ہیں۔

کمزور ترین ایمان:

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بیان ہے کہ میں نے میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے سنا: تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے بدل دے اور اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے اسے بُرا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔[1]

حضرت سیِّدُنا امام شرف الدین نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ (پ۷، المائدۃ: ۱۰۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔

[1]... مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر... الخ، ص۴۴، حدیث: ۴۹

کے بارے میں فرماتے ہیں: اس آیتِ کریمہ سے بہت سے جاہل دھوکا کھاتے اور اسے غلط معنٰی پر محمول کرتے ہیں۔ اس آیتِ مقدسہ کے درست معنٰی یہ ہیں کہ جن باتوں کا تمہیں حکم دیا گیا ہے جب تم انہیں بجالاؤ تو پھر گمراہوں کی گمراہی تمہیں کوئی نقصان نہیں دے گی، جن باتوں کا ہمیں حکم دیا گیا ہے ان میں سے ایک نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا بھی ہے۔ یہ آیتِ مبارکہ معنٰی کے اعتبار سے ایسے ہی ہے جیسے کہ یہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

مَاعَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ (پ۷، المائدۃ: ۹۹) ترجمۂ کنزالایمان: رسول پر نہیں مگر حکم پہونچانا۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن تمام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: نصیحت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے اور اس کی مثال گارے کی سی ہے جسے دیوار پر لگایا جاتا ہے، اگر اس سے چپک جائے تو نفع دیتا ہے اور اگر گر جائے تو بھی اپنا اثر چھوڑتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا فرمان ہے: ان لوگوں میں سے مت ہونا جنہیں نصیحت اسی وقت فائدہ دیتی ہے جب ملامت میں مبالغہ کیا جائے کیونکہ عقل مند ادب سے نصیحت حاصل کرتا ہے جبکہ جانور صرف مار کی زبان سمجھتے ہیں۔

ایک شخص نے اپنے دوست کے نام خط میں لکھا: لوگوں کو اپنے قول سے نہیں بلکہ اپنے فعل سے نصیحت کرو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اس قدر حیا کرو جس قدر وہ تم سے قریب ہے اور اس سے اتنا ڈرو جتنا وہ تم پر قدرت رکھتا ہے۔ وَالسَّلَام

منقول ہے کہ جس شخص کا ضمیر اسے نصیحت کرتا ہو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا لقمان حکیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا فرمان ہے کہ بے وقوف شخص پر نصیحت ایسے ہی گراں گزرتی ہے جیسے کسی بوڑھے شخص کے لئے دشوار گزار اونچے مقام تک چڑھنا دشوار ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا داود عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی: اگر تم کسی بھاگے ہوئے بندے کو میری بارگاہ میں لے آؤ تو میں تمہیں اپنے یہاں قابلِ تعریف لکھ لوں گا اور جس کو میں اپنے یہاں قابلِ تعریف لکھ لوں تو اسے کبھی بھی عذاب نہیں دوں گا۔

مختصر نصیحت:

خلیفہ ہارون الرشید نے حضرت سیِّدُنا منصور بن عمار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار سے کہا: مجھے کوئی مختصر نصیحت کیجئے۔ ارشاد

فرمایا: اے امیر المؤمنین: کیا کوئی آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا ہے؟ جواب دیا: نہیں۔ فرمایا: اگر آپ کی خواہش ہے کہ جس سے آپ محبت کرتے ہیں (یعنی اپنی جان) اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کریں تو پھر ایسا ہی کیجئے۔

دنیا سے بے رغبت کرنے والی باتیں:

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! دن گزرتے جارہے ہیں، زندگیاں ختم ہورہی ہیں، جسم مٹی میں بوسیدہ ہورہے ہیں، دن اور رات پیغام رساں کی طرح (تیز رفتاری کے ساتھ) سفر کرتے ہوئے ہر دُور کی چیز کو قریب اور ہر نئی چیز کو پرانا کرتے چلے جارہے ہیں۔ اے اللہ کے بندو! ان تمام باتوں میں ایسی عبرت ہے جو نفسانی خواہشات سے بے رغبت کرکے باقی رہنے والی نیکیوں کی طرف راغب کردے۔[1]

عمدہ نصیحت:

حضرت سیِّدُنا میمون بن مہران عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان نے جب حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے ملاقات کی تو ان سے عرض کی: مجھے آپ سے ملنے کی خواہش تھی، آپ مجھے نصیحت فرمائیے۔ حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے یہ دو آیاتِ مقدسہ تلاوت فرمائیں:

...﴿1﴾

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ (پ۲۵، الجاثیۃ: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا۔

...﴿2﴾

اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ (پ۱۹، الشعراء: ۲۰۵تا۲۰۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بھلا دیکھو تو اگر کچھ برس ہم انھیں برتنے دیں پھر آئے اُن پر وہ جس کا وہ وعدہ دیئے جاتے ہیں تو کیا کام آئے گا اُن کے وہ جو برتتے تھے۔

یہ سن کر حضرت سیِّدُنا میمون بن مہران عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے فرمایا: اے ابوسعید! آپ پر سلامتی ہو، آپ نے مجھے بہت اچھی نصیحت فرمائی ہے۔

[1] ... اعلام النبوۃ، الباب عشرون فی شرف اخلاقہ... الخ، ص۲۲۷

شیرِ خدا کی شہزادوں کو آخری نصیحت:

بدبخت ابنِ مُلْجَم نے جب قاتلانہ حملہ کر کے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو زخمی کر دیا تو آپ کو دولت خانے پر لایا گیا اور کچھ دیر غشی کا عالَم رہا۔ جب افاقہ ہوا تو حسنین کریمین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو طلب کیا اور ان سے فرمایا: میں تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے، آخرت میں رغبت اور دنیا سے بے رغبتی کی وصیت کرتا ہوں۔ جو چیز تم سے چھن جائے اس پر افسوس نہ کرنا کیونکہ ایک نہ ایک دن تم نے اسے چھوڑنا ہی ہے۔ نیک کام کرو، ظالِم کے مخالف اور مظلوم کے مددگار بن جاؤ۔

پھر اپنے بیٹے حضرت سیِّدُنا محمد بن حنفیہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو بلا کر پوچھا: میں نے تمہارے دونوں بھائیوں کو جو نصیحت کی کیا تم نے اسے سنا ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں۔ فرمایا: میں تمہیں بھی ان باتوں کی وصیت کرتا ہوں، اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک، ان کی تعظیم و توقیر اور ان کی فضیلت کی معرفت کو لازم پکڑلو اور ان دونوں کے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔ پھر حسنین کریمین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں تم دونوں کو اس کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے، تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے پیار کرتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے پیار کرو۔

اے میرے بیٹو! میں تمہیں خلوت و جلوت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے، خوشی اور ناراضی میں حق بات کہنے، مال داری و تنگدستی میں میانہ روی اختیار کرنے، دوست اور دشمن دونوں کے بارے میں عدل و انصاف سے کام لینے، مستعدی اور سستی دونوں میں عمل کرنے اور تنگی و فراخی دونوں حالتوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے راضی رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔

اے میرے بیٹو! جس تکلیف کے بعد جنت ملنے والی ہو وہ تکلیف نہیں ہے اور جس راحت کا انجام دوزخ پر ہو وہ راحت نہیں ہے، جنت کے مقابلے میں ہر نعمت حقیر ہے جبکہ دوزخ کی بنسبت ہر تکلیف عافیت ہے۔

اے میرے بیٹو! جو شخص اپنے عیبوں کو جان لیتا ہے وہ دوسروں کے عیوب سے بے نیاز ہو جاتا ہے، جو بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تقسیم پر راضی ہو جائے وہ نہ ملنے والی چیزوں پر غمزدہ نہیں ہوتا، جو بغاوت کی تلوار کو بے نیام کرے وہ اسی سے قتل کیا جاتا ہے۔ اپنے بھائی کے لئے گڑھا کھودنے والا خود اس میں گرتا ہے، اپنے بھائی کی پردہ دری کرنے والے کے اپنے عیوب بے نقاب ہو جاتے ہیں، جو اپنی خطاؤں کو بھول جائے وہ دوسرے کی غلطی کو بڑا سمجھتا ہے جبکہ اپنی رائے کو اچھا سمجھنے والا

گمراہ ہو جاتا ہے۔جو شخص اپنی عقل کو کافی سمجھے وہ ٹھوکر کھاتا ہے،لوگوں کو حقیر جاننے والا ذلت اٹھاتا ہے جبکہ گھٹیا لوگوں کے ساتھ رہنے والے کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔جو شخص برائی کے مقامات پر جائے اسے تہمت لگائی جاتی ہے،علما کے ساتھ بیٹھنے والے کو عزت حاصل ہوتی ہے اور ہنسی مذاق کرنے والے کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔جو اکثر کسی کام کو کرے اس کی پہچان اسی سے ہوتی ہے،زیادہ باتیں کرنے والے کی غلطیاں زیادہ اور شرم وحیا کم ہو جاتی ہے،جس میں حیا کی کمی ہو اس میں پرہیز گاری بھی کم ہوتی ہے،جس میں پرہیز گاری کم ہو اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے اور جس کا دل مر جائے وہ داخلِ جہنم ہو گا۔

اے میرے بیٹو!ادب مرد کے لئے ترازو ہے جبکہ حسنِ اخلاق بہترین رفیق ہے۔اے میرے بیٹو!خیر وعافیت کے دس حصے ہیں جن میں سے نو حصے ذکرِ خداوندی کے علاوہ خاموش رہنے میں ہیں جبکہ ایک حصہ بے وقوفوں کی صحبت کو ترک کر دینے میں ہے۔

اے میرے بیٹو!فقر کی زینت صبر جبکہ مالداری کی زینت شکر ہے۔اے میرے بیٹو!اسلام سے بڑھ کر کوئی عزت نہیں،تقویٰ سے بہتر کوئی سخاوت نہیں،توبہ سے زیادہ کوئی شفاعت کرنے والا نہیں اور کوئی لباس عافیت سے زیادہ خوبصورت نہیں۔اے میرے بیٹو!لالچ مشقت کی چابی اور دکھ کی سواری ہے۔

اہلِ خانہ سے آخری کلام:

خلیفہ ہشام بن عبد الملک کا جب آخری وقت آیا تو اس نے اپنے پاس اہلِ خانہ کو روتا دیکھ کر کہا:"ہشام نے تمہیں دنیا کا تحفہ دیا جبکہ تم اسے رونے کا تحفہ دے رہے ہو،اس نے اپنا جمع کردہ تمام مال تمہارے لئے چھوڑ دیا جبکہ تم اس کے لئے اپنے گناہوں کا بوجھ چھوڑ رہے ہو جو اسے اٹھانا پڑے گا۔اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہشام کی مغفرت نہ فرمائی تو اس کا کتنا بُرا انجام ہو گا۔"

بادشاہ کو نصیحت:

حضرت سیِّدُنا امام اوزاعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے ایک مرتبہ خلیفہ منصور سے فرمایا:اے امیر المؤمنین!کیا آپ نہیں جانتے کہ شہنشاہِ مدینہ،قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دستِ مبارک میں ایک درخت کی خشک ٹہنی تھی جس سے آپ مسواک فرماتے اور منافقین کو ڈراتے تھے،حضرت سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ رسالت میں

حاضر ہو کر عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کے ہاتھ میں جو ٹہنی ہے اسے پھینک دیجئے اوران کے دلوں کو مرعوب نہ فرمائیے۔(جب انہیں اتنی سی بات سے منع کر دیا گیا) تو بھلا اس شخص کا کیا حال ہو گا جو مسلمانوں کا خون بہائے اور ان کے مال کو لوٹ لے۔

اے امیر المؤمنین! رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جن کے طفیل ان کی اُمَّت کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے جب غیر ارادی طور پر ان سے ایک اعرابی کو خراش آگئی تو انہوں نے اپنے آپ کو قصاص کے لئے پیش فرما دیا۔

اے امیر المؤمنین! اگر دوزخ کے پانی کا ایک ڈول دنیا میں انڈیل دیا جائے تو وہ پوری دنیا کو جلا کر رکھ دے تو بھلا اس کا کیا حال ہو گا جو اسے ناگواری کے ساتھ پئے گا، دوزخ کا ایک کپڑا اگر زمین پر رکھ دیا جائے تو وہ اسے جلا کر رکھ دے تو اس کپڑے کو پہننے والے کا کیا بنے گا، جہنم کی زنجیروں کی ایک کڑی اگر پہاڑ پر رکھ دی جائے تو وہ پگھل جائے تو پھر اس شخص کا کیا حال ہو گا جسے اس زنجیر سے جکڑا جائے گا اور اس کا بقیہ حصہ اس کے کندھوں پر ڈال دیا جائے گا۔

حضرت سیِّدُنا زید بن اسلم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے مدینہ منورہ کے گورنر سے کہا: اس بات سے ڈریئے کہ کل بروزِ قیامت ایک ایسا شخص جس کا کوئی عالی نسب نہ ہو وہ آپ سے زیادہ رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قریب ہو جائے جیسا کہ فرعون کی بیوی حضرت سیِّدَتُنا آسیہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا حضرت سیِّدُنا موسٰی کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام سے قریب تھیں اور جیسا کہ حضرت سیِّدُنا نوح اور حضرت سیِّدُنا لوط عَلَیْہِمَا السَّلَام کی بیویاں فرعون کے قریب۔

حاکم کے سامنے حق گوئی:

حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ خلیفہ ابو جعفر منصور نے مجھے اور حضرت ابنِ طاؤس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو بُلا بھیجا۔ جب ہم اس کے دربار میں پہنچے تو وہ اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا، اس کے سامنے چمڑے کا فرش بچھا ہوا تھا اور جلاد ہاتھوں میں تلواریں پکڑے کچھ لوگوں کی گردنیں اڑا رہے تھے۔ ابو جعفر نے ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا تو ہم بیٹھ گئے۔

ابو جعفر کافی دیر تک سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا، پھر سر اُٹھا کر حضرت ابنِ طاؤس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہا: اپنے والد کی سند سے مجھے کوئی حدیث سنائیے۔ انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس شخص کو ہو گا جسے **اللہ**

عَزَّوَجَلَّ حکومت عطا فرمائے اور وہ فیصلہ کرنے میں ظلم سے کام لے۔[1] یہ سن کر ابو جعفر کچھ دیر خاموش رہا یہاں تک کہ ہمارے اور اس کے درمیان ایک چٹائی بچھا دی گئی۔ حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ یہ دیکھ کر میں نے اس خوف سے اپنے کپڑے سمیٹ لئے کہ کہیں ان پر حضرت ابنِ طاؤس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا خون نہ لگ جائے۔

پھر ابو جعفر نے کہا: اے ابن طاؤس! یہ دوات مجھے پکڑا دیں، لیکن حضرت ابنِ طاؤس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ایسا نہ کیا۔ ابو جعفر نے پوچھا: کس چیز نے آپ کو ایسا کرنے سے روکا؟ ارشاد فرمایا: مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اس دوات کے ذریعے آپ کوئی گناہ کی بات لکھیں اور میں بھی اس میں آپ کا شریک ٹھہروں۔ یہ سن کر ابو جعفر نے کہا: آپ دونوں یہاں سے چلے جایئے۔ حضرت ابنِ طاؤس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ہم بھی تو یہی چاہتے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ اس دن مجھے حضرت ابنِ طاؤس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مقام و مرتبے کا احساس ہوا۔

ہمیں ڈر والی باتیں سنائیں:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار سے ارشاد فرمایا: اے کعب! ہمیں ڈر والی کچھ باتیں سنائیں۔ آپ نے عرض کی: کیا آپ کے پاس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب اور اس کے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت موجود نہیں؟ ارشاد فرمایا: اے کعب! ایسا ہی ہے لیکن پھر بھی آپ ہمیں خوف دلائیں۔ حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار نے کہا: اے امیر المؤمنین! عمل کیجئے! آپ قیامت کے دن اگرچہ ستر انبیائے کرام کے اعمال لے کر آئیں لیکن اس دن کی ہولناکیاں دیکھ کر اپنے عمل کو معمولی سمجھیں گے۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سر جھکا لیا، پھر کچھ دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا: اے کعب! ہمیں خوف دلائیں۔ انہوں نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! اگر جہنم میں سے بیل کے نتھنے جتنا حصہ مشرق میں کھول دیا جائے تو مغرب میں موجود شخص کا دماغ اس کی گرمی کی وجہ سے اُبل کر بہہ جائے۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنا سر جھکا لیا، جب کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا: اے کعب! مزید کچھ سنائیں۔ انہوں نے پھر عرض کی: اے امیر المؤمنین! قیامت کے دن جہنم اس طرح بھڑکے گا کہ ہر ایک مقرّب فرشتہ اور نبیٔ مرسَل گھٹنوں کے بل گر کر یہ کہے گا: اے میرے رب! آج کے دن میں تجھ سے صرف اپنی جان کا سوال کرتا ہوں۔

[1] ... عقد الفرید، کتاب اللؤلؤۃ السلطان، باب تعلم السلطان علی اھل . . . الخ، ۵۲/۱

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو بکر طرطوشی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کا بیان ہے کہ میں مصر کے حاکم افضل بن امیر الجیوش کے دربار میں گیا اور اسے سلام کیا تو اس نے اچھی طرح میرے سلام کا جواب دیا، میری خوب عزت افزائی کی اور مجھے اپنی مجلس میں بٹھالیا۔ میں نے اسے نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے بادشاہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو ایک بلند و بالا مرتبہ اور عزت کا مقام عطا فرمایا ہے، آپ کو بادشاہت سے نوازا اور فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے نیز وہ اس بات پر راضی نہیں ہوا کہ کسی اور کا مقام آپ کے مقام سے بلند ہو اس لئے آپ بھی اس بات پر ہر گز راضی نہ ہوں کہ آپ سے بڑھ کر کوئی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنے والا ہو۔ یاد رکھیے کہ شکر صرف زبان سے نہیں ہوتا بلکہ حقیقی شکر تو نیک اعمال اور احکامِ خداوندی کی بجا آوری کا نام ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًاؕ (پ۲۲، سبا: ۱۳) ترجمۂ کنزالایمان: اے داود والو شکر کرو۔

اس بات کو جان لیجیے کہ آپ کو جو بادشاہت ملی ہے یہ آپ سے پچھلے بادشاہ کی موت کے سبب ملی ہے اور آپ کے مرنے پر یہ کسی اور کو مل جائے گی لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو جو اس اُمّت کا نگہبان بنایا ہے اس بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈریے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ سے دھاگے، تل اور کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بارے میں بھی سوال فرمائے گا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَوَرَبِّكَ لَنَسْــٴَـلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَۙ(۹۲) عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ(۹۳) (پ۱۴، الحجر: ۹۲، ۹۳) ترجمۂ کنزالایمان: تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَاؕ وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِیْنَ(۴۷) (پ۱۷، الانبیاء: ۴۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کو۔

اے بادشاہ! جان لیجیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا سلیمان بن داود عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پوری دنیا کی بادشاہت عطا فرمائی تھی، جن و انس، شیاطین، پرندوں، درندوں اور وحشی جانوروں کو بھی ان کے لئے مسخر فرما دیا تھا اور ہوا کو ان کے قابو میں کر دیا تھا کہ وہ جہاں چاہتے ہوا انہیں وہاں لے جاتی، اس کے ساتھ ساتھ ان سے ان تمام نعمتوں کا حساب کتاب بھی اُٹھا لیا گیا تھا۔ چنانچہ ان سے ارشاد فرمایا گیا:

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ (پ۲۳،ص:۳۹)
ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں۔

لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے اس عظیم الشان بادشاہت کے ملنے کو نعمت یا عزت نہ سمجھا جیسا کہ آپ لوگ سمجھتے ہیں بلکہ اس بات کا خوف کیا کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ڈھیل یا خفیہ تدبیر نہ ہو۔ قرآنِ پاک میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ قول مذکور ہے:

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ (پ۱۹،النمل:۴۰)
ترجمۂ کنزالایمان: یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔

اپنے دروازے کو کھلا رکھیے، فریادیوں کی رسائی کو آسان بنائیے، مظلوم کی مدد اور مصیبت زدہ کی مدد کیجئے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ مظلوم کی مدد کرنے میں آپ کی مدد فرمائے اور آپ کو مصیبت زدوں کی پناہ گاہ اور خوفزدوں کے لئے امان بنائے۔ پھر میں نے مجلس کے اختتام پر کہا: میں نے مشرق و مغرب کے شہروں کا سفر کیا ہے لیکن کوئی ایسی مملکت نہیں دیکھی جس میں رہنا مجھے آپ کے ملک میں رہنے سے زیادہ پسند ہے۔ پھر میں نے یہ شعر پڑھا:

وَالنَّاسُ اَكْيَسُ مِنْ اَنْ يَحْمِدُوْا رَجُلًا حَتّٰى يَرَوْا عِنْدَهٗ اٰثَارَ اِحْسَانٖ

ترجمہ: لوگ اتنے عقل مند ہیں کہ اس وقت تک کسی کی تعریف نہیں کرتے جب تک اس میں بھلائی کے آثار نہ دیکھ لیں۔

فضیل بن عیاض عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی خلیفہ کو نصیحتیں:

فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید ایک سال حج کی ادائیگی کے لئے مکۂ مکرمہ حاضر ہوئے۔ ایک رات میں سویا ہوا تھا کہ کسی نے میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھنے پر جواب ملا کہ امیر المؤمنین تشریف لائے ہیں۔ میں فوراً حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کی: آپ نے کیوں زحمت فرمائی، حکم فرماتے تو میں خود حاضر ہو جاتا۔ خلیفہ نے کہا: میرے دل میں ایک بات کھٹک رہی ہے جسے کوئی عالِم ہی دور کر سکتا ہے، تم مجھے کسی ایسے بزرگ کے پاس لے چلو جن سے میں اس بارے میں سوال کر سکوں۔ میں خلیفہ کو ساتھ لے کر حضرت سیِّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے گھر پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے پوچھا گیا: کون ہے؟ میں نے کہا: امیر المؤمنین تشریف لائے ہیں۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فوراً باہر آئے اور کہا: امیر المؤمنین! آپ مجھے طلب فرما لیتے۔ خلیفہ نے کہا: ہم جس مقصد کے

لئے آئے ہیں اس کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیے، پھر خلیفہ نے ان کے سامنے اپنا مسئلہ پیش کیا اور کچھ دیر ان سے گفتگو کرتے رہے۔ اس کے بعد خلیفہ نے ان سے پوچھا: کیا آپ پر کسی کا قرض ہے ؟ حضرت سیِّدُنا سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جواب دیا: جی ہاں! میں مقروض ہوں۔ خلیفہ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو العباس! ان کا قرض ادا کر دینا۔ جب ہم وہاں سے باہر نکلے تو خلیفہ نے کہا: ابھی میری تشفی نہیں ہوئی، مجھے کسی اور بزرگ کے پاس لے چلو۔

اب میں انہیں ساتھ لئے حضرت سیِّدُنا عبد الرزاق بن ہَمَّام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے گھر جا پہنچا۔ ان سے کچھ دیر مکالمے کے بعد خلیفہ نے مجھے ان کے قرض کی ادائیگی کا حکم دیا اور وہاں سے باہر آکر کہا: ان کے پاس آنے سے بھی میرا مسئلہ حل نہیں ہوا، مجھے کسی اور بزرگ کی بارگاہ میں لے چلو۔

اب کی بار ہم حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے گھر حاضر ہوئے، اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے اور قرآن پاک کی ایک آیت کی تکرار فرمارہے تھے۔ میں نے دروازے پر دستک دی اور استفسار پر بتایا کہ امیر المؤمنین تشریف لائے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: مجھے امیر المؤمنین سے کیا غرض؟ میں نے کہا: سُبْحٰنَ الله! کیا آپ پر ان کی اطاعت واجب نہیں ہے؟ یہ سن کر آپ نے دروازہ کھولا، پھر اوپر کے کمرے میں جا کر چراغ بجھا دیا اور کمرے کے ایک کونے میں جا کر چھپ گئے۔ ہم اس کمرے میں داخل ہوئے اور آپ کو ڈھونڈنے لگے، اچانک خلیفہ کی ہتھیلی آپ کے جسم سے ٹکرائی تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ ہتھیلی کتنی نرم و نازک ہے، اے کاش! یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے بچ جائے۔ یہ سن کر میں نے دل میں کہا: آج تو حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ خلیفہ کو خوب وعظ و نصیحت فرمائیں گے۔

اس کے بعد خلیفہ ہارونُ الرشید نے حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے! ہم آپ کی خدمت میں ایک مسئلہ لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کس مسئلے کے حل کے لئے؟ آپ نے تو بہت بھاری بوجھ اُٹھا رکھا ہے جبکہ آپ کے تمام ہمراہیوں نے اپنا بوجھ بھی آپ پر لاد دیا ہے یہاں تک کہ اگر آپ اپنے مصاحبین سے اپنے ایک گناہ کا معمولی ٹکڑا اُٹھانے کی درخواست کریں تو وہ اتنا بھی نہ کریں گے اور ان میں سے آپ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت کرنے والا روزِ قیامت آپ سے سب سے زیادہ دور بھاگنے والا ہو گا۔

اس کے بعد حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: جب حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز

عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز خلیفہ بنے تو آپ نے حضرت سیِّدُنا سالم بن عبد اللہ، حضرت سیِّدُنا محمد بن کعب قُرَظی اور حضرت سیِّدُنا رجاء بن حَیْوہ رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی کو اپنے پاس بُلا کر ارشاد فرمایا: مجھے خلافت کی ذمہ داری کی مصیبت میں مبتلا کیا گیا ہے لہٰذا آپ حضرات مجھے مشورہ دیں۔ اے امیر المؤمنین! حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے خلافت کو مصیبت سمجھا لیکن آپ اور آپ کے ساتھی اسے نعمت سمجھتے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا سالم بن عبد اللہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مشورہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اگر آپ کل روزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے نجات پانا چاہتے ہیں تو دنیا سے روزہ رکھیں اور موت کے آنے پر افطار کریں۔ حضرت سیِّدُنا محمد بن کعب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اگر آپ عذابِ آخرت سے نجات کے خواستگار ہیں تو مسلمانوں میں سے بوڑھے کو اپنے باپ کی طرح، درمیانی عمر والے کو بھائی جیسا جبکہ چھوٹوں کو اولاد کی مثل سمجھیں اور پھر اپنے باپ کے ساتھ اچھا سلوک، بھائی کے ساتھ صلہ رحمی اور اولاد کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کریں۔ حضرت سیِّدُنا رجاء بن حَیْوہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اگر آپ قیامت کے دن عذابِ الٰہی سے بچنا چاہتے ہیں تو پھر دیگر مسلمانوں کے لئے وہی پسند کریں جو اپنے لئے کرتے ہیں، ان کے لئے اسی چیز کو ناپسند جانیں جسے اپنے لئے برا سمجھتے ہیں اور پھر جب چاہیں مر جائیں۔

اس کے بعد حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ہارون الرشید سے فرمایا: میں بھی آپ کو یہی نصیحتیں کرتا ہوں اور روزِ قیامت جبکہ لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے مجھے آپ کے بارے میں شدید خوف لاحق ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے! کیا آپ کے ساتھ بھی ایسے افراد ہیں جو آپ کو اس طرح کی نصیحت کرتے ہوں۔ یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید اتنا روئے کہ ان پر غشی طاری ہو گئی۔ میں نے کہا: خلیفہ پر کچھ نرمی فرمایئے۔ میری یہ بات سن کر انہوں نے جواب دیا: اے ابن ربیع! تم نے اور تمہارے جیسے دیگر لوگوں نے خلیفہ کو برباد کر دیا ہے اور میں ان پر نرمی کروں۔

جب خلیفہ کو ہوش آیا تو انہوں نے کہا: مجھے کچھ اور نصیحت فرمایئے۔ حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کے ایک گورنر نے بے خوابی کی شکایت کی تو آپ نے جوابی مکتوب میں تحریر فرمایا: اے میرے بھائی! دوزخیوں کے جہنم میں ہمیشہ بیدار رہنے اور ان کے جسموں کے باقی رہنے کو یاد کرو، ایسا کرنے سے تم نیند اور بیداری دونوں حالتوں میں اپنے رب کی طرف متوجہ رہو گے۔ اس بات سے ہوشیار رہنا کہ کہیں تمہارے قدم پھسل نہ جائیں اور پھر اسی حالت پر تمہارا خاتمہ ہو جائے۔

جب اس گورنر نے یہ خط پڑھا تو فوراً سفر کرکے حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ آپ کے استفسار پر اس نے جواب دیا: آپ کے مکتوب نے میرا دل پارہ پارہ کر دیا ہے، اب میں مرتے دم تک کوئی عہدہ قبول نہیں کروں گا۔ یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید پھر زور زور سے رونے لگے اور کہا: مزید نصیحت فرمائیے۔

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: اے امیر المؤمنین! سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچا جان حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئے: یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے کسی شہر کا حاکم بنا دیں۔ رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اے عباس! کسی کی جان بچانا اس حکومت سے بہتر ہے جس کی ذمہ داریوں کو آپ پورا نہ کرسکیں۔ بے شک حکومت قیامت کے دن حسرت وندامت کا باعث ہے، اگر آپ سے ہوسکے تو کبھی بھی حاکم نہ بنیں۔[1] یہ سن کر خلیفہ ہارونُ الرشید پھر سے رونے لگے اور کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے! مجھے مزید نصیحت فرمائیے۔

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: اے حسین وجمیل چہرے والے! اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن تم سے اس مخلوق کے بارے میں سوال فرمائے گا، اگر تم سے یہ ہوسکے کہ اس چہرے کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ تو ایسا ہی کرنا۔ خبردار! اس حال میں صبح یا شام مت کرنا کہ تمہارے دل میں اپنی رعایا کے لئے دھوکا ہو کیونکہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: جس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے دل میں اپنی رعایا کے لئے دھوکا ہے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔[2] یہ باتیں سن کر خلیفہ ہارون الرشید پر ایک بار پھر گریہ طاری ہوا، افاقہ ہونے پر انہوں نے پوچھا: کیا آپ پر کسی کا قرض ہے؟ حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ کا قرض ہے جس کا وہ مجھ سے حساب لے گا۔ اگر اس نے مجھ سے تفصیلی حساب لیا تو میرے لئے ہلاکت ہے، اس بارے میں مجھ سے سوال کیا تو میرے لئے ہلاکت ہے اور اگر مجھے میری حجت نہ سکھائی تو میرے لئے ہلاکت ہے۔ خلیفہ نے کہا: قرض سے میری مراد بندوں کا قرض ہے۔ حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا بلکہ اس نے تو مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس کے وعدے کی تصدیق اور اس کے حکم کی پیروی کروں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

---

1 ... شعب الایمان، باب فی طاعۃ اولی الامر، ۶/ ۳۲، حدیث: ۷۴۱۷۔ حلیۃ الاولیاء، فضیل بن عیاض، ۸/ ۱۰۹، حدیث: ۱۱۵۳۶

2 ... حلیۃ الاولیاء، فضیل بن عیاض، ۸/ ۱۱۰، حدیث: ۱۱۵۳۶

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ﴿۵۸﴾ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۶تا۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی (اسی لئے) بنائے کہ میری بندگی کریں میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت والا قدرت والا ہے۔

ہارونُ الرشید نے ایک ہزار دینار پیش کرتے ہوئے کہا: انہیں قبول فرما کر اپنے اہل و عیال پر خرچ کریں اور ان کے ذریعے عبادت پر قوت حاصل کریں۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: سُبْحٰنَ اللہ! میں آپ کو نجات کا راستہ بتا رہا ہوں اور آپ مجھے اس کا یہ بدلہ دے رہے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ کو اچھے کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے بعد آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ خاموش ہو گئے اور مزید کلام نہیں فرمایا۔

فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ جب ہم وہاں سے باہر نکلے تو خلیفہ ہارون الرشید نے مجھ سے کہا: جب میں کسی بزرگ کے پاس لے جانے کا کہوں تو مجھے ایسی ہی شخصیت کے پاس لے کر جایا کرو، یہ آج تمام مسلمانوں کے سردار ہیں۔

نیکی کی دعوت دینے کے آداب:

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے لئے چند شرائط ہیں اور یہ کام کرنے والے میں چند مخصوص صفات ہونی چاہئیں۔

حضرت سیِّدُنا سلیمان خواص رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا فرمان ہے: جس نے اپنے بھائی کو پوشیدہ طور پر سمجھایا تو یہ نصیحت ہے اور جس نے اسے علی الاعلان سمجھایا اس نے اسے ذلیل کر دیا۔

حضرتِ سیِّدَتُنا اُمِّ درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کو علیحدگی میں نصیحت کی اس نے اسے خوش اور مزین کیا اور جس نے اسے علانیہ نصیحت کی اس نے اسے ناراض اور عیب دار کر دیا۔

منقول ہے کہ جس نے اپنے بھائی کو اکیلے میں سمجھایا اس نے اسے نصیحت کی اور خوش کیا اور جس نے اسے سرعام سمجھایا اس نے اسے رسوا کیا اور نقصان پہنچایا۔

عبد العزیز بن ابی داود رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ پہلے کے دور میں جب کوئی شخص اپنے بھائی میں کوئی برائی دیکھتا تو اسے پوشیدگی میں نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا چنانچہ اسے پردہ پوشی، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے تینوں پر ثواب حاصل ہوتا۔

حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے بھائی میں کوئی خامی دیکھو تو اسے سیدھا اور درست کرو، اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا کرو کہ اسے توبہ کی توفیق دے کر اس کی توبہ قبول فرمائے اور اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار مت بنو۔

باب نمبر 13: خاموشی، زبان کی حفاظت، غیبت وچغلی کی ممانعت، گوشہ نشینی کے فوائد اور شہرت کی مذمت کا بیان

پہلی فصل: خاموشی اور زبان کی حفاظت کا بیان

دو فرامینِ باری تعالیٰ:

﴿1﴾...

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ﴿۱۸﴾ (پ۲۶، ق:۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

﴿2﴾...

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾ (پ۳۰، الفجر:۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

جان لو کہ ایک عاقل بالغ شخص کے لئے یہ بات مناسب ہے کہ ہر قسم کی گفتگو سے اپنی زبان کی حفاظت کرے اور صرف وہ کلام کرے جس میں مصلحت ظاہر ہو۔ جب کسی کلام کے کرنے اور نہ کرنے دونوں میں مصلحت برابر ہو تو پھر طریقہ یہ ہے کہ اس گفتگو سے باز رہے کیونکہ بعض اوقات جائز باتیں انسان کو حرام یا مکروہ تک لے جاتی ہیں بلکہ یہ معاملہ عادتاً کثیر اور غالب ہے اور کوئی چیز سلامتی کے برابر نہیں ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔[1]

1... بخاری، کتاب الادب، باب من کان یومن باللہ... الخ، ۴/ ۱۰۵، حدیث: ۶۰۱۸

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا فرمان ہے: جب تم میں سے کوئی شخص بات کرنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ پہلے اس کے بارے میں غور کرے، اگر اس کلام میں مصلحت ظاہر ہو تو کرے اور اگر اس بارے میں شک ہو تو مصلحت ظاہر ہونے تک کلام نہ کرے۔

افضل مسلمان:

بخاری و مسلم میں حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کون سا مسلمان افضل ہے؟ سَیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ سلامت رہیں۔[1]

نجات کیا ہے؟

سنن ترمذی میں حضرت سیِّدُنا عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! نجات کیا ہے؟ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اپنی زبان کو روک کر رکھو، تمہارا گھر تمہیں کافی ہو اور اپنی خطاؤں پر روؤ۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔[2]

اسلام کی خوبی:

ترمذی اور ابنِ ماجہ میں حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: آدمی کے اسلام کی خوبیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بے فائدہ چیزوں کو ترک کر دے۔[3]

اس بارے میں کثیر احادیثِ صحیحہ وارد ہیں اور ہم نے جن کی طرف اشارہ کیا ہے یہ اس شخص کے لئے کافی ہیں جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ توفیق عطا فرمائے۔

خاموشی اور زبان کی حفاظت سے متعلق بزرگانِ دین کے آثار بے شمار ہیں جن میں سے ہم چند بیان کرتے ہیں:

1 ... مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام، ص۴۱، حدیث: ۴۲

2 ... ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی حفظ اللسان، ۴/ ۱۸۲، حدیث: ۲۴۱۴

3 ... ترمذی، کتاب الزھد، باب: ۱۱، ۴/ ۱۴۲، حدیث: ۲۳۲۴

عیبوں کو چھپانے والی خصلت:

قُس بن ساعِدہ اور اکثم بن صیفی کی ملاقات ہوئی تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے استفسار کیا: آپ کے خیال میں انسان میں کس قدر عیب ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا لیکن ایک خصلت ایسی ہے کہ اگر انسان اس کی عادت بنالے تو اس کے تمام عیوب چھپ جائیں گے۔ پوچھا: وہ کیا؟ جواب دیا: زبان کی حفاظت۔

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اپنے ہم نشین حضرت سیِّدُنا ربیع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے فرمایا: اس چیز کے بارے میں بات نہ کرنا جس سے تمہارا کوئی تعلق نہ ہو کیونکہ جب تم کوئی کلام کرتے ہو تو پھر تم اس کے مالک نہیں رہتے بلکہ وہ تمہارا مالک بن جاتا ہے۔

زبان درندے کی طرح ہے:

ایک بزرگ کا فرمان ہے: زبان کی مثل درندے کی سی ہے اگر تم نے اسے باندھ کر نہ رکھا تو یہ تم پر حملہ کر دے گا اور تمہیں اس کی برائی پہنچ کر رہے گی۔

زبان سے متعلق جو اشعار کہے گئے ہیں ان میں سے یہ بھی ہیں:

اِحْفَظْ لِسَانَكَ اَيُّهَا الْاِنْسَانُ لَا يَلْدَغَنَّكَ اِنَّهٗ ثُعْبَانُ

كَمْ فِي الْمَقَابِرِ مِنْ قَتِيْلِ لِسَانِهٖ كَانَتْ تَهَابُ لِقَاءَهُ الشُّجْعَانُ

ترجمہ: اے انسان! اپنی زبان کی حفاظت کر، یہ ایک اژدھا ہے، کہیں یہ تجھے ڈس نہ لے۔ قبروں میں پڑے کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں ان کی زبان نے ہلاک کر دیا حالانکہ بڑے بڑے بہادر ان کے مقابلے سے ڈرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: جب کسی شخص کی عقل کامل ہو جاتی ہے تو اس کی گفتگو میں کمی آجاتی ہے۔

ایک اعرابی نے کہا: بعض کلام ایسے ہوتے ہیں جو یکجا لوگوں کو منتشر کر دیتے ہیں جبکہ بعض اوقات خاموش رہنے کے سبب منتشر لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔

حکمت کے نو حصے خاموشی میں ہیں:

حضرت سیِّدُنا وُہَیب بن وَرْد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا قول ہے: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حکمت کے 10 حصے ہیں جن میں سے

نو خاموشی میں جبکہ دسواں حصہ گوشہ نشینی میں ہے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا فرمان ہے: جو خیر و بھلائی سے محروم ہو اسے خاموشی اختیار کرنی چاہیے اور اگر وہ اس سے بھی محروم ہو تو پھر اس کے لئے موت بہتر ہے۔

شیطان کو بھگانے کا نسخہ:

میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابوذر غِفَاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: تم پر نیکی کی بات کے علاوہ خاموشی لازم ہے کیونکہ یہ شیطان کو تم سے دور کر دے گی اور دینی معاملات میں تمہاری مددگار ہوگی۔ (1)

دانا لوگوں کا کہنا ہے کہ جو کلام بھلائی سے خالی ہو وہ بے کار ہے، جو نظر عبرت سے خالی ہو وہ بے خبری ہے اور جس خاموشی میں غور و فکر نہ ہو وہ فضول ہے۔

مقولہ ہے کہ اگر تم اپنے کرتوت دیکھ لو تو تلوار کو میان میں رکھ لو اور تم اپنا نامۂ اعمال دیکھ لو تو اپنی زبان پر مہر لگا لو۔

ایک دانا کا قول ہے: جب تمہیں بولنا پسند ہو تو خاموش رہو اور جب خاموشی پسند آئے تو کلام کرو۔

منقول ہے کہ بعض اوقات خاموشی بولنے سے زیادہ بلیغ ہوتی ہے کیونکہ بے وقوف شخص جب تک خاموش رہے سلامت رہتا ہے۔

زبان قابو میں رکھنے کی برکت:

ایک شخص سے پوچھا گیا: حضرت سیِّدُنا احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تم لوگوں کے سردار کیسے بن گئے؟ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! نہ تو وہ عمر میں تم لوگوں سے بڑے ہیں اور نہ ہی مال میں زیادہ ہیں۔ اس شخص نے جواب دیا: اپنی زبان پر قابو رکھنے کے سبب وہ ہمارے سردار بنے ہیں۔

منقول ہے کہ بات انسان کی قید میں ہوتی ہے، جبکہ بولنے کے بعد انسان اس کا قیدی بن جاتا ہے۔

چار بادشاہوں کا مکالمہ:

چار بادشاہ جمع ہو کر آپس میں گفتگو کرنے لگے، ایران کے بادشاہ نے کہا: جو بات میں نے نہیں کہی اس پر میں کبھی نادم

(1) معجم کبیر، ۲/ ۱۵۷، حدیث: ۱۶۵۱

نہیں ہوا لیکن اپنی کہی ہوئی باتوں پر مجھے کئی مرتبہ ندامت اُٹھانی پڑی۔ شاہِ روم قیصر نے کہا: جو بات میں کہہ چکا ہوں اس سے زیادہ میں اس بات کے واپس لینے پر قادر ہوں جو میں نے نہیں کہی۔ چین کے بادشاہ نے کہا: جو بات میں نے منہ سے نکال دی وہ مجھ پر حاوی اور جو بات منہ سے نہ نکالی اس پر میں حاوی ہوں۔ ہند کے بادشاہ نے کہا: مجھے بولنے والے پر تعجب ہے کہ اگر وہی بات اس کی طرف لوٹ جائے تو اسے نقصان دے اور اگر نہ لوٹے تو فائدہ بھی نہ دے بادشاہ بَہرام ایک رات کسی درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ اُس نے درخت سے ایک پرندے کی آواز سنی تو اسے تیر مار کر گرا دیا پھر کہا: زبان کی حفاظت انسان اور پرندے دونوں کے لئے مفید ہے اگر یہ اپنی زبان کی حفاظت کرتا (اور بول نہ پڑتا) تو ہلاک نہ ہوتا۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے فرمایا: زیادہ خاموش رہنے سے ہیبت پیدا ہوتی ہے۔

بولنا دوا کی طرح ہے:

حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: بات کرنا دوا کی طرح ہے جسے تو تھوڑی لے گا تو نفع دے گی اور اگر بہت زیادہ لے گا تو تجھے مار ڈالے گی۔

حضرت سیِّدُنا لقمان حکیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے میرے بیٹے! جب لوگ اپنی خوبصورت گفتگو پر باہم فخر کریں تو تم اپنی خاموشی پر فخر کرنا۔ ہر صبح و شام زبان دیگر اعضاء سے پوچھتی ہے: تم کیسے ہو؟ تو وہ جواب دیتے ہیں: اگر تو ہمیں چھوڑ دے تو ہم خیر سے ہیں۔

ایک شاعر نے کہا:

اِحْفَظْ لِسَانَكَ لَا تَقُوْلُ فَتَبْتَلِی   اِنَّ الْبَلَاءَ مُوَكَّلٌ بِالْمَنْطِقِ

ترجمہ: اپنی زبان کی حفاظت کرو نہ بولو نہ مصیبت میں پڑو کیونکہ مصیبت بولنے سے جڑی ہے۔

دوسری فصل: غیبت کی حرمت کا بیان

اس بات کو جان لو کہ غیبت برائیوں میں سے ایک بہت بڑی برائی اور دیگر برائیوں کے مقابلے میں زیادہ عام ہے یہاں تک کہ بہت کم لوگ اس سے محفوظ ہیں۔

غیبت کیا ہے؟

غیبت یہ ہے کہ کسی انسان کے بارے میں پیٹھ پیچھے ایسی بات کہی جائے جو اسے بُری لگے اگرچہ وہ بات اس میں موجود

ہو، یہ بات چاہے اس کے دین کے بارے میں ہو یا بدن کے بارے میں، اس کی ذات کے بارے میں ہو یا اخلاق سے متعلق، مال و اولاد، والدین، بیوی، خادم، عمامے، کپڑے، چال ڈھال، حرکت و سکون وغیرہ یا پھر اس سے متعلقہ کسی بھی چیز کے بارے میں، چاہے اس بات کو لفظوں میں ذکر کیا جائے، لکھ کر یا پھر آنکھ، ہاتھ اور سر وغیرہ کے اشارے سے ذکر کیا جائے۔

دین سے متعلق غیبت کی مثالیں:

کسی کو چور، خیانت کرنے والا، ظالم، نماز میں سستی کرنے والا، ناپاکی سے نہ بچنے والا، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کرنے والا، بے ادب، درست مقام پر زکاۃ نہ خرچ کرنے والا اور غیبت سے نہ بچنے والا کہنا۔

بدن وغیرہ سے متعلق غیبت کی مثالیں:

کسی کو اندھا، لنگڑا، کمزور نظر والا، ٹھگنا، لمبا، کالا، زرد رنگت والا کہنا۔ فلاں شخص بے ادب ہے، لوگوں کی توہین کرتا ہے، کسی کا احسان نہیں مانتا، بہت سوتا، زیادہ کھاتا ہے وغیرہ۔ عیب بیان کرنے کے طور پر کہنا کہ فلاں کا باپ بڑھئی، موچی، لوہار یا کپڑا بننے والا ہے۔ فلاں بد اخلاق، متکبر، ریاکار، خود پسند، جلد باز یا ظالم ہے۔ فلاں چوڑی آستین والا، لمبے دامن والا یا میلے کپڑوں والا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے استفسار فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: تمہارا اپنے مسلمان بھائی کے بارے میں ایسی بات کہنا جو اسے ناپسند ہو۔ عرض کی گئی: اگر میرے بھائی میں وہ بات موجود ہو جو میں کہتا ہوں تو پھر؟ ارشاد فرمایا: جو بات تم کہہ رہے ہو اگر وہ اس میں موجود ہو تو یہ غیبت ہے اور اگر وہ بات اس میں نہ ہو تو پھر یہ بہتان ہے۔[1]

غیبت کی بدبو:

اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صدّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ میں نے سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: صَفیہ کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ایسی ایسی ہیں یعنی چھوٹے قد والی ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

1 ... مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الغیبة، ص۱۳۹۷، حدیث: ۲۵۸۹

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر میں ملایا جائے تو اُس پر غالب آ جائے۔[1] یعنی غیبت کی بدبو کے سبب سمندر کے پانی کا ذائقہ اور بو تبدیل ہو جائے۔

تانبے کے ناخُن:

سرکارِ دو عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: میں شبِ معراج ایسی قوم کے پاس سے گزرا جو اپنے چہروں اور سینوں کو تانبے کے ناخُنوں سے نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ لوگوں کا گوشت کھاتے (یعنی غیبت کرتے) تھے اور اُن کی عزّت خراب کرتے تھے۔[2]

غیبت زنا سے بھی سخت ہے:

حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: غیبت سے بچو کیونکہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔ ایک شخص زنا کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے لیکن غیبت کرنے والے کی اس وقت تک مغفرت نہیں ہوتی جب تک وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی گئی ہے[3]۔[4]

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ مسلمانوں کی ناحق غیبت کرنے اور ان کا گوشت کھانے والا نیز حاکم کے پاس ان کی بے جا شکایت کرنے والا روزِ قیامت اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کی آنکھیں نیلی ہوں گی اور وہ ہلاکت و موت کی دعا کرے گا، وہ اپنے گھر والوں کو پہچانے گا لیکن وہ اسے نہیں پہچانیں گے۔

حضرت سیِّدُنا مُعَاوِیہ بن قُرَّہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک لوگوں میں سب سے افضل وہ شخص

---

1 ...ابو داود، کتاب الادب، باب فی الغیبۃ، ۴/ ۳۵۳، حدیث: ۴۸۷۵

2 ...ابو داود، کتاب الادب، باب فی الغیبۃ، ۴/ ۳۵۳، حدیث: ۴۸۷۸

3 ... دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 504 صفحات پر مشتمل کتاب ''غیبت کی تباہ کاریاں'' صفحہ 73 پر ہے: جس زنا میں حُقُوق العِباد شامل نہیں صِرف اُس زِنا سے غیبت سخت تَر ہے۔ غیبت میں حقُّ العَبد یعنی بندے کا حق اُس صورت میں شامل ہو گا جبکہ جس کی غیبت کی ہے اُس کو پتا چل جائے کہ فُلاں نے میری غیبت کی ہے اور اب غیبت کرنے والے کیلئے توبہ کے ساتھ ساتھ اُس سے مُعافی مانگنی بھی ضَروری ہے جس کی غیبت کی ہے ورنہ خالی توبہ کافی تھی۔

4 ...موسوعہ ابن ابی الدنیا، کتاب الصمت، ۷/ ۱۱۷، حدیث: ۱۶۴

ہے جس کا سینہ کینے سے صاف ہو اور وہ غیبت سے بچتا ہو۔

دو اچھی خصلتیں:

حضرت سیِّدُنا اَحنف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا فرمان ہے کہ مجھ میں دو اچھی خصلتیں ہیں: میرا ہم نشین موجود نہ ہو تو میں اس کی غیبت نہیں کرتا اور لوگوں کے ایسے معاملے میں دخل اندازی نہیں کرتا جس میں وہ مجھے داخل نہ کریں۔

حضرت سیِّدُنا ربیع بن خُثَیْم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم سے پوچھا گیا: کیا سبب ہے کہ ہم نے کبھی آپ کو کسی کا عیب بیان کرتے نہیں دیکھا؟ ارشاد فرمایا: میں اپنے آپ سے ہی راضی نہیں ہوں تو کسی دوسرے کی مذمت کے لئے فراغت کہاں سے لاؤں، پھر آپ نے یہ شعر پڑھا:

لَنَفْسِی اَبْکِی لَسْتُ اَبْکِی لِغَیْرِھَا لَنَفْسِی مِنْ نَفْسِی عَنِ النَّاسِ شَاغِل

ترجمہ: میں اپنے آپ پر روتا ہوں نہ کہ کسی دوسرے پر، اپنی ذات میں مصروفیت نے مجھے لوگوں سے غافل کر دیا ہے۔

سب سے پہلے غیبت کرنے والا:

محمد بن حزم کا بیان ہے کہ سب سے پہلے صابون حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام نے، ستو حضرت سیِّدُنا ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے، حَیس (یعنی کھجور، پنیر اور گھی ملا کر بنا ہوا کھانا) حضرت سیِّدُنا یوسف عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اور موٹی روٹی نمرود نے بنائی، سب سے پہلے کاغذ پر حجاج بن یوسف نے لکھا جبکہ سب سے پہلے شیطان نے حضرت سیِّدُنا آدم صَفِیُّ اللّٰہ عَلَیْہِ السَّلَام کی غیبت کی تھی۔

آخری جنتی اور پہلا جہنمی:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا موسٰی کَلِیْمُ اللّٰہ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وَحی فرمائی کہ جو غیبت سے توبہ کر کے مرا وہ آخری شخص ہو گا جو جنّت میں جائے گا اور جو غیبت پر اصرار کرتے ہوئے (یعنی غیبت پر قائم رہتے ہوئے) مرا وہ پہلا شخص ہو گا جو جہنَّم میں داخِل ہو گا۔

منقول ہے کہ جو شخص تمہارے حق میں جھوٹ بولتا ہے وہ کل تمہارے خلاف بھی جھوٹ بول سکتا ہے اور جو شخص تمہارے پاس کسی اور کی غیبت کرتا ہے وہ کسی دوسرے کے پاس تمہاری غیبت بھی کر سکتا ہے۔

غیبت کرنے والے کے لئے تحفہ:

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو کسی نے کہا کہ فلاں نے آپ کی غیبت کی ہے۔ آپ نے غیبت کرنے والے آدمی کو کھجوروں کا ایک تھال بھر کر روانہ کیا۔ وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: میں نے آپ کی غیبت کی اور آپ نے مجھے تحفہ بھجوا دیا۔ حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے ارشاد فرمایا: آپ نے مجھے اپنی نیکیاں ہدیہ کیں تو میں نے چاہا کہ اس احسان کا کچھ بدلہ چکادوں۔

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اگر میں کسی کی غیبت کرتا تو اپنے والدین کی کرتا کیونکہ وہ دونوں میری نیکیوں کے زیادہ حقدار ہیں۔

کسی کی برائی کے طور پر اس کی نقل اتارتے ہوئے لنگڑا کر چلنا وغیرہ حرام ہے۔

اشاروں کنایوں میں غیبت کرنا:

بعض نام نہاد فقیہ اور عبادت گزار اشاروں کنایوں میں غیبت کرتے ہیں جس سے اسی طرح کسی کی برائی سمجھ آتی ہے جیسے صریح غیبت سے سمجھ آتی ہے۔ ان میں سے کسی سے پوچھا جائے کہ فلاں کا کیا حال ہے تو وہ اس طرح کے جملے کہتا ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ ہماری اور اس کی اصلاح اور مغفرت فرمائے۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ظالموں کے پاس جانے میں مبتلا نہیں فرمایا ہم تکبر سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حیا کی کمی سے محفوظ فرمائے اور معافی عطا فرمائے نیز اسی قسم کے دیگر جملے بولتے ہیں جن سے کسی کی برائی سمجھ آتی ہے۔ یہ تمام باتیں غیبت اور حرام ہیں۔

غیبت سننا بھی حرام ہے:

جان لو کہ جس طرح غیبت کرنے والے کا غیبت کرنا حرام ہے یونہی غیبت کا سننا بھی حرام ہے لہٰذا جو شخص کسی کو غیبت شروع کرتے سنے تو اس پر واجب ہے کہ اسے غیبت کرنے سے روکے جبکہ اس کی طرف سے کسی نقصان کا خوف نہ ہو، اگر منع کرنے کی صورت میں نقصان کا خوف ہو تو اس صورت میں اس پر لازم ہے کہ دل سے اسے بُرا جانے اور اگر اس مجلس سے اُٹھنا ممکن ہو تو اُٹھ جائے۔ اگر کوئی شخص زبان سے تو غیبت کرنے سے روکے لیکن اس کا دل غیبت سننے کا متمنی ہو تو بعض علما کے نزدیک یہ نفاق ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ (پ۷، الانعام:۶۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے سننے والے جب تو انھیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں۔

یہ شعر اسی معنیٰ میں کہا گیا ہے:

سَمْعُكَ صُنْ عَنْ سَمَاعِ الْقَبِیْحِ كَصَوْنِ اللِّسَانِ عَنِ النُّطْقِ بِهٖ

فَاِنَّكَ عِنْدَ سَمَاعِ الْقَبِیْحِ شَرِیْكٌ لِقَائِلِهٖ فَانْتَبِهٖ

ترجمہ: اپنے کانوں کو بُری باتوں کے سننے سے بچاؤ جیسے کہ زبان کو ان کے بولنے سے بچاتے ہو۔ کیونکہ اگر تم بری بات سنو گے تو اس کے کہنے والے کے شریک بن جاؤ گے لہٰذا ہوشیار رہو۔

تیسری فصل: چغلی کی حرمت کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَ لَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِیْنٍ ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِیْمٍ ﴿۱۱﴾ (پ۲۹، القلم:۱۰، ۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل بہت طعنے دینے والا بہت ادھر کی ادھر لگاتا پھرنے والا۔

چغل خور کی رِذالت اور گھٹیاپن کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ وہ لوگوں کی نظر سے گر جاتا ہے۔ "هَمَّازٍ" سے مراد غیبت کرنے والا ہے جو لوگوں کا گوشت کھاتا اور ان میں عیب نکالتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: "هَمَّازٍ" وہ شخص ہے جو مجلس میں اپنے بھائی کی چغلی کھاتا ہے اور (پ۳۰، سورۂ ہمزہ میں) "هُمَزَة" اور "لُمَزَة" سے بھی یہی مراد ہے۔ (گزشتہ آیت سے کچھ آگے اسی شخص سے متعلق مزید فرمایا گیا:)

عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍ ﴿۱۳﴾ (پ۲۹، القلم:۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: دُرُشت خُو اس سب پر طُرّہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔

(اس کے تحت) امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی كَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم اور حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: "عُتُل" سے مراد وہ شخص ہے جو فحش گوئی کرنے والا اور بداخلاق ہو۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے فرمایا: "عُتُل" وہ ہے جو بہت بے دھڑک اور منافق ہو۔

حضرت سیِّدُنا عبید بن عمیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "عُتُلٍّ" سے مراد وہ شخص ہے جو خوب کھانے پینے والا اور مضبوط و توانا ہو لیکن جب میزانِ عمل میں رکھا جائے تو جو کے دانے برابر بھی وزنی نہ ہو۔

کلبی کا قول ہے کہ "عُتُلٍّ" وہ ہے جو اپنے کفر میں سخت ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ "عُتُلٍّ" وہ شخص ہے جو باطل کے معاملے میں بہت زیادہ جھگڑالو ہو اور "زَنِیْم" وہ ہے جسے اپنے باپ کا پتا نہ ہو۔

چغل خور جنت میں نہیں جائے گا:

بخاری و مسلم میں حضرت سیِّدُنا حُذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔[1]

عذابِ قبر کا سبب:

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا: ان دونوں قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ ان میں سے ایک چغلی کرتا جبکہ دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔[2]

چغلی کی تعریف:

حضرت سیِّدُنا امام ابو حامد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: عام طور پر چغلی اسے کہا جاتا ہے کہ کوئی شخص ایک آدمی کی بات اس شخص تک پہنچائے جس کے بارے میں وہ بات کہی گئی ہے اور اسے بتائے کہ فلاں شخص تمہارے بارے میں یہ کہہ رہا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ لوگوں کے جو احوال دیکھے انہیں آگے پہنچانے سے باز رہے البتہ اگر کسی بات کو دوسرے تک پہنچانے میں مسلمان کو فائدہ یا اس سے نقصان دور کرنا پایا جائے تو ایسی بات کو منتقل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جس شخص تک چغل خور کوئی بات پہنچائے اور اس سے کہے کہ فلاں تمہارے بارے میں یہ کہہ رہا تھا تو اسے چاہیے کہ چغلی کھانے والے کی تصدیق نہ کرے کیونکہ چغل خور فاسق اور مردود الخبر ہے، اُسے چغلی سے منع کرے، نیکی کی دعوت دے، اُس کے اِس فعل کو برا جانے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے چغل خور کو ناپسند کرے کیونکہ ایسا شخص

1 ...مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم النمیمۃ، ص ٦٦، حدیث: ١٠٥

2 ...بخاری، کتاب الوضو، باب ٥٩، ١/٩٦، حدیث: ٢١٨

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بھی ناپسندیدہ ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے نفرت کرنا واجب ہے، نیز چغل خور نے جس شخص کی بات اس تک پہنچائی ہے اس کے متعلق کوئی بدگمانی نہ کرے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (پ٢٦، الحجرات: ١٢) ترجمۂ کنزالایمان: بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔

چغل خور کی سخت مذمت:

بلال بن ابوبُردہ بصرہ کا حاکم تھا، ایک شخص نے اس کے سامنے کسی کی چغلی کی تو اس نے کہا: تم واپس جاؤ، میں تمہارے بارے میں تحقیق کروں گا۔ جب تحقیق کی تو پتہ چلا کہ وہ چغل خور زنا کی اولاد ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: لوگوں کے سامنے چغلی وہی کھاتا ہے جو زنا کی پیداوار ہے۔

امت کے بدترین افراد:

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: کیا میں تمہیں تمہارے بدترین افراد کی خبر نہ دوں۔ لوگوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ضرور خبر دیجیے۔ ارشاد فرمایا: تمہارے بدترین افراد وہ ہیں جو چغلی کھانے والے، محبت کرنے والوں کے درمیان پھوٹ ڈلوانے والے اور عیبوں کی تلاش کرنے والے ہیں۔[1]

ملعون افراد:

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ملعون ہے دو چہروں والا، ملعون ہے دو زبانوں والا، ملعون ہے ہر پھوٹ ڈلوانے والا، ملعون ہے ہر اِدھر کی باتیں اُدھر پہنچانے والا، ملعون ہے ہر چغل خور، ملعون ہے ہر احسان جتانے والا۔[2]

پھوٹ ڈلوانے والے مراد وہ شخص ہے جو لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکائے اور ان میں دشمنی پیدا کرے۔ احسان جتلانے والے سے مراد وہ ہے جو کسی کے ساتھ احسان کر کے اسے جتائے۔

---

1 ... مسند امام احمد، حدیث اسماء ابنۃ یزید، ١٠/ ٤٤٢، حدیث: ٢٧٦٧٠ بتغیر قلیل

2 ... سراج الملوک، کتاب فی معرفۃ حسن الخلق، باب وما یؤول الیہ ... الخ، ص: ١٥٥

کئی بُری خصلتوں کا مجموعہ:

بادشاہ یا کسی بھی صاحبِ اقتدار کے پاس چغلی کھانا ہلاک کرنے والی اور قطع تعلق کروانے والی بات ہے اور یہ ایک ایسی خصلت ہے جو کئی بُری خصلتوں کا مجموعہ ہے جیسے غیبت، چغلی کی نحوست، جانوں اور مالوں کو خطرے میں ڈالنا نیز چغل خوری معزز شخص کی عزت سلب کرلیتی، مسکین کو اس کی جگہ سے جبکہ سردار کو اس کے مرتبے سے گرا دیتی ہے۔ چغل خور کی چغلی کے باعث نہ جانے کتنے لوگوں کے خون بہتے، عزتیں پامال ہوتیں، دوستوں میں جُدائی واقع ہوتی اور رشتے داروں میں قطع تعلقی کی نوبت آتی ہے نیز اس کی وجہ سے کئی محبت کرنے والے الگ ہو جاتے ہیں اور میاں بیوی میں طلاق ہو جاتی ہے۔ جس شخص کو زندگی نے مہلت دی ہو اسے چاہیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے اور چغل خور کی باتوں پر کان نہ دھرے۔

پچھلے لوگوں کی حکمت کی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ شخص وہ ہے جو مُثَلَّث (تین کونوں والا) ہو۔ اصمعی کہتے ہیں کہ "مُثَلَّث" سے مراد وہ شخص ہے جو بادشاہ کے پاس اپنے مسلمان بھائی کی چغلی کھائے اور اس طرح اپنے آپ کو، اپنے بھائی کو اور بادشاہ کو ہلاک کر دے۔

محبتوں کے چور چغل خور:

ایک دانا کا قول ہے کہ عقل کے دشمنوں اور محبت کے چوروں سے بچو اور یہ چغل خور ہیں۔ دیگر چور تو مال و متاع چراتے ہیں جبکہ یہ لوگ محبتوں کی چوری کرتے ہیں۔

مشہور ہے کہ چغل خور کی بات ماننے والا اپنے دوست کو کھو دیتا ہے۔ درخت کو کاٹا جائے تو وہ پھر اُگ آتا ہے، تلوار سے جسم پر زخم لگے تو وہ بھی مُندَمِل ہو جاتا ہے لیکن زبان کے زخم کبھی نہیں بھرتے۔

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا صاحب بن عباد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو ایک خط دیا جس میں انہیں ایک کثیر مال والے یتیم کا مال لینے پر اُبھارا۔ آپ نے اس خط کی پشت پر یہ جواب لکھ کر بھیجا: چغل خوری مذموم ہے اگرچہ سچ پر مشتمل ہو، میت پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ رحم فرمائے، یتیم کے نقصان کی تلافی فرمائے اور چغل خور پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی لعنت ہو، گناہ سے بچنے کی توفیق اور نیکی کی طاقت صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے۔

ابو داود اور ترمذی میں حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص میرے صحابہ کے بارے میں مجھے کوئی بات نہ پہنچائے، میں چاہتا ہوں

کہ تمہارے پاس صاف سینہ آیا کروں۔[1]

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی شخصیت کے مختلف رنگ ہوتے ہیں نیز یہ لوگ دو چہروں اور دو زبانوں کے حامل ہوتے ہیں، ایک شخص کے پاس ایک چہرے کے ساتھ جبکہ دوسرے کے پاس دوسرے چہرے کے ساتھ جاتے ہیں، اس قسم کا دوغلہ شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک عزت والا نہیں ہے۔

چغلخور قابلِ اعتماد نہیں ہوتا:

حضرت سیِّدُنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حضرت سیِّدُنا احنف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بارے میں ایک بات پہنچی تو آپ نے اِس سے متعلق اُن سے بات کی۔ حضرت سیِّدُنا احنف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اُس بات کا انکار کیا۔ حضرت سیِّدُنا معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: آپ کے بارے میں یہ بات مجھے ایک قابلِ اعتماد شخص نے بتائی ہے۔ حضرت سیِّدُنا احنف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جواب دیا: جو شخص قابلِ اعتماد ہو وہ ناپسندیدہ بات دوسرے تک نہیں پہنچاتا۔

حضرت سیِّدُنا فضل بن سہل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ چغل خوری سے نفرت کرتے تھے، جب کوئی چغل خور آپ کے پاس آتا تو ارشاد فرماتے: اگر تم سچ کہوگے تو ہم تم سے نفرت کریں گے، جھوٹ بولوگے تو تمہیں سزا دیں گے اور اگر باز رہو تو ہم بھی تم سے باز رہیں گے۔

ایک چغل خور نے حضرت سیِّدُنا فضل بن سہل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو خط لکھا تو آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا: ہم یہ سمجھتے ہیں کہ چغلی کا قبول کرنا چغلی کھانے سے بھی زیادہ برا ہے کیونکہ چغلی کرنا دلالت اور اسے قبول کرنا اجازت ہے اور جو شخص کسی چیز پر دلالت وراہنمائی کرے اور اس کی خبر دے وہ اس کی طرح نہیں ہو سکتا جو اس چیز کو قبول کرکے اس کی اجازت دے۔ چغل خور سے ہوشیار رہو کیونکہ اگر وہ اپنی چغلی میں سچا ہو تو اس سچ بولنے میں بھی وہ ذلیل ہے کیونکہ وہ حرمت کی حفاظت نہیں کرتا اور جو چیز چھپانے کے قابل ہے اسے نہیں چھپاتا۔

منقول ہے کہ جو چغل خوری کرتا ہے اجنبی شخص اس سے بچتا جبکہ قریبی شخص اسے ناپسند کرتا ہے۔

چغل خوری کے نقصانات:

مامون الرشید کا قول ہے کہ چغل خوری دوستی کے قریب جائے تو اسے ختم کردیتی، دشمنی کے پاس جائے تو اسے نیا

[1] ... ابو داود، کتاب الادب، باب رفع الحدیث من المجلس، ۴/ ۳۴۸، حدیث: ۴۸۶۰

کردیتی جبکہ جماعت کے قریب جائے تو اسے منتشر کردیتی ہے۔ جو شخص چغل خوری کے حوالے سے مشہور ہو اور اس کی طرف منسوب کیا جائے اس سے بچنا، دور رہنا اور اس پر بھروسا نہ کرنا ضروری ہے۔

سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: تم جو برائی دیکھو اسے چھپا دینا اس سے بہتر ہے کہ اپنے گمان کی تشہیر کرو۔

حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بے حیائی کے بارے میں سن کر اسے عام کرے تو وہ اس بے حیائی کا ارتکاب کرنے والے کی طرح ہے۔

لعنت سے ممانعت کے بارے میں روایات:

بخاری و مسلم میں حضرت سیِّدُنا ثابت بن ضحاک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کی طرح ہے۔ (1)

مسلم شریف میں حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: بہت زیادہ لعنت کرنے والے روزِ قیامت نہ تو شفاعت کرسکیں گے اور نہ ہی گواہ بنیں گے۔ (2)

ابو داود شریف میں حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: بندہ جب کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے لیکن اس کے لئے آسمان کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، پھر زمین کی طرف آتی ہے تو زمین کے دروازے بھی بند پاتی ہے، پھر دائیں بائیں جاتی ہے (تو بھی یہی معاملہ ہوتا ہے) جب کوئی راستہ نہیں پاتی تو جس پر لعنت کی گئی اگر وہ لعنت کا اہل ہے تو اس کی طرف جاتی ہے ورنہ لعنت کرنے والے کی طرف لوٹتی ہے۔ (3)

لعنت کرنے کی جوازی صورتیں:

مذموم اوصاف کے حامل افراد پر عمومی طور پر لعنت کرنا جائز ہے مثلاً یہ کہنا: اللہ عَزَّوَجَلَّ ظالموں پر لعنت کرے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت کافروں پر، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت یہود و نصاریٰ پر، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت فاسقوں پر، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت تصویر

1 ... بخاری، کتاب الادب، باب من اکفر اخاہ... الخ، ۴/ ۱۲۷، حدیث: ۶۱۰۵

2 ... مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب النھی عن لعن الدواب وغیرھا، ص: ۱۴۰۰، حدیث: ۲۵۹۸

3 ... ابو داود، کتاب الادب، باب فی اللعن، ۴/ ۳۶۱، حدیث: ۴۹۰۵

بنانے والوں پر وغیرہ۔

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بال جوڑنے اور جڑوانے والی پر لعنت فرمائی۔[1]

اسی طرح کے چند مزید فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم درج ذیل ہیں:

احادیث میں ملعون افراد:

اللہ عَزَّوَجَلَّ سود کھانے والوں پر لعنت فرمائے۔[2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائے۔[3]

اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص پر لعنت فرمائے جو اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔[4]

اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص پر لعنت فرمائے جو غَیْرُاللہ کے لئے ذبح کرے۔[5]

اللہ عَزَّوَجَلَّ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔[6]

اللہ عَزَّوَجَلَّ لعنت فرمائے ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مُشابہَت اپنائیں۔[7]

گوشہ نشینی و گمنامی کی فضیلت اور شہرت کی مذمت

ایک روایت میں ہے کہ گمنامی ایک نعمت ہے لیکن ہر کوئی اسے پسند نہیں کرتا ہے جبکہ شہرت ایک سزا ہے لیکن ہر شخص اس کی تمنا کرتا ہے۔[8]

ایک اعرابی نے کہا: **بعض اوقات تنہائی ہم نشیں سے زیادہ اور وحشت اُنس دینے والے سے زیادہ نفع بخش ہوتی ہے۔**

---

1 ... مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم فعل الواصلة... الخ، ص: ۱۱۷۴، حدیث: ۲۱۲۲

2 ... بخاری، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب، ۲/ ۵۵، حدیث: ۲۲۳۸

3 ... بخاری، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب، ۲/ ۵۵، حدیث: ۲۲۳۸

4 ... مسلم، کتاب اضاحی، باب تحریم الذبح لغیر اللّٰه... الخ، ص ۱۰۹۳، حدیث: ۱۹۷۸

5 ... مسلم، کتاب اضاحی، باب تحریم الذبح لغیر اللّٰه... الخ، ص ۱۰۹۳، حدیث: ۱۹۷۸

6 ... بخاری، کتاب الجنائز، باب مایکرہ من اتخاذ... الخ، ۱/ ۴۴۸، حدیث: ۱۳۳۰

7 ... بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھون بالنساء... الخ، ۴/ ۷۳، حدیث: ۵۸۸۵

8 ... فیض القدیر، ۲/ ۱۹، تحت الحدیث: ۱۲۰۶

بینائی کی واپسی سے زیادہ پسندیدہ چیز:

حضرت سیِّدُنا ابو مُعاوِیہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جو کہ نابینا تھے فرمایا کرتے تھے: میری دو عادتیں مجھے اپنی بینائی کے واپس مل جانے سے زیادہ پسند ہیں: خود پسندی سے چھٹکارا اور میرے دل کا لوگوں کے میرے پاس آنے کی خواہش نہ کرنا۔

حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: گوشہ نشینی میں سے اپنا حصہ حاصل کرو۔

حضرت سیِّدُنا حسان بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مدینہ منورہ کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے پر چڑھ کر بلند آواز سے ندا کی تو قبیلہ خزرج کے لوگ جمع ہو گئے اور پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ حضرت سیِّدُنا حسان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: میرے پاس ایک شعر ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم بھی اسے سنو۔ لوگوں نے کہا: اے حسان! سناؤ۔ آپ نے یہ شعر پڑھا:

وَاِنَّ اِمْرَاً اَمْسٰی وَاَصْبَحَ سَالِمًا　　مِنَ النَّاسِ اِلَّا مَا جَنٰی لَسَعِیْدٗ

ترجمہ: جو شخص علاوہ کسی جرم کے صبح وشام لوگوں سے سلامت رہے وہ ضرور سعادت مند ہے۔

گوشہ نشینی کی وجہ:

حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب عقیق کے مقام پر گھر بنایا تو آپ کی خدمت میں عرض کی گئی: آپ نے اپنے بھائیوں کے گھر اور لوگوں کے بازار کو چھوڑ کر عقیق میں سکونت کیوں اختیار کر لی؟ ارشاد فرمایا: میں نے دیکھا کہ ان کے بازار بے ہودہ چیزوں سے بھرپور جبکہ ان کی مجالس کھیل کود پر مشتمل ہیں تو میں نے یہاں گوشہ نشینی میں ہی عافیت جانی۔

حضرت سیِّدُنا عروہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جو کہ مرداس قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں لوگوں نے ان سے عرض کی: آپ کے پاس جو علم ہے آپ اسے ہم سے بیان کیوں نہیں کرتے؟ ارشاد فرمایا: میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تمہارے جمع ہونے سے میرا دل حکومت کی محبت کی طرف مائل ہو جائے اور یوں میں دنیا و آخرت کے نقصان کا شکار ہو جاؤں۔

حضرت سیِّدُنا سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ ہم حضرت سیِّدُنا فضل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی بیماری کے دوران ان کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے تو انہوں نے ارشاد فرمایا: تم کس لئے آئے ہو؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر تم نہ آتے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہوتا۔ مزید فرمایا: بیماری بھی کتنی اچھی چیز ہے اگر یہ عبادت میں رکاوٹ نہ بنتی۔

حضرت سیِّدُنا فضیل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ آپ کے صاحبزادے فرماتے ہیں: کاش میں ایسی جگہ ہوتا جہاں سے میں لوگوں کو دیکھتا لیکن وہ مجھے نہ دیکھتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اس کی خرابی ہو! اس نے پوری بات کیوں نہ کہی کہ نہ میں انہیں دیکھتا اور نہ وہ مجھے دیکھتے۔

گھر میں رہنے والے کے لئے خوشخبری:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: اس شخص کے لئے خوش خبری ہے جس کے اپنے عیب اسے لوگوں کے عیوب کی تلاش سے مشغول کر دیں، اس شخص کے لئے خوش خبری ہے جو اپنے گھر کو لازم پکڑ لے، اپنا رزق کھائے، عبادت میں مشغول رہے اور اپنے گناہوں پر روئے، اس طرح وہ اپنی ذات میں مشغول رہے اور لوگ اس سے امن میں رہیں۔

حضرت سیِّدُنا سفیان عَلَیْہِ الرَّحْمَہ نے فرمایا: دنیا سے بے رغبتی در حقیقت لوگوں سے بے رغبتی (یعنی کنارہ کشی) کا نام ہے۔

ایک راہب اپنے عبادت خانے میں ہی رہتا تھا، اس سے کہا گیا کہ آپ باہر کیوں نہیں آتے؟ راہب نے جواب دیا: جو زمین پر چلتا ہے وہ ٹھوکر کھاتا ہے۔

اس بارے میں اقوال و آثار کثیر ہیں لیکن ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمارے سردار حضرت **محمد** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کے آل واصحاب پر درود و سلام نازل فرمائے۔

باب نمبر 14: اسلامی حکمرانوں کی اطاعت، رعایا کے لئے حاکم اور حاکم کے لئے رعایا کی ذمہ داریوں کا بیان

عادل سلاطین کی عزت کرنا:

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے مروی ہے کہ آپ نے حجاج سے کہا کہ میں نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو فرماتے سنا کہ "سلاطین کی عزت و توقیر کرو کیونکہ جب تک یہ عدل کریں گے یہ زمین پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قوت اور سایہ ہوں گے۔"[1] حجاج نے کہا: کیا ہم ان میں سے نہیں ہو سکتے جب ہم عدل کریں۔ حضرت سیِّدُنا حسن

1 ... ربیع الابرار، الباب الثانی والثمانون، ۵/ ۱۶۱

بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: کیوں نہیں۔

سلطان کی اچھائی پر شکر اور بُرائی پر صبر:

حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مکی مدنی سلطان، رحمت عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: مجھے ایسے سلطان کے بارے میں بتایئے جس کے آگے گردنیں جھکی ہوں اور اس کی اطاعت کی جاتی ہو کہ ایسا سلطان کیسا ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ زمین پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا سایہ ہے اور جب وہ تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے تو اُس کے لئے اجر ہے اور تم پر شکر لازم ہے اور اگر بُرا سلوک کرے تو اس کا گناہ اُس پر ہے اور تمہارے لئے صبر ہے۔[1]

رحمت الٰہی سے دوری:

رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ہر وہ حاکم جس سے رعایا کی نگہبانی کا ذمہ لیا گیا پھر وہ ان کی نگہبانی میں خیانت کرے یا ان کی خیر خواہی نہ کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت جو ہر شے سے وسیع ہے اُس پر تنگ ہو جائے گی۔“[2]

بادشاہوں کو گالیاں نہ دو:

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں اور بادشاہوں کی گردنیں میرے ہاتھ میں ہیں جو میری اطاعت کرے گا میں اُس پر اپنی رحمت کروں گا اور جو میری نافرمانی کرے گا میں اُس پر غضب فرماؤں گا۔ لوگو! تم بادشاہوں کو اپنی زبان سے گالیاں نہ دو بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کرو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کو تم پر مہربان کرے گا۔

بادشاہ کے عمل کا کفارہ:

سیِّدُنا امام جعفر صادق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: بادشاہ کے عمل کا کفارہ مسلمان بھائیوں کے ساتھ احسان کرنا ہے۔

کسریٰ نے سیرین سے کہا: کیا ہی اچھا ہو تا کہ یہ بادشاہت ہمیشہ رہتی۔ سیرین نے کہا: اگر یہ ہمیشہ رہتی تو پھر ہماری طرف منتقل نہ ہوتی۔

ایک دن سکندر بیٹھا تو اُس کے پاس کوئی حاجت پیش نہ ہوئی تو اُس نے کہا: میرے ایام سلطنت میں مجھے دوبارہ ایسا

[1] ...شعب الایمان، باب فی طاعۃ اولی الامر، فصل فی فضل الامام العادل، ۶/ ۱۵، حدیث: ۷۳۶۹

[2] ...تاریخ بغداد، ۱۰/ ۱۲۶، رقم: ۵۲۶۲، عبد اللہ بن محمد الکلاباذی

دن دیکھنا نصیب نہ ہو۔

جاحظ نے کہا: حکمرانی کی عزت، دشمنوں پر کامیابی اور لوگوں کی گردنوں پر احسان کا بوجھ ڈالنے سے بڑھ کر کوئی شے لذیذ اور مسرت کا باعث نہیں۔

کہا گیا ہے کہ بادشاہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کے درمیان اُس کا خلیفہ ہوتا ہے اور وہ اُس کی مخالفت سے اپنے امر خلافت کو درست نہیں رکھ سکتا۔

حجاج نے کہا: وہ سلطان جسے رعایا خوف زدہ کرے اُس سلطان سے بہتر ہے جو رعایا کو خوف زدہ کرے۔

بادشاہت اور دین:

اردشیر نے اپنے بیٹے سے کہا: بادشاہت اور دین دونوں بھائی ہیں جن میں سے ایک کو دوسرے سے بے نیازی نہیں۔ دین بنیاد ہے اور بادشاہت نگہبان، جس چیز کی بنیاد نہ ہو وہ قائم نہیں رہ سکتی اور جس کی نگہبانی نہ ہو وہ ضائع ہو جاتی ہے۔

”ذُوالْاَکْتَاف“ لقب کی وجہ تسمیہ:

منقول ہے کہ جب ہُرمُز کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اُس کی بیوی حاملہ تھی۔ اُس نے شاہی تاج اپنی بیوی کے پیٹ پر رکھا اور وزرا کو مملکت چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ اُس کا بیٹا پیدا ہوا۔ جب ہرمز کا بیٹا بادشاہ بن گیا تو اس کی چھوٹی عمر میں اہل عرب نے فارس کے نواح میں غارت گری کی پھر جب یہ بالغ ہوا تو اس نے بہادروں کا انتخاب کیا اور اہل عرب پر یلغار کر دی اور ان کو خوب قتل کیا اور ستر ہزار لوگوں کے کندھے اتار دیئے، اسی وجہ سے اسے ذُوالْاَکْتَاف (کاندھوں والا) کہا گیا۔ اس نے اہل عرب کو بال کھلے رکھنے، رنگے ہوئے کپڑے پہننے، خیموں میں رہنے اور انہیں بغیر زین کے گھوڑے پر سواری کا حکم دیا۔

بادشاہوں کا منفرد رہنے کو پسند کرنا:

بادشاہوں کے اخلاق میں سے ہے کہ وہ منفرد رہنے کو پسند کرتے ہیں۔ جب اردشیر اپنے سر پر تاج رکھتا تو اُس کی رعایا میں سے کوئی بھی اپنے سر پر پھول کی شاخ بھی نہ رکھتا اور جب وہ کوئی عمدہ پوشاک پہنتا تو اس کی مثل کوئی بھی ایسی پوشاک نہ پہنتا اور جب وہ انگوٹھی پہنتا تو اس کی مملکت کے لوگوں پر حرام ہوتا کہ وہ اس کی مثل انگوٹھی پہنیں۔

کفارِ مکہ کا سردار سعید بن عاص جب عمامہ باندھتا تو جب تک اُس کے سر پر عمامہ رہتا کوئی اس کی مثل عمامہ نہ باندھتا۔ حجاج بن یوسف جب اپنے سر پر عمامہ باندھتا تو کسی کی ہمت نہ ہوتی کہ وہ اُس جیسا عمامہ پہن کر اُس کے پاس آئے۔ عبد الملک بن مروان جب پیلے رنگ کا موزہ پہنتا تو جب تک وہ اُتار نہ دیتا اُس وقت تک کوئی اُس جیسا موزہ نہ پہنتا۔ (صاحبِ کتاب) کہتے ہیں: مجھے ایک شخص نے بتایا جو یمن کی طرف گیا تھا کہ وہاں بادشاہ کے علاوہ کوئی بطخ نہیں کھاتا۔

رعایا کے احوال کی خبر گیری:

بادشاہ کے حقوق میں سے ہے کہ جس طرح دودھ پلانے والی اپنے بچے کی دیکھ بھال کرتی ہے یونہی بادشاہ کو چاہئے کہ وہ اپنی رعایا کے چھپے ہوئے معاملات کی خبر گیری کرے۔ اردشیر جب چاہتا اپنی مملکت کے رؤسا سے کہتا: آج کی رات تم نے یہ یہ کیا۔ حتّٰی کہ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ بادشاہ کے پاس آسمان سے کوئی فرشتہ آکر یہ خبریں دیتا ہے لیکن درحقیقت یہ سب کچھ رعایا کے احوال کی خبر گیری اور چھان بین کی وجہ سے تھا۔

حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے سے دور شخص کے بارے میں بھی اسی طرح خبر رکھتے تھے جس طرح اپنے پاس موجود شخص کے بارے میں رکھتے تھے اور حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی ان کی پیروی کی۔

ایک شخص نے عُبَیْدُ اللہ بن زیاد سے اپنا تعارُف کرایا تو اس زیاد نے کہا: کیا تم مجھ سے اپنا تعارف کراتے ہو جبکہ میں تمہیں تمہاری ماں اور باپ سے زیادہ جانتا ہوں اور تم نے جو یہ چادر اوڑھ رکھی ہے اس کے بارے میں بھی جانتا ہوں۔ یہ سن کر وہ شخص گھبرا گیا۔

مسلمان حکمرانوں کی اطاعت کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی کتاب میں یہ حکم ارشاد فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْۚ (پ۵، النساء: ۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔

"صحیح بخاری" میں حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ میں نے سرورِ کونین، شہنشاہِ دارین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس بات کی گواہی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے، (حاکم اسلام کی) سننے اور اطاعت کرنے اور ہر مسلمان

کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔[1]

حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار سے سلطان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: سلطان زمین پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا سایہ ہے جس نے اس کی خیر خواہی کی اس نے راہِ ہدایت حاصل کی اور جس نے اسے دھوکا دیا تو وہ راہ سے بھٹک گیا۔

سلطانِ اسلام کو بُرا بھلا نہ کہو:

حضرت سیِّدُنا حُذیفہ بن یمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: سلطانِ اسلام کو بُرا بھلا نہ کہو کہ یہ زمین پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا سایہ ہے۔ اسی کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ حق کو قائم رکھتا، دین کو غلبہ عطا فرماتا، ظلم کو دفع اور فاسق کو ہلاک کرتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا عُمَر بن عبدُ العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے اپنے مؤدب سے کہا: میں تمہاری کیسی اطاعت کرتا ہوں؟ مؤدب نے کہا: بہت اچھی۔ آپ نے فرمایا: میری بھی ایسی اطاعت کرو جیسی میں نے تمہاری اطاعت کی۔

اطاعَتِ رسول اطاعَتِ الٰہی ہے:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔[2]

احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ حُضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حاکم اسلام کی اطاعت و فرماں برداری، ان کی خیر خواہی و محبت اور ان کے لئے دعا کا حکم دیا ہے۔

محتاجی اور بھولنے کا مرض

حضرت سیِّدُنا امام محمد بن یوسف شامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی نقل فرماتے ہیں: عمامہ بیٹھ کر باندھنے اور شلوار کھڑے ہو کر پہننے سے محتاجی اور بھول جانے کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ (سبل الھدی والرشاد، ۷/ ۲۸۲)

---

1 ... بخاری، کتاب البیوع، باب ھل یبیع حاضر لباد... الخ، ۲/ ۳۴، حدیث: ۲۱۵۷ عن جریر بن عبد اللہ

2 ... بخاری، کتاب الجھاد، باب یقاتل من وراء الامام... الخ، ۲/ ۲۹۷، حدیث: ۲۹۵۷

باب نمبر15:

سلطان کی صحبت کے احکام اور اس کی صحبت سے بچنے کا بیان

سلطان کی صحبت:

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد محترم نے فرمایا: اے میرے بیٹے! میں دیکھتا ہوں کہ امیر المؤمنین تجھ سے تنہائی میں ملتے ہیں، تجھ سے مشورہ کرتے ہیں اور حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بُزرگ صحابہ پر تجھے فوقیت دیتے ہیں لہٰذا میں تجھے تین باتوں پر ہمیشگی کی نصیحت کرتا ہوں: (۱)...ان کے راز کو ظاہر نہ کرنا (۲)...ان سے کبھی جھوٹ نہ بولنا اور (۳)...انہیں کبھی دھوکا نہ دینا۔

حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے عرض کی: ان میں سے ہر بات ایک ہزار درہم سے بہتر ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: خدا کی قسم! ان میں سے ہر بات 10 ہزار درہم سے بہتر ہے۔

غلام کی طرح ہو جاؤ:

ایک دانا کا قول ہے: جب سلطان تم سے محبت میں اضافہ کرے تو تم اس کی تعظیم میں اضافہ کرو، جب سلطان تمہیں بھائی کا مرتبہ دے تو تم اسے باپ کا مرتبہ دو، جب سلطان تم پر احسان زیادہ کرے تو تم ایسے ہو جاؤ جیسے غلام اپنے مالک کے ساتھ ہوتا ہے اور جب تمہیں لوگوں کے ساتھ سلطان کے پاس جانا پڑے اور وہ سلطان کی تعریف کریں تو تم بھی اس کے لئے دعا کرو مگر ہر بات پر اس کے لئے دعا نہ کرو۔

مسلم بن عمر کہتے ہیں: جو سلطان کا خادم ہو وہ اس کی موجودگی اور غیر موجودگی میں اس کو دھوکا نہ دے۔

دوست ہو تو ایسا:

منقول ہے کہ ایک بادشاہ نے کسی دانا کو ساتھی بنانا چاہا تو اس سے کہا: میرا ساتھی بننے میں تجھ میں تین خصلتیں ہونی چاہئیں۔ دانا نے کہا: وہ کیا ہیں؟ بادشاہ نے کہا: (۱)...میرا راز فاش نہیں کروگے (۲)...میری عصمت دری نہیں کروگے اور (۳)...میرے بارے میں کسی کی بات اس وقت تک قبول نہیں کروگے جب تک مجھ سے پوچھ نہ لو۔ دانا نے کہا: یہ تو آپ

کے لئے ہے اور میرے لئے آپ پر کیا لازم ہے؟ بادشاہ نے کہا: میں تیرا راز فاش نہیں کروں گا، تیری نصیحت کو حقیر نہیں جانوں گا اور تجھ پر کسی کو فوقیت نہیں دوں گا۔ دانا نے کہا: تم دوست بنانے کے لئے کیا ہی اچھے شخص ہو۔

بُزُرْ جُمْھُر نے کہا: جب تم کسی بادشاہ کی خدمت کرو تو اس کی اطاعت میں اپنے خالق کی نافرمانی نہ کرو کیونکہ اس کا تم پر احسان بادشاہ کے احسان سے زیادہ ہے اور اس کا عذاب بادشاہ کے عذاب سے زیادہ سخت ہے۔

دانا کہتے ہیں: بادشاہوں کے ساتھی لوگوں میں پُر ہیبت اور باوقار ہوتے ہیں کیونکہ وہ عام لوگوں سے اپنی ہیبت کے سبب الگ تھلگ ہوتے ہیں لہٰذا اگر تیرا لگاؤ ان سے زیادہ ہو گا تو تیرا غم بھی زیادہ ہو گا۔

سلطان کو علم سکھانا گویا اس سے علم سیکھنا ہے:

حکماء کہتے ہیں: تیرا سلطان کو علم سکھانا گویا اس سے علم سیکھنا ہے اور اس کو مشورہ دینا گویا اس سے مشورہ لینا ہے اور جب بادشاہ تیری بات سننے لگے اور تجھ پر اعتماد کرنے لگے تو بادشاہ اور اس کے قریبی ساتھیوں کے مُعاملے میں دخل اندازی کرنے سے بچ کیونکہ تو نہیں جانتا کہ وہ تیرے ساتھ کب بدل جائیں اور وہ تیرے مددگار ہیں تو ان کے پاس میلے کپڑوں میں جانے سے احتیاط کر اور بادشاہ کے پاس عمدہ کپڑوں میں حاضر ہو۔

یحییٰ بن خالد برمکی کہتے ہیں: جب تم سلطان کو دوست بناؤ تو اُس عقل مند عورت کی طرح اُس کے پاس رہو جو اپنے بے وقوف شوہر کے پاس رہتی ہے۔

سلطان کی صحبت سے بچنا:

عرب و عجم کے حکماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سلطان کے ساتھ نہ رہا جائے۔

کتاب ”کَلِیْلَہ وَدِمْنَہ“ میں ہے: تین چیزوں سے سلامتی بہت کم نصیب ہوتی ہے: (۱)...سلطان کی صحبت (۲)...عورتوں کا راز امانت رکھنا اور (۳)... تجربے کے لئے زہر پینا۔

کہا گیا ہے کہ سمندر میں سفر کرنے والا اپنی جان کو خطرے میں ڈالتا ہے اور سلطان کی صحبت اس سے بھی بڑا خطرہ ہے۔

دھوکے کا لباس:

کسی دانا کا قول ہے کہ وہ معاملات جن میں بہت زیادہ احتیاط کی حاجت ہے وہ سلطان کے ہیں کیونکہ جو بے عقل

سلطان کی صحبت اختیار کرتا ہے وہ یقیناً دھوکے کا لباس پہنتا ہے۔

ہندی حکمت میں ہے: سلطان کی صحبت میں عزت و ثروت تو ہے لیکن ساتھ میں خطرہ بھی بہت بڑا ہے۔

بلا وجہ انعام و سزا:

عتابی سے کہا گیا: "تم ادیب ہونے کے باوجود سلطان کی صحبت میں کیوں نہیں رہتے؟" عتابی نے جواب دیا: "کیونکہ میرا مشاہدہ ہے سلطان بغیر کسی وجہ کے کسی کو 10 ہزار درہم بھی دے دیتا ہے اور بلا وجہ قید میں بھی ڈلوا دیتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ ان میں سے میں کس میں ہوں (یعنی انعام والوں میں یا قید والوں میں)۔"

حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قریش کے ایک شخص سے فرمایا: "سلطان سے دور رہو کہ وہ بچے کی طرح ناراض ہو جاتا ہے اور شیر کی طرح حملہ کرتا ہے۔"

یاد رکھنے کی چار باتیں:

حضرت سیِّدُنا میمون بن مہران عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے فرمایا: "اے میمون! میری چار باتوں کو یاد کر لو: (۱)...سلطان کی صحبت اختیار نہ کرنا اگرچہ تو اس کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے (۲)...عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرنا اگرچہ تو اس کو قرآن پڑھائے (۳)...رشتے داروں سے قطع تعلقی نہ کرنا کیونکہ یہ تیرے لئے محرومی ہے (۴)...اور ایسا کلام نہ کرنا جس کی تجھے کل معافی مانگنی پڑے۔"

سلطان کی اصلاح کی غرض سے اس کی صحبت اختیار کرنے والے کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی جھکی ہوئی دیوار کو سیدھا کرنے کے لئے اسے ٹیک دے اور وہ دیوار اس پر گر جائے اور وہ ہلاک ہو جائے۔

کتاب "کَلِیْلَہ وَدِمْنَہ" میں ہے: جو بادشاہوں کے ساتھ رہتا ہے وہ خوش بخت نہیں ہو سکتا کیونکہ بادشاہوں کا کوئی عہد ہے نہ ان میں وفا ہے اور کوئی ان کا قریبی اور دوست نہیں۔ یہ تم میں رغبت نہیں رکھتے بلکہ جو تمہارے پاس ہے اس کی طمع میں تمہیں اپنے قریب رکھتے ہیں اور جب ان کی حاجت پوری ہو جاتی ہے تو تمہیں تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ انہیں کسی سے محبت و بھائی چارہ نہیں ہوتا اور کسی جرم پر ان کے ہاں کوئی مُعافی نہیں ہوتی۔

بادشاہوں کی صحبت کی مذمت:

کسی دانا کا قول ہے کہ سلطان کا ساتھی بننا شیر پر سوار ہونے کی طرح ہے کہ لوگ تو اس سے ڈرتے ہیں لیکن وہ ان سے

زیادہ خود ڈرا ہوا ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! خاک اڑانا اور ہڈی چبانا بادشاہوں کے دروازے کے قریب جانے سے بھی بہتر ہے۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن سماک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں کہ مکھی کا گندگی پر بیٹھنا مسافر کے بادشاہوں کے دروازے پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔

منقول ہے کہ ادب سیکھنے سے قبل جو سلطان کی صحبت اختیار کرتا ہے وہ یقیناً خود کو دھوکے میں ڈالتا ہے۔

ابنِ مُعتز کہتے ہیں: جو سلطان کے ساتھ دنیا کی عزت میں شریک ہوا وہ آخرت کی ذلت میں شریک ہوا۔

ابنِ مُعتز سے منقول ہے کہ جب سلطان تجھ سے محبت و اکرام میں اضافہ کرے تو تم اس سے ڈرنے میں اور اس کی عزت کرنے میں اضافہ کر دو۔

دوستی بھی بُری اور دشمنی بھی:

ابو علی صغانی کہتے ہیں: بادشاہوں سے بچو کہ یہ جس کے دوست بنتے ہیں اس کا مال لیتے ہیں اور جس کے دشمن بنتے ہیں اس کی جان لیتے ہیں۔

منقول ہے کہ بلخ کے ایک گاؤں "بہار" کے دروازے پر لکھا تھا کہ بادشاہوں کے دروازے تین چیزوں کے محتاج ہیں: (۱) عقل (۲) صبر اور (۳) مال۔ اس کے نیچے کسی نے لکھا تھا: دشمنِ خدا نے جھوٹ کہا کیونکہ جس کے پاس ان تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز بھی ہو گی وہ بادشاہ کے دروازے کے قریب بھی نہیں جائے گا۔

تین پر اعتماد نہ کرو:

حسان بن ربیع حِمیَری کہتے ہیں: بادشاہ، عورت اور جانور پر زیادہ اعتماد نہ کرو کہ بادشاہ تکلیف دے گا، عورت خیانت کرے گی اور جانور سرکشی کرے گا۔

رحمت سے دور:

سیِّدُنا عُبَید بن عمیر رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو بادشاہ سے جتنا قریب ہو گا اتنا ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دور ہو گا اور جس کے پیروکار زیادہ ہوں گے اُسے بہکانے والے بھی زیادہ ہوں گے اور جس کا مال کثیر ہو گا اس کا حساب بھی زیادہ ہو گا۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں:

اَرَى الْمُلُوْكَ بِاَدْنَى الدِّيْنِ قَدْ قَنَعُوْا   وَلَا اَرَاهُمْ رَضُوْا فِي الْعَيْشِ بِالدُّوْنِ

فَاسْتَغْنِ بِالدِّيْنِ عَنْ دُنْيَا الْمُلُوْكِ كَمَا   اسْتَغْنَى الْمُلُوْكُ بِدُنْيَاهُمْ عَنِ الدِّيْنِ

ترجمہ: میں بادشاہوں کو تھوڑے دین پر قناعت کئے دیکھتا ہوں جبکہ دنیا کے تھوڑے حصے پر رضامند نہیں دیکھتا۔ لہٰذا جس طرح بادشاہ اپنی دنیا میں مگن ہو کر دین سے بے پرواہیں اسی طرح تم دین پر قناعت کرتے ہوئے بادشاہوں کی دنیا سے بے پرواہو جاؤ۔

بادشاہ کی نوکری:

حکماء نے بادشاہوں کی نوکری کرنے سے منع کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ بادشاہ اچھا صلہ دینے میں مغرور ہوتے ہیں اور سزا کے طور پر قتل کروا دینے میں خود مختار ہوتے ہیں۔

منقول ہے کہ بادشاہ کے شر سے جو امن میں ہے وہ جری ہے اور جو خوف زدہ ہے وہ بری ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ وَحَسْبُنَا اللہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ وَصَلَّی اللہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّم یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے اور اسی کے پاس ٹھکانا (یعنی جنت) ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار اور درود و سلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

...✿...

باب نمبر16: وزیروں کی صفات اور احوال وغیرہ کا بیان

حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کی حکایت بیان کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ﴿۲۹﴾ (پ۱۶، طٰہٰ:۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کر دے۔

اگر سلطان وزیر سے بے پرواہ ہو تو لوگ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کے اس قول کے سبب وزیر رکھنے پر اصرار کرنے کے حق دار ہیں۔ پھر وزیر رکھنے کی حکمت بیان ہوئی:

اُشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ ﴿۳۱﴾ وَ اَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ ﴿۳۲﴾ (پ۱۶، طٰہٰ: ۳۱، ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اس سے میری کمر مضبوط کر اور اُسے میرے کام میں شریک کر۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وزیر سے مملکت کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے اور جب وزیر میں اچھی عادات و صفات کامل ہوں تو سلطان اس کو معاملات سپرد کر دے۔ پھر بیان ہوا:

كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۳﴾ وَّ نَذْكُرَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۴﴾ (پ۱۶، طٰہٰ: ۳۳، ۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کہ ہم بکثرت تیری پاکی بولیں اور بکثرت تیری یاد کریں۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ علما اور باخبر اور اہل معرفت صالحین کی صحبت دنیا و آخرت کے معاملات کی درستی کے لئے ضروری ہے جیسا کہ لوگوں میں سے بہادر شخص ہتھیار کا محتاج ہے، گھوڑا دوڑانے کے لئے چابک کی حاجت ہے اور استرے کو دھار لگانے کے لئے پتھر کی حاجت ہے اسی طرح بادشاہ کو بھی اہم معاملات میں خبر دار رہنے کے لئے وزیر کی حاجت ہوتی ہے۔

ہر نبی اور خلیفہ کے ساتھ دو مشیر:

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر نبی اور خلیفہ کے ساتھ دو مشیر رکھے ان میں سے ایک نیکی کا حکم دیتا ہے اور نیکی پر ہی اُبھارتا ہے جبکہ دوسرا بُرائی کا حکم دیتا ہے اور بُرائی پر ہی ابھارتا ہے[1] اور محفوظ وہی ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ بچالے۔

بُرا وزیر:

حضرت سیِّدُنا وہب بن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرعون سے فرمایا: ایمان لے آؤ تمہارے لئے جنت ہے اور بادشاہت تمہاری رہے گی۔ فرعون نے کہا: میں ہامان سے مشورہ کرلوں۔ چنانچہ اس نے ہامان سے اس بارے میں مشورہ کیا تو ہامان نے کہا: ابھی تو تم معبود ہو اور تمہاری عبادت ہوتی ہے اب کیا تم عبادت

1 ... مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اچھے اور بُرے مشیر قدرتی طور پر ہوتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں: اچھے مشیر سے مراد فرشتہ ہے بُرے مشیر سے مراد قرین شیطان، خیال رہے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر یہ فضل کیا کہ حضور کا قرین مسلمان ہو گیا جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی روایات میں ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ۵/۳۵۴ ملتقطاً)

کروگے ؟یہ سن کر فرعون نے تکبر کرتے ہوئے انکار کر دیا۔ ہامان نے تو فرعون کے ساتھ جو کیا سو کیا اسی طریقے پر چلتے ہوئے حجاج کے وزیر یزید بن مسلم نے بھی کوئی اچھا کام نہ کیا اور یہ بہت ہی بُرے لوگ ہیں اور ان کے ساتھی بھی بُرے ہیں۔

آدمیوں کے لئے سب سے بڑا مرتبہ نبوت کا ہے پھر خلافت کا پھر وزارت کا۔

مشہور مثال ہے: ”نِعْمَ الظَّهِيْرُ الْوَزِيْرُ یعنی وزیر کیا ہی اچھا مدد گار ہے۔“

پہلی خصلت جو سلطانِ اسلام کی دانشمندی، اچھے برے میں تمیز اور عمدہ عقل والے ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ وزیر کا انتخاب ہے دوسری خصلت اچھے ہم نشینوں کا چناؤ اور تیسری خصلت عقل مند لوگوں سے گفتگو کرنا ہے اور یہ تین خصلتیں سلطان کے کمال پر دلالت کرتی ہیں اور انہیں خصلتوں کی بدولت مخلوق میں اس کا ذکر اچھے انداز میں ہوتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت راسخ ہو جاتی ہے نیز آدمی اپنے ساتھی کے ذریعے پہچانا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے: ”بادشاہوں کا زیور اور ان کی زینت وزیر ہیں۔“

کتاب ”کَلِیْلَہ وَدِمْنَہ“ میں ہے کہ سلطان کی اصلاح وزیر اور اُس کے معاونین کے علاوہ کوئی نہ کرے۔

حضرت سیِّدُنا شُرَیح بن عُبَید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں ہر بادشاہ کے ساتھ ایک دانا شخص ہوتا تھا جب وہ دیکھتا کہ بادشاہ غصہ میں ہے تو وہ اس کے لئے کچھ صحائف لکھ لیتا اور ہر صحیفہ میں لکھتا: مسکین پر رحم کر، موت سے ڈر اور آخرت کو یاد کر۔ جب بادشاہ غصہ کرتا تو دانا شخص اس کو ایک صحیفہ دے دیتا حتّٰی کہ اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا۔

اچھے بادشاہ اور بُرے وزیر کی مثال:

بادشاہ اچھا ہو اور اس کا وزیر بُرا ہو جو لوگوں سے بھلائی کو روک دے اور ان میں سے کسی کا بادشاہ تک جانا ممکن نہ ہو تو اس کی مثال اس صاف پانی جیسی ہے جس میں مگرمچھ ہو اور بندہ اس پانی میں جانے کی طاقت نہ رکھے اور پانی کا محتاج ہو اگرچہ تیرنا جانتا ہو۔

وزیر مثلِ سفیر ہے:

بادشاہ طبیب کی مثل ہے، رعایا مریض کی مثل ہے اور وزیر مریض اور طبیب کے درمیان سفیر کی مثل ہے اور اگر سفیر جھوٹ بولے گا تو تدبیر باطل ہو جائے گی۔ یونہی اگر سفیر کسی مریض کو قتل کرنے کا ارادہ کرلے تو وہ طبیب کو اس کی بیماری کا الٹ بتاتا ہے اور جب طبیب سفیر کے بتائے ہوئے مرض کے مطابق دوائی پلاتا ہے تو مریض ہلاک ہو جاتا ہے

اسی طرح وزیر بھی کسی شخص کے بارے میں بادشاہ کو وہ بات بتاتا ہے جو اس میں نہیں ہوتی اور بادشاہ اس شخص کو قتل کروادیتا ہے۔ اسی لئے وزیر کا زبان کے معاملے میں سچا ہونا، دین کے معاملے میں عادل ہونا، اخلاقی اعتبار سے اچھا ہونا اور رعایا کے معاملے میں سمجھدار ہونا ضروری ہے، اسی طرح وزیر کے ساتھی بھی امانت دار اور سمجھدار ہوں۔

بادشاہ کسی گھٹیا شخص کو وزات دینے سے بچے کیونکہ گھٹیا شخص جب کسی مرتبہ پر فائز ہوتا ہے تو اپنے اقارب پر ظلم کرتا ہے، جان پہچان والوں سے منہ موڑلیتا ہے، معزز لوگوں کو ذلیل کرتا ہے اور ذی مرتبہ افراد کو حقیر جانتا ہے۔

بادشاہ کے تین خط:

منقول ہے کہ کسی بادشاہ نے تین خط لکھے اور اپنے وزیر سے کہا: جب تو مجھے غصے میں دیکھے تو ایک کے بعد ایک خط مجھے دے دینا۔ پہلے خط میں یہ تحریر تھا: تو خدا نہیں ہے، عنقریب تجھے بھی موت آئے گی اور تجھے قبر میں اتار دیا جائے گا پھر تیرا ایک حصہ دوسرے کو کھائے گا۔ دوسرے خط میں یہ تحریر تھا: زمین والوں پر رحم کر آسمان والا تجھ پر رحم کرے گا۔ تیسرے خط میں یہ لکھا تھا: لوگوں کے مابین اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے مطابق فیصلہ کر کیونکہ ان کی اصلاح اسی کے ذریعے ممکن ہے۔

جب مملکت کے اُمور وزیر کے سپرد ہوتے ہیں تو بادشاہوں کی لگامیں وزیروں کے ہاتھوں میں ہوتی ہیں۔ ایک مشہور کہاوت ہے: ”اگر وزیر تم سے فریب کرے تو بادشاہ کی محبت سے دھوکا نہ کھانا اور اگر وزیر کو تم سے محبت ہو تو بے فکر رہو، بادشاہ سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“

وزیر کا مقام:

سلطان گھر کی مثل ہے اور وزیر اس کا دروازہ ہے تو جو گھر میں دروازے کی طرف سے آئے تو وہ بآسانی داخل ہو جاتا ہے اور جو دروازے کے علاوہ سے داخل ہونا چاہے اسے لوٹا دیا جاتا ہے۔ مملکت میں وزارت کا مقام ایسے ہی ہے جیسے آئینہ میں دیکھنا تو جو آئینہ نہیں دیکھتا وہ اپنے چہرے کی خوبصورتی اور عیب نہیں دیکھ سکتا اور یونہی سلطان کا معاملہ ہے کہ جب اس کا وزیر نہیں ہوگا تو وہ اپنی بادشاہت کی خوبی اور عیب کو نہیں جان سکتا۔ وزیر کے لئے ضروری ہے کہ وہ مخلوق پر بہت زیادہ رحم کرنے والا اور مہربان ہو۔

یاد رہے کہ وزیر کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ بادشاہ سے کوئی نصیحت چھپائے اگرچہ اُسے چھوٹا سمجھے۔ اور وزیر کی اہمیت مملکت میں ایسے ہی ہے جیسے سر کے لئے آنکھیں اور یہ ایسا ہی ہے جسے تم آئینہ کو گرد و غبار سے پاک نہ کرلو تو اس

میں اپنے چہرے کو نہیں دیکھ سکتے یونہی سلطنت کا معاملہ ہے کہ عقل مند، قابل فہم اور صاف دل وزیر کے بغیر سلطنت کا نظام مکمل نہیں ہوتا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے اور اسی کے پاس ٹھکانا (یعنی جنت) ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار اور قیامت تک خوب درود وسلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کی آل واصحاب پر اور تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

...✧...

باب نمبر 17:

حکمرانوں تک پہنچنے میں رکاوٹ، گورنری اور اس کے خطرات کا بیان

حکمرانوں تک پہنچنے میں رکاوٹ کا بیان

منقول ہے کہ مملکت کو سب سے زیادہ ضائع کرنے اور رعایا کو سب سے زیادہ ہلاک کرنے والی چیز حکمران اور عوام کے درمیان حائل رکاوٹ ہے۔

منقول ہے کہ جب حکمرانوں تک پہنچنے میں حائل رکاوٹ ہلکی ہو تو رعایا پر ظلم کم ہوتا ہے اور جب رکاوٹ شدید ہو تو ظلم بھی زیادہ ہوتا ہے۔

دربان کو فارغ کر دیا:

حضرت سیِّدُنا میمون بن مہران عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کے پاس تھا کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے دربان سے کہا: دروازے پر کون ہے؟ دربان نے عرض کی: ایک شخص دروازے پر اپنی اونٹنی کے ساتھ موجود ہے اور کہتا ہے کہ وہ مؤذنِ رسول حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ان کو اندر آنے کی اجازت دی۔ جب وہ اندر آئے تو فرمایا: مجھے میرے والد ماجد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے سنا: "جو مسلمانوں کے

امور میں سے کسی معاملے کا والی بنا اور پھر اس نے ان سے رُکاوٹ رکھی[1] تو اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اس کے لئے رُکاوٹ کر دے گا۔"[2] یہ سن کر حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے دربان سے فرمایا: تم اپنے گھر کی راہ لو۔ اس کے بعد کبھی آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے دروازے پر دربان نہیں دیکھا گیا۔

رعایا سے دوری کی تین وجوہات:

خالد بن عبد اللہ قُشَیْری نے اپنے دربان سے کہا: جب میں اپنی مجلس میں بیٹھوں تو کسی ایک کو بھی مجھ سے نہ روکنا کہ حاکم تین وجوہات کے سبب خود کو اپنی رعایا سے دور رکھتا ہے: (۱)... کسی عیب کی وجہ سے جس پر لوگوں کا مطلع ہونا اسے ناپسند ہو (۲)... کسی تہمت کی بنا پر جس کا اسے خوف ہو کہ وہ ظاہر ہو اور (۳)... بخل کے سبب اسے ناپسند ہو کہ اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جائے۔

اہل عجم کہتے ہیں کہ مملکت کو سب سے زیادہ ضائع کرنے والی چیز حکمران اور عوام کے درمیان حائل رکاوٹ ہے اور رعایا کے لئے سب سے زیادہ رعب دار اور انہیں ظلم سے بچانے والی چیز حکمران اور عوام کے مابین آسان رابطہ ہے۔

کون سا زخم نہیں بھرتا؟

کسی دانا سے کہا گیا: وہ کون سا زخم ہے جو نہیں بھرتا؟ دانا نے جواب دیا: کسی شریف کو کسی ذلیل سے کام ہو اور وہ بغیر کام کئے اسے لوٹا دے۔ کہا گیا: اس سے بھی زیادہ شدید کیا ہے؟ دانا نے جواب دیا: کسی شریف کا کسی کمینے کے دروازے پر کھڑا ہونا اور اسے داخل ہونے کی اجازت نہ ملنا۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس علوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی ایک دن مامون الرشید کے دروازے پر آئے تو دربان نے ایک

1... مُفَسِّرِ شہیر، حکیمُ الاُمَّت مفتی اَحمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مراٰۃ المناجیح، جلد5، صفحہ 374 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: اس طرح کہ نہ مظلوموں، حاجت مندوں کو اپنے تک پہنچنے دے، اپنے دروازے پر سخت پہرہ بٹھا دے، نہ ان کی ضَرُورِیّات کی پرواہ کرے، ان سے غافل رہے، ان کی حاجت روائی کا کوئی انتظام نہ کرے، اپنی حکومت سنبھالنے اپنے عَیْش و آرام میں مُنْہمک رہے۔ اس سے اللہ تعالٰی اپنے ان مجبور بندوں کا بدلہ لے گا کہ اس کی حاجتیں ضرور تیں پوری نہ فرمائے گا، اس کی دعائیں قبول نہ کرے گا۔ اس سزا کا ظہور کچھ دنیا میں بھی ہو گا اور پورا پورا ظہور آخرت میں ہو گا۔

2... ابو داود، کتاب الخراج ... الخ، باب فیما یلزم الامام من امر الرعیة، ۳/ ۱۸۸، حدیث: ۲۹۴۸

الاحاد و المثانی، عقبة بن نافع الفهری، ۵/ ۳۳۱، حدیث: ۲۸۷۹

نظر اُن پر ڈالی، پھر سر جھکایا اور کوئی بات نہ کی۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے ساتھ آئے ہوئے لوگوں سے فرمایا: اگر یہ ہمیں اجازت دے گا تو ہم داخل ہوں گے اور اگر واپس لوٹائے گا تو لوٹ جائیں گے اور اگر عذر بیان کرے گا تو ہم قبول کریں گے لیکن دیکھنے کے بعد انتظار کرنا اور پہچاننے کے بعد انجان بننا سمجھ سے بالاتر ہے۔ پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یہ شعر کہا:

وَمَا عَنْ رِضًى كَانَ الْحِمَارُ مَطِيَّتِي　　　وَلٰكِنْ مَنْ يَّمْشِي سَيَرْضٰى بِمَا رَكِبْ

ترجمہ: اُسے میرا گدھے پر سوار ہونا پسند نہ آیا مگر پیادہ تو سوار سے جلد راضی ہو جاتا ہے۔

پھر واپس لوٹ گئے۔ جب مامون الرشید کو اس بارے میں خبر ہوئی تو اس نے دربان کی خوب پٹائی لگائی اور آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے لئے اچھے صلے اور سواری کے 10 جانوروں کا حکم دیا۔

ایک شاعر کا قول:

رَاَيْتُ اُنَاسًا يَسْرَعُوْنَ تَبَادُرًا　　　اِذَا فَتَحَ الْبَوَّابُ بَابَكَ اُصْبُعًا

وَنَحْنُ جُلُوْسٌ سَاكِتُوْنَ رَزَانَةً　　　وَحِلْمًا اِلٰى اَنْ يُفْتَحَ الْبَابُ اَجْمَعَا

ترجمہ: جب دربان تیرا دروازہ انگلی برابر کھولتا ہے تو میں نے لوگوں کو ایک دوسرے پر جلدی کرتے دیکھا۔ اور مکمل دروازہ کھولے جانے تک ہم سنجیدگی اور وقار کے ساتھ خاموش بیٹھے رہے۔

ایک خراسانی شخص ابو دُلَف عجلی کے دروازے پر کھڑا ہوا جب اسے داخلے کی اجازت نہ ملی تو اس نے ایک رُقعہ لکھا اور اسے ابو دلف تک پہنچانے کے لئے بڑے میٹھے پن کا مظاہرہ کیا، اس میں لکھا تھا:

اِذَا كَانَ الْكَرِيْمُ لَهٗ حِجَابٌ　　　فَمَا فَضْلُ الْكَرِيْمِ عَلَى اللَّئِيْمِ

ترجمہ: جب سخی سے ملاقات میں رُکاوٹ ہو گی تو سخی کو بخیل پر کیا فضیلت ہے؟

یہ پڑھ کر ابو دُلَف نے ان الفاظ کے ساتھ جواب دیا:

اِذَا كَانَ الْكَرِيْمُ قَلِيْلَ مَالٍ　　　وَلَمْ يُعْذِرْ تَعَلَّلَ بِالْحِجَاب

وَاَبْوَابُ الْمُلُوْكِ مُحْجَبَاتٌ　　　فَلَا تَسْتَنْكِرَنَّ حِجَابَ بَابِي

ترجمہ: جب سخی کے پاس مال کم ہو اور اس کے پاس کوئی عذر نہ ہو تو وہ رکاوٹ کا سہارا لیتا ہے۔ پھر جب بادشاہوں کے دروازوں پر رکاوٹیں ہیں تو تم میرے دوازے کی رکاوٹ کو ہر گز بُرا نہ سمجھو۔

فرعون کو مہلت کیوں ملی؟

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا علی بن ابو طالب کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: فرعون کو دعوئ اُلوہیت کرنے کے باوُجود مہلت اس لئے ملی کہ اس کے پاس لوگوں کا جانا آسان تھا اور وہ لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا۔

آسمان کے دروازے بند ہونا:

حضرت سیّدُنا عَمرو بن مُرَّہ جُہَنِی نے حضرت سیّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے کہا کہ میں نے حُضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا ہے: ''جو حاکم حاجت مندوں، غریبوں اور مسکینوں پر اپنا دروازہ بند کر دیتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسکی حاجت، غربت اور محتاجی کے وقت اس پر آسمان کے دروازے بند کر دیتا ہے۔''[1]

ایک شاعر کسی امیر کے پاس آیا، اسے روکا گیا تو اس نے کہا:

سَاَصْبِرُ اِنْ جَفُوْتَ فَكَمْ صَبَرْنَا ۔۔۔ لِمِثْلِكَ مِنْ اَمِيْرٍ اَوْ وَزِيْر

رَجَوْنَا هُمْ فَلَمَّا اَخْلَفُوْنَا ۔۔۔ تَمَادَتْ فِيْهِمْ غِيَرُ الدُّهُوْر

فَبِتْنَا بِالسَّلَامَةِ وَهِيَ غُنْمٌ ۔۔۔ وَبَاتُوْا فِي الْمَحَابِسِ وَالْقُبُوْر

وَلَمَّا لَمْ نَنَلْ مِنْهُمْ سُرُوْرًا ۔۔۔ رَاَيْنَا فِيْهِمْ كُلَّ السُّرُوْر

ترجمہ: (۱)...اگر تو زیادتی کرے گا تو میں صبر کروں گا تو ہم تیری طرح کے امیر یا وزیر کے لئے کتنا صبر کریں۔ (۲)...ہم نے ان سے امید لگائی جب انہوں نے ہمیں پیچھے اٹھایا تو حوادث زمانہ ان میں حد سے بڑھ گئے۔ (۳)...ہم نے سلامتی کے ساتھ رات گزاری اور یہ مفت کی نعمت تھی جبکہ انہوں نے اپنی راتیں قید خانوں اور قبروں میں گزاریں۔ (۴)...اور جب ہمیں ان سے کوئی خوشی نہ ملی تو ہم نے ان کی حالت میں ساری خوشیاں دیکھیں۔

جنت میں سونے کا محل:

حضرت سیّدُنا سعد بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے داخلے کی اجازت چاہی تو انہوں نے منع کر دیا، حضرت سیّدُنا سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اونچی آواز سے رونے لگے اور لوگ آپ کے پاس اکٹھے ہو گئے ان میں حضرت سیّدُنا کَعب بن جُعَیل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی تھے، انہوں نے پوچھا: اے سعد! کیوں روتے ہو؟ حضرت سیّدُنا

[1] ... ترمذی، کتاب الاحکام، باب ما جاء فی امام الرعیة، ۳/ ۶۴، حدیث: ۱۳۳۷

سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: میں کیوں نہ روؤں! رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب میں سے بزرگوں کا وصال ہوتا جارہا ہے اور حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اُمّت کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا کعب بن جُعَیل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: آپ مت روئیں، بے شک جنت میں سونے کے محل ہیں اور انہیں عدن کہا جاتا ہے یہ شہدا اور صدیقین کے لئے ہیں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی انہی میں سے ہیں۔

بُرا دربان:

کسی شخص نے ایک شریف حاکم سے ملاقات کی اجازت چاہی لیکن اس کے دربان نے جو کہ بُرا آدمی تھا اُسے روکا تو اس نے کہا:

فِیْ کُلِّ یَوْمٍ لِیْ بِبَابِكَ وَقْفَةٌ اَطْوِی اِلَیْهِ سَائِرَ الْاَبْوَابِ

وَاِذَا حَضَرْتُ وَغِبْتُ عَنْكَ فَاِنَّهُ ذَنْبٌ عُقُوْبَتُهُ عَلَی الْبَوَابِ

ترجمہ: میں سارے دروازے چھوڑ کر ہر روز تیرے دروازے پر آتا ہوں۔ اگر میں آؤں اور تجھ سے نہ ملوں تو یہ ایسا قصور ہے جس کی سزا دربان پر ہے۔

حکمرانی اور اس میں موجود بڑے خطروں کا ذکر:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ (پ۲۳، صٓ: ۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے داوٗد بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے **اللہ** کی راہ سے بہکا دے گی بے شک وہ جو **اللہ** کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس پر کہ وہ حساب کے دن کو بھول بیٹھے۔

تفسیر میں ہے کہ خواہش کی پیروی یہ ہے کہ اگر تمہارے پاس دو فریق فیصلہ کے لئے آئیں تو تم چاہو کہ حق اُس کے ساتھ ہو جس کے لئے تمہارے دل میں محبت ہے۔

حکمرانی نہ مانگو:

حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن سَمُرَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حُضور نبی اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اے عبد الرحمٰن! حکمرانی نہ مانگو، اگر تجھے بغیر مانگے عطا کی گئی تو اس پر تیری مدد کی جائے گی اور اگر مانگنے سے عطا کی گئی تو تجھے اس کے سپرد کر دیا جائے گا۔[1]

حضرت سیِّدُنا مَعْقِل بن یَسار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا: جسے رعایا کا حاکم بنایا جائے اور وہ خیر خواہی کے ساتھ اُن کی نگہبانی نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا۔[2]

حدیث پاک میں ہے: جو مسلمانوں کے معاملات میں سے کسی بات کا والی بنایا گیا پھر اس نے خیر خواہی کے ساتھ ان کی نگہبانی کا فریضہ ادا نہ کیا جیسا اپنے اہل کا کرتا ہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔[3]

حکومتی عہدہ قبول کرنے سے انکار:

مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عاصم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف صدقے پر عامل ہونے کا پیغام بھیجا تو انہوں نے منع کرتے ہوئے کہا میں نے سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "جب حکمران کو قیامت کے دن لایا جائے گا تو اسے جہنم کے پل پر کھڑا کیا جائے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پل کو حکم دے گا تو پل اُسے ایسا جھٹکا دے گا جس سے اُس کے تمام اعضا اپنی جگہ سے الگ ہو جائیں گے پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہڈیوں کو حکم دے گا تو وہ اپنی جگہ پر آجائیں گی، اگر وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرماں بردار ہو گا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کا ہاتھ اپنے دستِ قدرت میں لے گا اور اسے اپنی رحمت سے دگنا اجر عطا فرمائے گا، اگر وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نافرمان ہو گا تو پُل ٹوٹ جائے گا اور وہ 70 سال کی مسافت کی گہرائی میں جا گرے گا۔"[4] یہ سن کر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: تم نے حضور جانِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے وہ بات سنی ہے جو میں نے نہیں سنی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: "جی ہاں۔" حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی اور حضرت سیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت سیِّدُنا سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: اے عمر! خدا کی قسم! 70 کے ساتھ مزید 70 سال ایسی وادی میں گرے گا جو شعلے مارتی ہو گی۔ حضرت

---

1 ... بخاری، کتاب کفارات الایمان، باب الکفارۃ قبل الحنث وبعدہ، ۴/ ۳۱۱، حدیث: ۶۷۲۲

2 ... بخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح، ۴/ ۴۵۶، حدیث: ۷۱۵۰

3 ... معجم کبیر، ۲۰/ ۲۲۱، حدیث: ۵۱۳

4 ... شعب الایمان، باب فی طاعۃ اولی الامر، فصل فی فضل الامام العادل، ۶/ ۲۰، حدیث: ۷۳۸۳

سیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور کہا: ”اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن[1] جب ولایت میں یہ معاملہ ہے تو پھر اس کی ذمہ داری کون اٹھائے گا؟“ حضرت سیِّدُنا سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کہا: اس کی ذمہ داری وہ لے گا جس کی ناک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کاٹ کر اس کا چہرہ خاک آلود کر دے۔

ایک شخص رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے والد پانی پر حاکم ہیں اور میں درخواست کرتا ہوں کہ ان کے بعد مجھے حاکم بنایا جائے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”حکمران جہنم میں ہیں[2]۔“[3]

بروزِ قیامت سب سے سخت عذاب:

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم، شفیعِ مُعَظَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: بروزِ قیامت لوگوں میں سب سے سخت عذاب ظالم بادشاہ کو ہو گا۔[4]

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا کہ میں نے رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا: قیامت کے دن انصاف کرنے والے قاضی کو لایا جائے گا اور اُس سے اس قدر سختی سے حساب لیا جائے گا کہ وہ تمنا کرے گا: کاش! میں نے دو لوگوں کے درمیان ایک کھجور کا بھی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔[5]

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حُضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرتِ سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن سَمُرَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو بلایا اور عامل بنانا چاہا تو انہوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے لئے کیا بہتر ہے؟ ارشاد فرمایا: ”اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔“[6]

---

1 ...یعنی ہم **اللہ** کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔

2 ... عموماً سردار (حکمران) ہیں دوزخی کہ اکثر لوگ حکومت پاکر ظلم و تعدی کرتے ہیں لہذا جسے سردار بننا پڑ جائے وہ بہت احتیاط سے کام کرے کہ تلوار کی دھار پر ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ۵/ ۳۵۹)

3 ... ابو داود، کتاب الخراج، باب فی العرافۃ، ۳/ ۱۸۳، حدیث: ۲۹۳۴

4 ... معجم کبیر، ۱۰/ ۲۱۶، حدیث: ۱۰۵۱۵ عن ابن مسعود

5 ... معجم اوسط، ۲/ ۸۸، حدیث: ۲۶۱۹

6 ... مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب السیر، باب فی الامارۃ، ۷/ ۵۶۹، حدیث: ۱۱ عن اعمش دون ذکر عبد الرحمن بن سمرۃ

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں: جو شخص 10 لوگوں پر بھی امیر مقرر ہو اوہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوں گے پھر وہ اپنے اچھے اعمال کے سبب نجات پائے گا یا بُرے اعمال کے سبب ہلاک ہو گا۔

سلیمان بن عبد الملک کا گریہ:

حضرت سیِّدُنا امام طاوٗس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے خلیفہ سلیمان بن عبد الملک سے فرمایا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ جانتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے سخت عذاب کس کو ہو گا؟ سلمان نے پوچھا: بتاؤ کس کو ہو گا؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے شدید عذاب اس شخص کو ہو گا جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بادشاہت میں سے حصہ دیا پھر اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ یہ سن کر سلیمان روتے ہوئے اپنے تخت پر لیٹ گیا اور روتا رہا حتّٰی کہ اس کے پاس بیٹھے ہوئے لوگ اُٹھ کر چلے گئے۔

حضرت سیِّدُنا امام ابنِ سیرین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: کچھ بچے حضرت سیِّدُنا ابو عُبَیدہ سلمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کے پاس آئے اور انہیں اپنی تختیاں دیکھائیں کہ عمدہ کون سی ہے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ان کی طرف نظر نہ کی اور فرمایا: یہ فیصلہ ہے اور میں کبھی فیصلہ کرنے والا نہیں بنوں گا۔

33 مرتبہ قسم:

حضرت سیِّدُنا ابو بکر بن مریم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ایک قوم حج کرنے گئی، ان کے ایک ساتھی کا ایک ویرانے میں انتقال ہو گیا، انہیں وہاں غسل کے لئے پانی نہ ملا، اتنے میں وہاں ایک شخص آیا تو لوگوں نے اس سے کہا: ہمیں پانی کے بارے میں بتائیں۔ اس شخص نے کہا: 33 مرتبہ قسم کھا کر گواہی دو کہ یہ شخص صرّاف (سنّار)(1) نہیں تھا، مَکَّاس(2) نہیں تھا اور عریف(3) نہیں تھا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں: "عَرَّاف نہیں تھا اور ڈاک پہنچانے والا نہیں تھا" تو میں تمہیں پانی کے بارے میں بتاؤں گا۔ انہوں نے ان باتوں پر 33 مرتبہ قسم کھائی اور گواہی دی تو اس شخص نے ان لوگوں کی میت کے

❶ ... اس لئے کہ سنّار درہم و دینار کے وزن میں لالچ کی بنا پر کمی کر دیتے ہیں۔

❷ ... ناجائز ٹیکس وصول کرنے والا، یہ اکثر لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔

❸ ... یہ پہلے کے دور میں ایک رتبہ ہوا کرتا تھا اور ہر قبیلے کا ایک عریف ہوتا تھا جو قبیلے اور حاکم کے درمیان پیغام پہنچانے کا کام کرتا تھا۔

غسل پر مدد کر دی۔ پھر انہوں نے کہا: آپ آگے آئیں اور اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں۔ اس شخص نے کہا: نہیں جب تک کہ تم لوگ گزشتہ باتوں پر 33 مرتبہ قسم نہ کھاؤ۔ انہوں نے قسم کھائی تو اس شخص نے نماز جنازہ پڑھا دی۔ لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے تو وہاں کسی کو نہ پایا تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ حضرت سیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام تھے۔

کبھی والی نہ بننا:

حضرت سیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے ابو ذر! میں تیرے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں اور میں تجھے کمزور خیال کرتا ہوں لہٰذا تم کبھی دو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنا نہ یتیم کے مال پر والی بننا۔[1]

حکایت: بادشاہ اور وزیر

منقول ہے کہ ملک فارس کا ایک بادشاہ اَرْدَشیر تھا اس کی سلطنت بہت وسیع تھی اور اس کے پاس بہت سارے جنگجو سپاہی تھے۔ کسی نے اسے بتایا کہ اردن کے بادشاہ کی بیٹی انتہائی حسین و جمیل، کنواری اور باپردہ ہے لہٰذا اردشیر نے اس کے باپ کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، اس بادشاہ نے اردشیر کی بات قبول کرنے سے انکار کر دیا اور نکاح پر راضی نہ ہوا، یہ بات اردشیر کو بہت بُری لگی اور اس نے بڑی سخت قسمیں کھائیں کہ وہ اس بادشاہ سے جنگ کرے گا اور دونوں باپ بیٹی کو بڑی اذیت ناک موت مارے گا اور ان کا بہت بری طرح سے مُثْلَہ کرے گا، اردشیر نے اس پر لشکر کشی کی اور بادشاہ اور اس کے تمام مقربین کو قتل کرنے کے بعد اس لڑکی کے بارے میں پوچھا جس کے لئے اس نے پیغام بھیجا تھا تو اس کے پاس محل سے ایک لونڈی کو لایا گیا جو عورتوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور اپنے حسن وجمال، وقار اور معتدل ہونے کے اعتبار سے کامل تھی، اردشیر اسے دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اس لڑکی نے کہا: اے بادشاہ! میں فلاں شہر کے بادشاہ کی بیٹی ہوں اور جس بادشاہ کو تم نے قتل کیا ہے اس نے ہمارے ملک میں لشکر کشی کی اور میرے والد اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا اور مجھے دیگر قیدیوں کے ساتھ قیدی بنا کر اس محل میں لے آیا۔ اس کی بیٹی جس کو تم نے نکاح کا پیغام بھیجا تھا اس نے مجھے دیکھا تو اس کے دل میں میرے لئے محبت پیدا ہو گئی اور اس نے اپنے باپ سے کہا: اسے میرے پاس چھوڑ دو تا کہ میں اس سے اُنسیت حاصل کروں تو اس نے مجھے اس کے پاس چھوڑ دیا تو میں اور وہ ایسے رہنے لگے گویا ایک ہی جسم میں

[1] ...مسلم، کتاب الامارۃ، باب کراھۃ الامارۃ بغیر الضرورۃ، ص ۱۰۱۵، حدیث: ۱۸۲۶

دورو حیں ہوں۔ جب تم نے اس کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا تو بادشاہ اپنی بیٹی کے بارے میں تم سے خوفزدہ ہوا لہٰذا بادشاہ نے اپنی بیٹی کو بحرِ ملح کے ایک جزیرے میں اپنے ایک مقرب کے پاس بھیج دیا۔ اردشیر نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر میں اس پر غلبہ پالوں تو اسے بُرے طریقے سے قتل کروں۔

پھر اردشیر نے اس لونڈی کے بارے میں غور کیا تو اسے حسن و جمال میں سب سے زیادہ خوبصورت پایا، اردشیر کا دل لونڈی کی طرف مائل ہو گیا، اور اسے نکاح کے لئے اپنے پاس رکھ لیا اور سوچا کہ اس کا کوئی تعلق بادشاہ سے نہیں ہے لہٰذا اسے نکاح میں لینے سے میری قسم نہیں ٹوٹے گی۔ پھر اردشیر نے اس باکرہ کے ساتھ وطی کی جس سے وہ حاملہ ہو گئی، جب لڑکی کو اپنے حاملہ ہونے کا علم ہوا تو اس نے فیصلہ کیا کہ وہ کسی دن اردشیر کو حقیقت بتادے گی، جب لڑکی نے اردشیر کو مطمئن دیکھا تو کہا: تونے میرے باپ پر غلبہ حاصل کیا اور میں نے تجھ پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اردشیر نے کہا: تمہارا باپ کون ہے؟ لڑکی نے جواب دیا: بحر اردن کا بادشاہ میرا باپ ہے اور میں اس کی وہی بیٹی ہوں جس کے لئے تونے نکاح کا پیغام بھیجا تھا، جب میں نے سنا کہ تونے مجھے قتل کرنے کی قسم کھائی ہے تو میں نے تیرے ساتھ حیلے سے کام لیا اور اب تیرا بچہ میرے پیٹ میں ہے اور اب مجھے قتل کرنا تیرے لئے آسان نہیں، یہ بات اردشیر کو بہت ناگوار گزری کہ ایک عورت نے اس پر غلبہ پالیا اور اس کے ساتھ ایسا حیلہ کیا کہ اس کے چنگل سے بچ گئی اس نے اسے جھڑکا اور غصہ کرتے ہوئے وہاں سے چلا گیا اور اس کے قتل پر کمر بستہ ہو گیا پھر اس نے اپنے وزیر سے اس لڑکی کے دھوکے کا ذکر کیا، جب وزیر نے دیکھا کہ بادشاہ نے اسے قتل کرنے کا پکا ارادہ کر لیا ہے تو اسے خوف لاحق ہوا کہ بادشاہ کے بارے میں کوئی ایسی گفتگو کرے اور یہ کہ اس لڑکی کے حق میں کسی کی سفارش قبول نہیں کی جائے گی تو اس نے بادشاہ سے کہا: میں آپ کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں اور مصلحت کا تقاضا بھی وہی ہے جو آپ چاہتے ہیں اور اس لڑکی کو اسی وقت قتل کروانا ہی بہتر ہے اور یہ بالکل درست ہے اور یہ بہت ضروری ہے اس سے پہلے کہ یہ بات مشہور ہو: ''ایک عورت بادشاہ کی عقل پر غالب ہو گئی اور اپنی شہوت کے ہاتھوں مجبور ہو کر بادشاہ نے اپنی قسم توڑ دی۔'' پھر وزیر نے کہا: اے بادشاہ! اس کی صورت قابل رحم ہے اور بادشاہ کی اولاد اس کے پیٹ میں ہے لہٰذا اس بات کو پوشیدہ رکھنا ہی بہتر ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ ڈُبو کر مارنے کے علاوہ کسی اور طریقے سے اس کا قتل پوشیدہ رہ سکے تو بادشاہ نے اس سے کہا: تمہاری رائے بہت اچھی ہے تم اسے لے جاؤ اور پانی میں ڈُبو دو۔ وزیر رات کے وقت اس لڑکی کو لے کر بحر اردن کی طرف نکلا اور اس کے ساتھ

روشنی، کچھ افراد اور مدد گار تھے، پھر اس نے یہ تدبیر کی کہ کوئی چیز سمندر میں پھینک دی ساتھ والوں کو گمان ہوا کہ لڑکی کو سمندر میں ڈالا گیا ہے اور اس لڑکی کو اپنے پاس چھپالیا۔ جب صبح ہوئی تو وزیر نے بادشاہ کو خبر دی کہ اس نے لڑکی کو ڈُبو دیا ہے۔ بادشاہ نے اس کام پر وزیر کا شکریہ ادا کیا۔ پھر وزیر نے بادشاہ کو ایک مہر لگی ڈبیہ دے کر کہا: اے بادشاہ! میری عمر کافی ہو گئی ہے اور فارس کے نجومیوں کے مطابق میری موت کا وقت بھی قریب ہے اور میری اولاد ہے اور میرے پاس کچھ مال ہے جو میں نے تیرے انعام کرنے سے جمع کر رکھا ہے، یہ ڈبیہ تم رکھ لو میرے مرنے کے بعد اسے دیکھنا اس میں ایک راز ہے۔ میں بادشاہ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرا ترکہ میری اولاد میں برابر تقسیم کر دیا جائے کیوں کہ یہ وہ ترکہ ہے جو مجھے میرے باپ کی وراثت سے ملا، اور میری اپنی کمائی میں سے اس راز کے سوا میرے پاس کچھ نہیں۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری عمر میں برکت دے یہ مال تمہارا اور تمہاری اولاد ہی کا ہے چاہے تم زندہ رہو یا انتقال کر جاؤ۔ وزیر نے بادشاہ سے اصرار کیا کہ وہ یہ ڈبیہ اپنے پاس امانت رکھ لے۔ لہٰذا بادشاہ نے وہ ڈبیہ لی اور اسے اپنے پاس ایک صندوق میں رکھ لیا۔ پھر چند ماہ گزرنے کے بعد اس لڑکی کے ہاں ایک خوبصورت لڑکے کی ولادت ہوئی گویا کہ چاند کا ٹکڑا ہو۔ وزیر نے اس کا نام رکھنے میں ادب کو ملحوظ رکھا اور سوچا کہ میں اس کا نام اسکی شان کے مطابق رکھوں اور یہ خلاف ادب ہو گا جب اس کے باپ کو یہ بات پتا چلے گی اور اگر میں اس کا نام نہ رکھوں تو وہ اس پر بھی آمادہ نہیں ہو گا لہٰذا وزیر نے بچے کا نام شاہ بور رکھا۔

"شاہ بور" فارسی زبان کا لفظ ہے اور اس کا معنٰی "بادشاہ کا بیٹا" ہے۔ "شاہ" کا معنٰی "بادشاہ" اور "بور" کا معنٰی "بیٹا" ہے۔ "ابن ملک" یہ عربوں کی لغت پر مبنی ہے جو مؤخر کو مقدم اور مقدم کو مؤخر کرتے ہیں۔ اور یہ نام رکھنے میں کوئی مواخذہ بھی نہیں ہے۔ وزیر نے اس لڑکی اور اس کے بیٹے کے ساتھ شفقت و مہربانی جاری رکھی یہاں تک کہ لڑکا تعلیم حاصل کرنے کی عمر تک پہنچ گیا وزیر نے اس لڑکے کو وہ تمام امور سکھائے جو بادشاہ کی اولاد کے لئے ضروری ہوں مثلاً خط و کتابت، حکمت، گھوڑ سواری وغیرہ یہ گمان کرتے ہوئے کہ یہ بادشاہ کا بیٹا ہے اور اس کا نام بھی "شاہ بور" ہے حتّٰی کہ لڑکا ان سب کے ساتھ بالغ ہونے کی عمر کو پہنچ گیا۔ اردشیر کا کوئی بیٹا نہیں تھا اور بڑھاپے نے اس کو اپاہج کر دیا اور وہ بیمار ہو گیا اور موت کے قریب پہنچ گیا۔ تو بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا: اے وزیر! میرا جسم اپاہج ہو گیا میری طاقت ختم ہو گئی اور میں جانتا ہوں کہ میں ضرور مر جاؤں گا تو میرے بعد بادشاہ کون ہو گا اور فیصلے کون کرے گا؟ وزیر نے کہا: اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے

چاہا تو بادشاہ کا بیٹا ہو گا اور وہی بادشاہ کے بعد بادشاہ ہو گا۔ پھر وزیر نے بحر اردن کے بادشاہ کی بیٹی اور اس کے حاملہ ہونے کا ذکر کیا۔ تو بادشاہ نے کہا: میں اس کے غرق کرنے پر نادم ہوں، اگر وہ زندہ ہوتی یہاں تک کہ بچے کو جنم دیتی تو شاید اس سے لڑکا پیدا ہوتا۔ جب وزیر نے دیکھا کہ بادشاہ رضامند ہے تو کہا: اے بادشاہ! وہ لڑکی زندہ ہے اور میرے پاس ہے اور اس نے ایک ایسے لڑکے کو جنم دیا ہے جو لڑکوں میں صورت اور سیرت کے اعتبار سے بہت خوبصورت ہے۔ بادشاہ نے کہا: کیا تو سچ کہتا ہے؟ وزیر نے قسم کھا کر کہا: جی ہاں میں سچ کہتا ہوں، پھر کہا: اے بادشاہ! بیٹے میں ایک ایسی صفت ہوتی ہے جو اس کے بیٹا ہونے کی گواہی دیتی ہے اور باپ میں ایک ایسی صفت ہوتی ہے جو اس کے باپ ہونے کی گواہی دیتی ہے اور یہ معاملہ تو ثابت شدہ ہے اس میں کوئی شک ہے نہ غلطی۔ میں اس لڑکے کو 20 لڑکوں کے ساتھ لاؤں گا جن کی عمر، صورت اور لباس ایک جیسا ہو گا اور وہ سب اچھے خاندان سے ہوں گے اور وہ ان میں تنہا ہو گا اور میں ان میں سے ہر ایک کو ہاکی اور گیند دوں گا اور انہیں کہوں گا کہ وہ تیرے سامنے تیری اس مجلس میں کھیلیں اور بادشاہ ان کے چہرے، ان کے اخلاق اور عادات میں غور کرے اور ان میں سے جس کی طرف بادشاہ کا دل مائل ہو اور بیٹے والی صفت ہو تو وہی اس کا بیٹا ہو گا۔ بادشاہ نے کہا: تیری بتائی ہوئی تدبیر تو بہت عمدہ ہے۔ وزیر نے لڑکوں کو اسی صورت میں حاضر کر دیا اور وہ بادشاہ کے سامنے کھیلنے لگے تو ان میں سے جو بھی لڑکا گیند کو مارتا اور گیند بادشاہ کے قریب گرتی تو وہ خوف کی وجہ سے گیند لینے نہ جاتا سوائے شاہ بور کے اس لئے کہ وہ جب گیند کو مارتا گیند اس کے باپ کے قریب گرتی تو وہ بغیر کسی خوف کے اٹھا لاتا۔ اردشیر اس کے آنے جانے کو دیکھتا رہا اور بولا: اے لڑکے تیرا نام کیا ہے؟ لڑکے نے جواب دیا: میرا نام "شاہ بور" ہے۔ بادشاہ نے کہا: تو نے سچ کہا تو ہی میرا بیٹا ہے، پھر بادشاہ نے اس لڑکے کو اپنے قریب کیا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا: اے بادشاہ! یہ تیرا ہی بیٹا ہے۔ پھر باقی بچے اور ان کے والد ایک طرف ہو گئے تو بادشاہ کے پاس آنے والے سب بچوں کا اپنے باپوں کے ساتھ ہونا ثابت ہو گیا اور شاہ بور کا بادشاہ کا بیٹا ہونا متحقق ہو گیا پھر وہ لڑکی بھی آ گئی اس حال میں کہ اس کا حسن و جمال کم ہو گیا تھا اس نے بادشاہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا تو بادشاہ اس سے راضی ہو گیا۔ وزیر نے کہا: اے بادشاہ! اس وقت اس مہر لگی ڈبیہ کو کھولنے کی ضرورت ہے۔ بادشاہ نے وہ ڈبیہ منگوائی تو وزیر نے وہ ڈبیہ لے کر اس کی مہر توڑی اور اسے کھولا تو اس میں وزیر کا عضو خاص تھا، پھر ان حکما کو حاضر کیا جو اس کے ساتھ اس کام میں شامل تھے تو انہوں نے گواہی دی کہ لڑکی سپرد کرنے سے ایک رات پہلے انہوں نے یہ کام کیا تھا۔ اردشیر بادشاہ کے ہوش اُڑ گئے اور

وزیر کی خدمت، قوت نفس اور شدید ہمدردی سے حیران رہ گیا اور اس کی راحت میں اضافہ ہو گیا اور لڑکی کے بچ جانے اور بیٹے سے نسب ثابت ہونے اور اس سے ملنے کی وجہ سے اس کی خوشی دُگنی ہو گئی۔ پھر بادشاہ اپنی بیماری سے صحت یاب ہو گیا اور اس کا جسم بھی ٹھیک ہو گیا اور وہ اپنے بیٹے کے سبب خوش رہا اور اس کی خوشی میں کمی نہ آئی حتّٰی کہ اس کا انتقال ہو گیا اور بادشاہ کے انتقال کے بعد بادشاہت اس کے بیٹے شاہ بور کے پاس آگئی اور وہ وزیر اردشیر بادشاہ کے بیٹے کی بھی خدمت کرتا رہا اور شاہ بور بھی وزیر کے مقام و مرتبہ کی حفاظت و رعایت کرتا رہا حتّٰی کہ اس وزیر کا انتقال ہو گیا۔

باب نمبر18: قضا، قاضیوں، فیصلے پر رشوت و تحفہ لینے، قرض، قصہ گو لوگوں اور بناوٹی صوفیا کا بیان

(اس باب میں چند فصلیں ہیں)

پہلی فصل: قضا، قاضیوں کے احوال اور اُن پر واجب امور کا بیان

قضا کے متعلق تین فرامینِ باری تعالیٰ:

﴿1﴾ ...

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ۠ (۲۶) (پ۲۳، ص: ۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے داؤد بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے **اللہ** کی راہ سے بہکا دے گی بے شک وہ جو **اللہ** کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس پر کہ وہ حساب کے دن کو بھول بیٹھے۔

﴿2﴾ ...

فَاحْكُمْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ وَ لَا تُشْطِطْ (پ۲۳، ص: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم میں سچا فیصلہ فرما دیجئے اور خلافِ حق نہ کیجئے۔

﴿3﴾ ...

وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو **اللہ** کے اتارے پر حکم نہ کرے تو وہی

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ (پ٦، المآئدة:٤٥) لوگ ظالم ہیں۔

حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو ایسے دو لوگوں کے درمیان قاضی بنے جو اس کے پاس فیصلہ لے کر آئیں اور اس پر راضی ہوں پھر وہ ان کے درمیان ناحق فیصلہ کرے تو اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت ہے۔[1]

بوقتِ فیصلہ صدیقِ اکبر کی بھرپور توجہ:

حضرت سیِّدُنا امام ابو حازم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آئے اور سلام کیا تو حضرت سیِّدُنا ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواب نہ دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خلیفہ مجھ سے ناراض ہیں۔ حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اس بارے میں کلام کیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: وہ میرے پاس اُس وقت آئے جب میرے سامنے دو لوگ فیصلے کے لئے موجود تھے اور میرا دل، میری سماعت اور میری بصارت ان کی طرف متوجہ تھی اور میں جانتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ سے ان کے بارے میں سوال کرے گا کہ انہوں نے کیا کہا اور میں نے کیا جواب دیا۔

علی کیوں نہ کہا؟

ایک شخص نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم پر دعوی دائر کیا۔ حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم بیٹھے ہوئے تھے حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابو الحسن! کھڑے ہو جائیں اور اپنے مخالف کے ساتھ بیٹھ جائیں اور بات چیت کر لیں۔ وہ شخص چلا گیا اور حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم اپنی جگہ پر لوٹ آئے۔ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کا چہرہ متغیر دیکھا تو فرمایا: اے ابو الحسن! کیا بات ہے میں تمہارا چہرہ متغیر دیکھتا ہوں، جو کچھ ہوا ہے کیا تمہیں بُرا لگا ہے؟ حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے عرض کی: "جی ہاں۔" حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پوچھا: کس وجہ سے؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے

1 ...کنز العمال، کتاب الشھادۃ من قسم الاقوال، باب شھادۃ الزور، ۷/ ۹، حدیث: ۱۷۷۵۸

عرض کی: جب میرا مخالف آیا تو آپ نے مجھے کنیت سے پکارا یہ کیوں نہ کہا کہ اے علی کھڑے ہو جاؤ اور اپنے مخالف کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا سر پکڑ کر دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا پھر فرمایا: میرا باپ تم پر قربان! تم ان میں سے ہو جن کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہم کو ہدایت دی اور اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالا۔

حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: قاضی صاف شفاف سمندر میں غرق ہونے والے کی مثل ہے اگرچہ تیرنا جانتا ہو آخر کب تک تیرے گا؟

کوڑوں کی ضرب آسان ہے:

عُمَر بن ہُبَیْرہ نے حضرت سیِّدُنا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کو عہدہ قضا دینا چاہا تو آپ نے انکار کر دیا تو عمر بن ہبیرہ نے قسم کھائی کہ آپ کو کوڑے مارے گا اور قید کرے گا۔ چنانچہ اس نے آپ کو کوڑے مارے جس سے آپ کا چہرہ اور سر زخمی ہو گیا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: دنیا میں کوڑوں کی ضرب مجھے آخرت میں لوہے کے گُرزوں سے زیادہ آسان ہے۔

عاد بن اِرَم کی تلوار:

حضرت سیِّدُنا عبد الملک بن عمیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ یمن کے ایک شخص سے نقل کرتے ہیں: امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں ہم نے یمن پر لشکر کشی کی تو ہم پر ایک بند دروازہ ظاہر ہوا اور ہم نے گمان کیا کہ اس میں خزانہ ہے تو ہم نے امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو خط لکھا۔ امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ہمیں جواب دیا: اس دروازے کو نہ کھولنا جب تک کہ میرا خط تمہیں نہ مل جائے۔ پھر ہم نے اس دروازے کو کھولا تو چارپائی پر ایک شخص تھا جس کے جسم پر سونے بُنے 70 حُلّے تھے، اس کے سر کے پاس انتہائی سبز رنگ کی ایک تلوار رکھی تھی جس پر لکھا تھا یہ تلوار عاد بن ارم کی ہے اور اس کے سیدھے ہاتھ میں ایک تختی تھی جس پر یہ دو شعر لکھے تھے:

اِذَا خَانَ الْاَمِیْرُ وَکَاتِبَاہٗ وَقَاضِیُ الْاَرْضِ دَاھِنٌ فِی الْقَضَاءِ

فَوَیْلٌ ثُمَّ وَیْلٌ ثُمَّ وَیْلٌ لِقَاضِی الْاَرْضِ مِنْ قَاضِی السَّمَاءِ

ترجمہ: جب امیر اور اس کا کاتب خیانت کریں اور زمین کا قاضی فیصلہ کرنے میں نرمی برتے تو ہلاکت ہے پھر ہلاکت زمین کے قاضی کے لئے آسمان کے قاضی کی جانب سے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ساتھ:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن ابو اوفٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ قاضی کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ ظلم نہ کرے اور جب وہ ظلم کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے بَری ہوتا ہے اور شیطان اس کے ساتھ ہو جاتا ہے۔(1)

حضرت سیِّدُنا محمد بن حُریث رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے خبر ملی کہ حضرت سیِّدُنا نصر بن علی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کو دھوکے سے بصرہ کا قاضی بنا دیا گیا تو لوگ ان کے پاس جمع ہوتے اور وہ ان کو کوئی جواب نہ دیتے جب لوگوں کا اصرار بڑھ گیا تو وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور چت لیٹ کر منہ پر چادر ڈال لی اور دعا مانگنے لگے: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو جانتا ہے کہ مجھ پر یہ معاملہ بوجھ ہے لہٰذا تو میری روح قبض فرمالے، پس ان کا انتقال ہو گیا۔

لوگوں کے لئے پُل:

حضرت سیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ سَیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: قاضی لوگوں کے لئے پُل ہوں گے اور لوگ قیامت کے دن ان کی پیٹھوں پر سے گزریں گے۔(2)

حضرت سیِّدُنا حَفْص بن غیاث رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے قضا کے مسائل پوچھنے والے شخص سے کہا: شاید تم قاضی بننا چاہتے ہو، بندہ اپنی انگلی اپنی آنکھوں میں ڈالے اور ڈھیلوں کو نکال کر پھینک دے یہ کام قاضی بننے سے بہتر ہے۔

پہلا ظالم قاضی:

منقول ہے کہ سب سے پہلے قضا میں جس نے ظلم ظاہر کیا وہ بلال بن ابو بُردہ ہے یہ بصرہ کا امیر اور قاضی تھا اور کہا کرتا تھا: میرے پاس جو بھی دو شخص فیصلہ لے کر آئیں گے ان میں سے میں جس کے لئے اپنے دل میں آسانی پاؤں گا اس کے حق میں فیصلہ دوں گا۔

قاضی یحییٰ بن اکثم عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی انصاف پسندی:

ایک مرتبہ مامون الرشید حضرت سیِّدُنا قاضی یحییٰ بن اَکْثَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کی عدالت میں ایک شخص کے ساتھ

1 ...ترمذی، کتاب الاحکام، باب ما جاء فی امام العادل، ۳/ ۶۳، حدیث: ۱۳۳۵

2 ...مسند الفردوس، ۲/ ۱۶۴، حدیث: ۴۷۲۹

پیش ہوا جس نے مامون پر 30 ہزار دینار کا دعویٰ کیا تھا۔ وہاں مامون کے بیٹھنے کے لئے مصلّٰی بچھایا گیا تو حضرت سیِّدُنا قاضی یحیٰی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مامون سے کہا: اپنے فریق کے مقابل مجلس میں برتری حاصل نہ کرو۔ اس شخص کے پاس چونکہ کوئی گواہ نہ تھا لہٰذا قاضی نے چاہا کہ مامون قسم اٹھائے۔ پس مامون نے اُسے 30 ہزار دینار دے دیئے اور کہا: بخدا! یہ دینار میں نے تجھے اس وجہ سے دیئے ہیں کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میں نے تجھ سے یہ دینار اپنی طاقت کے سبب لئے ہیں۔ پھر مامون نے قاضی یحیٰی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے لئے مال کا حکم دیا اور خوب انعام واکرام سے نوازا۔

اس غلام کو بیچ دو:

خلیفہ مُعْتَضِد بِاللّٰہ کا ایک معزز غلام حضرت سیِّدُنا ابویوسف بن یعقوب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس فیصلہ کے لئے آیا اور اپنے مخالف سے بلند جگہ پر بیٹھ گیا تو دربان نے اسے اس کام سے روکا لیکن اس نے قبول نہ کیا۔ حضرت ابویوسف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ، تمہیں کہا جاتا ہے کہ مجلس میں اپنے فریق کے ساتھ بیٹھو اور تم منع کرتے ہو۔ اے لڑکے! عَمْرو بن ابو عَمْرو نَحّاس کو جلدی سے میرے پاس لے آؤ اور اگر وہ اسی وقت آجاتا ہے تو اسے میرا یہ حکم ہے کہ وہ اس غلام کو بیچ دے اور اس کی قیمت خلیفہ کو بھیج دے۔ پھر دربان نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کو فریق مخالف کے برابر کھڑا کر دیا۔ جب فیصلہ ہو گیا تو وہ خادم خلیفہ کے پاس گیا اور اس کے سامنے رونے لگا اور واقعہ کی خبر دی۔ خلیفہ نے کہا: اگر وہ تجھے بیچ دیتے تو میں یہ بیع جائز قرار دے دیتا اور تجھے اپنی ملکیت میں نہ لوٹاتا۔ تیرا مقام میرے نزدیک فیصلے میں فریقین کے مساوی ہونے کے رُتبہ کے برابر بھی نہیں۔ کیونکہ یہ معاملہ دین وسلطنت کو قائم رکھتا ہے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے۔

امام شعبی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ اور اشجعی شاعر:

ایک خوبصورت عورت امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے پاس آئی اور دعویٰ کیا، آپ نے اس کے حق میں فیصلہ دیا تو ہُذَیْل اَشْجَعی شاعر نے کہا:

فَتَنَ الشَّعْبِی لَمَّا رَفَعَ الطَّرْفَ اِلَيْهَا
فَتَنَتْهُ بِبَنَانٍ كَيْفَ رُؤْيَا مِعْصَمَيْهَا
وَمَشَتْ مَشْيًا رُوَيْدًا ثُمَّ هَزَّتْ مَنْكِبَيْهَا
فَقَضٰى جَوْرًا عَلَى الْخَصْمِ وَلَمْ يَقْضِ عَلَيْهَا

ترجمہ: (۱)... شعبی نے جب اس کی طرف نگاہ اٹھائی تو فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ (۲)...ابھی تو انگلی کا پورا دیکھا ہے اگر کلائی دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا۔ (۳)...وہ آہستہ سے چلتی ہوئی آئی پھر اپنے کندھوں کو ہلایا۔ (۴)... قاضی نے ظلم سے کام لیتے ہوئے مدمقابل کے خلاف فیصلہ دیا ہے اور اس عورت کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں دیا۔

یہ اشعار لوگوں میں پھیل گئے اور لوگ اسے ایک دوسرے کو سنانے لگے حتّٰی کہ امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے ہذیل اشجعی کو 30 کوڑے لگائے۔

امام عبد الرحمٰن بن ابو لیلٰی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے منقول ہے کہ ایک دن امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی ہمارے ساتھ مجلس قضا سے لوٹے تو ایک خادمہ کے پاس سے گزرے جو کپڑے دھوتے ہوئے یہ کہہ رہی تھی: ”فَتَنَ الشَّعْبِی لَمَّا“ اور اس کا تکرار کر رہی تھی باقی شعر اسے یاد نہیں تھا، یہ سن کر امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس سے قریب ہوئے اور کہا: ”رَفَعَ الطَّرْفَ اِلَیْہَا“ پھر کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شاعر کو ہلاک کرے میں نے ہمیشہ حق کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

دوسری فصل: فیصلے پر رشوت و تحفہ لینے اور قرض کا بیان

رشوت کی مذمت:

حُضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لَعَنَ اللہُ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ یعنی رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لعنت فرمائی ہے۔“[1]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: یہود و نصارٰی کو والی نہ بناؤ کہ وہ رشوت لیتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین میں رشوت حرام ہے۔

شہیدی کہتے ہیں کہ آج ہمارے اصحاب ان یہود و نصارٰی سے رشوت لینے کے لئے آتے ہیں۔

نوابغ الحکم میں ہے کہ رشوت خور بیہودہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

امامُ النَّحْو مُبَرِّد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے شعر کہا:

وَكُنْتُ اِذَا خَاصَمْتُ خَصْمًا كَبَبْتُهٗ　　عَلَى الْوَجْهِ حَتّٰى خَاصَمَتْنِي الدَّرَاهِمُ

فَلَمَّا تَنَازَعْنَا الْخُصُوْمَةَ غَلَبَتْ　　عَلَيَّ وَقَالَتْ قُمْ فَاِنَّكَ ظَالِمُ

---

[1] ...معجم کبیر، ۲۳/ ۳۹۸، حدیث: ۹۵۱

ترجمہ: میں جب بھی جھگڑا تو اپنے فریق کو پچھاڑ دیا حتّٰی کہ دراہم میرے آڑے آگئے، پس جب ہم نے مقدمہ جیتنا چاہا تو دراہم مجھ پر غالب آگئے اور بولے: اٹھو یہاں سے تم ظالم ہو۔

قرض کا بیان:

ہم قرض اور ظالم لوگوں کے غلبہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرضہ لے اور اس کے دل میں اس کی ادائیگی کا ارادہ ہو پھر وہ ادا کئے بغیر مر جائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کو معاف کر دے گا اور اس کے قرض خواہ کو اس کی خواہش کے مطابق راضی کر دے گا اور جو قرض لے اور اس کے دل میں اس کی ادائیگی کا ارادہ نہ ہو اور وہ بغیر ادا کیے مر جائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اس کے قرض خواہ کو اس سے بدلہ دلوائے گا۔[1]

میت کی طرف سے قرض ادا کرنے کی فضیلت:

حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ بارگاہِ رسالت میں جب کوئی جنازہ لایا جاتا تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کے عمل کے بارے میں کچھ نہ پوچھتے، صرف قرض کے متعلق پوچھتے، اگر کہا جاتا کہ اس پر قرض ہے تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے رُک جاتے اور اگر کہا جاتا کہ اس پر قرض نہیں ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھتے۔ ایک مرتبہ ایک جنازہ لایا گیا جب آپ اس پر جنازے کی تکبیر کہنے کے لئے کھڑے ہوئے تو ارشاد فرمایا: کیا تمہارے ساتھی پر قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! دو دینار ہیں۔ آپ ایک طرف ہو گئے اور ارشاد فرمایا: اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔ حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس کے دو دینار میرے ذمہ ہیں اور وہ اس سے بَری ہے۔ چنانچہ آپ آگے بڑھے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اس کی بہتر جزا دے، اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں آگ سے آزاد کرے جس طرح تم نے اپنے بھائی کو آزاد کروایا، ہر مرنے والا مقروض اپنے قرض میں قید رہتا ہے اور جو کسی میت کو قرض سے خُلاصی دے اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اس کی جان کو خلاصی دے گا۔[2]

1 ... مستدرک حاکم، کتاب البیوع، باب من تداین بدین...الخ، ۲/ ۳۱۹، حدیث: ۲۲۵۳

2 ... سنن کبری للبیھقی، کتاب الضمان، باب وجوب الحق بضمان، ۶/ ۱۲۱، حدیث: ۱۱۳۸۹

دنیا کا طوق:

کسی دانا کا قول ہے کہ قرض رات کو بے چین کرتا ہے اور دن کو ذلیل کرتا ہے اور یہ ایک طوق ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے زمین میں بنایا ہے اور جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے کو ذلیل کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی گردن میں یہ طوق ڈال دیتا ہے۔

جنت میں داخل نہیں ہو گا:

حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک شخص سے اپنے قرض کا مطالبہ کرنے آئے تو اُس کے گھر والوں نے عرض کی: وہ تو جہاد کے لئے نکل گیا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں بے شک حُضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے میں شہید ہو جائے پھر زندہ کیا جائے پھر شہید ہو جائے تو وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا حتّٰی کہ قرض ادا کر دے۔(1)

مؤمنوں کے والی:

حضرت سیِّدُنا امام زُہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جس پر قرض ہوتا اس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے پھر بعد میں (جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ پر کشائشیں فرمائیں تو) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میں مؤمنوں کا ان کی جانوں سے زیادہ والی ہوں تو جو بھی اس حال میں مرے کہ اس پر قرض ہو تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے۔" پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں کی نماز جنازہ پڑھنے لگے۔(2)

سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: کوئی غم قرض کے غم سے زیادہ نہیں اور کوئی درد آنکھ کے درد سے زیادہ نہیں۔

قرض ادا نہ کرنے والا چور ہے:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو کسی عورت سے مہر کے عوض نکاح کرے اور نیت یہ ہو کہ نہیں دے گا تو وہ زانی ہے اور جو شخص قرض لے اور نیت یہ ہو کہ ادا نہیں کرے گا تو وہ چور ہے۔(3)

1 ... مسند امام احمد، حدیث محمد بن عبد اللّٰہ، ۸/ ۳۴۸، حدیث: ۲۲۵۵۶

2 ... بخاری، کتاب الکفالۃ، باب الدین، ۲/ ۷۷، حدیث: ۲۲۹۸

3 ... کنز العمال، کتاب النکاح من قسم الاقوال، باب فی احکام النکاح، ۱۶/ ۱۳۷، حدیث: ۴۴۷۱۹

حضرت سیِّدُنا حبیب بن ثابت رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرماتے ہیں: "مجھے جب قرض کی حاجت ہوئی تو میں نے اپنے آپ ہی سے قرض طلب کیا۔" آپ کی مراد یہ ہے کہ میں صبر کروں گا یہاں تک کہ اس شے کا حصول آسان ہو جائے۔ اور اس کی مثال شاعر کا قول ہے:

وَاِذَا غَلَا شَیْءٌ عَلَیَّ تَرَکْتُهُ　　فَیَکُوْنُ اَرْخَصَ مَا یَکُوْنُ اِذَا غَلَا

ترجمہ: جب کسی چیز کا بھاؤ بڑھ جائے تو مجھے اسکو چھوڑ دینا چاہئے کہ جو مہنگا ہوا ہے وہ سستا بھی ہو جائے گا۔

دل کا سکون:

حضرت سیِّدُنا اصمعی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی سے ان کے ایک دوست نے قرض طلب کیا تو آپ نے فرمایا: شوق اور محبت سے لیکن میرا دل ایسے رہن کے ذریعے پُرسکون ہو گا جو آپ کے مطلوبہ قرض کے برابر ہو۔ دوست نے کہا: اے ابو سعید! کیا آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں، بے شک حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِيْلُ الله عَلَيْهِ السَّلَام کو بھی ذات باری تعالٰی پر کامل یقین تھا لیکن پھر بھی عرض کی:

وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ (پ٣، البقرۃ: ٢٦٠)　　ترجمۂ کنزالایمان: مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے۔

اَللّٰهُمَّ اَوْفِ عَنَّا دَیْنَ الدُّنْيَا بِالْمَيْسَرَةِ وَدَیْنَ الْاٰخِرَةِ بِالْمَغْفِرَةِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن یعنی اے **الله**! ہمارے دنیاوی قرضے آسانی کے ساتھ اتار دے اور آخرت کے قرضے مغفرت کے ذریعے اتار دے تجھے تیری رحمت کا واسطہ اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے۔

تیسری فصل: قصہ گو لوگوں، بناوٹی صوفیا اور ریاکاری وغیرہ کا بیان

بنی اسرائیل کی ہلاکت کا سبب:

حضرت سیِّدُنا خباب بن اَرَت رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں کہ حضور نبیِ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک بنی اسرائیل کے لوگ قصہ گوئی کے سبب ہلاک ہوئے۔[1]

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه قصہ گو تھے جب انہوں نے یہ حدیث پاک سنی تو قصہ گوئی چھوڑ دی۔

[1] ... معجم کبیر، ۴/ ۸۰، حدیث: ۳۷۰۵

حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور خُلفائے راشدین کے دور میں قصہ گوئی کوئی بھی نہیں کرتا تھا کیونکہ اس وقت قصہ گوئی فتنہ تھا۔

چیخ و پکار کرنے والے لوگ:

حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام سفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے پوچھا: انسان کون ہیں؟ فرمایا: علما۔ میں نے پوچھا: اشراف کون ہیں؟ فرمایا: پرہیزگار۔ میں نے پوچھا: بادشاہ کون ہیں؟ فرمایا: عبادت گزار۔ میں نے کہا: چیخ و پکار کرنے والے لوگ کون ہیں؟ فرمایا: وہ قصہ گو جو کلام کے ذریعے لوگوں کے مال بٹورتے ہیں۔ میں نے پوچھا: بیوقوف کون ہیں؟ فرمایا: ظلم کرنے والے۔

منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی قصّہ گو کو بغیر نگینے والی انگوٹھی تحفہ دی تو اُس نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے جنت میں ایسا مکان دے جس کی چھت نہ ہو۔

حضرت سیِّدُنا قیس بن جبیر نہشلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: قصہ گوئی سنتے وقت چیخنا چلانا شیطان کی طرف سے ہے۔

قرآن سن کر بے ہوش ہونا:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے عرض کی گئی: کچھ لوگ ایسے ہیں جو قرآن پاک سن کر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: قرآن مجید اس سے پاک و بلند ہے کہ اس سے لوگوں کی عقلیں چلی جائیں[1]۔

حضرت سیِّدُنا امام ابنِ سیرین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ایسے لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا جو قرآن سنتے اور غش کھا کر گر جاتے ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان ایک جگہ مقرر کر لو وہ کسی دیوار پر بیٹھ جائیں اور اُن کے سامنے اول تا آخر قرآن مجید کی تلاوت کی جائے اگر وہ دیوار سے گر جائیں تو پھر اپنے دعوٰی میں سچے ہیں۔

مقام مرو میں ایک قصہ گو تھا جو اپنی باتوں سے لوگوں کو رُلاتا تھا، جب رونے کی مجلس لمبی ہو جاتی تو اپنی آستین سے چھوٹا سا ستار نکال کر بجاتا اور کہتا: اس طویل غم کے ساتھ کچھ خوشی بھی ضروری ہے۔

کسی نے ایک بناوٹی صوفی سے کہا: اپنا جبہ مجھے فروخت کر دو۔ اس نے جواب دیا: اگر شکاری اپنا جال بیچ دے تو شکار

[1] … یہاں ان لوگوں کی مذمت بیان کرنا مقصود ہے جو دکھاوے کے طور پر ایسا کرتے ہوں۔ (علمیہ)

کس سے کرے گا؟

ایک عالمِ دین سے سوال کیا گیا کہ بناوٹی صوفیا کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: کھانے والے اور ناچنے والے۔

کپڑوں کا کیا گناہ:

حضرت سیِّدُنا عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل کو وعظ فرمایا: کپڑوں کو پھاڑ ڈالو، پھر فرمایا: کپڑوں کا کیا گناہ اپنے دلوں پر توجہ کرو اور انہیں ملامت کرو۔

ریاکاری کا بیان:

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۴۲﴾ (پ۵، النساء: ۱۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: لوگوں کا دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے: اس بات سے بچو کہ تم پر نیک لوگوں کے آثار نظر آئیں جبکہ تم ان سے خالی ہو ورنہ تمہارا حشر ریاکاروں کے ساتھ ہو گا۔[1]

کہا گیا ہے کہ اگر بندہ اچھا عمل کرے اور اسے چھپائے پھر یہ پسند کرے کہ لوگ اس کے پوشیدہ عمل کو جان لیں تو وہ شخص بہت بُرا ریاکار ہے۔

منقول ہے کہ ہر متقی جو یہ پسند کرے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ اس کا ساتھی بھی اسے جان لے تو اس کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے کوئی اجر نہیں۔

شرک اصغر:

حضرت سیِّدُنا شَدَّاد بن اَوْس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ حُضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مجھے تم لوگوں پر سب سے زیادہ شرک اصغر کا خوف ہے۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! شرک اصغر کیا ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ریاکاری۔[2]

---

1 ... ربیع الابرار، الباب الحادی والسبعون، ۴/ ۳۴۵

2 ... مسند امام احمد، حدیث محمود بن لبید، ۹/ ۱۶۱، حدیث: ۲۳۶۹۷ عن محمود بن لبید

ریاکار عابد:

ایک عابد چلتے ہوئے جارہا تھا اور اس کے سر پر بادل سایہ کئے ہوئے تھا۔ ایک شخص آیا اور اُس نے عابد کے ساتھ سایہ حاصل کرنا چاہا لیکن عابد نے منع کر دیا اور کہا: اگر تو میرے ساتھ کھڑا ہو گا تو لوگوں کو علم نہیں ہو گا کہ بادل مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ اس شخص نے کہا: لوگ جانتے ہیں میں ایسا نہیں کہ بادل میرے لئے سایہ کریں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بادل کو اس شخص کے ساتھ کر دیا۔

ایک دن عبد الاعلی سلمی نے کہا: لوگ مجھے ریاکار سمجھتے ہیں اور خدا کی قسم! میں گزشتہ کل سے روزے سے ہوں اور کسی ایک کو بھی اس کی خبر نہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ فَسَادَ قُلُوْبِنَا وَاسْتُرْ فَضَائِحَنَا بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّم یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہمارے دلوں کے فساد کی اصلاح فرما اور اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے اپنی رحمت سے ہماری خطاؤں پر پردہ ڈال اور درود و سلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

باب نمبر19: عدل، احسان اور انصاف وغیرہ کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں ہدایت دے جان لو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے عدل کا حکم دیا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ یہ بھی جانتا ہے کہ ہر بندہ عدل کی صلاحیت نہیں رکھتا بلکہ احسان کا طالب ہے اور احسان عدل سے بڑھ کر ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ ۚ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾ (پ۱۴، النحل: ۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک **اللہ** حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

اگر مخلوق عدل کرنے کی وسعت رکھتی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ احسان کو عدل کے ساتھ نہ ملاتا اور عدل زمین پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا میزان ہے جس کے ذریعے کمزور کے لئے طاقتور سے اور حق کے لئے باطل سے انصاف لیا جاتا ہے۔

جان لو کہ بادشاہ کا عدل اس سے محبت کا باعث ہے اور ظلم اس سے دوری کا سبب ہے اور زمانے میں سب سے زیادہ افضل ایام عدل والے ہیں۔

عادل حکمران کا ایک دن:

حضرت سیِّدُنا ابو ہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: عادل حکمران کا اپنی رعایا میں ایک دن کام کرنا عابد کے اپنے اہل میں 50 یا 100 سال کام کرنے سے افضل ہے۔ (1)

رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ایک گھڑی کا عدل 70 سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (2)

تین کی دعا رد نہیں ہوتی:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ سَیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی: (۱)...عادل بادشاہ (۲)...روزہ دار جب افطار کرے اور (۳)... مظلوم کی دعا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی دعا بادلوں سے اوپر اُٹھاتا ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیتا ہے۔ (3)

جنتِ عدن میں جانے والے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا کَعبُ الْاَحْبار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرمایا: مجھے جنتِ عدن کے بارے میں بتاؤ؟ عرض کی: اے امیر المؤمنین! جنت عدن میں نبی، صدیق، شہید اور عادل حکمران ہی رہیں گے۔ امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نبی تو نہیں ہوں، البتہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تصدیق ضرور کی ہے اور جہاں تک عادل حکمران ہونے کا تعلق ہے تو مجھے امید ہے کہ ظلم نہیں کروں گا اور رہی شہادت تو وہ مجھے کہاں نصیب ہوگی؟ (4)

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے بارے میں فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں صدیق، شہید اور امام عادل بنا دیا۔

اہل بابل کے دانشوروں سے سکندر نے سوال کیا: بہادری اور عدل میں سے تمہارے نزدیک کیا چیز بڑھ کر ہے؟

---

1 ... بغیۃ الباحث فی زوائد مسند الحارث، ۲/ ٦۲٦، حدیث: ۵۹۷

2 ... اتحاف الخیرۃ المھرۃ، کتاب الامارۃ، باب ماجاء فی الامراء، ٦/ ۱۹۷، حدیث: ۵۷۴۷

3 ... ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب فی الصائم لاترد دعوتہ، ۲/ ۳۴۹، حدیث: ۱۷۵۲

4 ... تم لوگ غزوات میں شریک ہوتے ہو اور میں نہیں ہوتا، ہاں! اللہ تعالٰی چاہے تو کہیں بھی شہادت عطا فرمادے۔
(الاستیعاب، ۳/ ۲۴۳، رقم: ۱۸۹۹، عمر بن الخطاب)

انہوں نے جواب دیا: ہم نے عدل کا استعمال کیا تو ہمیں بہادری کی حاجت نہ رہی۔

کہا جاتا ہے: سلطان کا عدل کرنا خوشحال زمانے سے زیادہ نفع مند ہے۔

منقول ہے کہ جب سلطان عدل وانصاف سے روگردانی کرتا ہے تو رعایا اس کی اطاعت سے روگردانی کرتی ہے۔

عدل سے شہر کی تعمیر:

کسی گورنر نے حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کو خط لکھا اور شہر کی خستہ حالی کی شکایت کی اور کچھ مال طلب کیا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ان کو جواب لکھا: میں تمہارے خط کو سمجھ گیا ہوں لہٰذا جب تم میرا یہ خط پڑھو تو اپنے شہر کو عدل کے ذریعے مضبوط کرو اور اس کے راستے ظلم سے پاک وصاف کر دو یہی اس کی تعمیر ہے۔ وَالسَّلَام

13 کروڑ 70 لاکھ خراج:

کہا جاتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دور خلافت میں عراق سے متصل آبادیوں سے حاصل ہونے والا خراج 13 کروڑ 70 لاکھ تھا اور پھر حجاج کے زمانے میں کمی ہونے لگی حتّٰی کہ ایک کروڑ 80 لاکھ ہو گیا پھر جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز خلیفہ بنے تو پہلے سال میں تین کروڑ ہوا اور دوسرے سال میں چھ کروڑ ہوا۔ ایک قول کے مطابق اس سے بھی زیادہ ہوا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز حیات رہتے تو اس خراج کو اسی مقدار پر پہنچا دیتے جس مقدار پر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دور میں تھا لیکن اُسی سال ان کا انتقال ہو گیا۔

کسریٰ کا قول ہے کہ عدل کے بغیر رعایا نہیں، رعایا کے بغیر شہر نہیں، شہر کے بغیر مال نہیں، مال کے بغیر لشکر نہیں اور لشکر کے بغیر ملک نہیں ہوتا۔

زمین کو عدل سے بھر دیا:

جب حضرت سیِّدُنا سلمہ بن سعید عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمَجِیْد کا انتقال ہوا تو ان پر لوگوں کا اور خلیفہ ابو جعفر منصور کا قرض تھا، منصور نے وہاں کے عامل کو خط لکھا کہ امیر المؤمنین کا حق پورا پورا دو اور جو بچے اُسے قرض خواہوں کے درمیان تقسیم کر دو۔ اس نے منصور کا خط نظر انداز کر دیا اور منصور کو دیگر قرض خواہوں کی طرح مال میں سے ایک حصہ دیا پھر منصور کو خط لکھا: میرے خیال سے امیر المؤمنین بھی قرض خواہوں میں سے ایک ہیں۔ منصور نے جواباً لکھا: تم نے زمین کو عدل سے بھر دیا۔

والی مصر احمد بن طولون ظالم اور سفاک ہونے کے باوجود انصاف پسند تھا، مظلوموں کے لئے بیٹھتا تھا اور ظالم سے مظلوم کو انصاف دلاتا تھا۔

حکایت: حاکم مصر اور مردِ صالح

ایک دن احمد بن طولون کا لڑکا عباس ایک گانے والی عورت کے ساتھ چلا جا رہا تھا اور ایک غلام ہاتھ میں ستار لئے اس کے ہمراہ تھا۔ ایک مرد صالح نے جب یہ منظر دیکھا تو اس سے ستار لے کر توڑ دیا۔ عباس نے ابنِ طولون کے پاس اس کی شکایت کی تو ابنِ طولون نے اُس مرد صالح کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو ابنِ طولون نے اس سے پوچھا: تو وہی ہے جس نے سارنگی توڑی ہے؟ مردِ صالح نے کہا: جی ہاں۔ پوچھا: کیا تو نہیں جانتا وہ کون ہے؟ مردِ صالح نے کہا: جی ہاں وہ آپ کا لڑکا عباس ہے۔ پوچھا: پھر بھی تو نے میرے اعزاز کا خیال نہیں رکھا؟ مردِ صالح نے کہا: کیا تیری عزت کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کروں؟ حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (پ۱۰، التوبۃ:۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔

حُضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔"[1] یہ سن کر احمد بن طولون نے اُس مرد صالح کو چھوڑ دیا اور اُس سے کہا: تو جو بھی برائی دیکھے تو اسے ختم کر دے میں تیرے ساتھ ہوں۔

ظلم میں شریک حاکم:

ایک یہودی عبد الملک بن مروان کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کے ایک خاص بندے نے مجھ پر ظلم کیا ہے مجھے اس سے انصاف دلائیں اور میں آپ سے عدل چاہتا ہوں۔ عبد الملک نے اس سے اعراض کیا تو اس نے دوسری مرتبہ کہا عبد الملک نے پھر اعراض کیا تو اس نے تیسری مرتبہ یہ کہا: اے امیر المؤمنین! میں نے حضرت سیِّدُنا موسٰی

1 ... بخاری، کتاب اخبار الآحاد، باب ما جاء فی اجازۃ خبر الواحد، ۴/ ۴۹۲، حدیث: ۷۲۵۷

مسند امام احمد، مسند علی بن ابی طالب، ۱/۲۷۸، حدیث: ۱۰۹۵

کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل ہونے والی کتاب تورات میں پڑھا ہے: "حاکم اس وقت تک کسی پر ظلم کرنے میں شریک نہیں ہوتا جب تک اس سے رجوع نہ کیا جائے اور جب اس سے رجوع کیا جائے اور وہ ظلم دور نہ کرے تو حاکم بھی ظلم وزیادتی میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔" جب عبد الملک نے اس کا کلام سنا تو خوف زدہ ہو گیا اور اسی وقت ایک شخص کو بھیج کر اُس ظالم کو اُس کے عہدے سے برطرف کر دیا اور یہودی کو اس کا حق دلوایا۔

ہم انصاف کریں گے:

منقول ہے کہ ایک دانا شخص کی جائداد کسی حاکم نے غصب کر لی تو وہ خلیفہ ابو جعفر منصور کے پاس آیا اور کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ امیر کی اصلاح کرے، اے امیر المؤمنین! اپنی حاجت پیش کروں یا پہلے کوئی مثال پیش کروں؟ خلیفہ نے کہا: مثال بیان کرو۔ اس دانا شخص نے کہا: بچہ جب چھوٹا ہوتا ہے اور اسے کوئی ناپسندیدہ بات پہنچے تو وہ خوف زدہ ہو کر اپنی ماں کی طرف جاتا ہے کہ وہ اس کے علاوہ کسی کو نہیں جانتا اور یہ گمان کرتا ہے کہ اس کے علاوہ اس کا کوئی مددگار نہیں اور جب بچہ تھوڑا بڑا ہو جاتا ہے تو اپنے باپ کی طرف بھاگنا شروع کر دیتا ہے اور جب بالغ ہو جاتا ہے اور کوئی نیا معاملہ پیش آتا ہے تو حاکم سے شکایت کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ حاکم اس کے باپ سے قوی ہے اور اگر تھوڑا عقل مند ہو تو سلطان سے شکایت کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ سلطان سب سے قوی ہے اور اگر اسے سلطان سے انصاف نہ ملے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں شکایت کرتا ہے۔ مجھے ایک مصیبت پہنچی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق میں (اس وقت) آپ سے زیادہ کوئی قوی نہیں، اگر آپ مجھے انصاف دلاتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں اپنا معاملہ حج کے دنوں میں بیت اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کو سپرد کر دوں گا۔ خلیفہ منصور نے کہا: ہم تیرے ساتھ انصاف کریں گے۔ یہ کہہ کر خلیفہ نے ایک خط اُس حاکم کی طرف لکھنے کا حکم دیا اور اُسے جائداد کی واپسی کا کہا۔

ملک برباد ہونے کی وجہ:

حضرت سیِّدُنا سکندر ذوالقرنین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ یہ فرمایا کرتے: اے اللہ کے بندو! تمہارا معبود وہ اللہ جو آسمان کی بادشاہت والا ہے، جس نے آزمائش کے بعد حضرت سیِّدُنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی مدد کی، وہی ہے جو حاجت کے وقت تمہارے لئے بارش برساتا ہے اور تکلیف کے وقت تم اسی کی پناہ لیتے ہو۔ بخدا! جو بھی مجھے یہ بتائے گا کہ فلاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا محبوب ہے تو میں بھی اس سے محبت کروں گا اور اسے اپنی موت تک حاکم بنائے رکھوں گا اور جس کے بارے میں مجھے یہ پتا چلے گا

کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ناپسندیدہ ہے تو میں بھی اسے ناپسند کروں گا اور اپنی موت تک اسے خود سے دور رکھوں گا۔ یقیناً میں تمہیں خبر دے رہا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں میں انصاف کو پسند فرماتا ہے اور ایک کا دوسرے پر ظلم کرنا ناپسند فرماتا ہے۔ ظالم کے لئے میری تلوار اور میرے کوڑے کے سبب ہلاکت ہے اور میرے وزرا میں سے جس سے بھی عدل ظاہر ہو وہ میری مجلس میں جیسے چاہے بیٹھے جسے چاہے امان دے اور خطا کرنے والا ہرگز امن میں نہ ہو گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے تمام کاموں کا مالک ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ یہ بھی فرمایا کرتے: جب بادشاہ اپنے ملک میں انصاف نہیں کرتا تو اس کا ملک نافرمانی کے سبب برباد ہو جاتا ہے۔

کھجور کی گٹھلی کی مثل انار کا دانہ:

ایک عادل حکمران کا انتقال ہوا تو لوگوں نے اس کے پاس ٹوکری دیکھی اسے کھولا تو اس میں کھجور کی گٹھلی کے برابر انار کا دانہ دیکھا اور اس کے ساتھ ایک رقعہ تھا جس میں لکھا تھا: یہ انار کا دانہ ہے اور ایسے دانے نکالنے کے لئے عدل والے کام کرنے ہوں گے۔

سب کو عدل ملنا چاہئے:

منقول ہے کہ اہل کوفہ نے اپنے حاکم کے ظلم کی شکایت خلیفہ مامون کے ہاں کی تو اس نے کہا: میں اپنے وزرا میں سے عدل کرنے والا، رعایا کے معاملات کو درست کرنے والا اور لوگوں پر نرمی کرنے والا اس سے زیادہ کسی کو نہیں جانتا۔ شکایت کرنے والوں میں سے ایک شخص نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ سے زیادہ عدل و انصاف کرنے کا حق دار کوئی نہیں ہے، اگر اس شخص میں یہ صفت ہے تو امیر المؤمنین پر لازم ہے کہ اسے ہر ہر شہر میں حاکم بنائے تاکہ تمام شہروں میں اس کا عدل پہنچے جیسا کہ ہمیں پہنچا ہے اور لوگ بھی اس سے عدل کا حصہ لیں جیسا کہ ہم نے لیا اور جب ایسا ہو جائے گا تو ہمیں اس سے تین سال سے زیادہ واسطہ نہیں پڑے گا۔ خلیفہ مامون اس شخص کی اس بات پر ہنس پڑا اور حاکم کو ان لوگوں سے دور کر دیا۔

عدل کا دن دیکھنے کی خواہش:

ابو جعفر منصور خلافت سے قبل بصرہ میں واصل بن عطاء معتزلی کے پاس آیا اور کہا: مجھے سلیم بن یزید عدوی کی طرف سے عدل کے بارے میں کچھ اشعار ملے ہیں تو تم ہمارے ساتھ اس کی طرف چلو۔ ایک بزرگ ان کے کمرے میں

داخل ہوئے تو منصور نے واصل سے کہا: یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ واصل نے کہا: یہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام ہیں۔ منصور نے کہا: فراخی پر فراخی اور نزدیکی پر نزدیکی۔ واصل نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه سے کہا: منصور یہ پسند کرتے ہیں کہ عدل کے بارے میں آپ کے اشعار سنیں۔ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے فرمایا: جی ضرور، اور یہ اشعار پڑھے:

حَتّٰى مَتٰى لَا نَرٰى عَدْلًا نَسُرُّ بِهٖ وَلَا نَرٰى لِوُلَاةِ الْحَقِّ اَعْوَانَا

مُسْتَمْسِكِيْنَ بِحَقٍّ قَائِمِيْنَ بِهٖ اِذَا تَلَوَّنَ اَهْلُ الْجَوْرِ اَلْوَانَا

يَا لِلرِّجَالِ لَدَاءٌ لَا دَوَاءٌ لَهٗ وَقَائِدُ ذِيْ عَمًى يَقْتَادُ عُمْيَانَا

ترجمہ: جب تک ہم خوش کُن انصاف نہیں دیکھتے اور امام برحق کے ایسے مددگار نہیں پاتے جو حق کو اپنائیں اور اُس پر قائم رہیں تب تک ظالم قسم قسم کے ظلم کرتے رہیں گے۔ آہ! لوگوں کو ایسا مرض لگ گیا ہے جس کی دوا نہیں اور ایک اندھا چرواہا اندھوں کو ہانک رہا ہے۔

یہ سن کر منصور نے کہا: میری خواہش ہے کہ میں عدل کا دن دیکھوں اور پھر مروں۔

حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے راستے پر چلوں گا:

منقول ہے کہ جب حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْعَزِيْز خلیفہ بنے تو انہوں نے مظالم کو ختم کرنا شروع کیا اور اپنے قریبی لوگوں سے اس کی ابتدا کی تو گھر کے لوگ آپ کی پھوپھی جان کے گھر جمع ہو گئے چونکہ آپ ان کی بہت عزت کرتے تھے اس لئے ان سے گزارش کی کہ وہ آپ سے اس مسئلے پر گفتگو کریں۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے اپنی پھوپھی جان سے کہا: بے شک حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ایک راستے پر چلے، جب آپ نے دنیا سے ظاہری پردہ فرمالیا تو آپ کے بعد آپ کے اصحاب عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان بھی اسی راستے پر چلے اور خدا کی قسم! میں نے ارادہ کیا ہے کہ اگر میری عمر دراز ہوئی تو میں اسی راستے پر چلوں گا جس پر آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان چلے تھے۔ پھوپھی جان نے کہا: اے میرے بھتیجے! میں ان کی جانب سے تجھ پر بُرے دن کا خوف کرتی ہوں۔ تو آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے کہا: میں کسی دن اگر قیامت کے دن کے علاوہ سے ڈروں تو امن الٰہی میں نہیں ہوں گا۔

ظلم کے سبب بے برکتی:

حضرت سیِّدُنا وہب بن منبہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے فرمایا: جب حاکم ظلم کا ارادہ کرتا ہے یا ظلم والے کام کرتا ہے تو اللہ

عَزَّوَجَلَّ اس کی مملکت کے لوگوں میں، شہروں میں، کھیتوں میں، جانوروں کے تھنوں میں اور ہر شے میں نقص داخل کر دیتا ہے اور جب حاکم بھلائی اور عدل کا ارادہ کرتا ہے یا بھلائی اور عدل والے کام کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی مملکت کے اہل میں اور تمام چیزوں میں برکت عطا فرما دیتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ولید بن ہشام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: حاکم کے درست ہونے سے رعایا درست ہوتی ہے اور حاکم کے خراب ہونے سے رعایا خراب ہوتی ہے۔

حکایت: گائے کا دودھ کم ہو گیا

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں: ایک بادشاہ اپنی مملکت میں بھیس بدل کر سیر کرنے نکلا اور ایک ایسے شخص کے پاس آیا جس کے پاس ایک گائے تھی اور وہ تین گائے کے برابر دودھ دیتی تھی بادشاہ اس بات پر بڑا حیران ہوا اور اس نے دل میں کہا کہ یہ گائے اس سے چھین لے گا۔ جب اگلے دن بادشاہ اس کے پاس آیا تو اس نے دیکھا کہ گائے نے گزشتہ کل کے مقابل آدھا دودھ دیا ہے، بادشاہ نے اس شخص سے کہا: کیا بات ہے اس کا دودھ کم کیوں ہے؟ کیا گزشتہ کل کے مقابل اس کو چارہ کم دیا ہے؟ اس شخص نے کہا: نہیں بلکہ میرا گمان ہے کہ ہمارے بادشاہ نے اس گائے کو دیکھ لیا ہے یا اس تک اس کی خبر پہنچی ہے اور اس نے گائے کو چھین لینے کا ارادہ کیا ہے اس لئے اس کے دودھ میں کمی ہو گئی ہے کیونکہ جب بادشاہ ظلم کرے یا ظلم کا ارادہ کرے تو برکت ختم ہو جاتی ہے۔ بادشاہ نے توبہ کی اور اپنے دل میں اپنے رب سے عہد کیا کہ وہ اس گائے کو نہیں لے گا اور رعایا میں سے کسی ایک سے بھی حسد نہیں کرے گا۔ جب اگلے دن اس شخص نے دودھ نکالا تو وہ تین گائے کے دودھ کے برابر تھا۔

سچی توبہ سے برکت لوٹ آئی:

مغربی علاقوں میں یہ قصّہ مشہور ہے کہ ایک بادشاہ کو پتا چلا کہ ایک عورت کے پاس میٹھے گنوں کا باغ ہے اور ہر گنے سے پیالہ بھر کر رس نکلتا ہے۔ بادشاہ نے اس عورت سے اس کا باغ غصب کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ بادشاہ اس عورت کے پاس آیا اور اس سے پوچھا: کیا واقعی ایک گنے سے پیالہ بھر رس نکلتا ہے؟ عورت نے کہا: جی ہاں ایسا ہی ہے۔ اس عورت نے ایک گنا نچوڑا لیکن اس سے آدھا پیالہ بھی رس نہ نکلا۔ بادشاہ نے عورت سے کہا: تو نے تو کچھ اور کہا تھا؟ عورت نے کہا: معاملہ تو وہی ہے جو تمہیں پتا چلا تھا مگر بادشاہ نے مجھ سے باغ غصب کرنے کا ارادہ کر لیا ہے اس لئے اس میں سے

برکت ختم ہو گئی ہے۔ بادشاہ نے توبہ کی اور سچی نیت کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عہد کیا کہ وہ اس عورت سے باغ کبھی غصب نہیں کرے گا، پھر اس عورت کو گنا نچوڑنے کا کہا۔ اس عورت نے گنا نچوڑا تو پیالہ بھر گیا۔

غصب سے برکت ختم ہو گئی:

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو بکر طرطوشی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اپنی کتاب ''سراجُ الملوک'' میں یہ واقعہ بیان کیا کہ مصر کے واقعات بیان کرنے والے ایک شیخ نے مجھے بتایا کہ مصر کے بالائی حصہ میں کھجور کا باغ تھا جس میں موسم کی تقریباً 921 کلو600 گرام کھجوریں ہوتیں تھیں اور اس زمانے میں کسی کے باغ میں اس کا نصف بھی نہیں ہوتا تھا۔ سلطان نے اس کے باغ پر قبضہ کر لیا تو اس سال ایک بھی کھجور نہ ہوئی۔ وہاں کے ایک شیخ نے بتایا: میں اس باغ کو جانتا ہوں اور اس بات پر گواہ ہوں کہ اس میں سالانہ 10 اَرْدَب اور 60 وَیبہ (یعنی 921 کلو600 گرام) کھجوریں ہوتی تھیں اور باغ کا مالک گرانی کے سال ایک ویبہ [1] ایک دینار کے عوض فروخت کرتا تھا۔

مچھلیاں ختم ہو گئیں:

حضرت سیِّدُنا ابو بکر طرطوشی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے ''سراجُ الملوک'' میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ میں اسکندریہ گیا تو ان دنوں مچھلی کے شکار کی اجازت تھی اور مچھلی پانی میں بہت زیادہ تھی، سمندر کی ایک جانب بچے کپڑے کے ذریعے مچھلی پکڑتے تھے پھر حاکم نے رکاوٹ ڈالی اور لوگوں کو مچھلی کے شکار سے منع کر دیا تو مچھلیاں وہاں سے چلی گئیں حتّٰی کہ اس کے بعد سے آج تک وہاں مچھلی نہیں آئی۔

یونہی بادشاہوں کے پوشیدہ معاملات اور ان کے عزائم رعایا کی طرف لوٹتے ہیں۔ اگر وہ بھلائی کا ارادہ کریں تو بھلائی ملتی ہے اور اگر بُرائی کا ارادہ کریں تو بُرائی ملتی ہے۔

جیسے حکمران ویسی رعایا:

مؤرخین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ حجّاج کے زمانے میں جب لوگ صبح کرتے تھے تو آپس میں ملاقات کے وقت گزشتہ رات کے قتل، سولی دینے، کوڑے مارنے، ہاتھ کاٹنے اور اسی طرح کے دیگر معاملات پر گفتگو کرتے۔ ولید چونکہ تاجر اور صنعت کار تھا لہٰذا اس کے زمانے میں لوگ عمارتیں بنانے، صنعت کاری، تجارت، نہریں کھودنے اور درخت

---

1 ... ویبہ: اردب کے چھٹے حصے کو کہتے ہیں اور ایک اردب 24 صاع یعنی 92 کلو160 گرام کا ہوتا ہے۔ (القاموس المحیط، ص ۱۶۷)

لگانے کے بارے میں بات کرتے اور جب سلیمان بن عبد الملک خلیفہ بنا تو چونکہ یہ اچھے کھانے والا اور نکاح میں رغبت رکھنے والا تھا لہٰذا لوگ اس کے زمانے میں اچھے سے اچھے کھانے کے بارے میں گفتگو کرتے اور اس کے متعلق ایک دوسرے سے پوچھتے اور نکاح اور لونڈیوں کے متعلق ایک دوسرے سے آگے بڑھتے اور اپنی مجلسوں میں اس بارے میں گفتگو کرتے اور جب حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز خلیفہ بنے تو لوگ ایک دوسرے سے یہ کہا کرتے: ”تم نے کتنا قرآن یاد کیا، تم نے رات میں کتنا قرآن پڑھا، فلاں نے کتنا قرآن یاد کیا، کتنے ختم کئے، مہینے میں کتنے روزے رکھے اور اسی طرح کی دیگر باتیں کرتے۔“

خلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے طریقے پر ہو اور اقوال و افعال میں ان کی پیروی کرے اور جو ان کی مخالفت کرے گا وہ ضرور ہلاک ہو گا اور عادل بادشاہ سے مرتبے میں بلند نبی اور مقرب فرشتے کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے۔

منقول ہے کہ عادل بادشاہ کی مثال اس ہوا کی طرح ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی رحمت سے بندوں پر چلاتا ہے تو وہ ہوا بادلوں کو لاتی ہے جس کے سبب پھلوں کی پیداوار بڑھتی ہے اور بندوں کے لئے خوشی کا سبب ہوتا ہے۔

اگر تُو عدل و انصاف اور امام عادل کی فضیلت کے بارے میں جاننا چاہتا ہے تو میں نے اس کے لئے یہ جامع مجموعہ تالیف کیا ہے لیکن اختصار کے ساتھ اس خوف سے کہ دیکھنے والے اور سننے والے اکتاہٹ کا شکار نہ ہو جائیں۔

وَبِاللہِ التَّوْفِیْقِ اِلٰی اَقْوَمِ طَرِیْقٍ وَصَلَّی اللہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّم یعنی سیدھے راستے کی توفیق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے اور درود و سلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

70 گناھوں کا مجموعہ

حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: سُود 70 گناہوں کا مجموعہ ہے، ان میں سب سے ہلکا یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔ (ابن ماجہ، ۳/ ۷۲، حدیث: ۲۲۷۴)

باب نمبر 20:

نحوست، بُرے انجام اور مظالم کا بیان

چار فرامینِ باری تعالیٰ:

﴿1﴾...

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ (پ۱۲، ھود: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔

﴿2﴾...

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ (پ۱۳، ابراھیم: ۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر گز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیت مظلوموں کے لئے تسلی اور ظالموں کے لئے وعید ہے۔

﴿3﴾...

اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا (پ۱۵، الکھف: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے ظالموں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی۔

﴿4﴾...

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ (پ۱۹، الشعرآء: ۲۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

ظالم کی معاونت پر وعید:

حُضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جو ظالم کے ساتھ اس کی مدد کرنے کے لئے چلا اور جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے تو ساتھ چلنے والا اسلام سے نکل گیا[1]۔ [2]

حضور نبی کریم، رؤف رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے اپنے

1 ... یہ فرمان زجر و توبیخ کے طور پر ہے یا مراد یہ ہے کہ وہ اسلامی طریقے سے نکل گیا یا پھر مراد یہ ہے کہ وہ حلال سمجھ کر یہ فعل کرے تو کافر ہے۔ (فیض القدیر، ۶/۲۹۷، تحت الحدیث: ۹۰۴۹)

2 ... معجم کبیر، ۱/۲۲۷، حدیث: ۶۱۹

بھائی پر مال و جائداد میں ظلم کیا ہو پھر وہ اُس کے پاس آئے اور قیامت کا دن آنے سے پہلے اُس سے تلافی کرا لے کیونکہ اس دن اس کے پاس دینار ہوں گے نہ درہم۔[1]

جہنم واجب اور جنت حرام:

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مسلمان کا حق مارا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر جہنم واجب اور جنت حرام فرما دے گا۔ یہ سن کر ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگرچہ معمولی چیز ہو؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: خواہ وہ پیلو کے درخت کی شاخ ہی ہو۔[2]

حضرت سَیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے میری طرف وحی فرمائی: اے مرسلین کے رفیق اور ڈر سنانے والوں کے بھائی! اپنی قوم کو ڈرایئے کہ جب کسی نے میرے بندوں میں سے کسی بندے پر ظلم کیا ہو تو اس وقت تک میرے گھروں میں سے کسی گھر میں داخل نہ ہو جب تک کہ اس ظلم کو ختم نہ کرلے ورنہ میری لعنت اس وقت تک پڑتی رہے گی جب تک میرے گھر میں رہے گا، اگر وہ ظلم دور کرلے تو میں اس کی سماعت ہو جاؤں گا جس سے وہ سنتا ہے، اس کی بصارت ہو جاؤں گا جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسے اپنے مقربین میں شامل کروں گا اور اسے انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین کے ساتھ جنت میں جگہ دوں گا۔"[3]

مظلوم کی بددعا سے بچو:

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے کہ حضور نبی محترم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اپنے حق کا سوال کرتا ہے۔[4]

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے کہ حضور نبیِ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

---

1 ... ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب ماجاء فی شان الحساب والقصاص، ۴/ ۱۸۹، حدیث: ۲۴۲۷
بخاری، کتاب المظالم، باب من کانت له مظلمة...الخ، ۲/ ۱۲۸، حدیث: ۲۴۴۹

2 ... معجم اوسط، ۶/ ۴۰۳، حدیث: ۹۲۱۹

3 ... حلیة الاولیاء، عبدة بن ابی لبابة، ۶/ ۱۲۵، حدیث: ۸۰۴۷

4 ... شعب الایمان، باب فی طاعة اولی الامر، فصل فی ذکر ماورد من...الخ، ۶/ ۴۹، حدیث: ۷۴۶۴

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مظلوم شخص جب آسمان کی طرف دیکھتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندے! میں موجود ہوں اور تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ دیر بعد سہی۔[1]

ظلم تین طرح کا ہے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ظلم تین طرح کا ہے: (۱)... وہ ظلم جس کی مغفرت نہیں۔ (۲)... وہ ظلم جس کا بدلہ لیا جائے گا اور (۳)... وہ ظلم جس کی مغفرت ہے اور مطالبہ نہیں ہے۔ وہ ظلم جس کی مغفرت نہیں ہے اس سے مراد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ ہم اس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (پ۵، النساء: ۴۸)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔

وہ ظلم جس کا بدلہ لیا جائے گا اس سے مراد بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے اور وہ ظلم جس کی مغفرت ہے مطالبہ نہیں ہے اس سے مراد بندے کا اپنے آپ پر ظلم کرنا ہے۔[2]

مظلوم اعلیٰ علّیین میں:

حجاج نے کسی کو سولی دے رکھی تھی، ایک شخص کا وہاں سے گزر ہوا تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ظالموں پر تیری نرمی مظلوموں کو نقصان دے رہی ہے۔ وہ شخص رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اور وہ جنت میں داخل ہوا ہے، اس نے دیکھا کہ جس کو سولی دی گئی تھی وہ اعلیٰ علّیین میں ہے اور ایک مُنادی کو یہ ندا کرتے سنا: ظالموں پر میری نرمی مظلوم کو اعلیٰ علّیین میں پہنچاتی ہے۔

کہا گیا ہے کہ جو کسی کو ملی ہوئی نعمت چھین لیتا ہے اس کی نعمت بھی کوئی اور چھین لیتا ہے۔

ظالم کو ظلم کے حوالے کر دو:

حضرت سیِّدُنا مسلم بن یسار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے ایک شخص کو سنا کہ وہ اپنے پر ظلم کرنے والے کے لئے بددعا کر رہا

1 ... ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ... الخ، ۴/ ۲۳۶، حدیث: ۲۵۳۴ عن ابی ھریرۃ بتغیر قلیل

2 ... مسند طیالسی، یزید بن ابان عن انس، ص ۲۸۲، حدیث: ۲۱۰۹ عن انس بتغیر

تھا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ظالم کو اس کے ظلم کے حوالے کر تیری بد دعا سے پہلے ہی اس کو سزا مل جائے گی۔

منقول ہے کہ جس کا ظلم و سرکشی زیادہ ہو جائے اس کی بادشاہت ختم ہو جاتی ہے۔

مظلوم کا دن:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم بیان کرتے ہیں: مظلوم کے ظالم پر غلبہ کا دن ظالم کے مظلوم پر غلبہ کے دن سے زیادہ سخت ہے۔

آسمان کے کنارے میں ایک تختی دیکھی گئی جس میں لکھا تھا: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ اور اس کے نیچے یہ شعر تحریر تھا:

فَلَمْ اَرَ مِثْلَ الْعَدْلِ لِلْمَرْءِ رَافِعًا   وَلَمْ اَرَ مِثْلُ الْجَوْرِ لِلْمَرْءِ وَاضِعًا

ترجمہ: میں نے عدل کی مثل انسان کو بلندی عطا کرنے والی اور ظلم کی مثل آدمی کو پستی میں ڈالنے والی کوئی شے نہیں دیکھی۔

حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے: میں حیا کرتا ہوں کہ ایسے شخص سے بدسلوکی کروں جس کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کوئی مدد گار نہ ہو۔

ظلم کی شکایت:

ابو العیناء نے کہا: میرے کچھ دشمن مجھ پر ظلم کرتے تھے تو میں نے ان کی شکایت قاضی احمد بن ابو داوٗد معتزلی سے کی اور کہا: وہ سب مجھ پر ظلم کرنے میں یکجا ہیں۔ کہا: ان کے اوپر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات بھی ہے۔ میں نے کہا: وہ لوگ مکار ہیں۔ کہا: مکر کرنے والے کا مکر خود اسی پر پڑتا ہے۔ میں نے کہا: وہ لوگ بہت زیادہ ہیں۔ کہا: بارہا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آئی ہے۔

حضرت سیِّدُنا یوسف بن اَسباط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں: جس نے ظالم کی بقا کے لئے دعا کی گویا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی زمین میں اُس کی نافرمانی کو پسند کیا۔

فرشتے لعنت کرتے ہیں:

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ مکی مدنی سلطان، رحمت عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نے ارشاد فرمایا: جو اپنے بھائی کی طرف اسلحہ سے اشارہ کرتا ہے اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں اگرچہ وہ اس کا سگا بھائی ہو۔[1]

مؤمنوں کو تکلیف دینے کا انجام:

حضرت سیِّدُنا امام مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَاحِد فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ جہنمیوں پر خارش کا عذاب مُسلّط فرمائے گا تو وہ اس قدر کھجائیں گے کہ ان کی ہڈیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ ان سے کہا جائے گا: کیا تمہیں اس سے تکلیف ہو رہی ہے؟ وہ کہیں گے: خدا کی قسم! ہو رہی ہے۔ ان سے کہا جائے گا: یہ بدلہ ہے اس کا جو تم مؤمنوں کو تکلیف دیتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم پر عذاب ظاہر فرمایا تو انہوں نے آپس کے مظالم کو ترک کر دیا حتّٰی کہ اگر کسی نے کسی کا پتھر بنیاد سے نکالا تھا تو وہ بھی اس کے مالک کو لوٹا دیا۔

ابو ثور بن یزید کہتے ہیں: عمارت میں حرام پتھر لگانا اسے خراب کرنے کا پیش خیمہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عدل کو یاد کرو:

کسی دانا کا قول ہے کہ ظلم کرتے وقت خود پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عدل کو یاد کرو اور کسی پر قدرت پا کر خود پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قادر ہونے کو یاد کرو۔ تمہیں کوئی طاقتور اور خون ریزی کرنے والا تعجب میں نہ ڈالے بے شک اُسے بھی ایک مارنے والا ہے جو مرتا نہیں۔

بے یار و مددگار پر ظلم کرنا:

حضرت سیِّدُنا سَحْنُون بن سعید عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَبِیْر بیان کرتے ہیں کہ یزید بن حاتم نے کہا: میں کبھی کسی چیز سے خوف زدہ نہیں ہوا لیکن میں ایسے شخص پر ظلم کرنے سے ڈرتا ہوں جس کے بارے میں مجھے معلوم ہو کہ اس کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے اور وہ کہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں کافی ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔

حضرت سیِّدُنا بلال بن مسعود رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اس شخص کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو جس کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی مددگار نہیں۔

ایک دن حضرت سیِّدُنا علی بن فضل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم رو رہے تھے تو ان سے کہا گیا: کیوں روتے ہو؟ فرمایا: میں اُس

1 ... مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن الاشارة... الخ، ص: ۱۴۱۰، حدیث: ۲۶۱۶

پر روتا ہوں جس نے مجھ پر ظلم کیا کہ کل بروزِ قیامت جب وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور کھڑا ہوگا تو اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی۔

حُضُور اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''میں اس شخص پر بہت زیادہ غضب کرتا ہوں جو ایسے شخص پر ظلم کرے جس کا میرے سوا کوئی مددگار نہ ہو۔''[1]

منادی کی پکار والا دن:

خلیفہ سلیمان بن عبد الملک منبر پر بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے آواز دی: اے سلیمان! منادی کی پکار والے دن کو یاد رکھو۔ سلیمان منبر سے اترا اور اُسے قریب بلا کر پوچھا: منادی کی پکار والا دن کیا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾ (پ۸، الاعراف: ۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیچ میں منادی نے پکار دیا کہ اللہ کی لعنت ظالموں پر۔

خلیفہ سلیمان نے کہا: تجھ پر کیا ظلم ہوا ہے؟ اس شخص نے کہا: میری فلاں علاقے میں ایک زمین تھی جسے تمہارے وکیل نے غصب کر لیا ہے۔ خلیفہ سلیمان نے اپنے وکیل کو لکھا: اس کی زمین اس کے حوالے کر دو اور جو زمین اس کی زمین کے ساتھ ہے وہ بھی اس کو دے دو۔

ظلم کا مزہ:

منقول ہے کہ ایرانی بادشاہ نوشیرواں کا ایک استاد تھا جو اسے اچھے طریقے سے علم سکھاتا تھا حتّٰی کہ نوشیرواں علوم میں فائق ہوگیا۔ ایک دن استاد نے بلاوجہ نوشیرواں کو مارا جس سے نوشیرواں کو سخت تکلیف ہوئی اور اس نے ارادہ کیا کہ اس سے بدلہ لے گا۔ جب نوشیرواں بادشاہ بنا تو اس نے استاد سے کہا: تم نے مجھے فلاں دن ظلماً کیوں مارا تھا؟ استاد نے کہا: جب میں نے دیکھا کہ تو علم میں رغبت رکھتا ہے اور بادشاہت تیرے باپ کے بعد تیرے پاس آئے گی، میں نے تیرے ساتھ یہ سلوک اس لئے کیا تاکہ تو کسی پر ظلم نہ کرے[2]۔ یہ سن کر نوشیرواں نے کہا: تم نے اچھا کیا۔

منقول ہے کہ کسی بادشاہ نے اپنے بچھونے پر یہ تحریر لکھی[3]:

---

1 ...معجم صغیر، ۱/ ۳۰، حدیث: ۷۱

2 ...اسلام میں کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم کرنے کی اجازت نہیں۔ (علمیہ)

3 ...احناف کے نزدیک: بچھونے یا مصلے پر کچھ لکھا ہوا ہو تو اس کو استعمال کرنا ناجائز ہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۶، ۳/ ۴۲۰)

لَا تَظْلِمَنَّ اِذَا مَا كُنْتَ مُقْتَدِرًا فَالظُّلْمُ مَصْدَرُهٗ يُفْضِى اِلَى النَّدْمِ

تَنَامُ عَيْنَاكَ وَالْمَظْلُوْمُ مُنْتَبِهٌ يَدْعُوْا عَلَيْكَ وَعَيْنُ اللهِ لَمْ تَنَمِ

ترجمہ: اگر تجھے طاقت حاصل ہو تو ہرگز ظلم نہ کر کیونکہ ظلم کا انجام ندامت ہے۔ تیری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر مظلوم بیدار رہتا اور تجھے بددعا دیتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نہیں سوتا۔

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: یتیم کے آنسو اور مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ یہ راتوں کو جاگتے ہیں اور لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔

تین فضل:

بنو سامہ بن لؤی سے تعلق رکھنے والے ہیثم بن فراس سامی نے فضل بن مروان کو کہا:

تَجَبَّرْتَ يَا فَضْلَ بْنَ مَرْوَانَ فَاعْتَبِرْ فَقَبْلَكَ كَانَ الْفَضْلُ وَالْفَضْلُ وَالْفَضْلُ

ثَلَاثَةَ اَمْلَاكٍ مَضَوْا لِسَبِيْلِهِمْ اَبَادَهُمُ الْمَوْتُ الْمُشَتِّتُ وَالْقَتْلُ

ترجمہ: اے فضل بن مروان! تو تکبر کرتا ہے تو ذرا سوچ! تجھ سے پہلے بھی فضل نامی تین بادشاہ تھے جو اپنی راہ لے چکے، جدا کر دینے والی موت اور قتل نے ان کو ہلاک کر دیا۔

ہیثم بن فراس کی تین فضل سے مراد فضل بن ربیع، فضل بن یحییٰ اور فضل بن سہل ہیں۔

یحییٰ بن خالد برمکی کے تخت کے نیچے ایک رُقعہ ملا جس میں لکھا تھا:

وَحَقُّ اللهِ اِنَّ الظُّلْمَ لُؤْمٌ وَاِنَّ الظُّلْمَ مَرْتَعُهٗ وَخِيْمٌ

اِلٰى دَيَّانِ يَوْمِ الدِّيْنِ نَمْضِى وَعِنْدَ اللهِ تَجْتَمِعُ الْخُصُوْمُ

ترجمہ: خدا کی قسم ظلم برا ہے اور اس کا انجام برا اور خطرناک ہے۔ جزا کے دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہم نے جانا ہے اور تمام فریقین **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس جمع ہوں گے۔

ظالموں کی مدد بھی بری ہے:

ابنِ ہُبَیْرہ نے جب امام منصور بن معتمر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو قاضی بنانے کا ارادہ کیا تو منصور نے کہا: میں قاضی نہیں بنوں گا کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے ایک حدیث سنی ہے۔ ابنِ ہُبَیْرہ نے کہا: انہوں نے

تمہیں کیا حدیث سنائی ہے؟ منصور نے کہا: حضرت سیّدُنا ابراہیم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سیّدُنا علقمہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے اور انہوں نے حضرت سیّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت کی کہ حضور نبی رحمت، شفیع امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک منادی ندا کرے گا: کہاں ہیں ظلم کرنے والے؟ کہاں ہیں ظالموں کے مددگار؟ کہاں ہیں ظالموں کے حمایتی؟ حتّٰی کہ ان لوگوں کو بھی لایا جائے گا جنہوں نے ظالموں کے لئے قلم تراشا ہو گا یا سیاہی بھری ہو گی تو ان سب کو لوہے کے تابوت میں جمع کر کے جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔“[1]

ایک مظلوم کی دادرسی:

ہارون بن محمد بن عبد الملک زَیَّات کا بیان ہے کہ ایک دن میرے والد مقدمات کے فیصلے کے لئے بیٹھے، جب مجلس ختم ہوئی تو دیکھا ایک شخص بیٹھا ہے تو میرے والد نے اس سے پوچھا: کیا تیرا کوئی مسئلہ ہے؟ اس شخص نے کہا: جی ہاں میں تمہارے پاس آیا ہوں کیونکہ میں مظلوم ہوں اور مجھے عدل و انصاف کی تلاش ہے۔ میرے والد نے کہا: تجھ پر کس نے ظلم کیا؟ اس شخص نے جواب دیا: تم نے کیا ہے لیکن تم بالذّات اس میں ملوث نہیں ہو، میں اپنا مسئلہ پیش کرتا ہوں۔ میرے والد نے کہا: تمہیں کس نے روکا تھا؟ حالانکہ میری مجلس تمہارے سامنے ہی کام کر رہی تھی۔ اس شخص نے کہا: مجھے تیری ہیبت، تیرے طویل کلام کرنے اور تیری فصاحت نے روکا تھا۔ میرے والد نے کہا: تجھ پر کیا ظلم ہوا ہے؟ اس شخص نے کہا: تمہارے وکیل نے میری زمین بغیر کسی معاوضہ کے چھین لی ہے جبکہ اس زمین پر لازم ہونے والا خراج مجھے ادا کرنا پڑتا ہے اور غلہ وہ کھاتا ہے۔ یہ تو وہ ظلم ہے جس کی مثل کبھی نہیں سنا۔ میرے والد نے کہا: تیرا یہ کہنا ثبوت، گواہ اور دیگر چیزوں کا محتاج ہے۔ اس شخص نے کہا: اگر وزیر مجھے اپنے غضب سے امان دے تو جواب دوں؟ میرے والد نے کہا: ٹھیک ہے امان دی۔ اس شخص نے کہا: ثبوت اور گواہ تو ایک ہی بات ہے اور جب گواہ ہوں گے تو ان کے ساتھ مزید کسی چیز کی حاجت نہیں ہو گی تو پھر تمہاری اس بات کا کیا مطلب ہے کہ ثبوت، گواہ اور دیگر چیزوں کی ضرورت ہے؟ اور یہ دیگر چیزیں کیا ہیں؟ یہ تو ظلم ہے اور عدل سے دور ہونا ہے۔ یہ سن کر میرے والد ہنسنے لگے اور کہا: تو نے سچ کہا اکثر مصیبت بولنے کی بنا پر آتی ہے اور میں تجھے ایک اچھا آدمی سمجھتا ہوں پھر اسے 100 دینار زمین کی ترقی کے لئے دیئے۔ محمد بن عبد الملک کے اصحاب میں سے کوئی شخص اس سے انصاف اور زمین ملنے سے پہلے ملا اور پوچھا: اے فلاں! تو نے ان لوگوں

---

1 ...مسند الفردوس، ۱/ ۱۵۳، حدیث: ۹۹۵عن أبی ھریرۃ

کو کیسا پایا؟ اس شخص نے جواب دیا: ایسے بُرے ہیں جو مظلوم کی مدد نہیں کرتے اور ظالم کو ظلم سے نہیں روکتے۔ پھر جب محمد بن عبد الملک کے وکیل نے اس سے انصاف کیا اور زمین لوٹا دی تو کسی نے ایک رات پوچھا: اب وہ لوگ کیسے ہیں؟ اس شخص نے جواب دیا: اب ٹھیک ہیں۔ محمد بن عبد الملک کے اصحاب میں سے کسی نے کہا: انصاف کے معاملے میں ان پر اعتماد کر، نقصان کو ان سے دور کر، غصب کے معاملے میں ان کی طرف رجوع کر اور اپنے دکھوں کو ان پر ظاہر کر اور میں ان سے امید رکھتا ہوں کہ ہر مرغوب چیز تجھے حاصل ہو گی اور ہر مطلوب میں کامیابی ہو گی۔

ظالم کی دنیا میں گرفت:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا موسٰی کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانے میں بنی اسرائیل کا ایک کمزور اور غریب شخص تھا جو مچھلی کا شکار کر کے اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالتا تھا۔ ایک دن وہ شکار کے لئے نکلا تو اس کے جال میں ایک بڑی مچھلی پھنس گئی۔ وہ بہت خوش ہوا اور مچھلی کو بیچنے کے لئے بازار کی طرف روانہ ہو گیا تا کہ اسے بیچ کر اپنے گھر والوں کی ضروریات پوری کر سکے۔ راستے میں ایک ظالم شخص ملا، مچھلی پر اُس کی نظر پڑی تو اُس سے مانگی مگر شکاری نے دینے سے انکار کیا۔ ظالم نے اپنے ہاتھ میں موجود چھڑی شکاری کے سر میں زور سے ماری اور کسی قسم کی قیمت دیئے بغیر مچھلی چھین لی۔ شکاری نے اس کے خلاف بددعا کی: الٰہی! تو نے مجھے کمزور اور اسے طاقتور و ظالم بنایا، اِس نے مجھ پر ظلم کیا ہے، تُو اس سے میرا بدلہ جلد لے کیونکہ میں آخرت تک صبر نہیں کر سکتا۔ پھر وہ ظالم و غاصب مچھلی لے کر اپنے گھر پہنچا اور اپنی بیوی کو مچھلی پکانے کا کہا۔ بیوی نے مچھلی پکا کر اس کے سامنے دستر خوان پر رکھ دی۔ جب اُس نے کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو مچھلی نے اپنا منہ کھولا اور اس کی انگلی پر کاٹ لیا جس سے اُس کے ہوش اُڑ گئے اور وہ درد کی شدت سے بے قرار ہو گیا۔ چنانچہ وہ بھاگم بھاگ طبیب کے پاس گیا اور ہاتھ کے درد کی شکایت اور مچھلی کے کاٹنے کا ذکر کیا۔ طبیب نے جب دیکھا تو کہا: اس کا علاج یہی ہے کہ انگلی کو کاٹ دیا جائے تا کہ درد ہتھیلی کی طرف نہ جائے۔ اس شخص نے انگلی کٹوا لی تو درد ہتھیلی اور ہاتھ کی طرف منتقل ہو گیا اور جب درد بہت بڑھا تو وہ ظالم خوف کے مارے کانپ اٹھا۔ طبیب نے کہا: مناسب ہے کہ ہاتھ کو جوڑ سے کاٹ دیا جائے تا کہ درد کلائی کی طرف نہ چلا جائے۔ طبیب نے اس کا ہاتھ گٹے کے جوڑ سے کاٹ دیا تو درد کلائی کی طرف منتقل ہو گیا پھر جب یہ سلسلہ دراز ہوا کہ ایک عضو کٹتا تو درد دوسرے عضو کی طرف منتقل ہو جاتا تو وہ شخص اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے فریاد کرتے ہوئے کسی سمت چل پڑا تا کہ جو مصیبت اُس پر نازل ہوئی ہے اُس سے

چھٹکارا پاسکے۔ راستے میں اس نے ایک درخت دیکھا تو اس کے نیچے بیٹھ گیا اور اسے نیند آگئی، خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے: اے مسکین! تو اپنے کتنے اعضاء کاٹ چکا ہے جا جس پر تو نے ظلم کیا ہے اُسے راضی کرلے۔ وہ ظالم جب نیند سے بیدار ہوا اور اس بارے میں سوچنے لگا تو اسے یاد آیا کہ اُسے جو مصیبت پہنچی ہے وہ شکاری پر ظلم کے سبب سے ہے۔ چنانچہ وہ شہر میں داخل ہوا اور شکاری کو تلاش کرنے لگا جب شکاری ملا تو ظالم نے اس کے پاؤں میں گر کر اپنے جرم کی معافی مانگی، اسے مچھلی کی قیمت ادا کی اور اپنے جرم سے توبہ کی۔ شکاری اس سے راضی ہو گیا تو تکلیف فوراً دور ہو گئی اور اسی رات اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کا ہاتھ لوٹا دیا جیسے وہ پہلے تھا۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر یہ شخص مظلوم شکاری کو راضی نہ کرتا تو میں اِسے زندگی بھر عذاب میں مبتلا رکھتا۔

ظلم کے خلاف فاروقِ اعظم کا طرزِ عمل:

نیک لوگوں کی خبروں کے ضمن میں حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تشریف فرما تھے کہ مصر سے ایک شخص آیا اور عرض کی: اے امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! یہ آپ کی پناہ لینے کا وقت ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: میں ضرور پناہ دوں گا اپنا مسئلہ بیان کرو۔ اس شخص نے عرض کی: مقابلے میں میرا گھوڑا امیر مصر حضرت سیِّدُنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بیٹے پر سبقت لے گیا تو اس نے مجھے کوڑے مارے اور کہا: میں دو کریموں کا بیٹا ہوں۔ حضرت سیِّدُنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو لڑکے نے مجھے ڈرایا کہ اگر میں ان کے سامنے پیش ہوا تو وہ مجھے قید میں ڈال دے گا۔ میں رک گیا اور اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی جانب خط لکھا کہ میرا مکتوب جب تمہیں ملے تو تم اور تمہارا فلاں بیٹا حج پر حاضر ہو جائیں اور مصری شخص سے ارشاد فرمایا: جب تک وہ نہیں آتے تم انتظار کرو۔ وہ شخص رُکا رہا حتّٰی کہ حضرت سیِّدُنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ آگئے اور حج کی ادائیگی کی۔ جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حج سے فارغ ہوئے تو لوگوں کے ساتھ تشریف فرما ہوئے اور ان کی ایک جانب حضرت سیِّدُنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور ان کے صاحبزادے کھڑے تھے اور دوسری جانب مصری شخص کھڑا تھا۔ امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کوڑا مصری کو دیا۔ حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ اس مصری شخص نے مارنا شروع کیا اور ہم بھی چاہتے تھے کہ وہ

اسے مارے[1] لیکن جب اس نے بہت زیادہ کوڑے برسائے تو ہم خواہش کرنے لگے کہ وہ مارنے سے رُک جائے۔ حضرت سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرما رہے تھے: دو کریموں کے بیٹے کو مارو۔ اس شخص نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! میرا بدلہ پورا ہو گیا اور مجھے سکون مل گیا۔ حضرت سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: کوڑا عمرو بن عاص کو مارو۔ اس شخص نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! میں نے اسے مار لیا جس نے مجھے مارا تھا۔ حضرت سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر تو ایسا کرتا تو تجھے کوئی ایک بھی نہ روکتا جب تک کہ تو خود نہ رک جاتا۔ پھر حضرت سیِّدُنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے عمرو! تو نے کب سے لوگوں کو غلام بنانا شروع کر دیا حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا ہے؟ حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے معذرت کی اور عرض کی: مجھے اس معاملے کی خبر نہیں تھی۔

احمد بن طولون انصاف پسند کیسے بنا؟

منقول ہے کہ احمد بن طولون کے عادل بننے سے پہلے جب وہ لوگوں پر ظلم کرنے لگا تو لوگ اس کے ظلم سے نجات پانے کے لئے حضرت سیِّدَتُنا نفیسہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس کی شکایت کی۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا نے لوگوں سے پوچھا: وہ کس وقت سواری پر نکلے گا؟ لوگوں نے عرض کی: کل نکلے گا۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا نے ایک مکتوب لکھا اور اس راستے میں تشریف فرما ہو گئیں جہاں سے احمد بن طولون نے گزرنا تھا۔ جب وہ گزرا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا نے فرمایا: اے احمد! اے ابن طولون! جب اس نے دیکھا تو آپ کو پہچان لیا اور گھوڑے سے اُتر آیا اور مکتوب لے کر پڑھنے لگا جس میں لکھا تھا: تم بادشاہ بنے تو تم نے لوگوں کو قید کیا، تم قادر ہوئے تو تم نے لوگوں کو مجبور کیا، تمہارے ذمہ کفالت ہوئی تو تم نے لوگوں پر ظلم کیا، لوگوں کے رزق پر تجھے ضامن بنایا گیا تو تو نے انہیں محروم کیا اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ ظلم کا تیر پار ہوتا ہے خطا نہیں جاتا خاص کر ان دلوں سے جنہیں تو نے دکھ دیا، ان جگروں سے جنہیں تو نے بھوکا رکھا اور ان جسموں سے جنہیں تو نے بے لباس رکھا، یہ بات ممکن نہیں کہ مظلوم مر جائیں اور ظالم ہمیشہ باقی رہیں۔ تیری مرضی تو جو چاہے کر ہم صبر کریں گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ظلم کی شکایت کریں گے۔ اس کے بعد احمد بن طولون لوگوں کے درمیان فیصلوں میں عدل کرنے لگ گیا۔

1 ...تاکہ آئندہ کسی حکمران کا بیٹا ظلم نہ کرے۔ (علمیہ)

بُرے دن گزر گئے:

منقول ہے کہ حجاج نے کسی شخص کو ظلماً قید کر دیا تو اس نے حجاج کو ایک رُقعہ لکھا: ہمارے بُرے دن گزر گئے اور تیرے اچھے دن گزر گئے اور پلٹنے کا دن قیامت ہے اور قید جہنم ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کسی گواہی کی حاجت نہیں۔ اور آخر میں اس نے یہ اشعار لکھے:

سَتَعْلَمُ يَا نَؤُمُ اِذَا الْتَقَيْنَا غَدًا عِنْدَ الْاِلٰهِ مِنَ الظَّلُوْمِ

اَمَا وَاللهِ اِنَّ الظُّلْمَ لُؤْمٌ وَمَا زَالَ الظَّلُوْمُ هُوَ الْمَلُوْمُ

سَيَنْقَطِعُ التَّلَذُّذُ عَنْ اُنَاسٍ اَدَامُوْهُ وَيَنْقَطِعُ النَّعِيْمُ

اِلٰى دَيَّانِ يَوْمِ الدِّيْنِ نَمْضِى وَعِنْدَ اللهِ تَجْتَمِعُ الْخُصُوْمُ

ترجمہ:(۱)... اے بہت سونے والے! کل تو جان لے گا جب ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ظلم کے معاملے میں ملیں گے۔(۲)... سنو بخدا! ظلم برا ہے اور جو شخص ظلم کرتا رہتا ہے وہ ملامت کئے جانے کے قابل ہے۔(۳)... لوگ جن لذتوں اور نعمتوں کا دوام (ہیشگی) چاہتے تھے عنقریب وہ ختم ہو جائیں گی۔(۴)... جزا کے دن ہم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے اور تمام فریقین اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس جمع ہوں گے۔

خواب کے ذریعے قاتل کا پتا چلا:

ابو محمد حسین بن محمد صالحی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن دوپہر کے وقت ہم خلیفہ مُعْتَضِد بِاللہ کے تخت کے گرد بیٹھے تھے، کھانے کے بعد وہ سو گیا، کچھ دیر بعد گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور خادم کو پکارا، ہم نے جلدی سے جواب دیا تو خلیفہ نے کہا: تمہاری ہلاکت ہو میری مدد کرو، دریا کے کنارے جاؤ اور جو ملاح سب سے پہلے خالی کشتی سے اترے اسے پکڑ کر میرے پاس لے آؤ اور کشتی کی حفاظت کے لئے کسی کو چھوڑ آنا۔ چنانچہ ہم جلدی سے وہاں پہنچے تو ایک ملاح کو خالی کشتی سے اترتے پایا، ہم نے اسے پکڑ لیا اور کشتی کی حفاظت کے لئے ایک شخص کو وہاں چھوڑ کر ملاح کو مُعْتَضِد بِاللہ کے پاس لے آئے۔ جب ملاح نے مُعْتَضِد کو دیکھا تو قریب تھا کہ وہ ہلاک ہو جاتا، مُعْتَضِد اُس پر زور سے چِلّایا اور کہا: اے ملعون! مجھے سچ بتا اس عورت کے متعلق جسے تو نے قتل کیا تھا ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ وہ ہچکچاتے ہوئے کہنے لگا: جی ہاں! ایک صبح میں نے فلاں پانی کے گھاٹ پر ایک عورت کو دیکھا جس کی مثل میں نے کوئی عورت نہیں دیکھی تھی، اس نے بیش قیمت کپڑے پہن رکھے تھے اور بہت سے زیورات اور جواہرات زیب تن کئے ہوئے تھے۔ میں لالچ میں آ گیا اور میں نے اس کا

منہ بند کر کے پانی میں ڈبو کر اسے مار دیا اور جو کچھ اس پر تھا سب لے لیا، پھر اسے پانی میں پھینک دیا، چھینا ہوا مال لے کر مجھے گھر جانے کی ہمت نہ ہوئی اس ڈر سے کہ کہیں لوگوں کو پتا نہ چل جائے، لہٰذا میں بھاگنے کے لئے ایک کشتی میں اتر گیا، میں ہمت سے کام لیتا رہا مگر ملاحوں نے اس وقت کنارے پر رکنے کا کہا میں ابھی اترا ہی تھا کہ یہ لوگ آئے اور مجھے تمہارے پاس اٹھا لائے۔ مُعْتَضِد نے پوچھا: زیورات اور چھینا ہوا مال کہاں ہے؟ ملاح نے کہا: کشتی کے اگلے حصے میں بادبان کے نیچے ہے۔ مُعْتَضِد نے وہ مال لانے کا کہا جب لوگوں نے وہ مال حاضر کر دیا تو مُعْتَضِد نے ملاح کو غرق کرنے کا حکم دیا اور بغداد میں یہ اعلان کروایا کہ صبح کے وقت جس کی بھی لڑکی بیش قیمت کپڑے اور زیورات پہن کر فلاں پانی کے گھاٹ پر نکلی تھی وہ حاضر ہو جائے۔ دوسرے دن لڑکی کے ورثا میں سے تین لوگ حاضر ہوئے اور انہوں نے لڑکی اور اس کے زیورات وغیرہ کی نشانیاں بتائیں تو مُعْتَضِد نے وہ چیزیں ان کے حوالے کر دیں۔ ابو محمد حسین کہتے ہیں: میں نے مُعْتَضِد سے پوچھا: اے میرے آقا! آپ کو اس بات کا پتا کیسے چلا؟ کیا اس معاملے کا آپ کو اِلہام ہوا تھا کہ آپ نے لڑکی کے معاملے میں حکم دیا؟ مُعْتَضِد نے کہا: نہیں بلکہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ جس کے سر کے بال، داڑھی اور لباس سفید ہے مجھ سے کہہ رہے ہیں: اے احمد! اس وقت سب سے پہلے جو ملاح اُترے گا اسے پکڑ لو اور اس سے اس لڑکی کے بارے میں اقرار کرواؤ جسے اس نے ظلماً قتل کیا ہے، پھر اس پر حد جاری کرو اور نفس کے بندے نہ بنو، اس کے بعد جو ہوا وہ تمہارے سامنے ہے[1]۔

عدل کے فائدے:

ہر حاکم پر فیصلوں میں عدل کرنا اور رعایا کی دیکھ بھال کرنا لازم ہے اور ہر غافل پر ظلم سے ہاتھ روکنا، عدل کی راہ اپنانا اور انصاف سے کام لینا نیز ظاہر و باطن میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا ضروری ہے۔ اگر حاکم اپنی رعایا پر نظر رکھے تو غافل لوگ ضرور ظلم سے اپنا ہاتھ روک لیں گے اور عدل کے طریقے پر چلیں گے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ خیر و شر کا مالک ہے، ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دیتا ہے، مظلوم کی مدد کرتا ہے اور اس کو اس کا حق دلواتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ جب ظالم کو پکڑتا ہے تو اُسے چھوڑتا نہیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

1 ... یہ فیصلہ خواب کی بنیاد پر نہیں بلکہ حقیقت پر ہوا، لہٰذا خواب کی وجہ سے قاتل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (علمیہ)

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے اور اسی کے پاس ٹھکانا (یعنی جنت) ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز اور نہیں ہے نیکی کرنے کی طاقت اور نہ بُرائی سے بچنے کی قوت مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے جو بلند اور باعظمت ہے اور قیامت تک خوب درود وسلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کی آل واصحاب پر اور تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

باب نمبر21: گورنر رکھنے کی شرائط، خراج[1] کی وصولی میں سلطان کا طریقہ اور ذمیوں[2] کے احکام

(اس باب میں دو فصلیں ہیں)

پہلی فصل: خراج وصول کرنے میں سلطان کا طریقہ، بیت المال سے خرچ کرنے اور گورنروں کے کردار کا بیان

جعفر بن یحییٰ نے کہا: خراج بادشاہوں کا ستون وسہارا ہے اور وہ صرف عدل سے غلبہ نہیں پاسکتے[3] اور ظلم سے رعب قائم نہیں رکھ سکتے۔ زمینوں کو بے کار چھوڑ دینا، رعایا کا ہلاک ہونا اور ظلم کے سبب خراج کا کم ہو جانا یہ سب شہروں کو بہت جلد تباہ وبرباد کر دیتا ہے۔ جو بادشاہ خراج دینے والوں کو ناقابلِ برداشت کام کا پابند کرے یہاں تک کہ وہ زمین کی آبادکاری سے عاجز آجائیں تو ایسے بادشاہ کی مثال اُس شخص کی طرح ہے جو بھوک لگنے پر اپنا ہی گوشت کاٹ کر کھا جائے، یوں وہ ایک حصے سے اپنا پیٹ تو بھر لے گا مگر اس کا دوسرا حصہ کمزور ہو جائے گا اور اپنے نفس میں کمزوری اور درد کو داخل

---

1 ...خراج وہ محصول ہے جو مسلمان حاکم قابل زراعت خراجی زمین پر مقرر کر دیتا ہے۔ (ماخوذ من الموسوعة الفقهية، ج١٩، ص٥٢) جو شہر بطور صلح فتح ہو یا جو لڑ کر فتح کیا گیا مگر مجاہدین پر تقسیم نہ ہوا بلکہ وہاں کے لوگ برقرار رکھے گئے یا دوسری جگہ کے کافر وہاں بسا دیے گئے، یہ سب (زمینیں) خراجی ہیں۔ بنجر زمین کو مسلمان نے کھیت کیا، اگر اُس کے آس پاس کی زمین عشری ہے تو یہ بھی عشری اور خراجی ہے تو خراجی۔ (بہار شریعت، حصہ ٩، ٢/٤٤٦)

2 ... ذمی اس کافر کو کہتے ہیں جس کے جان ومال کی حفاظت کا بادشاہ اسلام نے جزیہ کے بدلے ذمہ لیا ہو۔ (فتاوی فیض الرسول، ١/٥٠١)

3 ...عدل وانصاف سے معاشرے میں امن تو قائم رہتا ہے لیکن عدل کے ساتھ دیگر چیزوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اس کا ذکر کیا۔ (علمیہ)

کرنا خود سے بھوک کی تکلیف کو دور کرنے سے بڑا نقصان ہے۔ جو بادشاہ رعایا پر اُن کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالے اُس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو اپنے گھر کی بنیاد سے مٹی نکال کر اُس کے گارے سے اپنی چھت کی لپائی کرتا ہے۔ کمزور ہونے پر جب کاشتکار زمین کو آباد کرنے سے عاجز آجاتے ہیں تو وہ اسے چھوڑ دیتے ہیں، یوں زمین خراب ہو جاتی ہے اور جب کاشتکار بھاگ جاتے ہیں تو زمین کی آبادکاری کا عمل کمزور ہونے پر خراج کم ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں ملکی لشکر کمزور ہو جاتے ہیں اور اگر ملکی لشکر کمزور ہو جائیں تو ملک دشمن اس سلطنت پر قبضے کی طمع کرنے لگتے ہیں۔

اُلّو کی کہانی سے نصیحت:

منقول ہے کہ ایک رات مامون کو نیند نہ آئی تو اس نے ایک قصہ گو کو بلوایا کہ کوئی کہانی سناؤ۔ قصہ گو نے کہانی شروع کی: اے امیر المؤمنین! ایک اُلّو موصل میں رہتا تھا اور ایک بصرہ میں۔ موصل کے الو نے بصرہ کے الو کی بیٹی کا اپنے بیٹے کے لئے رشتہ مانگا تو بصرہ کے اُلّو نے کہا: میں اس وقت تک تیرے بچے کا پیغام قبول نہیں کروں گا جب تک میری بچی کا حق مہر 100 اُجڑے گھر نہ ہوں۔ موصل کے اُلّو نے کہا: میں اس پر قادر نہیں لیکن اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمارے حاکم کو ہم پر ایک سال مزید باقی رکھا تو میں اس شرط کو پورا کر دوں گا۔ کہتے ہیں کہ مامون اس کہانی کی وجہ سے غفلت سے بیدار ہو گیا اور فیصلوں کے لئے بیٹھنے لگا اور لوگوں کو ایک دوسرے سے انصاف دلانے لگا اور حاکموں، گورنروں اور رعایا کے معاملات کی چھان بین کرنے لگ گیا۔

مصر کی بادشاہت:

ابو حسن بن علی الاسدی کہتے ہیں: مجھے میرے والد نے بتایا کہ میں نے ایک قبطی کی کتاب جو کہ پہلے صعیدیہ زبان میں تھی پھر اس کو عربی میں نقل کیا گیا اس میں پڑھا: حضرت سیِّدُنا یوسف عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں وقت کے بادشاہ کو خالص سونے سے مصر کے مال سے ایک سال کا جو خراج جاتا تھا اس کی تعداد دو کروڑ 40 لاکھ 400 دینار تھی اور ان میں سے آٹھ لاکھ دینار کا استعمال شہروں کی تعمیر میں ہوتا تھا جیسا کہ نہریں کھودنا، پل بنانے میں خرچ کرنا، سیلاب کے لئے بندھ باندھنا، شہروں کو وسیع کرنے میں اور اس کے علاوہ دیگر کام جیسے آلات، اس کام میں مدد کرنے والوں کی اجرت اور بیج اٹھانے اور زمین برابر کرنے کے تمام اخراجات۔ چار لاکھ دینار بے سہاروں اور یتیموں پر خرچ ہوتے تھے اگرچہ وہ محتاج نہ ہوں حتّٰی کہ وہ لوگ بادشاہ کی نیکی کے سبب مسائل سے بے فکر ہو جائیں۔ دو لاکھ دینار عبادت خانوں پر

صرف ہوتے تھے۔ دو لاکھ دینار صدقات میں صرف ہوتے تھے ان لوگوں میں جن پر مصائب آئے ہوں اور وہ جن کی کفالت کرنے والا کوئی مرد نہ ہو اور فاقہ کشی کی بنا پر ان کے چہرے کی ہڈیاں ظاہر ہوگئی ہوں پھر بھی کچھ لینے نہ آئے ہوں تو ان کے لئے کثیر مال دیا جاتا تھا۔ جب مال تقسیم کرنے والے مال کی تقسیم سے فارغ ہو جاتے تو بادشاہ کے پاس آتے اور مال تقسیم ہو جانے کی مبارک باد دیتے اور لمبی عمر، ہمیشہ کی عزت، مال و دولت میں اضافہ اور سلامتی کی دعا دیتے۔ جب بادشاہ کو فقرا کا حال بیان کیا جاتا تو وہ انہیں حاضر کرنے کا حکم دیتا اور ان کی پراگندہ حالت کو تبدیل کرتا اور اُن کے لئے دستر خوان بچھاتا جس پر بیٹھ کر وہ اس کے سامنے کھاتے پیتے اور بادشاہ ان میں سے ہر ایک سے اس کے فاقہ کا سبب پوچھتا اگر سبب قدرتی آفت ہوتی تو اسے اس کے عطیہ سے زیادہ دیتا۔ دو لاکھ دینار ہر سال بادشاہ کے اخراجات میں صرف ہوتے تھے اور جب بادشاہت حضرت سیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سپرد ہوئی تو اس میں اور بھی اضافہ ہوا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بیت المال میں ناگہانی آفات کے لئے ایک کروڑ چھیالیس لاکھ رقم مقرر کی۔ اَبُورُہم کہتے ہیں: مصر کی زمین نشیبی زمین تھی اور پانی مصریوں کے گھروں کے نیچے سے بہتا ہوا نکلتا تھا اور یہی فرعون کا قول اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکایت فرمایا:

اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ؕ﴿۵۱﴾ (پ۲۵، الزخرف: ۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا میرے لئے مصر کی سلطنت نہیں اور یہ نہریں کہ میرے نیچے بہتی ہیں تو کیا تم دیکھتے نہیں۔

مصر اس زمانے میں بہت بڑا ملک تھا اور دریائے نیل کے دونوں کناروں پر اُسوان سے رشید تک ایک دوسرے سے ملے باغات اور کھیتیاں تھیں۔ جب اہل مصر (بنی اسرائیل) پلوں، کناروں پر موجود باغات اور کھیتیوں کو چھوڑ کر چلے گئے جو دو پہاڑوں کے درمیان شروع سے آخر تک ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں تو اسی بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے:

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ۙ﴿۲۵﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِیْمٍ ۙ﴿۲۶﴾ (پ۲۵، الدخان: ۲۵، ۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: کتنے چھوڑ گئے باغ اور چشمے اور کھیت اور عمدہ مکانات۔

مسلمان کو کیسا ہونا چاہئے؟

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: فرعون نے ہامان کو سَرَدُوس نہر کھودنے کا کہا تو اس نے اس کام کے لئے کوشش شروع کر دی۔ بستی والوں نے اس سے کہا کہ اُن کے لئے ایسی نہر جاری کرے جو ان کی بستیوں کے نیچے سے بہتی ہوئی نکلے اور انہوں نے اس کو مال بھی دیا۔ ہامان ایک بستی سے دوسری بستی، مشرق سے مغرب اور شمال

سے قبلہ کی طرف چلا گیا اور گاؤں والوں کو بتایا کہ نہر کیسے رواں ہوگی اور کس طرح چلے گی اور مصر کی نہر سے بڑی کوئی نہر نہیں ہوگی۔ لوگوں نے نہر کے لئے بہت بڑی رقم جمع کر دی۔ ہامان وہ رقم فرعون کے پاس لایا اور اسے معاملے کی خبر دی۔ فرعون نے کہا: آقا کو چاہئے کہ وہ غلاموں پر مہربانی کرے اور اپنے مال و دولت سے غلاموں کو دے، غلاموں کے مال میں رغبت نہ رکھے اور حکم دیا کہ بستی والوں کو ان کا مال واپس کر دو۔ ہامان نے جس سے جو لیا تھا اسے واپس کر دیا۔ یہ اس شخص کی سیرت ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لایا نہ اس سے ملاقات کی امید رکھی، نہ اس کے عذاب سے ڈرا اور نہ قیامت کے دن پر ایمان لایا تو پھر اس شخص کی سیرت کسی ہونی چاہئے جس نے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه'' کہا اور حساب، ثواب اور عذاب کے دن پر یقین رکھا۔

سَیِّدُنا یوسف عَلَیْهِ السَّلَام کا قصہ:

حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان:

اِجْعَلْنِیْ عَلٰى خَزَآىِٕنِ الْاَرْضِۚ (پ۱۳، یوسف: ۵۵) ترجمۂ کنز الایمان: مجھے زمین کے خزانوں پر کر دے۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس سے مراد مصر کے خزائن ہیں۔ جب مصر کے خزانے کی ذمہ داری آپ کی سپرد ہوئی اور آپ عَلَیْهِ السَّلَام کو اختیارات دیئے گئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارادہ فرمایا کہ آپ عَلَیْهِ السَّلَام کو صبر کا عوض عطا کرے کیونکہ آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے کسی جُرم کا اِرتکاب نہیں کیا تھا۔ اُس زمانے میں مصر کا رقبہ 40 فرسخ (تقریباً 196 کلو میٹر) تھا۔ حضرت سَیِّدُنا یوسف عَلَیْهِ السَّلَام نے مصر کے بادشاہ رَیَّان بن مُصعَب کا مطیع اور نائب ہونا اُسی وقت قبول فرمایا جب اُس نے آپ کی دعوت پر اسلام قبول کر لیا۔ جس سال گرانی اور قحط سالی ہوئی اسی سال مصر کے بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور حضرت سَیِّدُنا یوسف عَلَیْهِ السَّلَام مصر کے بادشاہ بن گئے۔ حضرت سَیِّدَتُنا زلیخا رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهَا اُس وقت تنگ دست و محتاج ہو چکی تھیں اور آنکھوں کی بینائی بھی چلی گئی تھی۔ ان سے کہا گیا: اگر آپ بادشاہ سے اپنا معاملہ ذکر کریں تو شاید وہ آپ پر رحم کرے، آپ کی مدد کرے اور آپ کو غنی کر دے کیونکہ آپ نے ان کا خیال رکھا تھا اور اُن کو عزت دی تھی۔ پھر ان سے کہا گیا: ایسا نہ کرنا ہو سکتا ہے کہ ان کو بدکاری میں مبتلا کرنے کی کوشش کرنا اور قید ہونا یاد آ جائے جو تمہاری وجہ سے ان کو پہنچا اور تم انہیں بُری لگو اور وہ تمہارے ساتھ بھی ویسا ہی کریں جیسا تمہارے سبب سے ان کے ساتھ ہوا۔ آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهَا نے فرمایا: میں ان کی بُردباری اور کرم نوازی کو جانتی ہوں اور آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهَا حضرت سَیِّدُنا یوسف عَلَیْهِ السَّلَام کے انتظار میں ان کے گزرنے کے دن راستے میں ایک ٹیلے پر بیٹھ

گئیں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام قوم کے تقریباً ایک لاکھ معزز لوگوں اور وزیروں مشیروں کے ساتھ نکلے۔ جب آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا نے حضرت سیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی خوشبو محسوس کی تو آپ کھڑی ہوئیں اور آواز دی: پاکی ہے اس کے لئے جس نے مَعْصِیَّت کے سبب بادشاہ کو غلام اور اطاعت کے سبب غلام کو بادشاہ بنادیا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا: تم کون ہو؟ عرض کی: میں وہی ہوں جو آپ کی خدمت خود کرتی تھی، آپ کے بالوں میں اپنے ہاتھ سے کنگھی کرتی تھی، آپ کے رہنے کی جگہ کی خود صفائی کرتی تھی اور مجھے میرے کئے کی سزا مل چکی، میری قوت ختم ہوگئی، میرا مال ضائع ہوگیا، میری آنکھوں کی روشنی ختم ہوگئی اور میں لوگوں سے سوال کرنے پر مجبور ہوگئی ہوں تو کوئی مجھے پر ترس کھاتا ہے اور کوئی نہیں کھاتا۔ پہلے مصر کے لوگ میری نعمت کو دیکھ کر رشک کرتے تھے اور اب میں اس سے محروم ہوچکی ہوں اور فساد کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام بہت زیادہ روئے اور حضرت سیِّدَتُنا زلیخا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا سے فرمایا: کیا تیرے دل میں میری محبت میں سے کچھ باقی ہے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا نے عرض کی: جی ہاں، اس کی قسم جس نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو خلیل بنایا! مجھے آپ کی طرف دیکھنا زمین بھر سونا چاندی ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام وہاں سے چلے گئے اور حضرت سیِّدَتُنا زلیخا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا کی طرف پیغام بھیجا: اگر تمہاری رضامندی ہو تو ہم تم سے نکاح کرلیں اور اگر تم شادی شدہ ہو تو تمہیں غنی کردیں؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا نے حضرت سیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے پیغام لانے والے سے کہا: میں جانتی ہوں کہ وہ مجھ سے مذاق کررہے ہیں کیونکہ میری جوانی اور حُسن و جمال کے وقت توانہوں نے میری طرف توجہ نہیں دی اور اب جب کہ میں بوڑھی، اندھی اور فقیر ہوں تو وہ مجھے کیسے قبول کرسکتے ہیں؟ حضرت سیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کا سامان تیار کرنے کا حکم دیا اور ان سے نکاح کرلیا اور ان کے پاس آئے اور قدموں کو ایک سیدھ میں کرکے کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کے اسم اعظم کے وسیلے سے دعا کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدَتُنا زلیخا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا کا حسن و جمال، بصارت اور جوانی لوٹادی۔ نکاح کے وقت آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا باکرہ تھیں اور آپ سے اَفرائیم بن یوسف اور منشا بن یوسف پیدا ہوئے۔ حضرت سیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت سیِّدَتُنا زلیخا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا نے اسلام میں بڑی خوشگوار زندگی گزاری حتّٰی کہ موت نے آپ دونوں کے درمیان جدائی ڈالی۔

مدنی پھول:

قوی کو چاہئے کہ کمزور کو اور مالدار کو چاہئے کہ فقیر کو نہ بھولے کیونکہ ایسا بھی ممکن ہے کہ جس سے طلب کیا جارہا

ہے وہ خود طلب کرنے والا ہو جائے، جس سے خواہش کی جا رہی ہے وہ خود خواہش کرنے والا ہو جائے، جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ خود سوال کرنے والا ہو جائے اور لوگوں پر رحم کرنے والا خود قابل رحم ہو جائے۔ ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنی رحمت سے ہم پر رحم فرمائے اور اپنے فضل سے ہم کو غنی کر دے۔

رعایا کی بھوک کی فکر:

جب حضرت سیِّدُنا یوسف عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زمین کے خزانوں کے مالک ہو گئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کبھی بھوکے رہتے اور کبھی جو کی روٹی کھاتے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا گیا: آپ زمین کے خزانوں کے مالک ہیں اور آپ بھوکے رہتے ہیں؟ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ میں سیر ہو کر بھوکوں کو بھول جاؤں گا۔

گورنروں کی سیرت کا بیان

حکایت: حمص کے عامل عمیر بن سعد

منقول ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عمیر بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حمص کا گورنر بنایا اور جب ایک سال گزر گیا تو انہیں خط لکھ کر اپنے پاس بلایا۔ حضرت سیِّدُنا عمیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنا عصا، زادِ راہ کا تھیلا، ایک چھوٹا سا مشکیزہ اور ایک پیالہ ساتھ لئے ننگے پاؤں پیدل چلتے ہوئے حاضر ہو گئے۔ جب امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کی طرف دیکھا تو فرمایا: اے عمیر! کیا تم ہم سے بزدل ہو گئے ہو یا ایسے شہر سے آئے ہو جو بُرا ہے؟ حضرت سیِّدُنا عمیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ! کیا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بُری بات اور بُرے گمان سے منع نہیں کیا؟ میں آپ کے پاس اس حال میں حاضر ہوا ہوں کہ دنیا میرے ساتھ ہے۔ امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: کون سا مال ہے تمہارے پاس؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ایک عصا ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور دشمن سامنے آجائے تو اس سے مقابلہ کرتا ہوں، ایک تھیلا ہے جس میں اپنا زادِ راہ رکھتا ہوں، ایک چھوٹا مشکیزہ ہے جس سے پانی پیتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس سے میں وضو کرتا ہوں، اپنا سر دھوتا ہوں اور کھانا کھانے کے لئے استعمال کرتا ہوں۔ اے امیر المؤمنین! بخدا! یہی میری دنیا ہے۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مجلس سے کھڑے ہوئے اور حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی قبر مبارک پر آئے اور بہت

زیادہ روئے اور یہ دعا کی: ”اَللّٰھُمَّ اَلْحِقْنِی بِصَاحِبَیَّ غَیْرَ مُفْتَضَحٍ وَلَا مُبَدَّلٍ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے رسوا ہونے اور بدلنے سے پہلے میرے دونوں صاحبوں کے ساتھ ملا دے۔“ پھر واپس اپنی مجلس میں تشریف لائے اور فرمایا: اے عمیر! ہم نے تمہیں جس کام کے لئے بھیجا تھا وہ تم نے کیسے کیا؟ حضرت سیِّدُنا عمیر بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: میں نے اونٹ والوں سے اونٹ لئے اور ذمیوں سے جزیہ لیا اس حال میں کہ وہ اطاعت گزار تھے۔ پھر اس سارے مال کو فقرا، مساکین اور مسافروں میں تقسیم کر دیا۔ اے امیر المؤمنین خدا کی قسم! اگر اس میں سے میرے پاس کچھ بچتا تو میں ضرور آپ کے پاس حاضر کر دیتا۔ حضرت سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اے عمیر! اپنے کام کی طرف دوبارہ جایئے۔ حضرت سیِّدُنا عمیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! میں آپ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے اپنے گھر بھیج دیجئے۔ انہیں اجازت مل گئی اور وہ اپنے گھر چلے گئے۔ حضرت سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حبیب نامی شخص کو 100 دینار دے کر بھیجا اور فرمایا: عمیر کے بارے میں مجھے خبر دینا، ان کے پاس تین دن رُکنا اور دیکھنا کہ وہ خوشحال ہیں یا تنگدست، اگر تنگدست ہوں تو یہ 100 دینار انہیں دے دینا۔ حبیب گئے اور تین دن حضرت سیِّدُنا عمیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس رُکے لیکن انہوں نے وہاں زیتون کے تیل اور جو کے علاوہ کوئی گزارے کی چیز نہ دیکھی۔ جب تین دن گزر گئے تو حضرت سیِّدُنا عمیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اے حبیب! اگر تو مناسب سمجھے تو ہمارے پڑوسیوں میں سے کسی کے ہاں چلا جا ہو سکتا ہے کہ وہ تیری ہم سے اچھی خدمت کر سکیں، خدا کی قسم! اگر ہمارے پاس اس کے علاوہ کچھ ہوتا تو ہم ضرور تیرے لئے حاضر کرتے۔ حبیب نے 100 دینار دیئے اور عرض کی: یہ امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ کے لئے بھیجے ہیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی زوجہ کو پھٹے پرانے کپڑے لانے کو کہا اور ان سے پانچ، چھ اور سات دینار کی پوٹلیاں بنالیں اور ان کو اپنے فقرا بھائیوں کی طرف بھیج دیا۔ حبیب حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور عرض کی: اے امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! میں آپ کے پاس ایسے شخص کی طرف سے آرہا ہوں جو لوگوں میں سب سے زیادہ زاہد ہے اور اس کے پاس دنیا زیادہ ہے نہ کم ہے۔ حضرت سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کے لئے 241 کلو گرام گندم اور کپڑوں کا حکم دیا۔ حضرت سیِّدُنا عمیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! کپڑے تو میں قبول کر لیتا ہوں لیکن گندم کی مجھے حاجت نہیں ہے کیونکہ گندم میرے گھر میں چار کلو کے قریب موجود ہے اور وہ ہمارے لئے کافی ہے جب تک ہمیں مزید کی ضرورت نہیں پڑتی۔

دینار صدقہ کر دیئے:

منقول ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے 400 دینار تھیلی میں باندھے اور غلام سے کہا: یہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دے دو اور پھر تم وہاں کچھ دیر رُکنا اور دیکھنا کہ وہ ان کا کیا کرتے ہیں؟ غلام حضرت سیّدُنا ابو عبیدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی پاس گیا اور عرض کی: امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا ہے کہ آپ انہیں اپنی ضروریات میں خرچ کریں۔ حضرت سیّدُنا ابو عبیدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دعا دی: اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کا مرتبہ بلند کرے اور ان پر رحم فرمائے پھر اپنی لونڈی کو بلوایا اور اس سے کہا: یہ سات دینار فلاں کو دے آؤ یہ پانچ فلاں کو دے آؤ حتّٰی کہ سارے دینار خرچ کر دیئے۔ غلام حضرت سیّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں لوٹ آیا اور جو اس نے دیکھا اس کی خبر دے دی۔ حضرت سیّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اتنے ہی دینار حضرت سیّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لئے بھی باندھے اور غلام سے کہا: یہ معاذ بن جبل کو دے آؤ اور دیکھو وہ کیا کرتے ہیں؟ غلام حضرت سیّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس گیا اور ان سے بھی وہی کہا جو اس نے حضرت سیّدُنا ابو عبیدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کہا تھا۔ حضرت سیّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی وہی معاملہ کیا جو حضرت سیّدُنا ابو عبیدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کیا تھا۔ غلام حضرت سیّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں لوٹ آیا اور ان کو معاملے کی خبر دی۔ حضرت سیّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: یہ سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

دوسری فصل: ذمیوں کے احکام کا بیان

سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کا طرز عمل:

منقول ہے کہ بنو تَغْلَبہ کے لوگ امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے امیر المؤمنین! ہمارے لئے کچھ مقرر کر دیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے پوچھا: کیا تم نصرانی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: حجام کو بلواؤ اور ان کے سر کے اگلے حصے کے بال کٹواؤ اور ان کی چادروں میں سے کپڑا اپھاڑ کر ان کی کمر پر پٹیاں بندھواؤ اور انہیں حکم دو کہ زین پر سوار نہ ہوں اور پالان پر سوار ہوں تو ایک کنارے پر سوار ہوں۔

خلیفہ جعفر متوکل کا طرزِ عمل:

منقول ہے کہ خلیفہ جعفر متوکل نے یہود و نصاریٰ کو مسلمانوں کے معاملات سے دور رکھا اور انہیں کسی عہدے پر مقرر نہ کیا بلکہ ذلیل و رسوا کیا نیز ان کی اور مسلمانوں کی وضع میں فرق رکھا۔ اہلِ حق اس کے قریب رہے اور اہلِ باطل اس سے دور رہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کے ذریعے حق کو زندہ رکھا اور باطل کو مٹایا۔

یہود و نصاریٰ سے کام نہ لو:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں: یہود و نصاریٰ کو حاکم نہ بناؤ کہ یہ تو اپنے دینی معاملات میں بھی رشوت لینے والے ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دین میں رشوت حلال نہیں۔ جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بصرہ کے گورنر حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اپنے پاس حساب و کتاب کے لئے بلایا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مسجد میں حاضرِ خدمت ہوئے اور اپنے نصرانی کاتب کے لئے اجازت چاہی تو حضرت سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے ان سے فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے ہلاک کرے، تو نے ایک ذمی کو مسلمانوں پر والی بنا دیا، کیا تو نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان نہیں سنا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ؔۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۱﴾ (پ۶، المائدۃ: ۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بے شک **اللہ** بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔

تو نے کسی مسلمان کو کاتب کیوں نہ بنایا؟ حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! وہ میرے لئے کتابت کرتا ہے اس کا دین اس کے لئے ہے۔ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: جن کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اہانت کی ہے ان کی تعظیم نہ کرو، جن کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ذلیل کیا ہے ان کو عزت نہ دو اور جن کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دور کیا ہے ان کو قریب نہ کرو۔

جو مرتبہ ہے اسی میں رکھو:

کسی گورنر نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے خط کے ذریعے پوچھا: دشمن زیادہ ہو گئے ہیں

اور جزیہ بھی زیادہ ہو گیا ہے تو کیا ہم عجمی غیر مسلموں سے مدد لے سکتے ہیں؟ حضرت سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواباً ارشاد فرمایا: وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمن ہیں اور ہمیں دھوکا دیتے ہیں تو انہیں اسی مرتبے میں رکھو جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں رکھا ہے۔

مشرک سے مدد نہ لی:

جب حضور نبی رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بدر کے لئے نکلے تو مقام حَرَّہ کے قریب مشرکین میں سے ایک شخص ملا اور اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ چلوں اور آپ کی طرف سے لڑوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو؟ کہا: نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: واپس چلا جا میں مشرک سے ہرگز مدد نہ لوں گا۔ پھر وہ شخص مقام شجرہ کے پاس ملا اور کہا: میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ کے ساتھ چلوں اور آپ کی طرف سے لڑوں۔ ارشاد فرمایا: کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو؟ اس شخص نے کہا: نہیں۔ ارشاد فرمایا: واپس چلا جا میں مشرک سے ہرگز مدد نہ لوں گا۔ پھر وہ شخص مقام بیداء کے پیچھے ملا اور وہی بات کہی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پھر ارشاد فرمایا: کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو؟ اس شخص نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے اسے بھی ساتھ لے لیا[1] اور اس کے سبب مسلمان خوش ہوئے کہ وہ مسلمانوں کے لئے قوت اور ہمت کا باعث بنا تھا۔

یہ اس بات کی اصل ہے کہ کافر سے مدد نہیں لی جائے گی کیونکہ کفار حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مقابلے میں آئے اور اِن کفار کا خون بہایا گیا تو اب کیسے ان کو مسلمانوں پر والی بنایا جا سکتا ہے؟

حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے اپنے گورنروں کو یہ لکھا: تم اہل علم کے علاوہ کسی کو حکومتی عہدے پر فائز نہ کرنا۔ گورنروں نے جواب دیا: ہم نے اہل علم میں خیانت دیکھی ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے انہیں جواب دیا: اگر اہل علم میں بھلائی نہیں ہے تو پھر دوسروں میں تو بدرجہ اولیٰ بھلائی نہیں ہو گی۔

شوافع کے نزدیک ذمیوں کے احکام:

علمائے شوافع نے فرمایا: یہود و نصاریٰ پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں سے لباس میں فرق رکھیں اور ٹوپی پہنیں تو سرخ رنگ میں رنگی ہوئی پہنیں جو مسلمانوں کی ٹوپی سے الگ ہو اور اپنی کمر پر زُنّار باندھیں۔ گلوں میں پیتل یا سیسہ کی نشانی ہو یا

[1] ... مسلم، کتاب الجہاد، باب کراہۃ الاستعانۃ... الخ، ص: ۱۰۱۰، حدیث: ۱۸۱۷

گھنٹی ہو اور اس کے ساتھ ہی حمام میں داخل ہوں۔ عمامہ باندھیں نہ عمدہ شال اوڑھیں۔ عورتیں بھی ازار بند کے نیچے زُنّار باندھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ازار بند کے اوپر باندھیں اور یہی زیادہ بہتر ہے اور ان کے گلوں میں بھی نشانی ہو اور اس کے ساتھ ہی حمام میں داخل ہوں اور ان کا ایک موزہ سیاہ اور دوسرا سفید ہو۔ یہود و نصاریٰ گھوڑے، خچر اور گدھے پر پالان پر سوار نہ ہوں اور نہ ہی زین پر بیٹھیں اور مجلسوں کی صدارت بھی نہ کریں۔ انہیں سلام میں پہل نہ کی جائے بلکہ راستے میں ہوں تو انہیں تنگ راستے کی طرف مجبور کیا جائے اور مسلمانوں کی عمارتوں سے اونچی عمارت بنانے سے انہیں منع کیا جائے۔ ان کے ساتھ مُساوات جائز ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مُساوات جائز نہیں ہے۔ اگر ذمی کسی بلند گھر کے مالک ہو جائیں تو اسے برقرار رکھیں گے۔ منکرات کا اظہار کرنے سے ان کو منع کریں جیسا کہ شراب پینا، خنزیر کا گوشت کھانا، ناقوس بجانا اور بلند آواز سے انجیل اور تورات پڑھنا۔ حجاز میں داخل ہونے سے انہیں منع کیا جائے گا اور حجاز میں مکہ، مدینہ اور یمامہ شامل ہیں۔ اگر وہ جزیہ دینے سے منع کر کے سابقہ روش اختیار کرلیں تو ان کا عہد ٹوٹ جائے گا۔ اگر کسی ذمی نے مسلم عورت کے ساتھ زنا کیا یا کسی مسلم عورت کے ساتھ نکاح کیا یا کفار کے لئے جاسوسی کی یا مسلمانوں کی پوشیدہ جگہوں پر کفار کی راہنمائی کی یا مسلمانوں کے دین میں فتنہ ڈالا یا مسلمان کو قتل کیا یا مسلمان کے ساتھ لوٹ مار کی تو اس کا ذمہ ختم ہو جائے گا۔

جزیہ[1] کی مقدار:

جزیہ کی مقدار کے بارے میں علما کے مابین اختلاف ہے۔ بعض علما کہتے ہیں کہ کمی اور زیادتی میں اس کی مقدار وہی ہو گی جو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عثمان بن حنیف رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو کوفہ میں لکھ کر بھیجی تھی کہ مال دار سے 48، متوسط سے 24 اور غریب سے 12 درہم لئے جائیں گے۔ اس وقت اکابر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی موجود تھے اور کسی نے بھی اس مسئلے میں حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اختلاف نہیں کیا۔ سونے کے اعتبار سے 12 دینار ہیں اور یہی حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِمَا الرَّحْمَہ کا مذہب ہے اور حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ حاکم کا امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مقرر کردہ جزیہ سے زیادہ وصول کرنا بھی جائز ہے لیکن اس سے کم کرنا جائز نہیں۔ عورتوں، غلاموں، بچوں اور مجنونوں پر جزیہ نہیں ہے[2]۔

---

1 ... سلطنت اسلامیہ کی جانب سے ذمی کفار پر جو مقرر کیا جاتا ہے اسے جزیہ کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ ۹،۲/۴۴۸)

2 ... ذمیوں سے متعلق تفصیلی احکام جاننے کے لئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1180 صفحات پر مشتمل کتاب ''بہار شریعت، جلد 2، حصہ 9، صفحہ 448 تا 452'' کا مطالعہ کیجئے۔ (علمیہ)

نصاریٰ کے عبادت خانوں کا حکم:

نصاریٰ کے عبادت خانوں کے متعلق امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حکم دیا کہ دار الاسلام ہونے کے بعد جو گرجے تعمیر ہوں انہیں مسمار کر دیا جائے اور نئے گرجوں کی تعمیر کی اجازت نہ دی جائے اور یہ بھی حکم دیا کہ کنیسہ سے باہر اپنی نشانیاں ظاہر نہیں کریں گے اور نہ صلیب بلند کریں گے۔

حضرت سیّدُنا عروہ بن محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے صنعاء میں گرجے کو منہدم کر دیا تھا اور یہ جو بیان ہوا اس پر تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے۔ اس معاملے میں امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز بہت سخت تھے اور انہوں نے حکم دیا کہ مسلمانوں کے علاقوں میں کوئی بھی گرجا اور نصاریٰ کا عبادت خانہ نہیں چھوڑا جائے گا خواہ وہ نیا ہو یا پرانا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ وَحَسْبُنَا اللہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَصَلَّی اللہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے اور اسی کے پاس ٹھکانا (یعنی جنت) ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز اور درود و سلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

...✿...

باب نمبر 22:

لوگوں کے ساتھ بھلائی، مظلوموں کی مدد، مسلمانوں کی حاجت روائی اور ان کے دلوں میں خوشی داخل کرنے کا بیان

بھلائی اور مدد کے متعلق دو فرامینِ باری تعالیٰ:

﴿1﴾...

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ ؕ (پ۲، البقرۃ: ۲۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کو بھلا نہ دو۔

﴿2﴾...

وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ۪ (پ۶، المآئدۃ: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

جہاد کا ثواب:

سَیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو اپنے مسلمان بھائی کی مدد اور فائدے کے لئے چلا تو اس کے لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے راستے میں جہاد کرنے کا ثواب ہے۔ (1)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا محبوب:

حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تمام مخلوق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عیال ہے اور مخلوق میں سے اسے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عیال کے لئے خرچ کرے۔" (2)

"عیال" سے مراد یہ ہے کہ تمام مخلوق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی محتاج ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمام کو پالنے والا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا عبدُاللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ تمام نبیوں کے سرور، محبوب ربِ اکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو انہیں نفع پہنچائے۔ (3)

نور کے منبر:

حضرت سَیِّدُنا عمرو بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کچھ لوگوں کو بندوں کی حاجات پوری کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے اور اپنے ذمہ کرم پر یہ عہد لیا ہے کہ حاجات پوری کرنے والوں کو آگ کا عذاب نہیں دے گا اور جب قیامت کا دن ہو گا تو ان کے لئے نور کے منبر بچھائے جائیں گے جہاں وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ہم کلام ہوں گے جبکہ دیگر لوگ حساب میں مشغول ہوں گے۔ (4)

جہنم اور نفاق سے آزادی:

حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

---

1 ... کنز العمال، کتاب الزکاۃ، باب فی انواع الصدقۃ... الخ، ۶/ ۱۹۰، حدیث: ۱۶۴۶۲

2 ... معجم کبیر، ۱۰/ ۸۶، حدیث: ۱۰۰۳۳ عن ابن مسعود

3 ... معجم اوسط، ۴/ ۲۲۲، حدیث: ۵۷۸۷ عن جابر

4 ... الفوائد لتمام الرازی، ۲/ ۲۱۹، تحت الحدیث: ۱۵۷۵ عن انس

ارشاد فرمایا: ”جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے کی کوشش کرے خواہ حاجت پوری ہو یا نہ ہو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اس کے لئے دو آزادیاں لکھتا ہے ایک جہنم سے اور دوسری نفاق سے۔“[(1)]

حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ مکی مدنی سلطان، رحمت عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کرے گا میں اس کے میزان کے پاس کھڑا ہوں گا اگر اس کا نیکی والا پلڑا بھاری رہا تو ٹھیک ورنہ میں اس کی شفاعت کروں گا۔[(2)]

بلا حساب جنت میں داخلہ:

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے کے لئے چلے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے ہر قدم کے بدلے اس کے لئے 70 نیکیاں لکھتا ہے اور 70 گناہ مٹا دیتا ہے اور اگر وہ مسلمان بھائی کی حاجت کو اپنے ہاتھ سے پورا کر دے تو گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اپنی ماں سے پیدا ہونے کے دن تھا اور اگر حاجت پوری کرنے کے دوران مر جائے تو بلا حساب جنت میں داخل ہو گا۔[(3)]

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو اپنے بھائی کی حاجت کے لئے چلے اور اس سے ہمدردی کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے اور جہنم کے درمیان سات خندقیں بنا دے گا اور ایک خندق سے دوسری خندق کے درمیان اتنا فاصلہ ہو گا جتنا زمین اور آسمان میں ہے۔[(4)]

نعمتوں سے محرومی کا ایک سبب:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ حضور تاجدار رسالت، مالک کوثر و جنت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہیں وہ لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کے سبب

1 ... البحر المدید، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ: ۴۸، ۱/ ۴۷

2 ... حلیۃ الاولیاء، مالک بن انس، ۶/ ۳۸۹، حدیث: ۹۰۳۸

3 ... مکارم الاخلاق للخرائطی، باب ما جاء فی اصطناع المعروف... الخ، ۲/ ۲۳۹، حدیث: ۹۴

4 ... حلیۃ الاولیاء، عبد العزیز بن ابی رواد، ۸/ ۲۱۷، حدیث: ۱۱۹۳۲

نعمتوں سے نوازے رکھتا ہے جب تک وہ لوگوں سے اُکتا نہ جائیں اور جب وہ لوگوں سے اُکتا جاتے ہیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان سے نعمتوں کو دوسروں کی طرف پھیر دیتا ہے۔"(1)

نعمت کا زوال:

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ شہنشاہِ کون ومکاں، سرورِ ذیشاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے پر کوئی نعمت تام کرتا ہے تو لوگوں کی حاجتیں اس سے متعلق کر دیتا ہے پھر اگر وہ لوگوں سے اُکتا جاتا ہے تو اُس سے نعمت کو زائل کر دیتا ہے۔(2)

غمگین کی مدد پر 73 نیکیاں:

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو کسی غمگین کی مدد کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے 73 نیکیاں لکھتا ہے، ان میں سے ایک نیکی سے اس کی دنیا و آخرت کی اصلاح ہوتی ہے اور باقی سے اُس کے درجات بلند ہوتے ہیں۔(3)

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ شیر اپنی چنگھاڑ میں کیا کہتا ہے؟ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ وہ کہتا ہے: اے **اللہ**! مجھے نیکوکاروں میں سے کسی پر مسلط نہ فرمانا۔(4)

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ شہنشاہِ خوش خِصال، بی بی آمنہ کے لال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک لوگوں میں سے زیادہ پسندیدہ کون ہے؟ ارشاد فرمایا: لوگوں کو زیادہ نفع پہنچانے والا۔ عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1 ... معجم اوسط، ٦/ ١٥٨، حدیث: ٨٣٥٠ عن عبد اللہ بن عمرو

2 ... معجم اوسط، ٥/ ٣٣٩، حدیث: ٧٥٢٩

3 ... شعب الایمان، کتاب الادب، باب فی التعاون علی البر و التقوی، ٦/ ١٢٠، حدیث: ٧٦٧٠

4 ... مسند الفردوس، ١/ ٢٩٧، حدیث: ٢١٥٥

وَسَلَّم! افضل عمل کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا: مومن کے دل میں خوشی داخل کرنا۔ عرض کی گئی: مومن کے دل میں خوشی داخل کرنے سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا: اسے کھانا کھلانا، اس کی تکلیف دور کرنا اور اس کا قرض ادا کرنا اور جو اپنے بھائی کی حاجت روائی کے لئے چلا تو وہ ایسا ہے جیسے رمضان میں روزے رکھے اور اعتکاف کرے اور جو مظلوم کی مدد کرنے کے لئے چلتا ہے بروز قیامت جب لوگوں کے قدم ڈگمگائیں گے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ثابت قدم رکھے گا اور جو اپنے غصے کو روکتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے اور بد اخلاقی عمل کو ایسے برباد کرتی ہے جیسے سرکہ شہد کو خراب کرتا ہے۔ [1]

مسلمان کو خوش کرنے کی فضیلت:

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه بیان کرتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو اپنے مسلمان بھائی سے اس کے پسندیدہ انداز میں ملے تاکہ اس کو اس سے خوش کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کو قیامت کے دن خوش کر دے گا۔ [2]

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا بیان کرتی ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو کسی مسلمان گھر میں خوشی داخل کرے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنت کے سوا کسی خوشی پر راضی نہیں ہو گا۔ [3]

خوشی کا فرشتہ:

حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادق رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ اپنے جدِّ اَمجد سے روایت کرتے ہیں کہ حُضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی کسی مومن کو خوش کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت اور اس کی توحید بیان کرتا رہتا ہے۔ جب وہ آدمی مرنے کے بعد اپنی قبر میں پہنچتا ہے تو وہ خوشی (بصورت فرشتہ) اُس کے پاس آکر کہتی ہے: کیا تم مجھے جانتے ہو؟ آدمی کہتا ہے: تم کون ہو؟ وہ کہتی ہے: میں وہ خوشی ہوں جو تو نے فلاں بندے کو دی تھی اور آج میں تیرے لئے وحشت سے اُنسیت کا باعث ہوں گی، تجھے تیری حجت یاد دلاؤں گی اور حق بات پر تجھے ثابت قدم رکھوں گی، قیامت کے دن تیرے ساتھ ہوں گی، تیرے رب کی بارگاہ میں تیری شفاعت

1 ...حلیۃ الاولیاء، مالک بن انس، ۱/ ۳۸۳، حدیث: ۹۰۱۲

2 ...معجم صغیر، ۲/ ۱۴۷، حدیث: ۱۱۷۵

3 ...معجم اوسط، ۵/ ۳۳۷، حدیث: ۷۵۱۹

کروں گی اور جنت میں تیرا ٹھکانا دکھاؤں گی۔[1]

دانشوروں کا قول ہے کہ جب تم کسی کریم سے حاجت پوری کرنے کا سوال کرو تو اُسے سوچنے کا موقع دو کیونکہ کریم اچھا ہی سوچے گا اور جب کسی کمینے سے سوال کرو تو اُسے سوچنے کا موقع نہ دو ہو سکتا ہے کہ اس کی فطرت اُسے یہ کام کرنے سے روک دے۔

حاجت پوری ہو گئی:

ایک شخص نے کسی سے اپنی حاجت بیان کی پھر اس سے دوبارہ اس سلسلے میں بات نہ کی تو اس شخص نے سوال کرنے والے سے پوچھا: کیا تو اپنی حاجت بھول گیا ہے؟ سوال کرنے والے نے جواب دیا: اپنی حاجت کے لئے تجھے جگا رکھنے والا اپنی حاجت کو بھولا نہیں ہے اور جو تیرا قصد کرلے وہ کامیابی کے راستے سے ہٹ نہیں سکتا۔ وہ شخص اس کی فصاحت سے بڑا متاثر ہوا اور اس کی حاجت پوری کر دی اور اس کے لئے ڈھیر سارے مال کا حکم دیا۔

مسلمہ نے نصیب سے کہا: مجھے اپنا مسئلہ بیان کرو۔ نصیب نے کہا: میرے مسئلہ بیان کرنے کے مقابلے میں آپ کے ہاتھ عطیہ دینے میں زیادہ کشادہ ہیں۔ مسلمہ نے اس کے لئے ایک ہزار دینار کا حکم دے دیا۔

نااہل سے حاجت بیان نہ کرو:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم فرماتے ہیں کہ حاجت کو چھوڑ دینا زیادہ آسان ہے ایسے شخص سے حاجت طلب کرنے سے جو پوری کرنے کا اہل نہ ہو۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم فرماتے ہیں: اپنے بھائی کے پاس حد سے زیادہ حاجتیں نہ لے کر جاؤ کیونکہ بچھڑا جب ماں کے پستان چوسنے میں حد سے تجاوز کرتا ہے تو اسے دور کر دیا جاتا ہے۔

ذُوالرِّیاسَتَین نے ثُمامہ بن اَشرس سے کہا: مجھے سمجھ نہیں آتا کہ اتنے لوگ جو آئے ہیں ان کا کیا کروں؟ ثمامہ نے کہا: آپ اپنی جگہ سے اُٹھ جائیں اور یہ مجھ پر چھوڑ دیں کہ میں ان میں سے کسی کو آپ سے نہ ملنے دوں۔ ذوالریاستین نے کہا: یہ ٹھیک ہے۔ ثمامہ لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔

[1] ... موسوعة ابن ابی الدنیا، قضاء الحوائج، ۴/۲۱۳، حدیث: ۱۱۵

دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دست قدرت میں ہیں:

ابو جعفر محمد بن قاسم الکرخی کہتے ہیں: میں نے ابو الحسن علی بن محمد بن فرات کو اپنی حاجت ایک رُقعہ میں لکھ کر پیش کی۔ اس نے وہ رقعہ پڑھا اور اپنے ہاتھ سے ایک طرف رکھ دیا اور اس بارے میں کچھ نہ کہا تو میں نے وہ رُقعہ لیا اور کھڑا ہو گیا اور میں نے اسے سناتے ہوئے یہ دو شعر کہے:

وَاِذَا خَطَبْتَ اِلٰی کَرِیْمٍ حَاجَةً   وَاَبٰی فَلَا تَقْعُدْ عَلَیْهِ بِحَاجِبِ

فَلَرُبَّمَا مَنْعُ الْکَرِیْمِ وَمَا بِهٖ   بُخْلٌ وَلٰکِنْ سُوْءُ حَظِّ الطَّالِبِ

ترجمہ: جب تو کسی کریم کے پاس حاجت لے کر جائے اور وہ اسے پوری کرنے سے انکار کر دے تو تُو اس کے پاس دربان بن کر نہ بیٹھ جا کیونکہ کبھی کریم کا منع کرنا بخل کے سبب نہیں ہوتا، ہاں طلب کرنے والے کا نصیب بُرا ہوتا ہے۔

ابو الحسن نے کہا: اے ابو جعفر! جو تم نے کہا ہے وہ ہم نے سن لیا ہے لوٹ آؤ، طلب کرنے والے کا نصیب بُرا نہیں ہے ہاں جب اُس نے ہم سے سوال کیا تو ہم نے اُسے لوٹایا ضرور تھا کہ دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دست قدرت میں ہیں اور بدلتے رہتے ہیں۔ پھر رُقعہ لیا اور جو میں چاہتا تھا ویسا کر دیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن حسن بن حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم فرماتے ہیں کہ میں کسی حاجت کے لئے امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کے دروازے پر گیا تو انہوں نے فرمایا: اگر آپ کو مجھ سے کوئی حاجت ہو تو کسی کے ہاتھ پیغام بھیج دیا کریں یا مجھے خط لکھ دیا کریں کیونکہ میں اس بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا کرتا ہوں کہ آپ میرے دروازے پر آئیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ مصیبت دور کر دیتا ہے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جو خوب دعاؤں کو سننے والا ہے! جب کوئی شخص کسی کے دل میں خوشی ڈالتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس خوشی سے رحم کو پیدا فرماتا ہے، جب اس شخص پر کوئی مصیبت آئے تو وہ رحم اس پر اس طرح جاری ہوتا ہے جیسے ڈھلان میں پانی گرتا ہے حتّٰی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس سے وہ مصیبت دور کر دیتا ہے جیسے کوئی اپنے اونٹوں سے اجنبی اونٹ کو دور کر دیتا ہے۔

نعمتوں کے دوام و بقا کا سبب:

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے حضرت سیّدُنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے فرمایا: اے جابر! اللہ عَزَّوَجَلَّ جس پر انعام زیادہ کرتا ہے تو اس کی طرف لوگوں کی حاجتیں بھی زیادہ کر دیتا ہے۔ اگر بندہ ان نعمتوں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے لوگوں کی حاجتیں پوری کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان نعمتوں کو دوام اور بقا دے دیتا ہے اور اگر ان نعمتوں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے لوگوں کی حاجتیں پوری نہ کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان نعمتوں کو زائل کر دیتا ہے۔

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ زَوَالِ النِّعْمَۃِ وَنَسْاَلُہُ التَّوْفِیْقَ وَالْعِصْمَۃَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا دَائِمًا اَبَدًا اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کے زائل ہونے سے پناہ مانگتے ہیں اور ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے توفیق اور اُس کی حفاظت کا سوال کرتے ہیں اور قیامت تک کے لئے ہمیشہ خوب درود و سلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کی آل و اصحاب پر اور تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

باب نمبر 23: اچھے اور بُرے اخلاق کا بیان

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا خُلق:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بارے میں فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴿۴﴾ (پ۲۹، القلم: ۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ اچھے اخلاق اور پیاری عادات کو خاص کر دیا جیسے حیا، سخاوت، عفو و درگزر اور وعدے کا پورا کرنا۔

اُمُّ المؤمنین حضرت سیّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ حُسنِ اخلاق کے پیکر، محبوبِ ربِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خُلق قرآن ہے کہ آپ کا غضب قرآن کے لئے ہوتا تھا اور آپ کی رضامندی بھی قرآن کے لئے ہوتی تھی۔[1]

1 …معجم اوسط، ۱/ ۳۳، حدیث: ۷۲

تمام مخلوق میں سب سے افضل:

حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب رسولِ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذکر کرتے تو فرماتے: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اولادِ آدم میں سب سے زیادہ مکرم اور سارے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام میں سے بڑے مرتبے والے ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دنیا کے خزانوں کی چابیاں پیش کی گئیں لیکن آپ نے اُسے اختیار فرمایا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ہے (یعنی رفیق اعلیٰ کو)۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کھانا:

حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول کرتے اور زمین پر تشریف فرما ہوتے اور ارشاد فرماتے: ”بے شک میں بندہ ہوں اور بندے کی طرح کھانا کھاتا ہوں اور بندے کی طرح بیٹھتا ہوں۔“[1] آپ ٹیک لگا کر اور اونچے دستر خوان[2] پر کھانا تناول نہ فرماتے تھے اور بغیر چھنے جو کی روٹی کھاتے۔ ککڑی تر کھجور کے ساتھ ملا کر بھی تناول کرتے اور فرماتے: ”ککڑی کی ٹھنڈک کھجور کی گرمی کو مٹا دیتی ہے۔“[3] آپ کو کھانوں میں گوشت بہت زیادہ پسند تھا اور آپ یہ فرماتے: ”گوشت سننے کی قوت بڑھاتا ہے اور اگر میں اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کرتا کہ وہ مجھے ہر روز گوشت کھلائے تو وہ ضرور ایسا کرتا۔“[4] آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کدو پسند کرتے اور فرماتے: ”اے عائشہ! جب تم ہانڈی پکاؤ تو اس میں کدو زیادہ ڈالو کیونکہ یہ غمگین دل کو مضبوط کرتا ہے۔“[5] اور یہ بھی فرماتے: ”جب تم کدو پکاؤ تو اس کا شوربا زیادہ کرو۔“[6]

اثمد سرمہ لگانا:

حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آنکھوں میں اثمد سرمہ ڈالتے اور سفر میں بھی تیل کی شیشی،

---

1 ... شرح السنة، کتاب الاطعمة، باب کراھیة الاکل... الخ، ٦/ ٦٩، حدیث: ۲۸۳۳

2 ... خوان تپائی کی طرح اونچی چیز ہوتی ہے، جس پر امراء کے یہاں کھانا چنا جاتا ہے تاکہ کھاتے وقت جھکنا نہ پڑے، اس پر کھانا کھانا متکبرین کا طریقہ تھا۔ (بہار شریعت، حصہ ١٦، ٣/ ٣٦٩)

3 ... سنن کبری للبیھقی، کتاب الصداق، باب ماجاء فی الجمع... الخ، ٧/ ۴۵۹، حدیث: ١۴٦٣٨

4 ... احیاء علوم الدین، بیان اخلاقہ وآدابہ فی الطعام، ٢/ ۴۵٦

5 ... الفوائد الشھیر بالغیلانیات لابی بکر الشافعی، باب فی اکل النبی القرع، ٢/ ٧٠١، حدیث: ٩۵٦

6 ... مسند الفردوس، ٢/ ١٧٦، حدیث: ۴٧۵۴ بتغیر

سرمہ، آئینہ، کنگا اور سوئی اپنے ساتھ رکھتے اور خود ہی کپڑوں کو سیتے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بغیر قہقہہ کے ہنستے، مباح کھیل دیکھنے پر منع نہ فرماتے۔

دوڑ کا مقابلہ:

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے اہل کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کرتے۔ چنانچہ اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”میرے سرتاج، صاحب معراج صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے دوڑ کا مقابلہ کیا تو میں دوڑ میں جیت گئی پھر جب میری صحت زیادہ ہوگئی تو آپ نے مجھ سے دوڑ کا مقابلہ کیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جیت گئے اور میرے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: یہ پہلے مقابلے کا بدلہ ہے۔“[1]

کھانے اور پہننے میں برتری اختیار نہ فرمانا:

حضور نبی اکرم، نُوْرِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس لونڈی اور غلام ہوتے لیکن ان میں سے کسی پر بھی کھانے، پینے اور پہننے میں برتری اختیار نہ فرماتے۔ آپ اُمّی تھے کہ مخلوق میں سے کسی سے بھی پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا۔ آپ ایسے شہروں میں جہاں تعلیم کا رواج نہیں اور صحراؤں میں پروان چڑھے اور پیدائش سے پہلے والد کا اور بچپن میں ماں کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب، حبیب لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تمام اچھے اخلاق سکھا دیئے۔

پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی فصاحت:

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے اور آپ کی گفتگو سب سے زیادہ میٹھی ہوتی تھی۔ چنانچہ حضور نبی رحمت، شَفِیْعِ امت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان عالیشان ہے: ”اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ یعنی میں تمام عرب والوں سے زیادہ فصیح ہوں۔“[2]

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفقت:

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس ذات کی قسم جس نے حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! جب بھی آپ نے میری کوئی ناپسندیدہ بات ملاحظہ فرمائی تو مجھے یہ نہ فرمایا: ”تم نے ایسا

1 ...ابو داود، کتاب الجهاد، باب فی السبق علی الرجل، ۳/ ۴۲، حدیث: ۲۵۷۸

2 ...الشفاء، الباب الثانی، فصل و اما فصاحة اللسان، ۱/ ۸۰

کیوں کیا؟" اور اگر میں نے کوئی کام نہ کیا تو یہ نہ فرمایا: "تم نے یہ کیوں نہ کیا؟" اور اگر کبھی کوئی زوجہ مطہرہ مجھے کسی بات پر ملامت کرتی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان سے ارشاد فرماتے: "اسے چھوڑ دو، تقدیر میں ایسا ہی تھا۔"[1]

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مرتبہ:

ہمارے بعض مشائخ فرماتے ہیں: حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا عاجزی وانکساری فرمانا آپ کی بندگی کے اعلیٰ مرتبے کے خلاف نہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو عاجزی کرنے والا بندہ ہونے کے ساتھ فرشتے والا مرتبہ بھی دیا لہٰذا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بندے اور فرشتے کے مرتبے کے حامل ہیں[2]۔

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مبارک معمولات:

رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن، خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیوند لگا لباس پہنتے اور اونی لباس بھی زیب تن کرتے، اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگاتے، جوتے خود ہی سیتے، دراز گوش پر بغیر پالان رکھے بھی سوار ہو جاتے اور کسی کو اپنے پیچھے بھی سوار کر لیا کرتے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم معمولی سا کھانا تناول فرماتے اور کبھی آپ نے لگاتار تین دن سیر ہو کر گندم کی روٹی نہیں کھائی یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جا ملے۔ جو شخص بھی آپ کو پکارتا آپ "لَبَّیْك" ارشاد فرماتے اور جو آپ سے مصافحہ کرتا تو آپ اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے جب تک وہ خود نہ چھوڑتا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بیماروں کی عیادت فرماتے، جنازوں میں تشریف لے جاتے اور فقرا کے ساتھ تشریف فرما ہوتے۔ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف کرنے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں خوب بدن کو تھکانے والے اور سب سے بڑھ کر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے حکم کی پیروی کرنے والے تھے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کرتے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے وسیلے سے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے۔ بخدا! حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دروازے کسی کے لئے بند نہیں ہوئے اور نہ ہی کبھی آپ کے دروازے پر کوئی دربان کھڑا ہوا۔

کبھی کسی کو نہ مارا:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "حضور پُر نور، شافعِ یومُ النُّشور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

1 ... مسلم، کتاب الفضائل، باب کان رسول اللہ... الخ، ص: ۱۲۶۴، حدیث: ۲۳۰۹۔ مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ۴/ ۴۶۱، حدیث: ۱۳۴۱۷

2 ... یعنی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صفت ملکیت بھی ہے۔ بہر حال آپ کا مرتبہ فرشتوں کے مرتبے سے بڑھ کر ہے۔ (علمیہ)

نے کبھی کسی عورت اور غلام کو نہیں مارا اور نہ ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے میں جہاد کے علاوہ اپنے ہاتھ سے کسی کو مارا اور جب کبھی آپ کو دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے جبکہ وہ گناہ یا قطع رحمی نہ ہوتا اگر وہ گناہ یا قطع رحم ہوتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں میں سب سے زیادہ اس سے بچنے والے ہوتے۔"

حُسنِ اخلاق کا درس:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن عباس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ایک جملے کا لوگوں کی خوبیوں سے وزن کیا جائے تو آپ کا ایک جملہ سب پر فوقیت پا جائے گا اور وہ جملہ یہ ارشاد مبارک ہے: "تم سب لوگوں کو مال کی کشادگی نہیں دے سکتے البتہ تم سب سے خوش اخلاقی سے پیش آسکتے ہو۔"[1]

اچھے اور بُرے اخلاق کا انجام:

رحمتِ عالَم، نُورِ مُجسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حُسنِ اخلاق بندے کی ناک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کی لگام ہے جو کہ فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور فرشتہ اسے بھلائی کی طرف لے کر جاتا ہے اور بھلائی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ بُرے اخلاق بندے کی ناک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب کی لگام ہے جو کہ شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور شیطان اسے بُرائی کی طرف لے جاتا ہے اور بُرائی جہنم میں لے جاتی ہے۔[2]

ایک بزرگ فرماتے ہیں: اچھے اخلاق اجنبی کو اپنا بنا دیتے ہیں اور بُرے اخلاق اپنوں کو اجنبی بنا دیتے ہیں۔

بُرے اخلاق والا عابد:

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر کوئی اچھے اخلاق والا فاسق میرے ساتھ ہو تو وہ میرے نزدیک بُرے اخلاق والے عابد سے زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ جب فاسق حُسنِ اخلاق سے پیش آئے گا تو لوگوں پر بوجھ نہیں بنے گا اور لوگ اسے پسند کریں گے جبکہ عابد بد اخلاقی سے پیش آئے گا تو لوگ اس سے نفرت کریں گے۔

کہا گیا ہے کہ بُرے اخلاق والے کی توبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ قبول نہیں فرماتا کیونکہ وہ بُرے اخلاق کی وجہ سے گناہ نہیں چھوڑتا بلکہ ایک گناہ سے نکل کر دوسرے میں پڑ جاتا ہے۔

1 ... مکارم الاخلاق للطبرانی علی ہامش مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، ص: ۳۱۸، حدیث: ۱۸

2 ... شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، ۶/ ۲۴۸، حدیث: ۸۰۳۷

اصلاح کا بہترین انداز:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا فرماتی ہیں: جب کبھی رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کسی کی طرف سے کوئی ناپسندیدہ بات پہنچتی تو آپ اس طرح نہ فرماتے کہ "فلاں شخص کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسا کہتا ہے" بلکہ یوں فرماتے: "لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ ایسا ایسا کہتے ہیں۔"[1] حتّٰی کہ آپ کے اس قول سے کسی کو کوئی شرمندگی نہ ہوتی۔

سب سے وزنی نیکی:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا فرماتی ہیں کہ حُسنِ اخلاق کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "میزان پر حسن خُلُق سے زیادہ کوئی شے وزنی نہیں۔"[2]

تین خصلتوں کے تین فائدے:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس میں تین خصلتیں ہوں اس کے لئے تین فائدے ہیں: (۱) جو سچ بولے اس کا عمل بڑھ جاتا ہے۔ (۲) جس کی نیت اچھی ہو اس کے رزق میں زیادتی کی جاتی ہے اور (۳)... جو اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک کرے اس کی عمر میں زیادتی کر دی جاتی ہے۔" پھر ارشاد فرمایا: "حسن اخلاق اور تکلیف دہ چیز کو دور کرنا رزق میں اضافہ کرتے ہیں۔"[3]

بڑے بھائی کا ادب:

حضرت سیِّدُنا امام حَسَن نے اپنے بھائی حضرت سیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا کو خط میں شاعروں کو مال دینے سے روکا تو حضرت سیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے جواباً لکھا: "آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کہ بہتر مال وہ ہے جس سے عزت کی حفاظت کی جائے۔" دیکھا آپ نے کیسے حضرت سیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے اپنے بڑے بھائی کا ادب کیا اور یہ کہا کہ "آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔"

ایک مرتبہ حَسنین کَریمین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا کے درمیان کچھ ناراضی ہو گئی تو حضرت سیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی

1 ...ابو داود، کتاب الادب، باب فی حسن العشرۃ، ۴/ ۳۲۸، حدیث: ۴۷۸۸

2 ...تاریخ دمشق، ۴۹/ ۲۹۸، حدیث: ۱۰۵۴۲، الرقم: ۵۷۰۷، قحطبۃ بن شبیب

3 ...التذکرۃ الحمدونیۃ، الباب الرابع فی محاسن الاخلاق... الخ، ۲/ ۱۷۵

عَنْہ سے کہا گیا: آپ راضی کرنے کے لئے اپنے بھائی کے پاس چلے جائیں کہ وہ آپ سے بڑے ہیں؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: میں نے اپنے نانا جان حضور نبی رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: ”جن دو لوگوں میں ناراضی ہو جائے اور ان میں سے ایک دوسرے کو راضی کرے تو راضی کرنے والا پہلے جنت میں جائے گا۔“(1) اور میں یہ بات ناپسند کرتا ہوں کہ اپنے بڑے بھائی سے پہلے جنت میں جاؤں۔ جب حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس بات کا پتا چلا تو فوراً راضی کرنے کے لئے حضرت سیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آ گئے۔

چور سے حُسنِ اخلاق:

امیر جعفر بن سلیمان کے کسی خادم نے ایک خوبصورت موتی چُرا لیا اور اُسے ایک بڑی رقم کے عوض بیچ دیا۔ جعفر نے اس موتی کی صفات جوہریوں کو بتائیں تو انہوں نے کہا: فلاں شخص نے فلاں وقت اس کو بیچا تھا۔ پھر اس چوری کرنے والے شخص کو پکڑ کر جعفر کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ جب جعفر نے دیکھا کہ اس پر خوف طاری ہے تو اس سے کہا: میں تیرا رنگ بدلتا دیکھ رہا ہوں، کیا تو بھول گیا کہ فلاں دن تو نے مجھ سے یہ موتی مانگا تھا اور میں نے یہ تجھے ہبہ کر دیا تھا، خدا کی قسم! تو یہ بات بھول گیا ہے، پھر جوہری کو قیمت واپس لینے کا حکم دیا اور اس شخص سے کہا: اب یہ موتی لے کہ حلال وطیّب ہے اور اسے اس قیمت کے عوض بیچ جس پر تیرا دل راضی ہو اور ڈرتے ہوئے نہ بیچ۔

محمد بن عباد اور خلیفہ مامون:

حاتم زمانہ محمد بن عباد خلیفہ مامون کے پاس آیا تو مامون اپنے ہاتھ سے اس کے سر پر عمامہ باندھنے لگا۔ یہ دیکھ کر مامون کے پاس کھڑی کنیز ہنسنے لگی تو مامون نے اس سے کہا: تم کیوں ہنستی ہو؟ ابن عباد نے کہا: امیر المؤمنین میں بتاتا ہوں، یہ میری بدصورتی اور آپ کا میرا احترام کرنے پر تعجب کرتی ہے۔ مامون نے کہا: تعجب نہ کر اس عمامے کے نیچے سخاوت و بزرگی ہے۔

حکایت: بادشاہ بہرام اور چرواہا

منقول ہے کہ بادشاہ بہرام ایک دن شکار کے لئے نکلا اور اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گیا۔ اس نے ایک شکار کو دیکھا اور اس کو پانے کی لالچ میں اس کے پیچھے گیا حتّٰی کہ اپنے لشکر سے دور ہو گیا۔ اس نے ایک درخت کے نیچے ایک چرواہے

1 ...التذکرۃ الحمدونیۃ، الباب الرابع فی محاسن الاخلاق... الخ، ۲/ ۱۸۷

کو دیکھا تو اس کے قریب جا کر اپنے گھوڑے سے اُترا اور چرواہے سے کہا: میرے گھوڑے کی حفاظت کرو میں ذرا پیشاب کر لوں۔ چرواہے نے لگام تھام لی اور جب اس نے گھوڑے پر بہت سارا سونا جڑا دیکھا تو اس نے بہرام کے غافل ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے چھری نکالی اور لگام کے کنارے کاٹ لئے اور اس پر لگا ہوا سونا حاصل کر لیا۔ بہرام نے جب اس کی طرف دیکھا تو اپنی نگاہ کو جھکا لیا اور اپنا سر نیچے کر لیا اور دیر تک بیٹھا یہاں تک کہ اُس شخص نے اپنا کام پورا کر لیا۔ پھر بہرام اٹھا اور اپنا ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر چرواہے سے کہا: میرا گھوڑا میرے پاس لے آؤ کہ میری آنکھوں میں ہوا کے ساتھ کچھ پڑ گیا ہے جس کے سبب میں آنکھیں کھولنے پر قادر نہیں ہوں۔ چرواہا گھوڑا قریب لے آیا اور بہرام اس پر سوار ہو کر اپنے لشکر سے آملا اور اپنے سواری تیار کرنے والے سے کہا: لگام کے کنارے میں نے کسی کو ہبہ کر دیئے ہیں لہٰذا کسی پر تہمت مت لگانا۔

نوشیر واں اور سونے کے گلاس کی چوری:

منقول ہے کہ نوشیر واں نے نوروز[1] کے دن لوگوں کے لئے دستر خوان بچھایا اور خود بھی بیٹھ گیا اور بادشاہ کی مملکت کے معزز لوگ بھی ایوان میں داخل ہوئے۔ جب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو شراب، پھل اور خوشبوئیں سونے اور چاندی کے برتنوں میں لائی گئیں۔ جب برتن اٹھائے جانے لگے تو آنے والوں میں سے کسی نے سونے کا ایک گلاس اٹھا لیا جس کا وزن ایک ہزار مثقال تھا اور اسے اپنے کپڑوں میں چھپا لیا۔ نوشیر واں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ جب شراب پلانے والے نے ایک برتن گم پایا تو وہ بلند آواز سے بولا: کوئی ایک بھی یہاں سے نہیں جائے گا جب تک کہ سب کی تلاشی نہ لے لی جائے۔ نوشیر واں نے کہا: کس لئے؟ خادم نے اسے واقعہ کی خبر دی تو نوشیر واں نے کہا: جس نے گلاس اُٹھایا ہے وہ اسے واپس نہیں کرے گا اور جس نے اسے دیکھا ہے وہ اس کی چغلی نہیں کھائے گا لہٰذا کسی کی بھی تلاشی نہ لی جائے۔ اس شخص نے گلاس لے لیا اور کچھ عرصے بعد اسے توڑا اور اسے پگلا کر پیٹی بنالی اور اپنی تلوار کو اس سے آراستہ کر لیا۔ پھر جب نوشیر واں نے گزشتہ محفل کی طرح محفل سجائی اور خود بھی بیٹھا تو یہی شخص اسی سونے کے ساتھ آراستہ ہو کر آیا تو بادشاہ نے اسے قریب

---

[1]... نیروز (نوروز) ایرانی شمسی سال کا پہلا دن یہ ایرانیوں کی عید کا دن ہے۔

نیروز اور مہرجان کے نام پر عطیہ (بایں طور کہ کہا جائے یہ اس دن کا ہدیہ ہے) جائز نہیں یعنی ان دونوں ایام کے ناموں پر ہدایا دینا لینا حرام ہے اور اگر مشرکین کی طرح ان کی تعظیم بھی کرے گا تو کفر ہو گا۔ مجوسیوں کے ساتھ نیروز میں اس طرح نکلنا کہ اس دن وہ جو کریں گے یہ ان کی موافقت کرے تو یہ کفر ہے، اسی طرح نیروز کے دن کی تعظیم کرتے ہوئے یا مشرکین کو ہدیہ دینے کے لئے کوئی چیز خریدی نہ کہ کھانے پینے کے لئے جبکہ وہ چیز اس سے پہلے نہیں خریدی تھی اگرچہ وہ انڈہ ہی کیوں نہ ہو کفر ہو گا۔ (فتاویٰ رضویہ، ١٤/ ٦٧٣)

بلایا اور کہا: یہ اسی گلاس کا سونا ہے۔ اس شخص نے زمین کو چومتے ہوئے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کا بھلا کرے! جی ہاں یہ وہی ہے۔

حکایت: خلیفہ مامون اور غلام

عبداللہ بن طاہر کہتے ہیں: ہم ایک دن خلیفہ مامون کے پاس تھے کہ اس نے خادم کو آواز دی: اے غلام! کسی بھی غلام نے جواب نہ دیا۔ پھر دوسری مرتبہ خلیفہ نے زور سے آواز دی: اے غلام! تو ایک ترکی غلام یہ کہتے ہوئے داخل ہوا: کیا غلام کھا پی بھی نہیں سکتا، ہم جب بھی آپ کے پاس سے جاتے ہیں آپ اے غلام! اے غلام! کہنا شروع کر دیتے ہو، کب تک اے غلام پکاروگے؟ مامون نے اپنا سر کافی دیر تک جھکائے رکھا اور مجھے یقین ہو گیا کہ مامون مجھے اس کے قتل کا حکم دے گا۔ پھر مامون نے میری طرف دیکھا اور کہا: اے عبداللہ! جب بندے کے اخلاق اچھے ہوں تو اس کے خادم کے اخلاق بُرے ہوتے ہیں اور جب بندے کے اخلاق بُرے ہوں تو اس کے خادم کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں اور ہم اس بات کی سکت نہیں رکھتے کہ ہمارے خادم کے اچھے اخلاق کی وجہ سے ہمارے اخلاق بُرے ہوں۔

سیِّدُنا ولید بن عتبہ عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کا حُسنِ اخلاق:

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضرت ولید بن عتبہ بن ابو سفیان رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام ہمارے شہر مدینہ پر حاکم مقرر ہوئے۔ ان کا چہرا گویا کہ قرآن کے اوراق میں سے ایک ورق تھا اور خدا کی قسم! انہوں نے ہمارے فقرا کو غنی کر دیا اور ہمارے مقروضوں کا قرض اپنے پاس سے ادا کر دیا۔ وہ ہماری طرف بڑی میٹھی نظر سے دیکھتے اور شہد سے میٹھا کلام کرتے تھے۔ اس بات کا مشاہدہ میں نے خود کیا ہے اور اگر حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہوتے تو میں ان سے اس معاملے کو ضرور ذکر کرتا۔ ایک دن ہم حضرت ولید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے اتنے میں ایک غلام پلیٹ لے کر آیا کہ تکیے سے اُلجھ کر گر گیا اور پلیٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی اور پلیٹ میں جو کچھ تھا سب کا سب ان کی جھولی میں اُلٹ گیا۔ غلام ان کے سامنے اس طرح کھڑا تھا گویا اس کے جسم میں روح ہی نہیں ہے۔ حضرت ولید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کھڑے ہوئے اور کمرے میں جا کر لباس تبدیل کر لیا اور جب واپس ہماری طرف آئے تو ان کی پیشانی چمک رہی تھی۔ آکر غلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے غلام! ہم تمہارے چہرے پر خوف کے آثار دیکھتے ہیں، جا، تو اور تیری اولاد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔

سیِّدُنا قیس بن عاصم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی بُردباری:

حضرت سیِّدُنا اَحنف بن قیس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی گئی: آپ نے حسن اخلاق کس سے سیکھا؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: حضرت سیِّدُنا قیس بن عاصم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے، ایک دن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ ایک لونڈی سیخ لائی جس پر بھنا ہوا گرم گوشت تھا، اس نے گوشت اتار کر سیخ اپنے پیچھے کی جانب پھینکی تو وہ آپ کے بیٹے کو لگی جس سے وہ اسی وقت انتقال کر گیا۔ لونڈی اِس واقعے سے خوفزدہ ہوئی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: خوف نہ کر تُو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔

سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کا انداز:

حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جب اپنے کسی غلام کو اچھے انداز میں نماز پڑھتا دیکھتے تو اُسے آزاد کر دیتے، غلاموں کو آپ کے اِس اخلاق کے بارے میں پتا چلا تو اُنہوں نے آپ کو دکھانے کے لئے اچھے انداز میں نمازیں پڑھنا شروع کر دیں اور آپ نے اُنہیں آزاد کرنا شروع کر دیا۔ جب اِس بارے میں آپ کو بتایا گیا تو ارشاد فرمایا: جو ہمیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے معاملے میں دھوکا دیتا ہے ہم اُس سے دھوکا کھاجاتے ہیں۔

راکھ پھینکی جائے تو ناراض نہ ہو:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو عثمان زاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَاحِد دوپہر کے وقت کسی راستے سے گزرے تو کسی نے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ پر راکھ کا تھال پھینک دیا۔ آپ کے مریدین کو ناگوار گزرا اور وہ راکھ پھینکنے والے کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ حضرت سیِّدُنا ابو عثمان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اُسے کچھ نہ کہو اِس لئے کہ جو شخص اِس بات کا مستحق ہو کہ اُس پر آگ پھینکی جائے اور راکھ پر اکتفا کر لیا جائے تو اُس کے لئے غصّہ کرنا جائز نہیں۔

سیِّدُنا علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کا اخلاق:

منقول ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے اپنے غلام کو آواز دی، اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دوسری اور تیسری مرتبہ آواز دی لیکن اُس نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا تو آپ نے جا کر دیکھا کہ وہ لیٹا ہوا ہے۔ پوچھا: اے غلام! کیا تو نے آواز نہیں سُنی؟ غلام نے جواب دیا: جی سُنی ہے۔ فرمایا: تو پھر تجھے

جواب نہ دینے پر کس بات نے اُبھارا؟ غلام نے جواب دیا: مجھے آپ سے سزا کا ڈر نہیں تھا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: جا تُو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔

حسنِ اخلاق کا بہترین مظاہرہ:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا استاد ابو عثمان حیری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو ایک شخص نے دعوت دی۔ جب آپ اُس کے گھر کے دروازے پر پہنچے تو اُس نے کہا: "اے استاد! آپ کے آنے کا ابھی وقت نہیں ہے لہٰذا تشریف لے جایئے اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے۔" آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ واپس تشریف لے گئے۔ جب آپ اپنے گھر پہنچے تو وہ شخص آیا اور کہنے لگا: "اے استاد! میں نادم ہوں اور میری معذرت قبول فرمایئے اور اب تشریف لے آیئے۔" آپ اُس کے ساتھ چل پڑے۔ جب دروازے پر پہنچے تو اُس شخص نے پھر ویسا ہی کہا جیسا پہلی مرتبہ کہا تھا۔ اُس شخص نے چار مرتبہ آپ کے ساتھ ایسا کیا اور آپ آتے جاتے رہے۔ پھر اُس شخص نے کہا: "اے استاد! آپ کو آزمانے اور آپ کے اخلاق سے باخبر ہونے کے لئے میں نے یہ معاملہ کیا ہے۔" پھر اس شخص نے آپ سے معذرت کرنا اور آپ کی تعریف کرنا شروع کر دی، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "ایسی خصلت پر میری تعریف مت کرو جو کتے میں بھی پائی جاتی ہے کہ اس کو بُلایا جائے تو وہ آجاتا ہے اور ڈانٹ کر بھگایا جائے تو چلا جاتا ہے۔"

حارث بن قصی کہتے ہیں: ایسا فصیح و بلیغ اور ہنسانے والا عالِم مجھے تعجب میں ڈالتا ہے کہ جس سے تم خندہ پیشانی سے ملو لیکن وہ تم سے تُرش روئی سے ملے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسے لوگوں کی مسلمانوں میں کثرت نہ کرے۔

اچھے اخلاق کا بیان

مامون کا اخلاق:

حضرت سیِّدُنا قاضی یحییٰ بن اکثم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کہتے ہیں کہ میں ایک رات مامون کے پاس سویا، مامون کو پیاس لگی تو اس نے غلام کو پانی پلانے کے لئے بلانا گوارا نہ کیا اور میں سونے لگا تو مجھے نیند نہیں آئی۔ میں نے مامون کو دیکھا کہ وہ اپنے پاؤں کی انگلیوں کے کناروں پر چل رہا ہے حتّٰی کہ وہ پانی پینے کی جگہ پر پہنچا حالانکہ مامون کی جگہ سے جہاں پانی کے پیالے رکھے تھے وہاں کا فاصلہ 300 قدم کا تھا۔ اس نے وہاں سے ایک پیالہ لے کر پانی پیا اور پھر وہاں سے اپنے پاؤں کی

انگلیوں کے کناروں پر چلتا ہوا آیا یہاں تک کہ میرے بستر کے قریب پہنچ گیا اور اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے اس خوف سے کہ کہیں میں بیدار نہ ہو جاؤں حتّٰی کہ وہ اپنے بستر تک پہنچ گیا۔ پھر میں نے اسے دیکھا کہ وہ رات کے آخری حصے میں پیشاب کرنے کے لئے اٹھا۔ وہ رات کے شروع اور آخر میں اٹھا کرتا تھا۔ پھر وہ کافی دیر بیٹھا یہ سوچتا رہا کہ میں کب اٹھوں اور وہ غلام کو نماز کی تیاری کا حکم دے پھر جب میں اٹھا تو وہ فوراً کھڑا ہو گیا غلام کو آواز دی اور نماز کی تیاری کرنے لگا۔ پھر وہ میری طرف آیا اور مجھ سے کہا: اے ابو محمد! تم نے صبح کیسے کی؟ اور تمہاری رات کیسی گزری؟ میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے آپ پر قربان کرے، میری رات اچھی گزری۔ مامون نے کہا: میں نے تمہیں نماز جگانا چاہا لیکن میں نے یہ ناپسند کیا کہ غلام کو آواز دے کر تمہیں پریشان کروں۔ میں نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام جیسے اخلاق سے نوازا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو یہ نعمت مبارک کرے اور آپ کو حُسن اخلاق کا پیکر بنائے۔ مامون نے مجھے ایک ہزار دینار دیئے میں وہ دینار لے کر واپس آ گیا۔

سونے والوں کا خیال:

حضرت سیِّدُنا قاضی یحییٰ بن اکثم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کہتے ہیں: میں نے ایک رات مامون کے پاس گزاری، مامون کو کھانسی کا عارضہ لاحق ہوا جس کی وجہ سے وہ بیدار ہو گیا، تو وہ اپنی کھانسی کو روکنے کے لئے اپنی قمیض سے منہ کو چھپانے اور کھانسی کو دور کرنے کی کوشش کرنے لگا حتّٰی کہ کھانسی کا غلبہ ہوا تو وہ کھانستے ہوئے زمین پر اوندھا ہو گیا تاکہ کھانسی کی آواز بلند نہ ہو اور کوئی بیدار نہ ہو جائے۔

بے انصاف شخص میں کوئی بھلائی نہیں:

حضرت سیِّدُنا قاضی یحییٰ بن اکثم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کہتے ہیں: میں ایک دن مامون کے ساتھ ایک باغ میں گیا جب ہم پھولوں کے پاس سے گزرے تو مامون نے ایک یا دو گچھے پھولوں کے لے لئے اور باغ کے مالی سے کہا: اس حوض کی صفائی کرو اور اس میں سے سبزہ بالکل مت اکھاڑنا۔ یحییٰ کہتے ہیں: ہم باغ کے شروع حصے سے آخری حصے تک چلے، میں اس جگہ چل رہا تھا جہاں سورج کی دھوپ تھی اور مامون اس طرف چل رہا تھا جہاں سایہ تھا۔ مامون نے مجھے سائے میں کرنا اور خود دھوپ میں ہونا چاہا تو میں نے منع کر دیا حتّٰی کہ ہم باغ کے آخری حصے تک پہنچ گئے۔ جب ہم واپس لوٹنے لگے تو مامون نے

کہا: اے یحییٰ خدا کی قسم! اگر تم مجھے اپنی جگہ ہونے دو اور خود میری جگہ ہو جاؤ تو میں بھی دھوپ سے اپنا حصہ حاصل کر لوں جیسے تم نے حاصل کیا اور تم بھی سائے سے اپنا حصہ حاصل کر لو جیسے میں نے حاصل کیا؟ میں نے کہا: اے امیر المؤمنین، خدا کی قسم! اگر میں اس بات پر قادر ہوا کہ قیامت کے دن آپ کو اپنے بدلے بچا سکوں تو ضرور ایسا کروں گا۔ مامون نے اصرار نہ چھوڑا حتّٰی کہ مجھے سائے میں کر دیا اور خود دھوپ میں ہو گیا اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: تم میرے کندھے پر ہاتھ کیوں نہیں رکھتے؟ جو انصاف نہیں کرتا اس کی صحبت میں کوئی بھلائی نہیں۔

تم اگلے لوگوں کے اخلاق اور افعال میں غور کرو کہ کتنے اچھے اور خوبصورت تھے۔

نَسْأَلُ اللهَ تَعَالٰی اَنْ یُّحْسِنَ اَخْلَاقَنَا وَاَنْ یُّبَارِكَ لَنَا فِیْ اَرْزَاقِنَا اِنَّهٗ عَلٰی مَا یَشَاءُ قَدِیْرٌ وَبِالْاِجَابَةِ جَدِیْرٌ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّى اللهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ یعنی ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اچھے اخلاق کا اور اپنے رزق میں برکت کا سوال کرتے ہیں۔ بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کی بارگاہ ہی قبولیت کے لائق ہے بلندی و عظمت والے رب کی توفیق کے بغیر نہ تو گناہوں سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت اور درود و سلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

باب نمبر24: حُسنِ معاشرت، دوستی، بھائی چارہ اور دوستوں سے ملاقات وغیرہ کا بیان

یہ بات جان لو کہ دوستی، بھائی چارہ اور ملاقات اُلفت کا باعث ہیں اور اُلفت قوت کا سبب ہے اور قوت تقویٰ کا سبب ہے اور تقویٰ ممنوعہ چیزوں سے بچاتا ہے، بُری چیزوں سے روکتا ہے، مرغوب چیزوں کی طرف مائل کرتا ہے اور مقاصد میں کامیابی عطا کرتا ہے۔

بھائی چارے کی فضیلت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک قوم پر احسان کیا اور ان پر اپنی نعمت کا ذکر فرمایا کہ کیسے اُن کے دلوں کو صاف کیا اور جُدائی کے بعد اُن کے دلوں میں الفت و محبت ڈالی، چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ كُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِكُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًا ۚ (پ۴، اٰل عمران: ۱۰۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا (دشمنی تھی) اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہوگئے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنت کی نعمتیں اور جو کچھ اس میں اپنے ولیوں کے لئے تیار کر رکھا ہے اس میں ایک کرامت یہ ہے کہ انہیں تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا۔

حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی بھائی چارے کی رغبت دی اور اس کی طرف بلایا اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے مابین بھائی چارہ قائم فرمایا۔

کفار کی بے بسی:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اہلِ جہنم کے بارے میں ذکر کیا جب ان کو جہنم میں ڈالے گا تو درد کے مارے کہیں گے:

فَمَا لَنَا مِنۡ شَافِعِيۡنَ ﴿۱۰۰﴾ وَ لَا صَدِيۡقٍ حَمِيۡمٍ ﴿۱۰۱﴾ (پ۱۹، الشعرآء: ۱۰۰، ۱۰۱)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اب ہمارا کوئی سفارشی نہیں اور نہ کوئی غم خوار دوست۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: اَلرَّجُلُ بِلَا اَخٍ كَشِمَالٍ بِلَا يَمِيْنٍ یعنی بندہ بغیر دوست کے ایسا ہے جیسے الٹی جانب سیدھی جانب کے بغیر۔

زیاد کہتے ہیں: بہتر ہے کہ بندے کے دوست ہوں کیونکہ وہ پریشانی و مصیبت میں مدد کرتے اور خوشی و غمی میں ساتھ دیتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا امام اوزاعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: دوست دوست کے لئے ایسا ہے جیسے کپڑے میں لگا ہوا پیوند، اگر پیوند اسی کپڑے جیسا نہ ہو تو معیوب لگتا ہے۔

دنیا کا خزانہ:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن طاہر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں: مال آنے جانے والی چیز ہے اور بادشاہ کی بادشاہت ختم ہونے والی ہے اور دوستی دنیا کا خزانہ ہے۔

خلیفہ مامون نے اپنے وزیر حسن بن سہل سے کہا: میں نے لذتوں میں غور کیا تو سات چیزوں کے علاوہ سب میں ہی

دکھ و تکلیف پائی۔ حسن بن سہل نے کہا: اے امیر المؤمنین! وہ سات چیزیں کیا ہیں؟ مامون نے کہا: (۱)... گندم کی روٹی (۲)... بکری کا گوشت (۳)... ٹھنڈا پانی (۴)... سوتے وقت پہننے والے کپڑے (۵)... اچھی خوشبو (۶)... بیوی سے جماع کرنا اور (۷)... ہر چیز کے حسن کی طرف نظر کرنا۔ حسن بن سہل نے کہا: اے امیر المؤمنین! دوستوں کی باہمی گفتگو کو آپ کہاں شمار کریں گے؟ مامون نے کہا: تو نے سچ کہا، یہ سب سے پہلے ہے۔

باقی رہنے والی لذت:

خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے کہا: میں نے اچھے کھانے کھائے، نرم لباس پہنا، عمدہ سواری پر سوار ہوا اور کنواری عورت سے نکاح کیا مگر کسی بھی چیز کی لذت باقی نہیں رہی سوائے اس دوست کی دوستی کے جو مجھ سے تکلف نہ رکھے۔

حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے عورت سے نکاح کیا حتّٰی کہ مجھے عورت اور دیوار کے درمیان کوئی فرق محسوس نہ ہوا، میں نے عمدہ کھانے کھائے لیکن ان پر ہمیشگی نہ رکھ سکا، میں نے مشروبات پیے حتّٰی کہ میں پانی کی طرف لوٹ آیا، میں نے جانوروں پر سواری کی اور آخر کار اپنے جوتوں کو اختیار کیا، میں عمدہ لباس پہنتا رہا حتّٰی کہ میں نے سفید لباس کو اختیار کیا مگر کوئی بھی لذت باقی نہ رہی جس کی طرف میرا نفس مشتاق تھا سوائے اپنے مہربان دوست سے گفتگو کرنے کے۔

دوست کیسا ہو؟

حضرت سیِّدُنا ابنِ سماک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق سے پوچھا گیا: کون سا دوست اخوت و بھائی چارے کا سب سے زیادہ حقدار ہے؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: جو دین میں زیادہ ہو، عقل میں پختہ ہو، جو تیرے قرب کا تقاضا نہ کرے اور دوری کی وجہ سے تجھے بھلا نہ دے، اگر تو اس سے قریب ہو تو وہ بھی تیرے قریب ہو اور اگر تو اس سے دور ہو تو وہ تیرا لحاظ کرے، اگر تو اس سے مدد مانگے تو تیری مدد کرے، اگر تیری اس سے کوئی حاجت ہو تو تیری حاجت کو پورا کرے اور تو اس سے محبت کرے تو وہ تجھ سے زیادہ محبت کرے۔

پسندیدہ دوست:

حضرت سیِّدُنا خالد بن صفوان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سے پوچھا گیا: آپ کے نزدیک پسندیدہ دوست کون سا ہے؟ جواب دیا: وہ جو میری عادات کو ٹھیک کروائے، میری غلطیوں کو معاف کرے اور میرے عذر کو قبول کرے۔ یہ بھی کہا گیا ہے

کہ جو شخص بے عیب دوست ڈھونڈتا ہے اس کے دوست کم ہوتے ہیں، جو اپنے دوست سے ایثار کرنے پر ہی خوش ہوتا ہے وہ ہمیشہ ناراض رہتا ہے اور جو اپنے دوست کو ہر غلطی پر ڈانٹتا ہے اُس کی ڈانٹ ڈپٹ ضائع ہوتی اور مشقت بڑھتی ہے۔

قطع تعلق نہ کرو:

کسی نے کہا: جب تم اپنے کسی دوست میں کوئی ناپسندیدہ بات یا ایسی عادت دیکھو جو تمہیں پسند نہ ہو تو اس سبب سے اُس سے قطع تعلقی اور رشتہ اخوت ختم نہ کرو بلکہ وہ چیز اُس سے دور کرنے کی کوشش کرو اور اس کی پردہ پوشی کرو البتہ اس کے بُرے عمل سے براءت ضرور اختیار کرو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ (پ۱۹، الشعرآء: ۲۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اگر وہ تمہارا حکم نہ مانیں تو فرمادو میں تمہارے کاموں سے بے علاقہ (لاتعلق) ہوں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی قطع تعلق کا حکم نہیں دیا بلکہ بُرے کاموں سے براءت ظاہر کرنے کا حکم دیا ہے۔

روحیں ایک جمع شدہ لشکر ہیں:

حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: روحیں (عالم ارواح میں) ایک جمع شدہ لشکر ہیں جن کے مابین وہاں آشنائی ہوگئی ان کے درمیان یہاں الفت ہوگی اور جو وہاں ایک دوسرے سے ناواقف رہیں وہ یہاں بھی ناواقف رہیں گی۔[1]

رسولِ اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مؤمنین کی روحیں (برزخ میں) ایک دن کی مسافت سے ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں خواہ دنیا میں انہوں نے ایک دوسرے کو نہ دیکھا ہو۔[2]

دوستی صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے:

جب دو لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک افضل وہ ہے جو اپنے بھائی سے زیادہ محبت کرتا ہے۔

جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر اپنے دوست سے ملاقات کا شوق اور رغبت رکھتے ہوئے چلے تو فرشتہ اسے پیچھے سے

1 ... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب الارواح جنود مجندۃ، ۲/ ۴۱۳، حدیث: ۳۳۳۶

2 ... مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو، ۲/ ۵۸۸، حدیث: ۷۰۶۷

آواز دے کر کہتا ہے: تو بھی پاک ہے اور تیرے لئے پاک جنت ہے۔

آدابِ دوستی:

بعض نے کہا: دوستوں کی ملاقات سے بڑھ کر کوئی خوشی اور دوستوں کی جُدائی سے بڑھ کر کوئی غم نہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: سب سے بُرا دوست وہ ہے جو آسانی میں تو ساتھ ہو لیکن سختی میں ساتھ چھوڑ دے۔

کسی کا قول ہے: وفا یہ ہے کہ تیرے دوست کا دوست بھی تیرا دوست ہو اور تیرے دوست کا دشمن تیرا بھی دشمن ہو۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ عائشہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: بیمار کی شفا دوستوں سے ملاقات کرنے میں ہے۔

کسی دانا کا قول ہے: اگر تیری نظر کسی شخص پر پڑے اور وہ تجھے ناپسند ہو تو اپنی کوشش اور مشقت کو اس پر صرف نہ کر۔

آدابِ معاشرت کا بیان

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضور نبی رحمت، شفیع امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: انبیا و صدیقین عَلَیْہِمُ السَّلَام کے اخلاق میں سے ہے کہ جب دیکھتے ہیں تو مسکراتے ہیں اور جب ملاقات کرتے ہیں تو ہاتھ ملاتے ہیں۔ [1]

حضرت سیِّدُنا قعقاع بن شَور ہُذلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے پاس جب کوئی شخص بیٹھتا تو آپ اپنے مال میں سے کچھ اُسے عطا کر دیتے اور اُس کی حاجت میں اس کی مدد کرتے۔ ایک دن حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں ایک ہزار دینار عطا کئے۔ حضرت سیِّدُنا قعقاع رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے وہ دینار اُس شخص کو دے دیئے جس نے مجلس میں آپ کے لئے جگہ کشادہ کی تھی۔

ہم نشیں کے تین حقوق:

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: "میرے ہم نشین کے مجھ پر تین حق ہیں: (۱)...جب وہ میری طرف متوجہ ہو تو اس کی طرف متوجہ رہوں (۲)...جب وہ بیٹھنا چاہے تو اس کے لئے جگہ کشادہ کروں اور (۳)...جب وہ بات کرے تو اس کی بات دھیان سے سنوں۔"

کہا گیا ہے کہ ہر چیز کا ایک محل ہے اور عقل کا محل لوگوں کی مجلسیں ہیں۔

1 ...مسند الفردوس، ۱/ ۱۲۵، حدیث: ۷۹۶ دون ذکر الانبیاء

اچھی اور بُری صحبت کی مثال:

اچھی بیٹھک عطر بیچنے والے کے ساتھ بیٹھنے کی مثل ہے کہ اگرچہ تمہیں عطر نہ لگے لیکن اس کی خوشبو ضرور پہنچتی ہے اور بُری بیٹھک آگ کی بھٹی کے قریب بیٹھنے کی مثل ہے کہ اگرچہ آگ سے تمہارے کپڑے نہ جلیں لیکن اس کا دھواں ضرور تمہیں تکلیف دے گا۔

عرب کا سلام تحیت:

عرب میں سلام تحیت یوں ہوتا تھا: تیری صبح نعمتوں بھری اور تیرا کھانا پاکیزہ ہو۔ اسی طرح کہا جاتا تھا: تیری صبح کامیاب ہو اور تیرے لئے ہر پرندہ صالح ہو۔

مامون نے ثمامہ کے حسن معاشرت کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ یہ لوگوں کے دلوں میں ایسے تصرف کرتا ہے جیسے بادل جنوبی ہوا پر تصرف کرتے ہیں۔

ہر شخص کو اس کے مرتبے میں رکھو:

مجلس میں بیٹھنے والے پر پہلی ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ وہ بیٹھنے میں انصاف کے تقاضے کو پورا کرے کہ اپنے اور اپنے ہم نشین کے مقام کا لحاظ کرے یوں ہر ایک اپنے مرتبے میں ہو گا۔

منقول ہے کہ اہل علم اور سلطان عزت والی جگہ کے زیادہ حق دار ہیں۔

حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب تو اپنے دوست کے گھر جائے تو ہر معاملے میں اس کی عزت کو قبول کر سوائے اس کے کہ وہ تمہیں صدر مجلس کے مرتبے پر بٹھائے۔

انسان کو چاہئے کہ اس شخص کی بات قبول نہ کرے جس کی بات قبول نہیں کی جاتی۔

بہتر گفتگو:

منقول ہے کہ بولنے والے کا نشاط سننے والے کی توجہ کے مطابق ہوتا ہے اور بولنے والے پر یہ لازم ہے کہ وہ سننے والے کی عقل کے مطابق کلام کرے اور وہ بات نہ کرے جو مجلس کی شان کے لائق نہ ہو۔

ہر مقام کے لئے الگ گفتگو ہے اور بہتر گفتگو وہ ہے جو حال کے موافق ہو۔

دانشور کہتے ہیں: سننے والے پر لازم ہے کہ بولنے والا اگر کوئی ایسی بات کہہ رہا ہو جو اس سے پہلے اُس نے نہ سنی ہو تو اس کی بات نہ کاٹے بلکہ خاموش رہے یہاں تک اُس کی بات پوری ہو جائے۔ اسے ادب میں شمار کیا گیا ہے اس وجہ سے بھی کہ جب بندہ صبر کرے اور خاموش رہے گا تو باتوں سے استفادہ کر سکے گا اور فائدہ زیادہ ہو گا اگرچہ وہ باتیں یاد نہ ہوں۔

بے عزتی کا سبب بننے والے آٹھ کام:

آٹھ کام ایسے ہیں جن کے سبب بے عزتی واہانت ہو تو اپنے نفس ہی کو ملامت کرے: (۱)...ایسی مجلس میں بیٹھنا جس کا اہل نہ ہو (۲)...ایسے شخص کی بات قبول کرنا جس کی بات نہ سنی جاتی ہو (۳)...دو شخصوں کی گفتگو میں دخل اندازی کرنا جبکہ وہ اسے گفتگو میں شامل نہ کرتے ہوں (۴)...بے فائدہ اعتراض کرنا (۵)...کسی کے گھر میں گھر کے مالک کو حکم دینا (۶)...بغیر دعوت کے دستر خوان پر بیٹھنا (۷)...دشمن سے بھلائی کی توقع رکھنا اور (۸)...سلطان کی عزت میں کمی کرنا۔

مجلس میں بیٹھنے والے پر لازم ہے کہ وہ اپنے الفاظ کی نگہبانی کرے اور اپنی زبان کو پھسلنے سے بچائے بالخصوص اُس وقت جب ہم نشیں ہیبت والا ہو۔

منقول ہے کہ بعض اوقات منہ سے ایسا جملہ نکل جاتا ہے جس کے سبب نعمت سلب ہو جاتی ہے۔

سفاح اور ابو بکر ہذلی:

ابو عباس سَفَّاح نے کہا: میں نے غور و فکر کرنے میں ابو بکر ہذلی سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا کہ انہوں نے کبھی بھی ایک بات کا مجھ پر تکرار نہیں کیا۔

منقول ہے کہ ایک دن ابو عباس سفاح گفتگو کر رہا تھا کہ اچانک تیز آندھی چلنے لگی اور چھت سے ہاتھ دھونے کا ایک برتن مجلس میں آگرا۔ یہ دیکھ کر لوگ گھبرا گئے لیکن ابو بکر ہذلی اپنی جگہ سے نہ ہلے اور اپنی آنکھیں سفاح سے نہ ہٹائیں۔ ابو عباس نے کہا: اے ہذلی! تمہارا معاملہ بڑا عجیب ہے۔ ہُذَلِی نے جواب دیا: اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

مَاجَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِىْ جَوْفِهٖ ۚ ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ رکھے۔

(پ۲۱، الاحزاب: ۴)

اور میرے پاس ایک ہی دل ہے اور جس کا دل امیر المؤمنین کی باتوں سے منور ہوا اسے کسی حادثے کی خبر نہیں ہوتی حتّٰی کہ آسمان زمین پر گر جائے تو بھی اسے نہ کوئی احساس ہوتا ہے نہ کوئی تکلیف۔ سفاح نے کہا: اگر میں زندہ رہا تو ضرور

تیرا مرتبہ بلند کروں گا، پھر سفاح نے ہذلی کو بہت سارے مال اور خوب انعام واکرم سے نوازا۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ خارجہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھ پر کبھی کسی شخص نے غلبہ حاصل نہ کیا سوائے اس شخص کے جو میری باتیں توجہ سے سنتا تھا۔

نوابغ الحکم میں ہے: اپنے بھائی کی بات دھیان سے سن کر اس کا اکرام کرو اور اِدھر اُدھر توجہ کرکے اُسے عیب دار نہ کرو۔

بادشاہ کے حقوق:

منقول ہے کہ بادشاہ کے حقوق میں سے ہے کہ جب کسی کو جمائی لینی ہو یا ہاتھ والا پنکھار کھنا ہو یا اپنے پاؤں پھیلانے ہوں یا سستی کی بنا پر اپنے اطراف کو حرکت دینی ہو یا ٹیک لگانی ہو یا ایسا کوئی بھی کام کرنا ہو جو سستی پر دلالت کرتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ بادشاہ کے دربار سے نکل جائے۔

اَرْدَشیر کے سامنے جب کوئی سستی کی بنا پر اپنے اطراف کو حرکت دیتا تو اَرْدَشیر وہاں سے اُٹھ جاتا۔

بادشاہ کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ جو بات اُس کے سامنے ہو چکی ہو اُس بات کو پھر سے اس کے سامنے نہ کرنا اگرچہ عرصہ گزر گیا ہو۔

حضرت سیِّدُنا روح بن زِنباع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں: میں 17 سال تک خلیفہ عبد الملک کے ساتھ رہا، میں نے خلیفہ سے کبھی کوئی بات دوبار نہیں کہی، صرف ایک بار ایک بات دوہرائی تو خلیفہ نے کہا: میں یہ بات تم سے سُن چکا ہوں۔

کبھی ایک بات دوبار نہ کہی:

حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں نے کبھی بھی ایک شخص کو ایک بات دو مرتبہ نہیں کہی۔

حضرت سیِّدُنا عطاء بن ابو رَباح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک شخص مجھے کوئی بات بتاتا ہے اور میں اسے اس طرح سن رہا ہوتا ہوں جیسے میں نے کبھی وہ بات سنی ہی نہ ہو حالانکہ میں وہ بات اس کے پیدا ہونے سے بھی پہلے سن چکا ہوتا ہوں۔

منقول ہے کہ محبت کشادہ رو ہونا ہے اور یہ لوگوں کے لئے بندوں کو محبوب بنا دیتی ہے۔

مسکرا کر ہاتھ ملانے کی فضیلت:

حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو مسکرا کر

ملتے ہیں پھر ہاتھ ملاتے ہیں تو ان کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

منقول ہے کہ خوشی سخاوت پر دلالت کرتی ہے جیسے پھول پھلوں پر دلالت کرتے ہیں۔

بیان کا سنّت طریقہ:

کہا گیا ہے کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ جب تو قوم کو خطاب کرے تو کسی ایک کی طرف اپنی توجہ نہ رکھے بلکہ سب کی طرف برابر توجہ ہو۔

زندگی اچھی گزارنے کے آداب:

بزرگوں کا کہنا ہے کہ جب تم اچھی زندگی گزارنے کے طلب گار ہو تو دشمن اور دوست سے اچھے طریقے سے ملاقات کرو، خود کو نہ دیکھتے رہو، بکثرت اِدھر اُدھر نہ دیکھو، جہاں لوگ بیٹھے ہوں وہاں کھڑے نہ رہو، مجلس میں بیٹھو تو کسی ایک پر بھی تکبر نہ کرو، ان کے سامنے اپنی انگلیاں چٹخانے سے باز رہو، داڑھی اور انگوٹھی کے ساتھ مت کھیلو، لوگوں کے سامنے اپنے دانتوں کا خلال کرنے اور ناک میں انگلی ڈالنے سے بچو، بار بار تھوکنے سے بچو، لوگوں کے سامنے اور نماز میں بکثرت انگڑائی اور جمائی سے حتی الامکان بچو، تمہاری مجلس لوگوں کی ہدایت کا باعث اور تمہاری گفتگو مُہذب ہو، جب کوئی تمہاری مجلس میں اچھی گفتگو کر رہا ہو تو اسے غور سے سنو اور ہنسنے ہنسانے والی باتوں سے بچو، زینت میں عورت کی طرح بناؤ سنگار نہ کرو، حاجات میں کسی سے سوال نہ کرو، ظلم کرنے پر کسی کا حوصلہ نہ بڑھاؤ، لونڈی اور غلام سے مذاق مستی نہ کرو خاموش رہو تاکہ تمہارا وقار ان کی نظر میں برقرار رہے، جب جھگڑا ہو تو انصاف کرو، اپنی جہالت کو چھپاؤ، فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرو، اپنی حجت میں غور و فکر کرو، دورانِ گفتگو ہاتھوں سے بکثرت اشارہ نہ کرو، بار بار پیچھے مڑ کر نہ دیکھو اور غصہ ٹھنڈا ہونے پر کلام کرو۔

بادشاہ کی مجلس کے آداب:

جب بادشاہ تمہیں قریب کرے تو ڈرو اور اس کے رَوِیّے کی تبدیلی سے ڈرتے رہو، اس کی چاہت کے مطابق اس سے کلام کرو، بادشاہ کی نرمی تمہیں اس بات پر نہ اُبھارے کہ تم بادشاہ کے نجی معاملات میں دَخل اندازی کرو اگرچہ تم اس دخل اندازی کے مستحق ہی کیوں نہ ہو، صرف خوشحالی کے دنوں میں دوستی نبھانے والے سے بچو کہ یہ سب سے بڑا

دشمن ہے، اپنے مال کو اپنی عزت سے زیادہ خیال نہ کرو۔ ہو سکے تو بادشاہ کی مجلس اختیار نہ کرو البتہ اگر کرنی پڑ جائے تو اپنے اوپر ان امور کو لازم کرو: کسی کی غیبت نہ کرو، جھوٹ نہ بولو، کسی راز کو فاش نہ کرو، حاجتیں کم پیش کرو، گفتگو میں مہذب الفاظ استعمال کرو، گزشتہ بادشاہوں کے اخلاق کا تذکرہ کرو اور اس سے ڈرتے رہو اگرچہ وہ تم سے محبت کا اظہار کرے، اس کی موجودگی میں ڈکار لینے سے بچو، اس کے پاس کھانا کھانے کے بعد دانتوں میں خلال کرنے سے بچو۔

عام لوگوں کی مجلس کے آداب:

عام لوگوں کی مجلس اختیار نہ کرو اگر کرنی پڑ جائے تو ان امور کا خیال رکھو: ان کی باتوں میں غور و فکر نہ کرو، لایعنی اور فضول گفتگو کی طرف توجہ نہ کرو، ان کے بُرے الفاظ سے غافل رہو۔

مذاق مسخری کے نقصانات:

عقل مند ہو یا بیوقوف اس سے مذاق کرنے سے بچو کیونکہ اگر وہ عقل مند ہو گا تو تم سے کینہ رکھے گا اور اگر بیوقوف ہو گا تو تم پر جرأت کرے گا۔ مذاق ہیبت کو کم کر دیتا ہے، حیا کو ختم کر دیتا ہے، کینہ کا باعث بنتا ہے، مذاق کے سبب محبت کی مٹھاس ختم ہو جاتی ہے، مذاق عالم کے علم کو عیب دار کر دیتا اور بیوقوف کو عالم پر جَری کرتا ہے، مذاق مُردہ دِلی، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دوری، غفلت اور ذِلّت کا باعث ہے۔

اگر کوئی شخص کسی مجلس میں مذاق یا لہو و لعب میں مبتلا ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ کھڑا ہونے سے پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کر لے۔

مجلس کے اختتام کی دعا:

حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو کسی ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں فضول گفتگو ہو تو اسے چاہیئے کہ کھڑا ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ [1] تو اس کے اس مجلس میں ہونے والے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“ [2]

❶ …یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو پاک ہے اور تیری ہی حمد ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش طلب کرتا اور تیری طرف رجوع لاتا ہوں۔

❷ …ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول اذا قام من مجلسہ، ۵/ ۲۷۳، حدیث: ۳۴۴۴

سفر کے آداب

مروی ہے کہ ایک سفر میں اونٹ پر حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ اور ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا باری باری سفر کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ جب آپ کے چلنے کی باری آئی تو آپ نے چلنا شروع فرما دیا۔ حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضیٰ اور دوسرے صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے آپ کو پیدل چلنے سے روکنا چاہا تو آپ نے منع فرمادیا اور ارشاد فرمایا: "تم مجھ سے زیادہ چلنے پر قادر نہیں ہو اور نہ میں تم سے زیادہ اجر سے مستغنی ہوں۔"[1]

رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جانوروں کی پیٹھوں کو کرسیاں نہ بناؤ۔[2]

بوڑھوں سے آگے ہونے کے تین مواقع:

منقول ہے کہ تین موقعوں کے علاوہ جوان بوڑھوں سے آگے نہ ہوں: (۱)... جب رات میں چلیں (۲)... جب بہتے پانی میں داخل ہوں اور (۳)... جب گھوڑوں پر سوار ہو کر دشمن سے لڑیں۔

دوست کون ہے؟

حضرت سیِّدُنا علی بن ابو طالب کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: دوست اس وقت تک دوست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے دوست کی تین باتوں میں حفاظت نہ کرے (۱)... جب اسے کوئی مصیبت پہنچے (۲)... اس کی غیر موجودگی میں اس کی عزت کی (۳)... اور اس کے مرنے کے بعد اس کے مال کی۔

دوست کے نہ ہونے اور کم ہونے کا بیان

حضرت سیِّدُنا وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے پچاس سال لوگوں کی صحبت میں گزارے لیکن میں نے کوئی شخص ایسا نہ پایا جو میری غلطی سے درگزر کرتا، نہ کوئی ایسا شخص پایا جو مجھ سے غلطیوں کو دور کرتا اور نہ کوئی ایسا شخص پایا جو میری پردہ پوشی کرتا۔

دھوکے باز کسی پر اعتماد نہیں کرتا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: "جب کسی شخص کی طبیعت میں دھوکا کرنا

---

[1] ... مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۲/ ۸۲، حدیث: ۳۹۰۱

[2] ... مسند امام احمد، حدیث سہل بن معاذ، ۵/ ۳۱۵، حدیث: ۱۵۶۵۰

شامل ہو تو وہ کسی بھی شخص پر اعتماد نہیں کرتا۔“

دوست کیا ہے؟

منقول ہے کہ کسی شخص سے سوال کیا گیا: دوست کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ غیر مستحق کو دیا جانے والا نام اور نہ پایا جانے والا جاندار ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: پہلے کے لوگ پتّوں کی مانند تھے اُن میں کانٹے نہیں تھے اور اب لوگ کانٹوں کی مانند ہیں جن میں پتّے نہیں ہیں۔

حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَاحِد نے اپنے کچھ دوستوں سے فرمایا: لوگوں سے جان پہچان کم رکھو اور جن کو جانتے ہو ان سے انجان ہو جاؤ اگر تمہارے 100 دوست ہوں تو احتیاطاً ان میں سے 99 کو چھوڑ دو اور ایک دوست رکھو تو اس سے بھی ڈر کر رہو۔

منقول ہے کہ کسی حاکم سے پوچھا گیا: تمہارے کتنے دوست ہیں؟ جواب دیا: حکومت کی وجہ سے بہت سارے ہیں۔

لوگ دنیا کے لئے محبت رکھتے ہیں:

علی بن عیسٰی وزیر کو جب وزارت سے ہٹا دیا گیا تو اس کے وہ دوست جو وزارت کی وجہ سے اس سے محبت کرتے تھے اس کے پاس نہ آئے پھر جب وزارت اُسے دوبارہ مل گئی تو دوسرے ہی دن اُس کے دوست اُس کے پاس آ گئے تو علی بن عیسٰی نے کہا:

مَا النَّاسُ اِلَّا مَعَ الدُّنْیَا وَصَاحِبِهَا   فَکُلَّمَا انْقَلَبَتْ یَوْمًا بِهِ انْقَلَبُوْا

یُعَظِّمُوْنَ اَخَا الدُّنْیَا فَاِنْ وَثَبَتْ   یَوْمًا عَلَیْهِ بِمَا لَا یَشْتَهِی وَثَبُوْا

ترجمہ: لوگ تو دنیا اور دنیا والے کے ساتھ ہوتے ہیں اور جب دنیا والے سے دنیا منہ موڑتی ہے تو لوگ بھی اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ لوگ دنیادار دوست کی تعظیم کرتے ہیں اور نفس کی ناپسندیدگی کے سبب اگر کسی دن اس پر کوئی مصیبت آ جائے تو اسے چھوڑ جاتے ہیں۔

وزیر ابن مُقلہ اور بادشاہ:

وزیر ابنِ مُقلہ کے متعلق جب بادشاہ کو یہ خبر ملی کہ اُس نے بادشاہ کے دشمنوں کو خط لکھا ہے تو بادشاہ نے اس کا ہاتھ کاٹنے اور اُسے معزول کرنے کا حکم دیا۔ یہ سن کر اُس کے ہم نشینوں میں سے کوئی اُس کے پاس نہ آیا۔ پھر جب بادشاہ کو یہ علم ہوا کہ اُس کی طرف جھوٹ منسوب کیا گیا ہے تو بادشاہ نے اُسے عہدے پر بحال کر دیا۔ یہ دیکھ کر اُس نے یہ اشعار کہے:

تَحَالَفَ النَّاسُ وَالزَّمَانُ فَحَيْثُ كَانَ الزَّمَانُ كَانُوْا

عَادَانِي الدَّهْرُ نِصْفَ يَوْمٍ فَانْكَشَفَ النَّاسُ لِي وَبَانُوْا

يَا أَيُّهَا الْمُعْرِضُوْنَ عَنَّا عُوْدُوْا فَقَدْ عَادَ لِي الزَّمَانُ

ترجمہ: لوگوں اور زمانے نے باہم معاہدہ کر رکھا ہے کہ جس طرف زمانہ ہو گا لوگ بھی اُس طرف ہوں گے۔ زمانے نے مجھ سے آدھا دن دشمنی دکھائی تو مجھے لوگوں کا پتا چل گیا اور وہ مجھے چھوڑ گئے۔ اے ہم سے اعراض کرنے والو! لوٹ آؤ کیونکہ زمانہ میری طرف لوٹ آیا ہے۔

صحبت اختیار کرنے کے متعلق مدنی پھول:

انسان پر لازم ہے کہ وہ فقط متقی اور پرہیز گار کی صحبت اختیار کرے اس لئے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت دین و دنیا کے لئے فائدہ مند ہے اور انسان کو چاہئے کہ وہ شریر لوگوں سے میل جول رکھنے سے بچے، فاسقوں کی صحبت ترک کرے اور بد خصلت و بد اخلاق لوگوں سے دور رہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴿۶۷﴾ (پ۲۵، الزخرف: ۶۷)

ترجمۂ کنز الایمان: گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیز گار۔

اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓىٕرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ (پ۷، الانعام: ۳۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں اڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیت میں ہمارے اور تمام جانوروں کے مابین مماثلت کا اثبات فرمایا ہے جس کا تعلق خاص طور سے اخلاق و عادات سے ہے۔ ہر شخص میں ہی جانوروں والے اخلاق و عادات ہوتی ہیں اسی لئے لوگوں میں مختلف عادتیں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ،

چیتے والا مزاج:

جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو اخلاقیات میں جاہل ہو، غلیظ طبیعت ہو، جسامت میں طاقتور ہو اور اس کے دشمن اُس سے محفوظ نہ ہوں تو اُسے چیتوں کی دنیا سے شمار کرو۔ عرب میں کہا جاتا ہے: اَجْهَلُ مِنَ النَّمَرِ یعنی فلاں چیتے سے بھی زیادہ جاہل ہے۔

کتوں والا مزاج:

جب تم ایسے شخص کو دیکھو جو لوگوں کی عزتوں پر حملہ کرتا ہو تو وہ شخص کتوں کی دنیا سے تعلق رکھتا ہے۔ کتے کی عادت ہے کہ جو اُسے کچھ نہیں کہتا اور اُسے تکلیف نہیں دیتا اُس پر حملہ آور ہوتا ہے لہٰذا تم اُس کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو کتے کے ساتھ کرتے ہو کہ جب وہ بھونکتا ہے تو تم اسے چھوڑ کر نکل جاتے ہو۔

گدھوں والا مزاج:

جب تم کسی ایسے انسان کو دیکھو جس کی عادت ہر معاملے میں اختلاف کرنے کی ہو کہ تم "ہاں" کہو اور وہ "نہ" کہے اور اگر تم "نہ" کہو تو وہ "ہاں" کہے تو اسے گدھوں کی دنیا سے شمار کرو کیونکہ گدھے کی عادت ہوتی ہے کہ اسے قریب کیا جائے تو دور ہو جاتا ہے اور دور کیا جائے تو قریب ہو جاتا ہے جس کے سبب نہ تمہیں اُس سے کوئی نفع حاصل ہوتا ہے اور نہ وہ تم سے جُدا ہوتا ہے۔

برے لوگوں میں شمار:

جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو لوگوں کی جان و مال پر حملہ کرتا ہو تو اسے بُرے لوگوں میں شمار کرو اور اس سے ایسے بچو جیسے شیر سے بچتے ہو۔

لومڑی والا مزاج:

جب تم کسی خبیث انسان سے ملو جو کثرت سے دھوکا دیتا ہو تو اسے لومڑیوں میں سے شمار کرو۔

خنافس والا مزاج:

جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو علم و حکمت کی بات نہ سنے، علما کی مجلس سے متنفر ہو اور دنیاداروں کی باتوں سے محبت کرے تو اسے خنافس[1] میں شمار کرو، کیونکہ خنافس گندگی کھانے، نجاست میں رہنے کو پسند کرتا ہے اور مشک اور پھول کی خوشبو سے متنفر ہوتا ہے اور جب کبھی یہ اچھی خوشبو سونگ لے تو اسی وقت مر جاتا ہے۔

[1] ...خَنَافِس "خُنْفَسَا" کی جمع ہے جو کہ نجاست اور گوبر میں پیدا ہونے والا سیاہ رنگ کا دو سینگ والا ایک کیڑا ہے۔ اردو میں اس کو "گُبریلا" کہتے ہیں۔ (امام حسین کی کرامات، ص ٣٢)

موروں والا مزاج:

جب تو کسی شخص کو دیکھے کہ وہ شوہر کے لئے سجنے والی عورت کی طرح سجتا ہے کہ اجلے کپڑے پہنے، بار بار عمامہ ٹھیک کرے اور خود پسندی اختیار کرے تو اسے موروں میں شمار کرو۔

اونٹوں والا مزاج:

جب تو کسی ایسے شخص کو دیکھے کہ دشمنی رکھتا ہے اور غلطیاں معاف نہیں کرتا اور طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی بدلہ لیتا ہے تو اسے اونٹوں کی دنیا سے شمار کرو۔ ایسے شخص کے بارے میں عرب کے لوگ کہتے ہیں: ''اَحْقَدُ مِنَ الْجَمَلِ یعنی اونٹ سے بڑھ کر کینہ رکھنے والا۔'' لہٰذا دشمنی رکھنے والے شخص کے قُرب سے بچنا چاہئے اور اسی بات پر کہتے ہیں کہ عقل مند شخص کو چاہئے کہ وہ شریروں، دھوکا دینے والوں اور ان لوگوں سے بچے جن میں وفا نہیں ہوتی اور جس نے ایسا کر لیا تو اس نے اپنے اخلاق، اپنی جان اور اپنے بدن کو بچا لیا۔ وَاللہُ اَعْلَمُ یعنی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے۔

دوست سے ملاقات کرنا اور اُسے بلانا

سایہ عرش کس کو ملے گا؟

حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''میری خاطر آپس میں محبت کرنے والوں، میری رضا کے لئے ملاقات کرنے والوں اور میری راہ میں خرچ کرنے والوں کے لئے میری محبت لازم ہو گئی، میں انہیں اُس دن اپنے (عرش کے) سائے میں رکھوں گا جس دن میرے (عرش کے) سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا۔''[1]

دوست سے ملاقات کی فضیلت:

حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو کسی مریض کی عیادت یا اپنے دوست سے ملاقات کرنے کے لئے جائے تو ایک فرشتہ ندا دیتا ہے کہ تو پاک ہے، تیرا چلنا پاک ہے اور تیرے لئے پاک جنت ہے۔[2]

منقول ہے کہ محبت درخت ہے اور اس کی جڑ ملاقات کرنا ہے۔

---

1 ...مسند امام احمد، حدیث عمرو بن عبسة، ۷/ ۱۱۳، حدیث: ۱۹۴۵۵

مسلم، کتاب البر و الصلة، باب فی فضل الحب فی اللہ، ص ۱۳۸۸، حدیث: ۲۵۶۶

2 ...ترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ماجاء فی زیارة الاخوان، ۳/ ۴۰۵، حدیث: ۲۰۱۵

محبت کیسے بڑھے؟

ملاقات کبھی کبھار ہونی چاہئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا یعنی کبھی کبھار ملا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔[1]

قاصد کیسا ہو؟

ایک فلسفی سے پوچھا گیا: کون سا قاصد کامیاب ہے؟ جواب دیا: وہ جو خوبصورت اور عقل مند ہو۔

کہا گیا ہے کہ جب تم اپنی حاجت کے لئے کوئی قاصد بھیجو تو اچھی صورت اور اچھے نام والا بھیجو۔

حضرت سیِّدُنا لقمان حکیم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے میرے بیٹے! کبھی کسی جاہل کو قاصد بنا کر مت بھیجنا، اگر تجھے اچھا قاصد نہ ملے تو خود اپنا قاصد بن جانا۔

وَصَلَّی اللہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّم یعنی اور درود و سلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

باب نمبر 25: خلقِ خدا پر شفقت و رحمت، سفارش کی فضیلت اور لوگوں کی اصلاح کا بیان

(اس باب میں دو فصلیں ہیں)

پہلی فصل: خلقِ خدا پر شفقت و رحمت کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (پ۱۱، التوبۃ:۱۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔

[1] ...معجم کبیر، ۴/ ۲۱، حدیث: ۳۵۳۵

اور بندوں کو اپنی شان یوں بیان فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۳﴾ (پ۲، البقرۃ:۱۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ آدمیوں پر بہت مہربان مہر (رحم) والا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۲﴾ (پ۱، الفاتحۃ:۱، ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا بہت مہربان رحمت والا۔

”الرَّحْمٰنِ“ اور ”الرَّحِیْمِ“ کی وضاحت:

مفسرین کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں: ”الرَّحْمٰنِ“ ایک لطیف اسم ہے جو شفقت و ہمدردی، لطف و کرم اور مخلوق پر نرمی و احسان پر دلالت کرتا ہے اور یہی معاملہ ”الرَّحِیْمِ“ کا بھی ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو دنیا کا ”الرَّحْمٰنِ یعنی ہر ایک پر مہربان“ جبکہ آخرت کا ”الرَّحِیْمِ یعنی خاص مومنوں پر رحم کرنے والا“ کہا جاتا ہے۔

رحم کرنے والے پر رحمت الٰہی کا نزول:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه بیان کرتے ہیں کہ حضور نبیِّ رحمت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی رحمت صرف رحم کرنے والے پر نازل فرماتا ہے۔ ہم نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! رحم تو ہم سب کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: رحم کرنے والا وہ نہیں جو فقط اپنی ذات اور گھر والوں پر رحم کرتا ہے بلکہ رحم کرنے والا وہ ہے جو تمام مسلمانوں پر رحم کرتا ہے۔[1]

رحم نہ کرنے والا رحم سے محروم:

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه بیان کرتے ہیں کہ سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جو رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا اور جو معاف نہیں کرتا اُس کو معاف نہیں کیا جاتا۔“[2]

انہی سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”لوگوں پر رحم کرو تم

1 ... مکارم الاخلاق للطبرانی، باب فضل الرحمۃ ورقۃ القلب، ص: ۳۲۶، حدیث: ۴۰

2 ... بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، ۴/ ۱۰۳، حدیث: ۶۰۱۳ ـــ معجم کبیر، ۲/ ۳۵۱، حدیث: ۲۴۷۵

پر رحم کیا جائے گا اور لوگوں کو معاف کر دیا کرو تمہاری مغفرت کر دی جائے گی۔[1]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بیان ہے کہ پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: اگر تم میری رحمت چاہتے ہو تو میری مخلوق پر رحم کرو۔[2]

مؤمنین کی مثال:

حضرت سیِّدُنا نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مؤمنین کی آپس میں رحم، محبت اور صلہ رحمی کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ جب اُس کے کسی عُضْو کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورا جسم بخار اور بے خوابی کا شکار ہو جاتا ہے۔ امام سلیمان بن احمد طبرانی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں نے خواب میں رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت کی اور آپ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے دستِ مبارک سے تین مرتبہ اشارہ کرکے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔[3]

یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے کا انعام:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گزرا ہر بال کے بدلے قیامت کے دن اسے ایک نور عطا کیا جائے گا۔"[4]

امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی بچوں پر شفقت:

ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس اُن کا ایک گورنر آیا اور اس نے دیکھا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ چت لیٹے ہوئے ہیں اور بچے آپ کے پیٹ پر کھیل رہے ہیں، اس نے یہ دیکھ کر ناپسند جانا تو آپ نے اس سے استفسار فرمایا: تمہارا رویہ اپنے گھر والوں کے ساتھ کیسا ہے؟ اس نے کہا: میں جس وقت گھر میں داخل

1 ... مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو، ۲/ ۵۶۵، حدیث: ۶۵۵۲

2 ... مکارم الاخلاق للطبرانی، باب فضل الرحمة ورقة القلب، ص ۳۲۶، حدیث: ۴۱

3 ... مکارم الاخلاق للطبرانی، باب فضل معونة المسلمین، ص ۳۴۳، حدیث: ۹۰

4 ... روح المعانی، سورة الضحی، تحت الایة: ۹، ۳۰/ ۵۳۴

ہوتا ہوں تو گفتگو کرنے والے خاموش ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ عہدہ چھوڑو، جب تم اپنے اہل وعیال پر شفقت نہیں کرتے تو امت محمدیہ کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیسے کرسکتے ہو؟

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن، خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک میری امت کے ابدال اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جائیں گے بلکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت، سخاوتِ نفس، سلامتیِ صَدْر اور تمام مسلمانوں کے حق میں رحم دل ہونے کی بنا پر جنت میں جائیں گے۔[1]

دوسری فصل: سفارش اور لوگوں کی اصلاح کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان:

مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ﴿۸۵﴾ (پ۵، النسآء: ۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: جو اچھی سفارش کرے اُس کے لئے اس میں سے حصّہ ہے اور جو بُری سفارش کرے اُس کے لئے اُس میں سے حصہ ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

منصب کے بارے میں سوال ہو گا:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے سے اس کی عمر کی طرح اس کے مقام و مرتبے کے بارے میں بھی پوچھے گا اور ارشاد فرمائے گا: ”میں نے تجھے جاہ و منزلت عطا کی تو کیا تُو نے اس کے ذریعے مظلوم کی مدد کی یا ظالم سے بدلہ لیا یا کسی پریشان حال کی پریشانی دور کی؟“[2]

اچھی سفارش کی فضیلت:

آقائے دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”افضل صدقہ یہ ہے کہ تم اپنے عہدہ و منصب کے ذریعے اس کی مدد کرو جس کے پاس کوئی منصب نہیں۔“[3]

حضرت سیِّدُنا ابو موسٰی اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ بے کسوں کے مدد گار، شفیعِ روزِ شمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

---

1 ...شعب الایمان، باب فی الجود والسخاء، ۷/ ۴۳۹، حدیث: ۱۰۸۹۳

2 ...نهاية الارب، القسم الثالث من الفن الثانی، الباب الاول، ۳/ ۲۴۱

3 ...نثر الدر، الباب الثانی فیه کلام... الخ، ۱/ ۳۴

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب میرے پاس کوئی حاجت مند آئے تو اس کی سفارش کیا کرو تا کہ تمہیں اجر و ثواب ملے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہتا ہے اپنے نبی کی زبان سے فیصلہ فرماتا ہے۔"[1]

سب سے افضل صدقہ:

حضرت سیِّدُنا سَمُرہ بن جُنْدُب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے دوجہاں کے تاجور، محبوب ربِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "سب سے افضل صدقہ زبان کا صدقہ ہے۔" عرض کی گئی: "یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! زبان کا صدقہ کیا ہے؟" ارشاد فرمایا: "وہ سفارش ہے جس سے تم کسی کو قید سے رہائی دلا دو یا کسی کی جان بچالو یا کوئی بھلائی اپنے بھائی کی طرف بڑھادو اور اس سے کوئی مصیبت دور کر دو۔"[2]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: سفارش کرنے والا ضرورت مند کا سہارا ہے۔

سیِّدُنا محمد بن جعفر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور ابو جعفر منصور:

منقول ہے کہ خلیفہ ابو جعفر منصور حضرت سیِّدُنا محمد بن جعفر بن عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی گفتگو پسند کیا کرتا تھا، آپ کی قدر و منزلت کی وجہ سے لوگ آپ سے سفارشیں کرواتے اور یہ بات منصور پر شاق گزرتی تھی، اس نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو کچھ دن اپنے سے روکے رکھا پھر جب صبر نہ ہو سکا تو ربیع کو اس بارے میں حضرت سیِّدُنا محمد بن جعفر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے گفتگو کرنے کا کہا۔ ربیع نے اُن سے گفتگو کی اور کہا: آپ امیر المؤمنین! کو معاف رکھئے اور سفارشات کے معاملے میں انہیں تکلیف میں نہ ڈالئے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ربیع کی بات مان لی لیکن جب آپ دروازے تک پہنچے تو دیکھا کہ قریش کے کچھ لوگ ہاتھوں میں چٹھیاں لئے کھڑے ہیں، جب انہوں نے آپ سے خلیفہ تک چٹھیاں پہنچانے کی درخواست کی تو آپ نے ان کو سارا ماجرا کہہ سنایا، انہوں نے آپ کی بات ماننے سے انکار کرتے ہوئے ان چٹھیوں کو لینے پر اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: ان چٹھیوں کو میری آستین میں ڈال دو۔ پھر آپ خلیفہ کے پاس آئے جبکہ وہ بغداد کے بالائی سرسبز و شاداب علاقے میں موجود تھا جس کے ارد گرد باغات تھے آپ کو دیکھ کر کہنے لگا: ابو عبد اللہ! آپ نے اس کی خوبصورتی دیکھی؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر اپنی

1 ... مکارم الاخلاق للطبرانی، باب فضل شفاعۃ المسلم لاخیہ، حدیث: ۱۳۰، ص: ۳۶۰

2 ... مکارم الاخلاق للطبرانی، باب فضل شفاعۃ المسلم لاخیہ، حدیث: ۱۳۱، ص: ۳۶۱

نعمتیں پوری کر کے آپ کے مال اور اس جگہ میں برکت عطا فرمائے۔ آپ کے بنائے ہوئے شہر سے زیادہ مضبوط اور خوبصورت شہر نہ تو دولت اسلامیہ میں اہل عرب نے بنایا ہے نہ ہی ماضی میں اہل عجم نے۔ لیکن اس کی ایک خصلت نے میری نگاہ میں اسے بدنما بنا دیا ہے۔ اس نے پوچھا: وہ کون سی خصلت ہے ؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اس میں غلہ اُگانے والی زمین نہیں ہے۔ یہ سن کر وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا: میں آپ کی نظر میں اسے تین قابل زراعت زمین کے ٹکڑوں سے آراستہ کئے دیتا ہوں اور میں نے وہ آپ کے نام کئے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: امیر المؤمنین! خدا کی قسم! آپ سخاوت اور بزرگی کا سرچشمہ ہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کو گزری ہوئی زندگی سے لمبی عمر عطا فرمائے پھر آپ اس کے ساتھ ایک دن ٹھہرے رہے، جب آپ اٹھنے لگے اور آپ کی آستین سے چٹھیاں نکل پڑیں تو آپ انہیں واپس آستین میں ڈالتے ہوئے کہنے لگے: ناکام و نامراد واپس اندر جاؤ۔ یہ دیکھ کر منصور مسکرایا اور کہنے لگا: آپ کو میرے حق کا واسطہ، مجھے ان چٹھیوں کے بارے میں بتاؤ۔ آپ نے اسے ساری بات کہہ سنائی اور کہنے لگے: اے معلمُ الخیر کے بیٹے! آپ کا کرم بڑھتا ہی رہتا ہے پھر آپ نے عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر کے یہ اشعار پڑھے:

لَسْنَا وَ اِنَّ اَحْسَابَنَا کَرُمَتْ　　　یَوْمًا عَلَی الْاَحْسَابِ نَتَّکِلُ

نَبْنِیْ کَمَا کَانَتْ اَوَائِلُنَا　　　تَبْنِی وَنَفْعَلُ مِثْلَ مَا فَعَلُوا

ترجمہ: ہم سخی نہیں تو کیا ہوا ہمارے آباء و اجداد تو سخی ہیں، ایک دن ہم انہیں پر بھروسا کر لیتے ہیں۔ اب ہم بھی وہی تعمیر کریں گے جو ہمارے اگلوں نے کیا تھا اور ہم بھی ان جیسا عمل کریں گے۔

یہ سن کر خلیفہ منصور نے تمام چٹھیوں کو پڑھا اور لوگوں کی حاجتوں کو پورا کر دیا۔ حضرت سیِّدُنا محمد بن جعفر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں وہاں سے لوٹ آیا، اس سے میں نے بھی نفع پایا اور دوسروں کو بھی نفع پہنچایا۔

کسی نے یحیٰی بن خالد کو ایک چٹھی لکھی جس میں یہ شعر تھا:

شَفِیْعِیْ اِلَیْکَ اللہُ لَا شَیْءَ غَیْرُہٗ　　　وَلَیْسَ اِلٰی رَدِّ الشَّفِیْعِ سَبِیْل

ترجمہ: تمہاری طرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا میرا کوئی سفارشی [1] نہیں اور ایسے سفارشی کو رد کرنے کی کوئی راہ نہیں۔

---

[1] ... **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی یہ شان نہیں کہ اسے کسی پر شفیع بنایا جائے۔ حدیث پاک میں ہے: حضرت سیِّدُنا جُبَیر بن مطعم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بدوی (دیہاتی) نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: جانیں مشقت میں پڑ گئیں، بال بچے بھوکے ہو گئے، مال برباد اور جانور ہلاک ہو گئے، آپ ہمارے لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے بارش مانگیں ہم آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں شفیع لاتے ...

یحییٰ بن خالد نے اس شعر کو پڑھا تو اسے حکم دیا کہ اس کی چوکھٹ سے نہ جائے پھر وہ اسے ہر صبح ہزار درہم دینے لگا، جب اس کے پاس 30 ہزار درہم ہو گئے تو وہ شخص چلا گیا، یحییٰ بن خالد نے کہا: خدا کی قسم! اگر یہ ساری عمر ٹھہرا رہتا تب بھی میں اسے دینا بند نہیں کرتا۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تَشَفَّعْ بِالنَّبِیِّ فَکُلُّ عَبْدٍ　　یُجَارُ اِذَا تَشَفَّعْ بِالنَّبِیِّ

وَلَا تَجْزَعْ اِذَا ضَاقَتْ اُمُوْرٌ　　فَکَمْ لِلّٰہِ مِنْ لُطْفٍ خَفِیٍّ

ترجمہ: حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وسیلہ اختیار کرو کیونکہ جو ان کا وسیلہ پکڑتا ہے امان پاتا ہے۔ جب مشکلات بڑھ جائیں تو پریشان نہ ہو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بخشش و مہربانی کی کوئی حد نہیں۔

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہ رسالت میں عرض کی: اے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا پانے کے لئے ہم زمین پر عبادت کرنے والے ہوتے تو ہم تین خصلتوں کو اپناتے: (۱)... مسلمانوں کو پانی پلاتے (۲)... عیال دار لوگوں کی مدد کرتے اور (۳)... اگر مسلمان گناہ میں مبتلا ہوتے تو ان کی پردہ پوشی کرتے۔

......ہیں۔ تب حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: سُبْحٰنَ اللہ سُبْحٰنَ اللہ آپ تسبیح فرماتے رہے حتّٰی کہ یہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے چہروں میں پہچانا گیا۔ پھر ارشاد فرمایا: تجھ پر افسوس ہے! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ اسے کسی پر شفیع بنایا جائے۔ تجھ پر افسوس! کیا تجھے خبر ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی شان کیا ہے؟ اس کا عرش اس کے آسمانوں پر ایسا ہے اور اپنی انگلیوں سے اشارہ کرکے فرمایا اس پر قبہ کی طرح ہے اور وہ چرچرا رہا ہے جیسے کجاوہ سوار کی وجہ سے چرچراتا ہے۔ (ابوداود، کتاب السنۃ، باب فی الجھمیۃ والمعتزلۃ، ۴/۳۰۶، حدیث: ۴۷۲۶)
مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی **مراٰۃ المناجیح، جلد 7، صفحہ 600** پر حدیث مبارک کے جز "**اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ اسے کسی پر شفیع بنایا جائے**" کے تحت فرماتے ہیں: شفاعت بنا ہے شفیع سے بمعنی جوڑا، ربّ (تعالیٰ ارشاد) فرماتا ہے: "وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿۳﴾" (پ۳۰، الفجر: ۳، ترجمۂ کنزالایمان: اور جفت اور طاق کی قسم)۔ سفارش کو شفاعت اس لیے کہتے ہیں کہ سائل حاکم کے سامنے اکیلا پیش ہونے کی ہمت نہیں کرتا تو اس حاکم کے کسی منظور مقبول کے ساتھ مل کر جُڑ کر حاکم کے سامنے پیش ہوتا ہے۔ بہر حال شفیع سے حاکم افضل و اعلیٰ ہونا ضروری ہے اگر خدا تعالیٰ کو شفیع کہا جاوے تو لازم آوے گا کہ کوئی اور اس سے اعلیٰ ہے جس کے دربار میں خدا تعالیٰ سے سفارش کرائی گئی، چونکہ یہ بہت باریک بات تھی اس لیے اس شخص کو نہ تو کافر کہا گیا نہ اس سے توبہ کرائی گئی، اس نے ربّ تعالیٰ کی توہین نہیں کی بلکہ وہ شفاعت کے معنیٰ نہیں سمجھا۔ خیال رہے کہ **اللہ** تعالیٰ کے نام، اس کے صفات کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنانا درست ہے بلکہ **اللہ** کے نام کے وسیلہ سے بندوں سے مدد مانگنا درست ہے۔ ہم کہا کرتے ہیں **اللہ** کے واسطے یہ دیدو **اللہ** کے نام کا صدقہ دے دو کہا جاتا ہے۔ شَیْئًا لِلّٰہ بشفاعت۔ ذات اور وسیلۂ نام وسیلۂ صفات (یعنی ذات اور نام وصفات کے وسیلہ) میں فرق ضرور کرنا چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ ذُنُوْبَنَا وَاقْضِ عَنَّا تَبِعَاتِنَا وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّم یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی فرما، ہمیں اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوشی عطا فرما اور ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل واصحاب پر درود و سلام نازل فرما۔

باب نمبر 26: حیا، تواضع اور عاجزی وانکساری کا بیان

(اس باب میں دو فصلیں ہیں)

پہلی فصل: حیا کا بیان

اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ 10 چیزیں حُسنِ اخلاق سے ہیں: (۱) سچ بولنا (۲) حقیقی بہادری (۳) امانت ادا کرنا (۴) صلہ رحمی کرنا (۵) نیکی کا بدلہ دینا (۶) اَمر بالمعروف کرنا (۷) پڑوسی کے حق کی حفاظت کرنا (۸) دوست کے حق کی حفاظت کرنا (۹) مہمان نوازی کرنا اور (۱۰) ان سب باتوں کی اصل حیا کرنا۔

حیا کے بارے میں دو فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾ ... اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَان یعنی حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔[1]

﴿2﴾ ... اِنَّ مِمَّا اَدْرَکَ النَّاسُ مِنْ کَلَامِ النُّبُوَّۃِ اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ یعنی کلام نبوت میں سے لوگوں نے جو پایا اس میں سے یہ ہے کہ جب تجھے حیا نہ ہو تو جو چاہے کر۔[2]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ جس نے حیا کی چادر اوڑھ لی لوگوں کو اس کے عیب دکھائی نہیں دیتے۔

سیِّدُنا ابو موسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی حیا:

حضرت سیِّدُنا ابو موسٰی اشعری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ جب میں غُسلِ جنابت کے لئے اندھیرے کمرے میں جاتا ہوں تو اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے حیا کے سبب اپنی پیٹھ جُھکا لیتا ہوں۔

---

1 ... بخاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان، ۱/ ۱۵، حدیث: ۹

2 ... بخاری، کتاب الادب، باب اذا لم تستح فاصنع ما شئت، ۴/ ۱۳۱، حدیث: ۶۱۲۰

کسی کا قول ہے: حیا کے سبب چھپا ہوا چہرہ سیپی میں چُھپے موتی کی طرح ہے۔

حضرت سیِّدُنا خواص رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں کہ بندوں کا عمل چار منزلوں پر ہوتا ہے: (۱) خوف (۲) رجا (۳) تعظیم اور (۴) حیا، ان میں سب سے اونچی منزل حیا ہے۔ جب بندے یہ یقین کر لیتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں ہر حال میں دیکھ رہا ہے تو کہتے ہیں: ہمارے لئے برابر ہے کہ ہم اسے دیکھیں یا وہ ہمیں دیکھے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا ان کے لئے ان کے گناہوں سے آڑ بن جاتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ قناعت امانت کی، امانت شکر کی، شکر نعمت میں اضافے کی اور اضافہ نعمت کے باقی رہنے کی دلیل ہے جبکہ حیا خیرِ کُل کی دلیل ہے۔

دوسری فصل: عاجزی و انکساری کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸۸﴾ (پ۱۴، الحجر: ۸۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمانوں کو اپنے رحمت کے پَروں میں لے لو۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

تِلۡکَ الدَّارُ الۡاٰخِرَۃُ نَجۡعَلُہَا لِلَّذِیۡنَ لَا یُرِیۡدُوۡنَ عُلُوًّا فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ الۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد اور عاقبت پرہیزگاروں ہی کی ہے۔

(پ۲۰، القصص: ۸۳)

حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اَفۡضَلُ الۡعِبَادَۃِ التَّوَاضُعُ یعنی افضل عبادت تواضع ہے۔“[1]

پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی عاجزی:

رسولِ اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: ”مجھے میرے مرتبے سے نہ بڑھاؤ کہ تم میرے بارے میں بھی وہی کہنے لگو جو نصاریٰ نے حضرت عیسٰی عَلَیۡہِ السَّلَام کے بارے میں کہا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے رسول بنانے سے پہلے بندہ بنایا ہے (عبدیت کے دائرے میں جتنی چاہو تعریف کرو)۔“[2]

---

1 ... شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، فصل فی التوضع... الخ، ۶/ ۲۷۸، حدیث: ۸۱۴۸

2 ... مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب استشھد الحسین... الخ، ۴/ ۱۷۴، حدیث: ۴۸۷۸ دون ذکر عیسٰی

ایک مرتبہ ایک شخص بارگاہِ رسالت میں آیا جب اس نے آپ سے گفتگو کی تو اس پر کپکپی طاری ہو گئی، اس کی حالت دیکھ کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے فرمایا: "تسلّی رکھو! میں فرشتہ نہیں ہوں، میں تو دھوپ میں خشک کیا گیا گوشت کھانے والی ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں۔"(1)

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے کپڑوں پر پیوند لگاتے، اپنے جوتے خود سیتے، اپنے گھر کے کام کاج کیا کرتے تھے، آپ متکبِّر تھے نہ سخت مزاج، لوگوں میں سب سے زیادہ حیا اور تواضع والے تھے اور جب بھی اپنے اوپر ہونے والی خصوصی عنایتِ خداوندی کا ذکر کرتے تو فرماتے: میں اس پر فخر نہیں کرتا۔

تین اہم چیزیں:

حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں: "معاف کرنے سے بندے کی عزت بڑھتی ہے لہٰذا تم معاف کیا کرو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں عزت عطا فرمائے گا اور عاجزی بندے کو بلند کرتی ہے لہٰذا تم عاجزی کیا کرو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں بلندی عطا فرمائے گا اور صدقہ مال میں اضافہ کرتا ہے لہٰذا تم صدقہ کیا کرو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہارے مال کو بڑھا دے گا۔"(2)

حضرت سیِّدُنا عدی بن ارطاۃ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا ایاس بن معاویہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے کہا: "آپ بہت تیز چلتے ہیں۔" انہوں نے کہا: "اس لئے کہ تیز چلنا تکبر سے بچاتا اور حاجت کو جلد پورا کرتا ہے۔"

جہنم ٹھکانا:

حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن زبیر اور حضرت سیِّدُنا ابنِ عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے پاس آئے تو حضرت سیِّدُنا ابنِ عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کھڑے ہو گئے لیکن حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ (بھاری جسم ہونے کی وجہ سے) بدستور بیٹھے رہے۔ حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے کہا: بیٹھ جاؤ کیونکہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے سنا ہے: جو اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اس کے لئے کھڑے رہیں تو اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔(3)

1 ... ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب القدید، ۴/ ۳۱، حدیث: ۳۳۱۲

2 ... کنز العمال، کتاب الاخلاق من قسم الاقوال، الباب الاول فی الاخلاق... الخ، ۳/ ۴۸، حدیث: ۵۷۱۶

3 ... ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی کراھیۃ قیام... الخ، ۴/ ۳۴۷، حدیث: ۲۷۶۴

کہا گیا ہے کہ تواضع بُزرگی کو سلامت رکھتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا مُطَرِّف بن عبد اللہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اُون کا لباس پہنا اور مسکینوں میں جا بیٹھے۔ جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میرے والد سخت مزاج تھے تو میں نے چاہا کہ اپنے ربّ تعالیٰ کے حضور عاجزی کروں تا کہ وہ گرفت کرنے میں میرے والد پر تخفیف فرمائے۔

جودی پہاڑ کو بلندی کیسے ملی؟

امام مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قوم نوح کو ڈبویا تو دیگر پہاڑ تو اونچے ہو گئے جبکہ جودی پہاڑ جُھک گیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے باقی پہاڑوں پر بلندی عطا کی اور کشتی نوح کے ٹھہرنے کے لئے اُسے منتخب کیا۔

تواضع نے کَلِیْمُ اللہ بنا دیا:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام سے ارشاد فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو کہ میں نے کلام کے لئے تمام لوگوں میں سے تمہیں خاص کیوں کیا؟“ انہوں نے عرض کی: ”اے میرے رب! مجھے نہیں معلوم۔“ ارشاد فرمایا: ”اس لئے کہ میں نے تمہیں اپنے سامنے عاجزی کرتے ہوئے مٹی میں لوٹ پوٹ ہوتے دیکھا ہے۔“

کہا گیا ہے کہ جو اپنی شان اوقات سے زیادہ بلند کرتا ہے وہ لوگوں کی نفرت کا طلب گار بن جاتا ہے۔

فَسُبْحَانَ مَنْ تَوَاضَعَ کُلُّ شَیْءٍ لِعِزِّ جَبَرُوْتِ عَظَمَتِہٖ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّم یعنی پاک ہے وہ ذات جس کی شان و عظمت کے آگے ہر شے تواضع کرتی ہے اور درود و سلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

❀...❀...❀

نیک پڑوسی کی برکت

حضور نبی پاک، صاحِبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نیک مسلمان کی وجہ سے اس کے پڑوس کے 100 گھروں سے مصیبت دور فرما دیتا ہے۔

(معجم اوسط، ۳/ ۴۰۸، حدیث: ۱۲۹)

باب نمبر27:

خود پسندی اور غرور و تکبر کا بیان

جان لو! تکبر اور خود پسندی اچھائیوں کو سلب اور برائیوں کو پیدا کرتے ہیں۔ تمہارے لئے یہی بُرائی بہت ہے جو تمہیں نصیحت سننے اور ادب و اخلاق کی تعلیم قبول کرنے سے روکے، تکبر بغض و عناد پیدا کرتا ہے اور دلجوئی سے روکتا ہے۔

متکبر جنت میں نہیں جائے گا:

سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ کِبْرٍ یعنی جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔“(1)

رحمتِ خداوندی سے محروم:

محبوبِ خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ خُیَلَاءَ لَا یَنْظُرُ اللہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یعنی جس نے تکبر سے اپنا کپڑا گھسیٹا اللہ عَزَّوَجَلَّ بروزِ قیامت اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا۔“(2)

حضرت سیِّدُنا اَحْنَف بن قَیْس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: انسان اپنے اندر پائی جانے والی کسی ذلت کے سبب ہی تکبر کرتا ہے۔

عقلمند لوگ تکبر سے ہمیشہ کنارہ کش رہتے اور اس سے نفرت کرتے ہیں۔

خود پسندی کے شکار ایک جاہل شخص کو دیکھ کر افلاطون نے کہا: کاش! میں ایسا ہو جاؤں جو تو خود کو گمان کرتا ہے اور میرے دشمن ایسے ہو جائیں جو تیری اصل حقیقت ہے۔

حضرت سیِّدُنا احنف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اس شخص پر تعجُّب ہے جو تکبُّر کرتا ہے حالانکہ وہ دو مرتبہ پیشاب گاہ سے نکلا ہے۔

مُتکبِّرانہ چال چلنے والے کو نصیحت:

مُہلَب بن ابو صُفرہ کا بیٹا متکبرانہ چال چلتے ہوئے حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے سامنے سے گزرا۔ آپ نے اس سے فرمایا: ”اگر تم اس تکبر کو چھوڑ دو تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہوگا۔“ وہ کہنے لگا: کیا آپ مجھے نہیں جانتے؟

1 ... معجم کبیر، ۷/ ۱۵۳، حدیث: ۶۶۲۸

2 ... بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ازارہ من غیر خیلاء، ۴/ ۴۵، حدیث: ۵۷۸۴

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں، تمہاری ابتدا مُتَغَیِّر نطفہ سے ہوئی اور انتہا بدبودار مردار کی صورت میں ہوگی اور ان دونوں حالتوں کے درمیان تم پیٹ میں پاخانہ اٹھائے پھر رہے ہو۔“ یہ سن کر اس نوجوان نے اپنا سر جھکا لیا اور اپنے اس عمل کو ترک کر دیا۔

حکما کا قول ہے کہ تکبر کے ساتھ بادشاہت سلامت نہیں رہتی متکبر کو یہی بُرائی کافی ہے جو ریاست اور سرداری کو ختم کر دے اور سب سے بڑی بُرائی یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے متکبرین پر جنت حرام فرمادی ہے، ارشادِ رَبّانی ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًاؕ (پ۲۰، القصص: ۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد۔

اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تکبر کو فساد کے ساتھ ملایا ہے۔

اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّؕ (پ۹، الاعراف: ۱۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں اپنی آیتوں سے انھیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔

کسی دانا کا قول ہے کہ میں نے جب بھی کسی تکبر کرنے والے کو دیکھا تو اس پر تکبر کیا[1]۔

جان لو! تکبُّر بغض و عناد کو لازم کرتا ہے اور بغض و عناد والا شخص کبھی ایک حال پر قائم نہیں رہ سکتا۔

جذیمۃُ الْابرش:

عرب والے بہت زیادہ تکبُّر کرنے والے کو ”جَذِیْمَۃُ الْاَبْرَش“ کہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بادشاہ تکبُّر کے سبب کسی کو اپنا ہم نشیں نہیں بناتا تھا اور کہتا تھا: میرے ہم نشیں ”فَرْقَدَان“ ستارے ہیں۔[2]

ابن عَوَانہ کا تکبُّر:

ابنِ عَوَانہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ تکبر کرنے والا تھا۔ منقول ہے کہ ایک دن ابن

1 ... مروی ہے کہ ”جب تکبر کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے سامنے (بظاہر) تکبر کرو کیونکہ یہ ان کے لئے ذلت و رسوائی ہے“ علامہ سیّد محمد مرتضٰی زَبیدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس کے تحت فرماتے ہیں: متکبر کے سامنے عاجزی کی جائے تو اس تکبر مزید بڑھ جاتا ہے اور اگر اس پر تکبُّر کیا جائے تو وہ مُتَنَبِّہ ہو جاتا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۱۰/ ۲۵۸)

2 ... فَرْقَدَان: دو قطبی ستاروں کو کہا جاتا ہے جن سے مسافر راہ نمائی حاصل کرتے ہیں۔ (الصحاح فی اللغۃ، باب الدال، فصل الفاء، ۲/ ۴۵۲)

عوانہ نے اپنے غلام سے کہا: مجھے پانی پلا۔ غلام نے کہا: "جی اچھا۔" ابن عوانہ نے کہا: اس نے "جی" کہا ہے حالانکہ یہ "نہیں" کہنے پر بھی قادر تھا تو ابن عوانہ نے کسی سے غلام کو تھپڑ مارنے کا کہا تو اس نے غلام کو تھپڑ مار دیا، پھر اس نے ایک کھیتی باڑی کرنے والے شخص کو بلایا اور اس سے بات کرنے لگا جب فارغ ہوا تو پانی منگوا کر اپنے مخاطب کو کمتر سمجھتے ہوئے کلی کی۔

تکبر کے حوالے سے مشہور قبیلے:

جاحظ کہتا ہے: قریش میں بنو مَخزُوم اور بنو اُمَیَّہ جبکہ عرب میں بنو جَعْفَر بن کلاب اور بنو زُرَارَہ بن عدی تکبر کے حوالے سے مشہور تھے، کم درجے والوں کو یہ لوگ غلام شمار کرتے تھے اور خود کو اہل ارباب میں شمار کرتے تھے۔

بنو عبد دار کے ایک شخص سے پوچھا گیا: تم خلیفہ کے پاس کیوں نہیں جاتے؟ تو اس شخص نے جواب دیا: مجھے خوف ہے کہ خلیفہ میرے شرف کو اپنی عزت کا ذریعہ نہ بنالے۔

حجاج بن ارطاۃ سے پوچھا گیا: تم جماعت میں کیوں نہیں آتے؟ تو حجاج نے جواب دیا: مجھے سبزی فروشوں سے جھگڑے کا خوف ہے۔

حلم ہو تو ایسا:

حضرت سیِّدُنا وائل بن حجر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں زمین کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایا اور حضرت سیِّدُنا معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرمایا: اسے اس کی زمین لکھ کر دے دو۔[1] حضرت سیِّدُنا وائل بن حجر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ شدید گرمی میں دوپہر کے وقت حضرت سیِّدُنا معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ نکلے، حضرت سیِّدُنا معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرت سیِّدُنا وائل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اونٹنی کے پیچھے چل رہے تھے جب اِنہیں سورج کی تپش پہنچی تو اِنہوں نے حضرت سیِّدُنا وائل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کہا: مجھے بھی اپنے ساتھ اونٹنی پر بیٹھالو۔ حضرت سیِّدُنا وائل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواب دیا: تم ان میں سے نہیں ہو جو بادشاہوں کے پیچھے بیٹھیں۔ حضرت سیِّدُنا معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کہا: اچھا اپنے جوتے مجھے دے دو؟ حضرت سیِّدُنا وائل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواب دیا: اے ابنِ ابوسفیان! میں بخل کی وجہ سے تجھے منع نہیں کرتا لیکن مجھے ناپسند ہے کہ یمن کے سرداروں کو یہ بات پہنچے کہ تم نے میرے جوتے پہنے ہیں، ہاں تم میری اونٹنی کے سائے میں چل سکتے ہو اور یہ تمہارے مرتبہ کے موافق بھی ہے۔

1 ...نھایۃ الارب، ذکر وفد حضر موت، ۱۸/ ۷۲

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا وائل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے زمانے تک حیات رہے اور جب بھی حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جاتے تو آپ اِنہیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتے اور ان کے ساتھ گفتگو فرماتے[1]۔

کیا تم مجھے جانتے ہو؟

مسرور بن ہند نے ایک شخص سے کہا: کیا تم مجھے جانتے ہو؟ اس شخص نے کہا: نہیں۔ مسرور نے کہا: میں مسرور بن ہند ہوں۔ اس شخص نے کہا: میں تو آپ کو نہیں جانتا۔ مسرور بن ہند نے کہا: تُو ہلاک و ذلیل ہو اگر چاند سے واقف نہیں۔

1 ... یہ روایت تفصیلاً یوں ہے: حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں قبولِ اسلام کے لیے لوگ جوق در جوق حاضر ہوا کرتے۔ ایک دن یمنی بادشاہوں کی اولاد سے حضرت سیّدنا وائل بن حجر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وفد کی صورت میں قبولِ اسلام کے لیے حاضر ہوئے تو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے انہیں بتایا کہ حضور نبی غیب دان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین دن پہلے ہی تمہارے آنے کی بشارت دی تھی۔ حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان پر بے حد شفقت فرمائی، ان کے لیے اپنی چادر مبارک بچھادی، اپنے قریب بٹھایا، منبرِ اقدس پر ان کے لیے تعریفی کلمات ارشاد فرمائے، برکت کی دُعا فرمائی اور ان کے قیام کے لیے مکان کی نشاندہی کا کام ایک قریشی نوجوان کے سپرد فرمایا۔ (اِتّفاق سے یہ قریشی نوجوان بھی ایک سردارِ مکہ کا فرزند تھا لیکن درسگاہِ نبوت سے فیض یاب ہونے اور صحبتِ مصطفےٰ سے اَخلاق و آداب سیکھنے کی برکت سے اس کے مزاج میں ذرہ برابر بھی سرداروں والی بات نہ تھی) چنانچہ حکم پاتے ہی وہ نوجوان فوراً حضرت سیّدُنا وائل بن حجر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہمراہ چل دیا۔ حضرت سیّدُنا وائل بن حجر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اونٹنی پر سوار تھے جبکہ قریشی نوجوان ساتھ ساتھ پیدل چل رہا تھا۔ چونکہ گرمی شدید تھی اس لیے کچھ دیر پیدل چلنے کے بعد اس قریشی نوجوان نے کہا: "گرمی بہت شدید ہے، اب تو میرے پاؤں اندر سے بھی جلنے لگے ہیں۔ آپ مجھے اپنے پیچھے سوار کر لیجیے۔" حضرت سیّدنا وائل بن حجر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صاف انکار کر دیا۔ اس قریشی نوجوان نے کہا: کم از کم اپنے جوتے ہی پہننے کے لیے دے دیجیے تاکہ میں گرمی سے بچ سکوں۔" کہا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو بادشاہوں کا لباس پہن سکیں۔ تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میری اونٹنی کے سائے میں چلتے رہو۔" یہ سن کر اس قریشی نوجوان نے نہایت تحمّل کا مظاہرہ کیا اور زبان سے بھی جوابی کاروائی نہ کی۔ وقت گزرتا گیا اور وہ قریشی نوجوان مُلکِ شام کا گورنر بن گیا۔ ایک بار حضرت سیّدُنا وائل بن حجر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اسی قریشی نوجوان کے پاس آئے جو کہ اب گورنر بن چکا تھا۔ تو وہ قریشی نوجوان آپ کے ساتھ نہایت احترام سے پیش آیا اور ماضی کے اس واقعے کا بدلہ لینے کے بجائے حضرت سیّدُنا وائل بن حجر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور فرمایا: میرا تخت بہتر ہے یا آپ کی اونٹنی کی کوہان؟ حضرت سیّدُنا وائل بن حجر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! اس وقت میں نیا نیا مسلمان ہوا تھا اور جاہلیت کا رواج وہی تھا جو میں نے کیا۔ اب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں اسلام سے سرفراز فرمایا ہے اور آپ نے جو کچھ کیا وہی اسلام کا طریقہ ہے۔ حضرت سیّدنا وائل بن حجر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس قریشی نوجوان کے رَوَیّے سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ نے فرمایا: "کاش! میں نے انہیں اپنے آگے سوار کیا ہوتا۔"

(معجم صغیر، من اسمہ یحیی، ۲/ ۱۴۳۔ مسند بزار، مسند وائل بن حجر، ۱۰/ ۳۴۵، حدیث: ۴۴۷۵۔ تاریخ المدینۃ المنورۃ، وفاۃ وائل بن حجر الحضرمی، ۲/ ۵۷۹۔ الاصابۃ، وائل بن حجر، ۶/ ۴۶۶، رقم: ۹۱۲۰، ملخصًا) یہ قریشی نوجوان جَلِیْلُ الْقَدْر صحابی اور کاتبِ وحی حضرت سیّدُنا اَمیرِ مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔

کہا گیا ہے کہ ہر گھٹیا شخص تکبر کرتا ہے اور ہر بلند مرتبہ شخص عاجزی کرتا ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّم یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے اور درود و سلام ہو حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

باب نمبر 28: آپس میں فخر کرنے اور درجات کے درمیان تفاوت کا بیان

آپس میں فخر کرنے کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان ہے:

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا یَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ (پ۲۱، السجدۃ: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جو ایمان والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو بے حکم ہے یہ برابر نہیں۔

یہ آیت کریمہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی بن ابو طالب کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اور عقبہ بن ابو معیط کے بارے میں نازل ہوئی جب یہ دونوں باہم فخر کر رہے تھے[1]۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْۤ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ (پ۲۴، حم السجدۃ: ۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بھلا یا جو قیامت میں امان سے آئے گا۔

یہ آیت مبارکہ حضرت سیِّدُنا عمار بن یاسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی۔

[1]... تفصیلی واقعہ یوں ہے: حضرت علی مرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کسی بات میں جھگڑ رہا تھا، دورانِ گفتگو میں کہنے لگا خاموش ہو جاؤ تم لڑکے ہو میں بوڑھا ہوں، میں بہت زبان دراز ہوں، میری نوکِ سنان تم سے زیادہ تیز ہے، میں تم سے زیادہ بہادر ہوں، میں بڑا جتھے دار ہوں، حضرت علی مرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا چپ تو فاسق ہے، مراد یہ تھی کہ جن باتوں پر تو ناز کرتا ہے انسان کے لئے ان میں سے کوئی قابلِ مدح نہیں، انسان کا فضل و شرف ایمان و تقویٰ میں ہے جسے یہ دولت نصیب نہیں وہ انتہا کا رذیل ہے، کافِر مومن کے برابر نہیں ہو سکتا، اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت علی مرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (خزائن العرفان، پ۲۱، السجدۃ، تحت الآیہ: ۱۸)

اولادِ آدم کے سردار:

حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نسب سب سے زیادہ بزرگی والا ہے لیکن پھر بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ یعنی میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا۔“[1]

نسب پر فخر کرنے سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے یہ کہہ کر منع فرمایا ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ (پ۲۶، الحجرات: ۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک **اللہ** کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

فخر تو تقویٰ کے سبب ہے:

اسلام میں فخر تقویٰ کے سبب ہے اور حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک تمہارا نبی ایک ہے، تمہارے والد (یعنی حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام) ایک ہیں لہٰذا کسی عربی کو عجمی پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب۔[2]

امام زین العابدین عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کا گریہ:

حضرت سیِّدُنا امام اصمعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں ایک رات خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کعبہ کا غلاف تھامے اشعار کی صورت میں آہ وزاری کر رہا تھا:

يَا مَنْ يُّجِيْبُ دَعَا الْمُضْطَرِّ فِي الظُّلَمِ ‏ ‏ ‏ يَا كَاشِفَ الضُّرِّ وَالْبَلْوٰى مَعَ السَّقَمِ

قَدْ نَامَ وَفْدُكَ حَوْلَ الْبَيْتِ وَانْتَبَهُوْا ‏ ‏ ‏ وَاَنْتَ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ لَمْ تَنَمِ

اَدْعُوْكَ رَبِّيْ حَزِيْنًا هَائِمًا قَلِقًا ‏ ‏ ‏ فَارْحَمْ بُكَائِيْ بِحَقِّ الْبَيْتِ وَالْحَرَمِ

اِنْ كَانَ جُوْدُكَ لَا يَرْجُوْهُ ذُوْ سَفَهٍ ‏ ‏ ‏ فَمَنْ يَّجُوْدُ عَلَى الْعَاصِيْنَ بِالْكَرَمِ

ترجمہ: (۱)...اے اندھیرے میں پریشان حال کی دعا سننے والے اور اے بیمار کے دکھ درد دور کرنے والے۔ (۲)...کعبہ کے ارد

---

1 ... ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر الشفاعۃ، ۴/ ۵۲۲، حدیث: ۴۳۰۸

2 ... مسند امام احمد، حدیث رجل من اصحاب النبی، ۹/ ۱۲۷، حدیث: ۲۳۵۴۸، بتغیر قلیل

گرد تیرے بندے سوگئے اور کچھ بیدار ہوگئے اور اے حی قیوم تو نہیں سوتا۔(۳)...اے میرے رب! میں تجھے دکھ درد اور غم میں پکارتا ہوں، کعبہ و حرم کے صدقے میرے رونے پر رحم فرما۔(۴)...اگر مجرم تیرے کرم کی امید نہ رکھے، تو عاصیوں پر کرم کون کرے گا۔

پھر بہت زیادہ رونے لگے اور یہ اشعار پڑھے:

اَلَا اَیُّهَا الْمَقْصُوْدُ فِیْ کُلِّ حَاجَتِیْ ۔۔۔ شَکَوْتُ اِلَیْکَ الضُّرَّ فَارْحَمْ شَکَایَتِیْ

اَلَا یَارَجَائِیْ اَنْتَ تَکْشِفُ کُرْبَتِیْ ۔۔۔ فَهَبْ لِیْ ذُنُوْبِیْ کُلَّهَا وَاقْضِ حَاجَتِیْ

اَتَیْتُ بِاَعْمَالٍ قِبَاحٍ رَدِیْئَةٍ ۔۔۔ وَمَا فِی الْوَرٰی عَبْدٌ جَنٰی کَجَنَایَتِیْ

اَتُحَرِّقُنِیْ بِالنَّارِ یَا غَایَةَ الْمُنٰی ۔۔۔ فَاَیْنَ رَجَائِیْ ثُمَّ اَیْنَ مَخَافَتِیْ

ترجمہ: (۱)...اے وہ ذات! جو میری ہر حاجت میں مقصود و مطلوب ہے، میں نے اپنے غم کی عرضی تیری بارگاہ میں پیش کی پس تو میری عرضی پر نظرِ رحمت فرما۔(۲)...اے میری امید گاہ! تو ہی میری مشکل کو ٹالنے والا ہے، پس میرے تمام گناہ معاف فرما اور میری حاجت پوری فرما۔(۳)...میں تیری بارگاہ میں بُرے اور بے کار اعمال لے کر حاضر ہوا ہوں اور دنیا میں ایسا کوئی بندہ نہیں جس کے گناہ مجھ جیسے ہوں۔(۴)...اے آخری امید! کیا تو مجھے جہنم میں جلائے گا؟ تو پھر میری امید کہاں جائے گی اور میرے خوف کا کیا بنے گا؟

یہ کہتے ہوئے بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ میں قریب ہوا تو دیکھا کہ وہ امام زین العابدین علی بن حسین بن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمْ تھے، میں نے ان کا سر اپنی جھولی میں رکھ لیا اور رونے لگا، میرے آنسوؤں میں سے ایک آنسو اُن کے رخسار پر گرا تو اُنہوں نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا: یہ کون ہے جو ہم پر آنسو بہا رہا ہے؟ میں نے کہا: میں آپ کا غلام اصمعی ہوں، حضور یہ رونا دھونا کس سبب سے ہے؟ حالانکہ آپ خاندانِ نبوت سے ہیں، کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ لوگوں کے بارے میں نہیں فرمایا:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ﴿۳۳﴾ (پ۲۲، الاحزاب: ۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

حضرت سیِّدُنا امام زین العابدین رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: اے اصمعی! تجھ پر افسوس ہے، بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنت اطاعت گزاروں کے لئے بنائی ہے اگرچہ وہ حبشی غلام ہو اور جہنم نافرمانوں کے لئے بنائی ہے اگرچہ وہ قریشی آزاد ہو، کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نہیں فرمایا:

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَیۡنَهُمۡ یَوۡمَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُهٗ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُهٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فِیۡ جَهَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۰۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے تو جن کی تولیں بھاری ہوئیں وہی مراد کو پہونچے اور جن کی تولیں ہلکی پڑیں وہی ہیں جنھوں نے اپنی جانیں گھاٹے میں ڈالیں ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

(پ۱۸، المؤمنون: ۱۰۱تا۱۰۳)

بغیر ایمان عمل قبول نہیں:

حضرت سیِّدُنا عباس بن عبدُ المطلب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (جب یہ ایمان نہیں لائے تھے) اور طلحہ بن شیبہ حضرت سیِّدُنا علی بن ابو طالب کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے فخر کر رہے تھے، حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کہا: میں حاجیوں کو پانی پلانے والا ہوں اور اب بھی اسی منصب پر فائز ہوں۔ طلحہ نے کہا: میں خانہ کعبہ کا خادم ہوں اور اس کی چابیاں میرے پاس ہیں۔ تو حضرت سیِّدُنا علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ تم کیا بول رہے ہو لیکن میں تم دونوں سے چھ سال پہلے سے اس قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہوں۔ تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

اَجَعَلۡتُمۡ سِقَایَۃَ الۡحَآجِّ وَ عِمَارَۃَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ کَمَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ؕ لَا یَسۡتَوٗنَ عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿ۘ۱۹﴾ (پ۱۰، التوبۃ: ۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا تم نے حاجیوں کی سبیل اور مسجد حرام کی خدمت اس کے برابر ٹھہرالی جو **اللہ** اور قیامت پر ایمان لایا اور **اللہ** کی راہ میں جہاد کیا وہ **اللہ** کے نزدیک برابر نہیں اور **اللہ** ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔

اہمیت تو صرف ایمان کی ہے:

حضرت سیِّدُنا موسٰی کَلِیْمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں دو شخص آپس میں فخر کر رہے تھے، ایک نے کہا: میں فلاں بن فلاں ہوں حتّٰی کہ اس نے اپنی نو پشتیں گنوائیں جو سب کے سب مشرک تھے۔ دوسرے نے کہا: میں فلاں کا بیٹا ہوں اور اگر وہ مسلمان نہ ہوتے تو میں ان کا ذکر نہ کرتا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا موسٰی کَلِیْمُ اللہ عَلَیْهِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی: وہ جس نے اپنی نو مشرک پشتیں گنوائی ہیں مجھے پر لازم ہے کہ اس سمیت دسوں کو جہنم میں ڈال دوں اور جس نے صرف اپنے مسلمان باپ کو شمار کیا ہے میں اسے اُس سمیت جنت میں داخل کروں۔

باہمی فخر پر دلچسپ مکالمہ:

خلیفہ ابو عباس سفاح کو قصے کہانیاں سننا اور لوگوں کا آپس میں بحث و مباحثہ کرنا بڑا پسند تھا۔ ایک رات اس کے پاس ابراہیم بن مخرمہ کندی اور خالد بن صفوان آئے اور ان کے درمیان مصر اور یمن کے حوالے سے بحث و مباحثہ ہونے لگا۔ ابراہیم نے کہا: اے امیر المؤمنین! اہلِ یمن عرب کے وہ لوگ ہیں دنیا جن کے زیادہ قریب ہے، ان میں ایک سے ایک بادشاہ اور بڑے بڑے بہادر ہیں جن میں سے نعمان، منذر اور صاحبِ بحرین عیاض ہیں اور ایسے بھی ہیں جنہوں نے پورے پورے سفینے غصب کر لئے اور خطرناک سے خطرناک کام ان کی طرف منسوب ہیں، ان سے مانگا جائے تو دیتے ہیں، ان کے پاس مہمان آجائے تو مہمان نوازی کرتے ہیں، وہ خالص عرب ہیں اور جو ان کے علاوہ ہیں وہ ان جیسی عادات اپناتے ہیں۔ ابو عباس نے کہا: میرا خیال ہے کہ تمیمی تمہاری بات سے راضی نہیں ہوگا، پھر خلیفہ نے خالد سے کہا: اے خالد! تم کیا کہتے ہو؟ خالد نے کہا: اگر امیر المؤمنین اجازت دیں تو میں کلام کروں؟ خلیفہ نے کہا: بے خوف بات کرو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ خالد نے کہا: بغیر علم کے دھاوا بولنے والے نے غلطی کی اور جو بھی کہا غلط کہا اور وہ قوم کیسے صحیح بول سکتی ہے جس کی نہ زبان فصیح ہے نہ لغت صحیح ہے اور نہ قرآن و سنت ان کی زبان میں ہے، وہ ہم پر نعمان اور منذر کے ذریعے فخر کرتے ہیں تو ہم ان پر مخلوق میں سب سے بہتر اور بزرگ ہستی حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سبب فخر کرتے ہیں جن کا ہم پر اور اِن پر احسان ہے۔ چنانچہ

مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہم میں سے ہیں اور پسندیدہ خلیفہ ہیں، ہمارے پاس کعبہ ہے، زمزم ہے، حطیم ہے، مقام ہے، حجابہ ہے، بطحاء ہے اور ایسی چیزیں جن کا شمار نہیں۔ ہمارے پاس صدیق و فاروق ہیں، ذُوالنُّورَین ہیں، اَسَدُ اللّٰہ ہیں اور سیِّدُ الشُّہدا ہیں عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ہیں، ان کے سبب ہم نے دین کو جانا اور ہمیں یقین حاصل ہوا، جو ہم سے ٹکرایا ہم اس سے لڑے اور جس نے ہم سے دشمنی کی ہم نے ان کا صفایا کر دیا۔ پھر خالد ابراہیم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: کیا تمہارے پاس تمہاری قوم کی لغت کا علم ہے؟ ابراہیم نے کہا: ہاں ہے۔ خالد نے پوچھا: تمہارے ہاں آنکھ کو کیا کہتے ہیں؟ ابراہیم نے جواب دیا: جُنْجُمَۃ۔ خالد نے پوچھا: دانت کو کیا کہتے ہیں؟ ابراہیم نے جواب دیا: مَیدان۔ خالد نے پوچھا: کان کو کیا کہتے ہیں؟ ابراہیم نے جواب دیا: صِنَّارَۃ۔ خالد نے پوچھا: انگلی کو کیا کہتے ہیں؟ ابراہیم نے جواب دیا: شَنَاتِیر۔ خالد نے پوچھا: بھیڑیئے کو کیا کہتے ہیں؟ ابراہیم نے جواب دیا: کُنَع۔ خالد نے پوچھا: کیا تم کتاب اللہ کا علم رکھتے

ہو؟ابراہیم نے جواب دیا: جی ہاں۔خالد نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا (پ١٢،یوسف:٢) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے اسے عربی قرآن اتارا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ ﴿١٩٥﴾ (پ١٩،الشعرآء:١٩٥) ترجمۂ کنزالایمان: روشن عربی زبان میں۔

مزید فرماتا ہے:

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (پ١٣،ابراهیم:٤) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔

توہم عرب ہیں اور قرآن ہماری ہی زبان میں نازل ہوا۔کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: "وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ یعنی اور آنکھ کے بدلے آنکھ"[1] یہ نہیں فرمایا: "وَالْجُهْجُهَةُ بِالْجُهْجُهَةِ" اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: "وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ یعنی اور دانت کے بدلے دانت"[2] یہ نہیں فرمایا: "وَالْمِیْدَانَ بِالْمِیْدَانِ" اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: "وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ یعنی اور کان کے بدلے کان"[3] یہ نہیں فرمایا: "وَالصِّنَّارَةُ بِالصِّنَّارَةِ" اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: "یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ یعنی اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رہے ہیں"[4] یہ نہیں فرمایا: "شَنَاتِیْرَهُمْ فِیْ صِنَّارَتِهِمْ" اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: "فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ یعنی اسے بھیڑیا کھا گیا"[5] یہ نہیں فرمایا: "اَلْكُنَع" پھر خالد نے کہا: میں تجھ سے چار باتیں پوچھتا ہوں اگر تو اس کا اقرار کرے گا تو بہادری کا کام کرے گا اور اگر انکار کرے گا تو کفر کرے گا۔ابراہیم نے کہا: وہ کون سی باتیں ہیں؟ خالد نے پوچھا: رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ہم میں آئے یا تم میں؟ابراہیم نے جواب دیا: تم میں آئے۔خالد نے پوچھا: قرآن ہم پر نازل ہوا یا تم پر؟ابراہیم نے جواب دیا: تم پر۔خالد نے پوچھا: منبر ہمارے درمیان تھا یا تمہارے؟ ابراہیم نے جواب دیا: تمہارے۔خالد نے پوچھا: خانہ کعبہ ہمارے ہاں ہے یا تمہارے؟ابراہیم نے جواب دیا: تمہارے۔ خالد نے کہا: تم جاسکتے ہو ان سب باتوں کے بعد اب

1 …پ٦،المائدۃ:٤٥

2 …پ٦،المائدۃ:٤٥

3 …پ٦،المائدۃ:٤٥

4 …پ١،البقرۃ:١٩

5 …پ١٢،یوسف:١٧

تمہارے پاس کیا ہے سوائے بندر سدھانے والوں، کھالوں کی دباغت کرنے والوں اور چادریں بنانے والوں کے۔ یہ سن کر ابو عباس ہنسنے لگا اور خالد کی بات کو تسلیم کیا[1]۔

درجات میں کمی بیشی کا بیان

مروی ہے کہ جب مکی مدنی سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید اور حضرت سیِّدُنا عکرمہ بن ابوجہل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی طرف دیکھتے تو ارشاد فرماتے: ''یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔'' اس لئے کہ یہ دونوں حضرات نیک صحابہ میں تھے اور ان دونوں کے باپ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور رسولِ خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بہت بڑے دشمن تھے۔

تین طرح کے لوگ:

احمد بن سہل کہتے ہیں لوگ تین طرح کے ہیں: (۱)... سابق: وہ جو فضیلت میں سبقت لے گئے (۲)... لاحق: وہ جو اپنے آبا کی فضیلت میں شامل ہوئے اور (۳)... ماحق: وہ جو اپنے آبا کا شرف بھی ختم کرنے والے ہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَصَلَّی اللہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّم یعنی درستی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی بہتر جانتا ہے اور درود و سلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

باب نمبر29: شرف و بزرگی، سرداری اور بلند ہمتی کا بیان

سردار کون ہے؟

قاسمِ نعمت، مالکِ جنت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ رَزَقَہُ اللہُ مَالًا فَبَذَلَ مَعْرُوْفَہٗ وَکَفَّ اَذَاہُ فَذٰلِكَ السَّیِّد یعنی جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مال دیا پھر اس نے لوگوں کے ساتھ بھلائی کی اور انہیں اذیت سے بچایا تو وہ سردار ہے۔''[2]

حضرت سیِّدُنا قیس بن عاصم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا گیا: آپ قوم کے سردار کیسے بنے؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: میں نے کسی سے بھی جھگڑا کیا تو اُس سے صلح کی راہ بھی رکھی۔

1... یہ ایسی باتیں ہیں جو فضیلت کے اعتبار سے ہو سکتی ہیں لیکن فضیلت کا اصل معیار تقویٰ ہے۔ (علمیہ)

2... عیون الاخبار، کتاب السؤدد، ۱/ ۳۲۹

کبھی کسی کو بُرا بھلا نہ کہا:

حضرت سیِّدُنا سعید بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے کبھی کسی کو بُرا بھلا نہیں کہا کیونکہ اگر میں بُرا بھلا کہتا تو دو طرح کے لوگوں میں سے کسی ایک کو کہتا یا تو وہ شریف آدمی ہوتا یا بُرا ہوتا۔ اگر شریف ہوتا تو مجھ پر لازم تھا کہ میں اسے بُرا بھلا کہنے سے بچتا اور اگر بُرا ہوتا تو مجھ پر لازم تھا کہ اپنی عزت اس سے بچاتا۔

بزرگوں کا قول ہے: سردار کی تعریف کرنے کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ اس کی طرف محبت سے دیکھے اور اس کی بات دھیان سے سنے۔

سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ اور ایک وفد:

منقول ہے کہ عرب کا ایک وفد حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اس وفد میں حضرت سیِّدُنا احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بھی تھے۔ دربان نے کہا: امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے ہر کوئی اپنے متعلق ہی بات کرے۔ جب سب لوگ امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے حاضر ہوئے تو حضرت سیِّدُنا احنف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے عرض کی: اگر امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں خبر دیتا کہ سب کا حال ایک جیسا ہی ہے اگرچہ ان پر نازل ہونے والے مصائب مختلف ہیں اور سب کو امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بھلائی کی حاجت ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اے ابو بحر! بس کرو، میں حاضر و غائب سب کے لئے کافی ہوں۔

سردار کیسے بنے؟

حضرت سیِّدُنا احنف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کسی شخص نے پوچھا: آپ قوم کے سردار کیسے بن گئے؟ حالانکہ آپ گھر بار، چہرے اور اخلاق کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے بڑھ کر نہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اُس سبب سے جو تم میں نہیں۔ اس شخص نے کہا: وہ کیا ہے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے تمہارے ان معاملات کو چھوڑ دیا جو میرے لئے فضول تھے جیسا کہ تم لوگوں نے میرے ان کاموں کو چھوڑ دیا جو تمہارے لئے بے فائدہ تھے۔

منقول ہے کہ سردار وہ ہے جو دوستوں کے لئے صبح کے وقت برسنے والے بادل کی مثل ہو اور دشمنوں کے لئے خطرناک شیر کی مثل ہو۔

ریاست کی اصل بلند ہمتی کا بیان

عمارہ بن حمزہ کی بلند ہمتی:

بلند ہمت اور شریف النفس شخصیات میں سے ایک نام عمارہ بن حمزہ کا ہے۔ منقول ہے کہ یہ ایک مرتبہ خلیفہ منصور کے دربار میں گیا اور اس کی مجلس میں بیٹھ گیا۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: اے امیر المؤمنین! مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ منصور نے کہا: تجھ پر کس نے ظلم کیا؟ اس شخص نے کہا: عمارہ بن حمزہ نے میری زمین غصب کی ہے۔ منصور نے کہا: اے عمارہ! کھڑے ہو جاؤ اور اپنے خصم کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ عمارہ نے کہا: کس بارے میں یہ میرا خصم ہے؟ اگر زمین اِس کی ہے تو میں اِس سے جھگڑا نہیں کروں گا اور اگر زمین میری ہے تو میں نے اِسے ہبہ کی لیکن جس جگہ مجھے امیر المؤمنین کے سبب شرف و بلندی ملی میں اُسے چھوڑ کر زمین کی وجہ سے ادنیٰ جگہ نہیں بیٹھ سکتا۔

سفاح اور اُمِّ سلمہ ایک دن عمارہ کے بارے میں بات کر رہے تھے کہ وہ متکبر ہے یا نہیں۔ ام سلمہ نے کہا: تم اُسے بلاؤ میں اُسے اپنی تسبیح ہبہ کروں گی جس کی قیمت 50 ہزار دینار ہے اگر اُس نے قبول کر لی تو ہم سمجھ لیں گے کہ وہ متکبر نہیں ہے۔ سفاح نے عمارہ کو بلایا اور ام سلمہ نے اس سے کچھ دیر گفتگو کی اور پھر اسے تسبیح دیتے ہوئے کہا: یہ میری طرف سے تمہارے لئے ہے۔ عمارہ نے تسبیح لے کر اپنے سامنے رکھ لی، پھر تسبیح وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ ام سلمہ نے کہا: شاید وہ تسبیح لے جانا بھول گیا ہے اور وہ تسبیح خادم کے ہاتھ عمارہ کو بھجوا دی۔ عمارہ نے خادم کو کہا: یہ تم رکھ لو۔ خادم واپس آیا اور کہا: انہوں نے یہ مجھے ہبہ کر دی ہے۔ تو ام سلمہ نے خادم کو ایک ہزار دینار عطا کئے اور تسبیح واپس لے لی۔

تحفہ قبول نہ کیا:

عبدُ اللہ بن طاہر جب مصر کا حاکم بنا تو عُبَیْدُ اللہ بن سری نے اسے 100 غلام اور ایک لاکھ دینار ہدیہ بھیجا اور یہ ہدیہ رات کے وقت میں بھیجا۔ عبد اللہ بن طاہر نے اسے قبول نہ کیا اور لکھ بھیجا: اگر میں رات میں تمہارا ہدیہ قبول کرتا تو دن میں بھی قبول کرنا پڑتا اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے اور وہ تم ہی ہو جو اپنے ہدیہ پر خوش ہوتے ہو۔

خلیفہ مُعْتَصِم کے عَمُّوریہ فتح کرنے کا سبب یہ بنا تھا کہ ثَغْر کی ایک عورت کو قید کر لیا گیا تو اس نے پکارنا شروع کیا: ”وَا مُحَمَّدَاہ، وَا مُعْتَصِمَاہ یعنی اے محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! فریاد ہے یہ خبر معتصم کو پہنچی تو وہ اسی وقت سوار ہو کر چل پڑا اور

اس کا لشکر بھی اس کے ساتھ تھا، جب عموریہ فتح کر لیا تو معتصم نے اس عورت سے کہا: "لَبَّیْكِ اَیَّتُهَا الْمُنَادِیَةُ یعنی اے ندا دینے والی! میں حاضر ہوں۔"

سیِّدُنا سعید بن عمرو عَلَیْهِ الرَّحْمَه کی بلند ہمتی:

حضرت سیِّدُنا سعید بن عمرو بن عاص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بلند مرتبہ اور حوصلہ مند شخص تھے۔ منقول ہے کہ مرض موت میں ان سے کہا گیا: مریض آہ وزاری اور طبیب کے مشورے پر عمل کرنے سے راحت محسوس کرتا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "آہ وزاری کرنا یہ تو بے صبری ہے اور عار کا باعث ہے اور خدا کی قسم! اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ سے ایسا نہ سنے گا کیونکہ اگر ایسا ہوا تو میں اس کے ہاں بے صبری کرنے والا لکھ دیا جاؤں گا اور رہا طبیب کا معاملہ تو خدا کی قسم! میری جان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے بغیر نہیں بچ سکتی، اگر وہ چاہے تو زندہ رکھے اور چاہے تو موت دے۔"

قیس بن زہیر جو کہ بہت بلند ہمت تھا اُسے جب فقر وفاقہ نے گھیرا تو وہ حَنْظَل نامی شدید کڑوی بوٹی کھانے لگا حتّٰی کہ اس کی وجہ سے مر گیا (مگر کسی سے سوال نہ کیا)۔

پڑوسیوں کے ساتھ ایسے رہو:

حضرت سیِّدُنا ابوسُفیان بن حرب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بلند مرتبہ، قوم کے سردار، پڑوسیوں کی حفاظت کرنے والے اور اپنی عزت کی حفاظت کرنے والے تھے، جب اِن کا کوئی پڑوسی بنتا تو اس سے فرماتے: میرا پڑوسی ہونا اختیار کر لے یا میرے گھر کو گھر بنا لے، اب اگر کبھی تجھ سے میرا نقصان ہوا یا مجھ سے تیرا نقصان ہوا تو معاملہ وہی کریں گے جو گھر والے بچے کے ساتھ کرتے ہیں۔

حکایت: یزید بن مہلب اور ولید بن عبد الملک

منقول ہے کہ حجاج نے یزید بن مُہَلَب بن ابو صُفرہ کو گرفتار کیا اور اسے سزا دی، اس کا مال واسباب چھین لیا اور قید میں ڈال دیا۔ یزید نے حُسنِ اخلاق کے ذریعے جیلر کو آمادہ کیا اور اسے استعمال کر کے وہ اور جیلر جیل سے فرار ہو گئے، یزید نے ملک شام میں سلیمان بن عبد الملک بن مروان کے پاس جانے کا قصد کیا، اس وقت خلیفہ ولید بن عبد الملک تھا، جب یزید بن مہلب سلیمان کے پاس پہنچا تو اُس نے اس کی عزت افزائی کی اور حُسنِ سلوک سے پیش آیا نیز اسے اپنے پاس ٹھہرایا۔ حجاج نے ولید بن عبد الملک کو خط لکھا: یزید جیل سے بھاگ کر آیا ہے اور وہ امیر المؤمنین کے بھائی سلیمان بن

عبد الملک کے پاس ہے جو مسلمانوں کے ولی عہد ہیں اور امیر المؤمنین کی رائے اعلیٰ ہے۔ ولید نے اپنے بھائی سلیمان کو اس بارے میں خط لکھا۔ سلیمان نے جواب دیا: اے امیر المؤمنین! میں نے یزید بن مہلب کو صرف اس وجہ سے پناہ دی ہے کہ اس کی، اس کے باپ کی اور اس کے بھائیوں کی ہمارے لئے نئی اور پرانی بہت سی خدمات ہیں اور میں نے امیر المؤمنین کے دشمن کو پناہ نہیں دی۔ حجاج نے یزید کو پکڑ کر اسے سزا دی اور اس پر ظلماً 40 لاکھ درہم کا جرمانہ کیا پھر اس نے 30 لاکھ درہم کا مطالبہ کیا اور یزید میرے پاس مدد مانگنے آیا ہے تو میں اس کی مدد کر رہا ہوں اور 30 لاکھ درہم میں اس کی طرف سے خود ادا کر رہا ہوں، اگر امیر المؤمنین مجھے میرے مہمان کے بارے میں رسوا نہ کرنا چاہیں تو ایسا ہی کریں کیونکہ امیر المؤمنین اہل فضل و کرم سے ہیں۔ ولید نے سلیمان کو خط لکھا کہ لازمی طور پر یزید کو بیڑیوں میں قید کر کے میرے پاس بھیج دو۔ سلیمان نے جب خط پڑھا تو اپنے بیٹے ایوب کو بلایا اور اسے بیڑیوں میں جکڑ دیا پھر یزید کو بلایا اور اسے بھی بیڑیوں میں قید کر دیا پھر دونوں کو ایک ساتھ باندھ کر اپنے بھائی کی طرف بھیج دیا اور اپنے بھائی کو ایک خط لکھا: اے امیر المؤمنین! میں نے یزید کو اور آپ کے بھتیجے ایوب بن سلیمان کو آپ کی طرف بھیج دیا ہے اور تیسرا میں خود ہوں، اگر امیر المؤمنین کا ارادہ یزید کو قتل کرنے کا ہو تو میں امیر المؤمنین کو قسم دیتا ہوں کہ پہلے ایوب کو قتل کریں پھر یزید کو قتل کریں اور اگر چاہیں تو تیسرا میں بھی حاضر ہوں۔ والسلام۔

جب یزید بن مُہلَب اور ایوب بن سلیمان بندھے ہوئے ولید کے سامنے پہنچے تو ولید نے شرم کے مارے سر جھکا لیا اور کہا: میں نے ابو ایوب کو یہ پیغام دے کر بہت بُرا کیا۔ یزید نے چاہا کہ اپنی صفائی پیش کرے لیکن ولید نے کہا: کوئی صفائی پیش کرنے کی حاجت نہیں ہے میں نے تیرا عذر قبول کر لیا اور میں نے جان لیا کہ حَجّاج نے ظلم کیا ہے پھر ولید نے لوہار کو بلوایا اور انہیں زنجیروں سے آزاد کروایا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا اور ایوب کو 30 ہزار درہم دیئے اور یزید بن مہلب کو 20 ہزار درہم دیئے اور 20 ہزار درہم سلیمان کو بھیجے اور حجاج کو خط لکھا: یزید بن مہلب پر تیرے لئے کوئی راہ نہیں اور آج کے بعد اس معاملے میں تو ہماری دشمنی سے بچ۔ یزید سلیمان کے پاس چلا گیا اور اس کے پاس ہی بلند مرتبے پر فائز رہا۔

مَعْن بن زائدہ کی بلند ہمتی:

منقول ہے کہ ایک شیعہ شخص حکومتی معاملات میں فساد ڈالنے کی کوشش میں رہتا تھا، خلیفہ مہدی نے اس کے بارے میں اعلان کروایا: جو اس کے بارے میں بتائے گا یا اسے پکڑ کر لائے گا تو اسے ایک لاکھ درہم انعام ملے گا۔ بغداد

کے ایک شخص نے اسے پکڑ لیا تو وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا، اتنے میں وہاں سے معن بن زائدہ گزرے تو اس شخص نے کہا: اے ابو ولید! مجھے اپنی پناہ میں لیجئے اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو اپنی پناہ میں رکھے۔ معن نے اس شخص سے کہا: تیرا اور اس کا کیا معاملہ ہے؟ پکڑنے والے شخص نے کہا: یہ شخص امیر المؤمنین کو مطلوب ہے۔ معن نے کہا: اس کا راستہ چھوڑ دے۔ اس شخص نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا۔ معن نے اپنے غلاموں کو حکم دیا تو انہوں نے زبردستی اُس شخص سے اُسے چُھڑا لیا اور اُن میں سے ایک نے اُسے اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ اس شخص نے امیر المؤمنین مہدی کو اس قصے کی خبر دی۔ خلیفہ نے معن کو پکڑنے کے لئے کہا اور جب معن خلیفہ کے سامنے آیا تو خلیفہ نے کہا: اے معن! کیا تم میرے مخالف کو پناہ دو گے؟ معن نے کہا: جی ہاں، اے امیر المؤمنین! میں نے ایک دن میں آپ کی اطاعت میں پانچ ہزار لوگوں کو قتل کیا اور میں نے اُن میں سے کسی کو پناہ نہیں دی۔ خلیفہ مہدی نے شرم سے سر جھکا لیا اور کافی دیر تک سر جھکائے رکھا اور پھر سر اٹھا کر کہا: اے ابو ولید! ہم نے بھی اسے پناہ دی جسے تو نے پناہ دی۔ معن نے کہا: امیر المؤمنین اگر بہتر سمجھیں تو جسے میں نے پناہ دی اُسے اگر صلہ سے نوازیں تو یہ پناہ دینے کے ساتھ اُس پر فضل بھی ہو گا۔ خلیفہ نے کہا: میں اس کے لئے 50 ہزار درہم دیتا ہوں۔ معن نے کہا: اے امیر المؤمنین! خلفا کو چاہئے کہ جنایت کے مطابق ہی صلہ دیں اور اس کا گناہ تو بڑا ہے اب امیر المؤمنین چاہیں تو اس کا صلہ بھی بڑھا دیں۔ خلیفہ نے کہا: میں اسے ایک لاکھ درہم دیتا ہوں۔ معن اپنے گھر آیا اور اس شخص کو بلا کر سارا مال اسے دیا اور نصیحت کرتے ہوئے کہا: خلفا کو ناراض کرنے والے کام نہ کیا کر۔

پڑوسی کی بھوک کا خیال:

حضرت سیِّدُنا جعفر بن ابو طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے والد سے کہا: اے ابا جان! مجھے اس بات سے حیا آتی ہے کہ میں کھانا کھاؤں اور میرا پڑوسی اس پر قادر نہ ہو۔ ابو طالب نے کہا: مجھے امید ہے کہ تو حضرت سیِّدُنا عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نقش قدم پر چلے گا۔

وَاللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی بہتر جانتا ہے اور درود و سلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

باب نمبر 30:

خیر و بھلائی کا بیان، بزرگ صحابۂ کرام اور اولیا و صالحین کا ذکرِ خیر

جان لو کہ مخلوق میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور (انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام) کے بعد سب سے افضل حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق، پھر حضرت سیِّدُنا عمر فاروق، پھر حضرت سیِّدُنا عثمان غنی اور پھر حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم ہیں۔ ان نفوسِ قدسیہ کے فضائل و کمالات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا اور اس قدر مشہور ہیں کہ ان کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں ان سب سے اور انہیں محبوب رکھنے والوں سے محبت کرتا ہوں نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ مجھے سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت اور ان تمام حضرات کی محبت پر موت عطا فرمائے اور ان مقدس ہستیوں کے گروہ میں اور ان کے جھنڈے تلے ہمارا حشر فرمائے۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ دعاؤں کو قبول فرمانے والا ہے۔

اِنِّیْ اُحِبُّ اَبَا حَفْصٍ وَشِیْعَتِہٖ ۔۔۔ کَمَا اُحِبُّ عَتِیْقًا صَاحِبَ الْغَارِ

وَقَدْ رَضِیْتُ عَلِیًّا قُدْوَۃً عِلْمًا ۔۔۔ وَمَا رَضِیْتُ بِقَتْلِ الشَّیْخِ فِی الدَّارِ

کُلُّ الصَّحَابَۃِ سَادَاتِیْ وَمُعْتَقَدِیْ ۔۔۔ فَھَلْ عَلَیَّ بِھٰذَا الْقَوْلِ مِنْ عَارٍ

ترجمہ: (۱)...بے شک میں ابو حفص (حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ) سے اور ان کے گروہ سے محبت کرتا ہوں جیسا کہ یارِ غار عتیق (حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ) سے محبت کرتا ہوں۔ (۲)...میں حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی سرداری اور علم سے راضی ہوں اور میں حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو گھر میں ظلماً شہید کیے جانے سے ہر گز راضی نہیں ہوں۔ (۳)...تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میرے سردار اور مرکزِ عقیدت ہیں، کیا اس قول کے سبب مجھ پر کچھ الزام ہے۔

سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے استفسار فرمایا: آج تم میں سے کون روزہ دار ہے؟ حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! میں۔ پھر دریافت فرمایا: آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ عرض گزار ہوئے: میں نے۔ تیسری مرتبہ پوچھا: آج تم میں سے کس نے مریض کی عیادت کی؟ حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق

رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے عرض کی: میں نے۔ پھر ارشاد فرمایا: یہ تینوں صفات جس شخص میں جمع ہو جائیں وہ ضرور داخلِ جنت ہو گا۔[1]

سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہ:

حضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: لَوْکَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَّکَانَ عُمَرُ یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔[2]

ایک اور موقع پر میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ خوش خبری سنانے والا بنا کر بھیجا: (اے عمر!) تم جس راستے سے بھی گزرتے ہو شیطان اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر ہو جاتا ہے۔[3]

اب ہم چھپ کر عبادت نہیں کریں گے:

حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تو بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ محبوبِ ربِّ داور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں۔ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ عرض گزار ہوئے: اس ذاتِ پاک کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا! آج کے بعد ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت چھپ کر نہیں کریں گے۔[4]

حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب شام تشریف لائے تو طور پہاڑ پر ٹھہرے۔ شامیوں کے پیشوا نے اپنے ایک سردار کو آپ کے پاس بھیجا اور اس سے کہا کہ جا کر عرب کے بادشاہ کو دیکھو۔ جب وہ سردار وہاں آیا تو دیکھا کہ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پیوند لگا ہوا اونی جبہ پہنے گھوڑے پر سوار سورج کی طرف منہ کئے ہوئے موجود ہیں، گھوڑے کی زین کے کنارے پر ایک تھیلی لٹکی ہوئی ہے حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس میں ہاتھ ڈال کر سوکھی روٹی کا ٹکڑا نکالتے ہیں اور پیالے میں موجود پانی میں بھگو کر تناول فرماتے ہیں۔ اس سردار نے واپس جا کر اپنے پیشوا کے سامنے یہ سارا ماجرا بیان کیا تو اس نے کہا: ان سے مقابلہ کرنے کی طاقت ہم میں نہیں ہے، یہ جو چاہتے ہیں انہیں دے دو۔

---

1 ... مسلم، کتاب الزکاۃ، باب من جمع الصدقۃ واعمال البر، ص ۵۱۳، حدیث: ۱۰۲۸

2 ... ترمذی، کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی حفص عمر بن خطاب، ۵/ ۳۸۵، حدیث: ۳۷۰۶

3 ... بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب عمر بن خطاب، ۲/ ۵۲۶، حدیث: ۳۶۸۳

4 ... حلیۃ الاولیاء، عمر بن الخطاب، ۱/ ۷۵، رقم: ۹۳

سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ عَنْہ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے فضائل و مناقب کثیر اور مشہور ہیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قرآنِ مجید کو جمع فرمایا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرشتے آپ سے حیا کرتے ہیں۔

سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ وَجْھَہُ الْکَرِیْم:

حضرت سیِّدُنا جمیع بن عمیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ میں اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: مجھے خبر دیجیے کہ حضور سیِّد عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سب لوگوں سے زیادہ محبوب کون تھا؟ انہوں نے جواب دیا: فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا، میں نے عرض کی: میں مردوں کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ ارشاد فرمایا: ان کے شوہر (یعنی حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم)۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور قیام کرنے والے ہیں۔

اوصاف مرتضوی:

حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ضَرار بن حمزہ کنانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے فرمایا: میرے سامنے حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کے اوصاف بیان کرو۔ حضرت سیِّدُنا ضرار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے معذرت طلب کی لیکن حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اصرار کیا تو انہوں نے کہا: جب ان کے اوصاف بیان کئے بغیر کوئی چارہ نہیں تو پھر سنیئے:

خدا کی قسم! آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بے انتہا علوم و معارف کے حامل اور (دین کی حمایت میں) مضبوط ارادے والے تھے۔ ان کے پہلوؤں سے علم کے سوتے پھوٹتے تھے جبکہ دہن مبارک سے حکمت کے پھول جھڑتے تھے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ دنیا اور اس کی رنگینیوں سے وحشت کھاتے جبکہ رات اور اس کے اندھیروں سے اُنسیت پاتے تھے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت زیادہ عبرت حاصل کرنے والے اور طویل غور و فکر کرنے والے تھے، افسوس سے ہاتھوں کو الٹتے پلٹتے اور اپنے نفس کو ملامت کرتے تھے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سادہ لباس اور معمولی کھانا پسند تھا۔ بخدا! جب ہم آپ سے کچھ پوچھتے تو ہمیں جواب عطا فرماتے اور جب ہم انہیں دعوت دیتے تو ہمارے پاس تشریف لاتے تھے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہم سے اس قدر قریب ہونے اور گھل مل کر رہنے کے باوجود آپ کی ہیبت کے سبب ہم آپ سے کلام نہیں کر پاتے

تھے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ دین داروں کی عزت کرتے اور غریبوں سے محبت فرماتے تھے۔ کوئی طاقتور ان سے باطل کی امید لگاتا نہ ہی کوئی کمزور ان کے عدل وانصاف سے مایوس ہوتا۔ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ایک دفعہ جب کہ رات نے اپنے پردے گرا دیئے تھے اور ستارے چُھپ چکے تھے تو میں نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیکھا کہ اپنی داڑھی مبارک کو پکڑے ہوئے محراب میں کھڑے ہو کر خوفزدہ شخص کی طرح کانپ رہے ہیں اور غمزدہ شخص کی مانند رو رہے ہیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ آج بھی میں ان کی آواز سن رہا ہوں جبکہ وہ فرما رہے تھے: اے دنیا! کیا تو میرے پاس آتی ہے اور مجھے بہکانا چاہتی ہے۔ ہائے افسوس! ہائے افسوس! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دینا، میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں اور اب میرا تجھ سے رجوع کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ تیری عمر قلیل ہے جب کہ تیری آسائشیں حقیر اور نقصانات بہت زیادہ ہیں۔ آہ! زادِ راہ قلیل ہے اور راستہ وحشت ناک ہے۔

یہ سن کر حضرت سیّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی یہاں تک کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی، آپ اپنے آنسو پونچھنے لگے جبکہ روتے روتے لوگوں کی بھی ہچکیاں بندھ گئیں۔ حضرت سیّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ ابو الحسن (یعنی حضرت سیّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم) پر رحم فرمائے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ ایسے ہی تھے۔ اے ضرار! ان پر تمہارا غم کیسا ہے؟ حضرت سیّدُنا ضرار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے عرض کی: ان پر میرا غم اس عورت جیسا ہے جس کے پہلو میں اس کے بیٹے کو ذبح کر دیا گیا ہو تو نہ اس کے آنسو خشک ہوتے ہیں اور نہ ہی غم میں کمی آتی ہے۔ اتنا کہہ کر حضرت سیّدُنا ضرار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار اٹھے اور وہاں سے چلے گئے۔

سیّدُنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللہُ عَنْہ:

منقول ہے کہ سب سے پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں تلوار اٹھانے والے حضرت سیّدُنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک رات کسی پکارنے والے نے مکّہ والوں کو پکار کر کہا: محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو شہید کر دیا گیا ہے (نَعُوْذُ بِاللہ)۔ یہ سن کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فوراً اضافی لباس پہنے بغیر برہنہ تلوار لئے گھر سے نکل پڑے۔ راستے میں سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ملاقات ہوئی تو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے استفسار فرمایا: اے زبیر! کیا ہوا؟ عرض گزار ہوئے: میں نے یہ سنا تھا کہ آپ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ استفسار فرمایا: اس صورت میں تمہارا کیا کرنے کا ارادہ تھا؟ عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میرا یہ ارادہ تھا کہ اہلِ مکہ سے قتال کروں۔ ایک روایت میں ہے کہ

آپ نے عرض کی: میرا ارادہ تھا کہ جس پر قدرت پاؤں اس کی گردن اڑا دوں۔ یہ سن کر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں سینے سے لگالیا، پھر انہیں اپنا مبارک تہبند عنایت فرمایا جسے انہوں نے پہن لیا۔ پھر ان سے ارشاد فرمایا: تم میرے حواری (خاص صحابی) ہو، اور ان کے لئے دعا فرمائی۔[1]

حضرت سیِّدُنا امام اوزاعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ حضرت سیِّدُنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ایک ہزار غلام تھے جو جزیہ (اپنی آمدنی کا مخصوص حصہ) ادا کیا کرتے تھے لیکن اس میں سے ایک درہم بھی آپ کے خزانے میں نہیں جاتا تھا بلکہ آپ وہ ساری رقم صدقہ فرما دیا کرتے تھے۔

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنا ایک گھر چھ لاکھ درہم میں فروخت فرمایا تو آپ سے عرض کی گی: اے ابوعبدُاللہ! آپ کے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ہر گز نہیں، خدا کی قسم مجھے دھوکا نہیں دیا گیا، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ یہ ساری رقم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خیرات ہے۔

تین صحابہ کے فضائل:

غزوۂ اُحد کے دن حضرت سیِّدُنا طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنی پیٹھ پر اٹھا کر ایک چٹان تک پہنچایا تھا، اس دوران حضرت سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یہ کون ہیں جنہوں نے آپ کو اپنی پیٹھ پر اٹھا رکھا ہے؟ شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ طلحہ ہیں۔ حضرت سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام عرض گزار ہوئے: انہیں میرا اسلام پہنچادیں اور یہ بتادیں کہ قیامت کے دن میں انہیں جس بھی مصیبت میں گرفتار دیکھوں گا اُس سے انہیں بچالوں گا۔ پھر عرض کی: یہ آپ کے دائیں جانب کون ہیں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ مِقْداد بن اَسْود ہیں۔ عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سے محبت فرماتا ہے اور آپ کو حکم ارشاد فرماتا ہے کہ آپ بھی ان سے محبت فرمائیں۔ پھر عرض کی: یہ آپ کے آگے کون ہیں جو آپ کا دفاع کر رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا: یہ عمار بن یاسر ہیں۔ حضرت سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام عرض گزار ہوئے: انہیں جنت کی خوش خبری سنادیں اور بتادیں کہ جہنم ان پر حرام کردی گئی ہے۔[2]

---

1 ... سنن کبری للبیہقی، کتاب قسم الفیئ والغنی، باب اعطاء الفیئ ... الخ، ۶/ ۵۹۷، حدیث: ۱۳۳۸۵، ۱۳۰۸۴ بتغیر

2 ... تاریخ ابن عساکر، ۶۰/ ۱۶۸، حدیث: ۱۲۴۱۷

زمین سے زیادہ آسمانوں میں شہرت:

حضرت سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام حضرت سیِّدُنا دِحیہ کَلْبی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی صورت میں سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ ایک جگہ موجود تھے کہ حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وہاں سے گزرے لیکن سلام نہ کیا۔ حضرت سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام بارگاہِ رسالت میں عرض گزار ہوئے: یہ ابو ذر ہیں، اگر یہ سلام کرتے تو ہم ضرور اس کا جواب دیتے۔ آپ نے استفسار فرمایا: اے جبریل! کیا تم انہیں جانتے ہو؟ عرض کی: اس ذاتِ مقدسہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا! یہ زمین سے زیادہ ساتوں آسمانوں میں مشہور ہیں۔ پوچھا: کس عمل کے سبب انہوں نے اس مرتبے کو پایا؟ عرض کی: اس فانی دنیا سے بے رغبتی کے باعث یہ اس مقام پر فائز ہوئے ہیں۔

نیک مسلمان کی برکت:

حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا بیان ہے کہ میں نے سَیِّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نیک مسلمان کی برکت سے اس کے پڑوس کے ایک ہزار گھروں سے مصیبت و پریشانی کو دور فرماتا ہے، پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس آیتِ مقدسہ کی تلاوت فرمائی:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ (پ۲، البقرۃ: ۲۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے۔[1]

اولیا و صالحین کا تذکرہ

سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ الرَّحْمَہ:

ابو بکر سفاح نے حضرت سیِّدُنا ابو بکر ہذلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے پوچھا: حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کون سے عمل کے سبب اس مقام و مرتبے تک پہنچے؟ حضرت سیِّدُنا ابو بکر ہذلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے جواب دیا: آپ نے بارہ سال کی عمر میں قرآنِ پاک کو اس شان سے حفظ فرما لیا کہ جب تک ایک سورت کی تفسیر نہ جان لیتے دوسری سورت کی

1 ...مجمع الزوائد، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء فی الجار، ۸/ ۲۹۹، حدیث: ۱۳۵۳۳، "الف" بدلہ "مائة"

طرف نہ بڑھتے۔ آپ نے تجارت میں کبھی درہم کی چھان بین نہ کی اور نہ ہی کبھی بادشاہ کے لئے کام کیا، کسی کام کو خود کرنے سے پہلے اس کا حکم نہ دیا اور کسی چیز سے دوسروں کو اس وقت تک منع نہ کیا جب تک خود اس سے نہ رک گئے۔ ابو بکر سفاح نے یہ سن کر فرمایا: واقعی آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ انہی اعمال کی بدولت اس مقام و مرتبے پر فائز ہوئے تھے۔

جاحظ کا بیان ہے کہ جب کسی شخصیت کی تعریف کرتے ہوئے اس کے فضائل بیان کیے جاتے تو اس میں حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا استثنا کرنا پڑتا، مثلاً: وہ شخص حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے علاوہ دیگر تمام لوگوں سے زیادہ زاہد ہے، ان کے علاوہ سب لوگوں سے بڑا فقیہ ہے، ان کے علاوہ تمام لوگوں سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے اور انہیں چھوڑ کر سب لوگوں سے بڑا خطیب ہے۔

سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ الرَّحمہ:

ایک بزرگ نے ارشاد فرمایا: حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز حضرت سیِّدُنا اویس قرنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی سے بڑے زاہد تھے کیونکہ آپ دنیا کے مالک ہوئے پھر بھی اس سے بے رغبتی فرمائی جبکہ حضرت سیِّدُنا اویس قرنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی کی ملک میں دنیا نہیں آئی۔ یہ سن کر کسی نے کہا: اگر حضرت سیِّدُنا اویس قرنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی کی ملکیت میں دنیا آتی تو آپ بھی ایسا ہی کرتے جیسا حضرت سیِّدُنا عُمَر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے کیا۔ بزرگ نے ارشاد فرمایا: جس نے تجربہ نہیں کیا وہ اس کی طرح نہیں ہو سکتا جس نے تجربہ کیا ہے۔

سیِّدُنا ثابت بنانی عَلَیْہِ الرَّحمہ:

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ثابت بنانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کے متعلق ارشاد فرمایا: بے شک خیر و بھلائی کے لئے کنجیاں ہوتی ہیں اور حضرت سیِّدُنا ثابت بنانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی بھلائی کی چابیوں میں سے ایک ہیں۔

سیِّدُنا حبیب عجمی عَلَیْہِ الرَّحمہ:

حضرت سیِّدُنا حبیب عجمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی بہترین لوگوں میں سے تھے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے چار مرتبہ 40 ہزار کے عوض اپنی جان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے خریدا۔ آپ 10 ہزار درہم لے کر گھر سے باہر نکلتے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے: اے میرے رب! میں اس کے عوض تجھ سے اپنی جان خریدتا ہوں، پھر وہ رقم صدقہ فرما دیتے۔

سیِّدُنا ابو ایوب سختیانی عَلَیْہِ الرَّحمہ :

حضرت سیِّدُنا ابو ایوب سختیانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سب لوگوں سے زیادہ دنیا سے بے رغبت اور پرہیزگار تھے۔ حضرت سیِّدُنا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کے پاس آپ کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ ان پر رحم فرمائے! میں نے منبرِ نبوی کے قریب ان کا ایک ایسا مقام دیکھا ہے کہ جب بھی میں اسے یاد کرتا ہوں میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک عَلَیْہِ الرَّحمہ :

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا بیان ہے: میں نے پوری کوشش کی کہ سال کے تین دن اس طرح گزاروں جس طرح حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ گزارتے ہیں لیکن میں اس پر قادر نہ ہو سکا۔

سیِّدُنا خلیل بن احمد نحوی عَلَیْہِ الرَّحمہ :

حضرت سیِّدُنا خلیل بن احمد نحوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سب لوگوں سے زیادہ دنیا سے بے رغبت اور بلند ہمت تھے۔ بادشاہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مال و دولت نذر کرتے لیکن آپ ان سے کوئی چیز قبول نہ کرتے۔ مرتے دم تک آپ کا یہ معمول رہا کہ ایک سال حج کرتے اور ایک سال جہاد میں شریک ہوتے۔

سیِّدُنا ابن عون عَلَیْہِ الرَّحمہ:

حضرت سیِّدُنا ابن خارجہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ میں ایک سال تک حضرت سیِّدُنا ابن عون رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی صحبت میں رہا لیکن میرا گمان ہے کہ اس عرصے میں کراماً کاتبین نے ان کا کوئی گناہ نہیں لکھا ہو گا۔

منقول ہے کہ جب حضرت سیِّدُنا کُرز بن وَبَرہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو غسلِ میت دیا گیا تو آپ کے جسمِ مبارک پر ایک مثقال گوشت بھی نہیں تھا۔

سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ عَلَیْہِ الرَّحمہ :

حضرت سیِّدُنا امام محمد بن حسن شیبانی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ یکتائے زمانہ تھے۔ اگر آج زمین آپ پر سے ہٹے تو علم و کرم اور زہد و پرہیزگاری کے ایک پہاڑ پر سے ہٹے گی۔

سیِّدُنا وکیع بن جراح عَلَیْہِ الرَّحمہ:

حضرت سیِّدُنا وکیع بن جراح رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے 40حج فرمائے، عَبّادان کی سرحد پر40راتیں پہرہ داری فرمائی اور اس مقام پر40ختمِ قرآن فرمائے۔40ہزار درہم صدقہ فرمائے، نیز آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے چار ہزار احادیثِ مبارکہ روایت فرمائیں اور کبھی آپ کو پیٹھ کے بل سوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

سیِّدُنا محمد بن اسماعیل مغربی عَلَیْہِ الرَّحمہ:

مشائخ کرام میں سے ایک حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن شیبان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْمَنَّان کے استاذِ محترم ابوعبداللہ حضرت سیِّدُنا محمد بن اسماعیل مغربی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی بھی ہیں۔ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی عجیب شان ہے کہ آپ نے کئی سال تک کوئی ایسی چیز نہیں کھائی جس تک انسانوں کا ہاتھ پہنچتا ہو بلکہ آپ خود رو سبز گھاس کھا کر گزارہ کر لیتے تھے۔

سیِّدُنا فتح بن شخرف عَلَیْہِ الرَّحمہ:

ابو نصر حضرت سیِّدُنا فتح بن شُخْرُف بن داوٗد رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بھی اِن بزرگانِ دین میں شامل ہیں۔ آپ انتہائی درجے کے زاہد اور پرہیز گار تھے،30سال تک آپ نے روٹی نہیں کھائی۔ حضرت سیِّدُنا احمد بن عبد الجبار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے سنا: میں30سال تک حضرت سیِّدُنا فتح بن شخرف رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی صحبت میں رہا لیکن میں نے کبھی انہیں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے نہیں دیکھا، ایک دن آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض گزار ہوئے: تیری ملاقات کے لئے میرا شوق طویل ہو چکا ہے، مجھے جلد اپنے پاس بلا لے۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن جعفر رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا: ہم نے حضرت سیِّدُنا فتح بن شخرف رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو غسل دیا تو ہمیں ان کی ران پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ لکھا نظر آیا۔ ہم نے گمان کیا کہ یہ کسی کا لکھا ہوا ہے لیکن جب غور سے دیکھا تو وہ ان کی کھال کے اندر موجود ایک رگ تھی۔

آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بغداد میں وصال فرمایا اور 33مرتبہ آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔[1] سب سے چھوٹی جماعت

---

[1] ...احناف کے نزدیک: نمازِ جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔ (البتہ) ولی کے سوا کسی ایسے نے نماز پڑھائی جو ولی پر مقدم نہ ہو اور ولی نے اُسے اجازت بھی نہ دی تھی تو اگر ولی نماز میں شریک نہ ہوا تو نماز کا اعادہ کر سکتا ہے اور اگر مردہ دفن ہو گیا ہے تو قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر وہ ولی پر مقدم ہے جیسے بادشاہ و قاضی و امام محلہ کہ ولی سے افضل ہو تو اب ولی نماز کا اعادہ نہیں کر سکتا اور اگر ایک ولی نے نماز پڑھا دی...

جس نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی اس کی تعداد 25 سے 30 ہزار تھی۔

سیِّدُنا فتح بن سعید موصلی عَلَیْہِ الرَّحمَہ:

آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا بشر حافی اور حضرت سیِّدُنا سَرِی سَقَطِی رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کے ہم عصر تھے، بڑے پرہیز گار اور بہت زیادہ عبادت و ریاضت فرمانے والے تھے۔

فقر پر خوشی:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن نوح مَوْصِلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْوَلِی کا بیان ہے کہ حضرت سیِّدُنا فتح مَوْصِلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْوَلِی ایک دن روزے سے تھے۔ نمازِ عشا کے بعد گھر تشریف لائے اور کھانا طلب فرمایا۔ گھر والوں نے عرض کی کہ گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا وجہ ہے کہ تم لوگ اندھیرے میں بیٹھے ہو؟ جواب ملا کہ گھر میں چراغ جلانے کے لئے کچھ موجود نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ خوشی و مسرت کے باعث رونے لگے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض گزار ہوئے: الٰہی! میرے جیسے شخص کا یہ مقدر کہاں کہ اسے کھانے اور چراغ کے بغیر چھوڑ دیا جائے، میرے کون سے عمل کے سبب مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی ہے اور صبح تک آپ اسی طرح روتے رہے۔

کمسن مُتَوَکِّل:

حضرت سیِّدُنا فتح موصلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْوَلِی کا بیان ہے کہ میں نے جنگل میں ایک نابالغ لڑکے کو دیکھا جو اکیلا سفر کر رہا تھا اور اس کے ہونٹ حرکت کر رہے تھے۔ میں نے اسے سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: بیتُ الله شریف کا۔ میں نے سوال کیا: تم کیا پڑھ رہے ہو؟ بولا: میں اپنے رب کے کلام کی تلاوت کر رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ ابھی تو تم احکامِ شریعت کے مکلّف نہیں ہو۔ اس نے جواب دیا: میں نے دیکھا ہے کہ موت مجھ سے چھوٹی عمر والوں کو بھی پکڑ لیتی ہے۔ میں نے کہا: تمہارے قدم چھوٹے ہیں جبکہ راستہ طویل ہے۔ لڑکے نے جواباً کہا: میرا کام صرف قدم بڑھانا ہے، منزل تک پہنچانا اُس کے ذِمّۂ کرم پر ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارا زادِ راہ اور سواری کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا:

......تو دوسرے اولیا اعادہ نہیں کر سکتے اور ہر صورت اعادہ میں جو شخص پہلی نماز میں شریک نہ تھا وہ ولی کے ساتھ پڑھ سکتا ہے اور جو شخص شریک تھا وہ ولی کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا ہے کہ جنازہ کی دو مرتبہ نماز ناجائز ہے سوا اس صورت کے کہ غیر ولی نے بغیر اذن ولی پڑھائی۔

(بہار شریعت، حصہ ۴، ۱/۸۲۶، ۸۳۸)

یقین میرازادِ سفر جبکہ میری ٹانگیں میری سواری ہیں۔ میں نے کہا کہ میں روٹی اور پانی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ لڑکے نے کہا: چچاجان! آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کو اپنے گھر آنے کی دعوت دے تو کیا وہ آپ سے کہے گا کہ کھانے کا سامان لے کر میرے گھر آنا؟ میں نے کہا: نہیں۔ لڑکا بولا: میرے رب نے اپنے بندوں کو اپنے گھر کی طرف بلایا اور انہیں اس کی زیارت کی اجازت دی لیکن بندوں کے یقین کی کمزوری نے انہیں سامان کا بوجھ اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ میں اس بات کو بُرا جانتا ہوں اس لئے اس کی بارگاہ کا ادب کرتے ہوئے ایسا نہیں کرتا، کیا آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ مجھے ضائع کر دے گا؟ میں نے کہا: وہ ہرگز ایسا نہیں کرے گا۔ اس کے بعد وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا اور میں نے اسے صرف مکہ مکرمہ میں دیکھا۔ جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ بولا: اے شیخ! آپ کی دوری اسی یقین کی کمزوری کے باعث ہے۔

سیِّدُنا سعید بن اسماعیل حیری عَلَیْہِ الرَّحمہ:

حضرت سیِّدُنا ابو عثمان سعید بن اسماعیل حِیْری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی بھی انہی بزرگانِ دین میں سے ایک ہیں۔ آپ نے حضرت سیِّدُنا شاہ کرمانی اور حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن معاذ رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کی صحبت پائی۔ منقول ہے کہ دنیا میں تین بزرگ ہوئے ہیں، ان کا چوتھا کوئی نہیں: (۱)... حضرت سیِّدُنا ابو عثمان حیری نیشاپور میں (۲)... حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی بغداد شریف میں اور (۳)... حضرت سیِّدُنا ابو عبد اللہ حلّاج شام میں رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

سیِّدُنا سعید بن اسماعیل عَلَیْہِ الرَّحمہ کے فرامین:

کوئی شخص اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک اس کے دل میں چار چیزیں برابر نہ ہو جائیں: عطا اور منع کرنا، عزت اور ذلت۔ گزشتہ 40 سال میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے کسی مقام پر کھڑا کیا اور میں نے اسے ناپسند کیا یا مجھے کسی حالت میں منتقل کیا اور میں اس پر ناراض ہوا۔

سیِّدُنا سلیمان خواص عَلَیْہِ الرَّحمہ:

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ معروف و مشہور زاہدین اور عبادت گزاروں میں سے ایک ہیں۔ شام میں بھی رہے اور بیروت بھی تشریف لے گئے لیکن اکثر و بیشتر بیت المقدس میں قیام فرمایا۔

غنا کی وضاحت:

حضرت سیِّدُنا حذیفہ مرعشی، حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم اور حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم

حضرت سیِّدُنا سلیمان خواص رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے ساتھ جمع ہوئے تو فقر و غنا کا تذکرہ چل پڑا لیکن آپ خاموش رہے۔ ان بزرگوں میں سے ایک نے کہا: "غنی وہ ہے جس کے پاس رہائش کا مکان، ستر پوشی کے لئے لباس اور ضروریاتِ زندگی کا سامان موجود ہو جو اسے دنیا کے فضول سامان سے بچالے۔" ایک بزرگ نے کہا: "غنی وہ ہے جو لوگوں کا محتاج نہ ہو۔" اس کے بعد آپ سے پوچھا گیا کہ اس بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ اس سوال پر آپ روتے ہوئے فرمانے لگے: "میں یہ سمجھتا ہوں کہ تمام غنا توکل میں جبکہ فقر تمام کا تمام مایوسی میں ہے۔ درحقیقت غنی وہ ہے جس کے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے غنا سے یقین پیدا فرمادے، اپنی معرفت سے توکل بسادے اور اپنی تقسیم سے رضا کی دولت عنایت فرمادے، ایسا شخص حقیقت میں غنی ہے اگرچہ شام کو بھوکا اور صبح کو محتاج ہی کیوں نہ ہو۔" آپ کی یہ بات سن کر تینوں بزرگ رونے لگے۔

سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی عَلَیْہِ الرَّحمہ:

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی راہِ طریقت کے شہسواروں میں سے ایک ہیں۔ آپ کا شمار اکابر بزرگانِ دین اور مجاہدات و ریاضات کرنے والوں میں ہوتا ہے۔

سیِّدُنا ابو سلیمان عَلَیْہِ الرَّحمہ کے فرمودات:

جو دن میں اچھا عمل کرے اس کی رات میں کفایت کی جاتی ہے جبکہ رات میں اچھا عمل کرنے والے کی دن میں کفایت کی جاتی ہے۔ جو شخص سچے دل سے کسی خواہش کو ترک کرنے کی کوشش کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس خواہش کو اس کے دل سے دور فرمادیتا ہے اور یہ بات اس کے شایانِ شان نہیں کہ کسی کے دل کو ایسی خواہش پر عذاب فرمائے جو اس کی خاطر ترک کردی گئی ہو۔ ہر چیز کی ایک علامت ہوتی ہے اور آدمی کو بے یارو مددگار چھوڑ دیے جانے کی علامت یہ ہے کہ اسے رونا نہ آئے۔ ہر چیز کا ایک زنگ ہوتا ہے اور دل کے نور کے لئے زنگ پیٹ بھر کر کھانا ہے۔

وسوسوں کا علاج:

حضرت سیِّدُنا احمد بن حواری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کی خدمت میں وسوسوں کی شکایت کی تو آپ نے ارشاد فرمایا: جس وقت تمہیں وسوسے آئیں تو خوش ہو جاؤ کیونکہ جب تم اس پر خوش ہوگے تو وسوسے تم سے منقطع ہو جائیں گے اس لئے کہ مسلمان کی خوشی سے بڑھ کر کوئی چیز شیطان کو ناپسند نہیں ہے اور اگر تم وسوسوں پر غمگین ہوگے تو ان میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

نرالی مناجات:

حضرت سیِّدُنا ذوالنون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی کا بیان ہے کہ ایک رات کچھ لوگ حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کے پاس آئے تو سنا کہ آپ بارگاہِ خداوندی میں عرض کر رہے ہیں: اے میرے مالک! اگر تو نے میری تنہائی پر پکڑ فرمائی تو میں تیری یکتائی کا سہارا پکڑوں گا، اگر تو نے گناہوں پر میری پکڑ فرمائی تو میں تیرے کرم کا سہارا لوں گا اور اگر تو نے مجھے دوزخیوں میں شامل کیا تو میں دوزخ والوں کو بتادوں گا کہ میں تجھ ہی سے محبت کرتا ہوں۔

نیک لوگوں کی پہچان:

حضرت سیِّدُنا علی بن حسین حدَّاد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الجَوَاد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سے پوچھا: نیک لوگوں کی پہچان کس چیز سے ہوتی ہے؟ ارشاد فرمایا: مصیبتوں کو چھپانے اور کرامتوں کی حفاظت کرنے سے۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ ایک رات میں اپنے اَوراد پڑھے بغیر سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ ایک حور مجھ سے کہہ رہی ہے: تم سو رہے ہو جبکہ میں 500 سالوں سے تمہارے لئے اپنے رخسار سنوار رہی ہوں۔

سیِّدُنا ابو محمد عبد اللہ بن حنیف عَلَیْہِ الرَّحمہ:

حضرت سیِّدُنا ابو محمد عبد اللہ بن حنیف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مشہور زاہد اور صوفی بزرگ ہیں، کوفہ سے تعلق رکھتے ہیں لیکن انطاکیہ میں سکونت اختیار فرمائی۔ آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے: ”صرف اس چیز کا غم کرو جو تمہیں کل نقصان دے سکتی ہے اور صرف اس بات پر خوشی مناؤ جو تمہیں مستقبل میں نفع پہنچا سکتی ہے۔“ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی کرامات ظاہر اور فیوض و برکات بے شمار ہیں۔

سیِّدُنا محمد بن یوسف بناء عَلَیْہِ الرَّحمہ:

حضرت سیِّدُنا ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بناء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا تعلق اصفہان سے ہے۔ چھ سو محدثین سے حدیث کی روایت فرمائی، اس کے بعد آپ پر خلوت و گوشہ نشینی کا غلبہ ہوا تو تصوف کا لبادہ اوڑھ کر مکۂ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے اور تن تنہا جنگل کو عبور کیا۔ ابتداءً آپ روزانہ تین اور ایک تہائی درہم کماتے تھے جس میں سے اپنے لئے ایک دانق رکھ کر باقی رقم صدقہ فرما دیا کرتے نیز کام کے ساتھ ساتھ روزانہ ایک ختمِ قرآن بھی فرماتے۔ مسجد میں نمازِ عشا ادا کرنے کے بعد آپ پہاڑ پر تشریف لے جاتے، صبح تک وہیں رہتے اور پھر دوبارہ اپنے کام پر واپس آجاتے۔ آپ پہاڑ پر بارگاہِ خداوندی

میں عرض کرتے: اے میرے رب! یا تو مجھے اپنی معرفت عطا فرما یا پھر پہاڑ کو حکم فرما کہ مجھ پر گر جائے کیونکہ میں تیری معرفت کے بغیر زندگی نہیں چاہتا۔

سیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رازی عَلَیْہِ الرَّحمَہ:

حضرت سیِّدُنا ابوزکریا یحییٰ بن معاذ رازی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْہَادِی راہِ طریقت کے مَردوں میں سے ایک عظیم ہستی اور اپنے زمانے کی نادرِ روزگار شخصیت تھے۔

سیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ عَلَیْہِ الرَّحمَہ کے ملفوظات:

ان لوگوں میں سے مت ہونا جنہیں موت کے دن ان کا ترکہ اور قیامت کے دن ان کا میزانِ عمل رسوا کرے۔ تمہاری ذات سے مومن کا حصہ تین باتوں میں ہونا چاہیے: (۱)...اگر تم اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتے تو نقصان بھی مت پہنچاؤ (۲)...اگر اسے خوش نہیں کر سکتے تو غمگین بھی نہ کرو اور (۳)...اگر اس کی تعریف نہیں کر سکتے تو مذمت بھی مت کرو۔ گوشہ نشینی پر صبر کرنا اخلاص کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔ وہ دوست بہت بُرا دوست ہے جسے یہ کہنا پڑے کہ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جس قدر محبت کروگے مخلوق بھی تم سے اسی قدر محبت کرے گی، تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا جتنا خوف رکھو گے مخلوق بھی تم سے اسی قدر خوفزدہ رہے گی اور تم اللہ عَزَّوَجَلَّ (کے احکامات کی پیروی) میں جتنے مصروف رہو گے مخلوق بھی تمہارے کاموں میں اسی قدر مصروف رہے گی۔ جس کی مالداری اس کے کسب میں ہو وہ ہمیشہ فقیر رہے گا، جس کی مالداری اس کے دل میں ہو وہ ہمیشہ مالدار رہے گا اور جو اپنی حاجتوں سے مخلوق کا ارادہ کرے وہ ہمیشہ محروم رہے گا۔

منقول ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ شیراز تشریف لائے اور لوگوں کے سامنے اسرارِ معرفت بیان کرنے لگے۔ شہر کی ایک عورت آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی: آپ اس شہر سے کتنی رقم جمع کرنا چاہتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: 30 ہزار جن کے ذریعے میں خراسان میں اپنا قرض ادا کروں گا۔ عورت نے کہا: آپ کو اس قدر رقم دینا میرے ذمے ہے لیکن شرط یہ ہے کہ آپ وہ رقم لے کر فوراً شہر سے تشریف لے جائیے۔ آپ نے اس بات کی حامی بھر لی، عورت نے مال لا کر آپ کے حوالے کیا اور آپ اگلے دن شہر سے تشریف لے گئے۔ جب عورت کو اس بات پر ملامت کی گئی تو اس نے کہا: حضرت سیِّدُنا ابوزکریا یحییٰ بن معاذ رازی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْہَادِی اولیائے کرام کے راز بازاری اور عام لوگوں کے سامنے ظاہر فرما رہے تھے، اس بات پر مجھے غیرت آئی اور میں نے ایسا کیا۔

سیِّدُنا یوسف بن حسین رازی عَلَیْہِ الرَّحمہ:

حضرت سیِّدُنا ابویعقوب یوسف بن حسین رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی تَصَنُّع اور بناوٹ کو ترک کرنے میں اپنے دور کی بے مثال شخصیت تھے۔ حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مصری اور حضرت سیِّدُنا ابوتراب نَخْشَبِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کی صحبت میں رہے۔

سیِّدُنا یوسف بن حسین عَلَیْہِ الرَّحمہ کے ارشادات:

اگر تم کسی شخص کے بارے میں جاننا چاہو کہ وہ عقلمند ہے یا بے وقوف تو اس سے کسی ناممکن چیز کے بارے میں گفتگو کرو، اگر وہ اس بات کو قبول کرلے تو جان لو کہ وہ احمق ہے۔ جب تم کسی مرید (راہِ طریقت کے مسافر) کو دیکھو کہ وہ رخصتوں (شرعی آسانیوں) میں مشغول ہے تو جان لو کہ اس سے کوئی بھلائی ظاہر نہیں ہوگی۔ میں تمام گناہوں کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کروں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ ذرہ برابر تَصَنُّع اور بناوٹ کے ساتھ اس سے ملاقات کروں۔

شہر والوں کی مذمت اور آپ کا کردار:

حضرت سیِّدُنا ابوالحسن دَرَّاج رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ میں حضرت سیِّدُنا یوسف بن حسین رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی کی زیارت کا ارادہ لے کر بغداد سے روانہ ہوا، جب میں ان کے شہر پہنچا تو لوگوں سے ان کے گھر کا پتا پوچھا۔ میں جس شخص سے بھی ان کا پتا پوچھتا وہ مجھے جواب دیتا: تم اس زندیق سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہو؟ لوگوں کے اس جواب سے میرا دل تنگ ہوا حتّٰی کہ میں نے واپسی کا ارادہ کرلیا۔ وہ رات میں نے ایک مسجد میں گزاری، پھر میرے دل میں خیال آیا کہ اب میں اس شہر تک آ ہی گیا ہوں تو کم از کم ان کی زیارت تو کرہی لینی چاہیے، چنانچہ میں پوچھتا پوچھتا ان کی مسجد تک پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ محراب میں تشریف فرما ہیں اور آپ کے سامنے قرآنِ مجید موجود ہے جس میں دیکھ کر تلاوت فرما رہے ہیں۔ میں نے قریب جاکر سلام کیا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے میرے سلام کا جواب دیا اور استفسار فرمایا: کہاں سے آئے ہو؟ میں نے عرض کی: بغداد سے۔ ارشاد فرمایا: کیا ان کے کلام میں سے کچھ سنا سکتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں اور یہ شعر پڑھا:

رَاَيْتُكَ تَبْنِي دَائِمًا فِي قَطِيْعَتِي ۔۔۔ وَلَوْ كُنْتَ ذَا حَزْمٍ لَهَدَّمْتَ مَا تَبْنِي

كَاَنِّي بِكُمْ وَاللَّيْتُ اَفْضَلُ قَوْلُكُمْ ۔۔۔ اَلَا لَيْتَنَا كُنَّا اِذَا اللَّيْتُ لَا يُغْنِي

ترجمہ: میں تجھے ہمیشہ اپنی زمین پر عمارت بناتے دیکھتا ہوں، تو اگر عقل مند ہوتا تو اپنی بنائی ہوئی عمارت گرادیتا گویا میں تمہارے

سامنے ہوں اور تمہاری سب سے بہتر بات تمنا کرنا ہے کہ "سنو! کاش ہم ایسے ہوتے" حالانکہ اب تمنا کرنا کچھ فائدہ نہ دے گی۔

یہ شعر سن کر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے قرآنِ پاک بند کر دیا اور اس قدر گریہ وزاری فرمائی کہ آپ کی داڑھی اور کپڑے گیلے ہو گئے اور کثرتِ گریہ کے باعث مجھے آپ پر رحم آنے لگا۔ پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: بیٹا! کیا تم شہر کے لوگوں کو ان کے یہ کہنے پر ملامت کرتے ہو کہ یوسف بن حسین گمراہ شخص ہے جبکہ میری یہ حالت ہے کہ نمازِ فجر کے وقت سے تلاوتِ قرآن کر رہا ہوں اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک قطرہ تک نہیں نکلا لیکن یہ شعر سن کر مجھ پر قیامت برپا ہو گئی ہے۔

سیِّدُنا ابو عبدُ الرحمٰن حاتم بن علوان اصم عَلَیْہِ الرَّحمہ:

حضرت سیِّدُنا ابو عبدُ الرحمٰن حاتم بن علوان اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم خراسان کے اکابر بزرگوں میں سے ایک اور حضرت سیِّدُنا شقیق بلخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے ہم نشین تھے۔

سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ الرَّحمہ کے ملفوظات:

اپنے مولیٰ کی خدمت (اطاعت) کو لازم پکڑ لو دنیا تمہارے پاس ذلیل و رسوا ہو کر جبکہ آخرت تمہاری طرف رغبت کرتی ہوئی آئے گی۔ جو شخص تین کے بغیر تین کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے: (۱)...جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حرام کردہ چیزوں سے بچے بغیر اس کی محبت کا دعویٰ کرے (۲)...جو فقر و غربت سے محبت کے بغیر سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت کا دعویٰ کرے (۳)...جو اپنا مال خرچ کئے بغیر جنت سے محبت کا دعویٰ کرے۔

چار مدنی پھول:

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم سے سوال کیا: آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کے معاملے کی بنیاد کس چیز پر رکھی؟ ارشاد فرمایا: چار خصلتوں پر: (۱)...میں نے جان لیا کہ میرے رزق کو کوئی اور نہیں کھا سکتا لہٰذا میرا دل اس بارے میں مطمئن ہو گیا (۲)...مجھے یقین ہو گیا کہ میرے حصے کا عمل کوئی اور نہیں کرے گا اس لئے میں اس میں مشغول ہو گیا (۳)...مجھے علم ہو گیا کہ موت اچانک آسکتی ہے اس لئے میں اس کی تیاری میں جلدی کر رہا ہوں اور (۴)...میں نے جان لیا کہ میں جہاں کہیں بھی ہوں اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے دیکھتا ہے لہٰذا میں اس سے حیا کرتا ہوں۔

''اَصَم'' کہلانے کی وجہ:

آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو اصم (بہرہ) کہنے کے بارے میں حضرت سَیِّدُنا ابو علی دَقَّاق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الرَّزَّاق سے منقول ہے کہ ایک عورت آپ کے پاس مسئلہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوئی تو اتفاق سے اس کی ریح خارج ہوگئی جس پر وہ عورت بہت شرمندہ ہوئی۔ حضرت سَیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم نے اس کی شرمندگی دور کرنے کے لئے فرمایا: ''ذرا اونچا بولو۔'' اور اس کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ آپ اونچا سنتے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ عورت خوش ہوگئی اور دل میں کہنے لگی کہ انہوں نے میری ریح کی آواز نہیں سنی ہوگی۔ اس وجہ سے آپ حاتم اصم کے نام سے مشہور ہوگئے۔

سَیِّدُنا حسن بن احمد کاتب عَلَیْہِ الرَّحمَہ:

حضرت سَیِّدُنا حسن بن احمد کاتب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مصر کے اکابر مشائخ میں شامل ہیں، حضرت سَیِّدُنا ابو بکر مصری اور حضرت سَیِّدُنا ابو علی روذباری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کے صحبت یافتہ اور اپنے دور کی یگانۂ روزگار شخصیت ہیں۔

سَیِّدُنا حسن بن احمد عَلَیْہِ الرَّحمَہ کے ارشادات:

اَہلِ محبت سے محبت الٰہی کی ہوا کے جھونکے پھیل جاتے ہیں اگرچہ وہ اسے چھپانے کی کوشش کریں، اس محبت کے آثار ان پر ظاہر ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ اسے مخفی رکھیں اور یہ محبت ان کی نشان دہی کر دیتی ہے اگرچہ وہ اس پر پردہ ڈالیں۔ جب بندہ مکمل طور پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ہو جاتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سب سے پہلے اسے لوگوں سے بے نیازی کا تحفہ عطا فرماتا ہے۔ فاسق و فاجر لوگوں کی صحبت ایک بیماری ہے اور اِس کی دوا اُن سے دوری اختیار کرنا ہے۔ جب دل میں خوف قرار پکڑ لے تو پھر زبان بے فائدہ گفتگو نہیں کرتی۔

سَیِّدُنا جعفر بن نصر خلدی بغدادی عَلَیْہِ الرَّحمَہ:

ابو محمد حضرت سَیِّدُنا جعفر بن نصر خُلْدِی بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی کی ولادت بغداد میں ہوئی، حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی کی صحبت میں رہے اور انہیں کی طرف منسوب ہوئے، تقریباً ساٹھ حج کرنے کی سعادت پائی۔

منقول ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ شونیزیہ کے قبرستان کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ ایک عورت کسی قبر کے پاس رو رہی ہے۔ آپ نے اس سے رونے کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ میرا بیٹا فوت ہوگیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے درج ذیل اشعار ارشاد فرمائے:

يَقُوْلُوْنَ ثَكْلٰى وَمَنْ لَمْ يَذُقْ فِرَاقَ الْاَحِبَّةِ لَمْ يَثْكَل

لَقَدْ جَرَعَتْنِيْ لَيَالِيُ الْفِرَاقِ شَرَابًا اَمَرَّ مِنَ الْحَنْظَل

ترجمہ: لوگ کہتے ہیں کہ یہ عورت اپنے بیٹے کی موت پر روتی ہے، جس نے اپنے پیاروں سے جدائی کا مزہ نہیں چکھا وہ نہیں روتا۔ فراق کی راتوں نے مجھے ایسا مشروب پلایا ہے جو اندرائن سے بھی زیادہ کڑوا ہے۔

گمشدہ چیز کی تلاش کے لئے وظیفہ:

منقول ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس ایک نگینہ تھا جو ایک دن دریائے دجلہ میں گر گیا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ گمشدہ چیز کی تلاش کے لئے ایک آزمودہ دعا جانتے تھے کہ جب وہ دعا پڑھی جائے تو گمی ہوئی چیز مل جاتی تھی۔ آپ نے وہ دعا پڑھی تو کاغذات کو تلاش کرتے ہوئے وہ نگینہ اس میں سے مل گیا۔ وہ دعا یہ ہے: ''یَاجَامِعَ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّارَیْبَ فِیْہِ اِجْمَعْ عَلَیَّ ضَالَّتِیْ[1] یعنی اے لوگوں کو جمع کرنے والے اس دن کے لئے جس میں کوئی شبہ نہیں! میری گمشدہ چیز مجھے لوٹادے۔''

منقول ہے کہ اس دعا سے قبل آپ تین مرتبہ سورۂ ضُحٰی بھی پڑھا کرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا حافظ ابو بکر خطیب بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی تاریخ بغداد میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا جعفر بن محمد خُلدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: ایک دفعہ میں حضرت سیِّدُنا مُزَیِّن کبیر صوفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے رُخصت ہونے لگا تو ان سے عرض کی کہ مجھے کچھ عنایت فرمائیے۔ ارشاد فرمایا: اگر تم سے کچھ گم جائے یا تم چاہو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں مجھ سے یا کسی اور شخص سے ملادے تو یہ کلمات کہو: ''یَاجَامِعَ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّارَیْبَ فِیْہِ اِنَّ اللہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ اِجْمَعْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ کَذَا وَکَذَا[2] یعنی اے لوگوں کو جمع کرنے والے اس دن کے لئے جس میں کوئی شبہ نہیں! مجھے اور فلاں چیز کو یا فلاں کو جمع فرمادے۔'' (اس کی برکت سے) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس چیز سے یا اس شخص سے جسے تم چاہ رہے ہو ملادے گا۔

سیِّدُنا معروف بن فیروز کرخی عَلَیْہِ الرَّحمہ:

حضرت سیِّدُنا ابو معروف بن فیروز کرخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اکابر اولیائے کرام میں سے ایک مقبول الدعا شخصیت

---

1 ...ضَالَّتِیْ کی جگہ پر اُس چیز کا نام ذکر کرے وہ چیز مل جائے گی۔ امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی فرماتے ہیں اس کو میں نے آزمایا ہے گمی ہوئی چیز جلد مل جاتی ہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۰، ۲/ ۴۸۴)

2 ...یہاں اس چیز یا اُس شخص کا نام ذکر کرے۔

اور حضرت سیِّدُنا سری سقطی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے استاذ محترم ہیں۔

آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے والدین عیسائی تھے، انہوں نے آپ کو بچپن میں ایک مُعلّم کے حوالے کیا، معلم آپ سے کہتا: کہو کہ وہ (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ) تین میں سے تیسرا ہے۔ آپ فرماتے: وہ اکیلا اور بے نیاز ہے۔ اس پر مُعلّم نے آپ کو بہت بُری طرح مارا اور آپ فرار ہوگئے۔ آپ کے والدین کہا کرتے تھے: کاش! ہمارا بیٹا واپس آجائے، چاہے وہ کسی بھی دین پر ہو ہم بھی اس کی موافقت کریں گے۔ چنانچہ آپ گھر واپس تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے پوچھا گیا: کون؟ فرمایا: معروف۔ دوبارہ سوال ہوا: کس دین پر؟ ارشاد فرمایا: دینِ اسلام پر۔ چنانچہ آپ کے والدین بھی مسلمان ہوگئے۔

آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ دعا کی قبولیت کے حوالے سے مشہور تھے۔

سیِّدُنا معروف کرخی عَلَیْہِ الرَّحمہ کے ارشادات:

اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے کے ساتھ خیر وبھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے اور سستی وکاہلی کا دروازہ بند کردیتا ہے۔ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے فرماتے تھے: اے مسکین! تو کب تک روتا دھوتا رہے گا، اخلاص اختیار کر نجات پا جائے گا۔

محبت دنیا سے چھٹکارے کا پھل:

حضرت سیِّدُنا سری سقطی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سیِّدُنا معروف کرخی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے سوال کیا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اطاعت گزار بندے کس سبب سے اس کی اطاعت وفرمانبرداری پر قادر ہوتے ہیں؟" ارشاد فرمایا: "ان کے دلوں سے دنیا کی محبت نکل جانے کے باعث وہ اس پر قدرت پاتے ہیں، اگر ان کے دلوں میں دنیا کی محبت ہوتی تو وہ ایک سجدہ بھی صحیح طرح نہ کرپاتے۔"

آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے اشعار میں سے ایک شعر درج ذیل ہے:

اَلْمَاءُ یَغْسِلُ مَا بِالثَّوْبِ مِنْ دَرَنٍ ۔۔۔ وَلَیْسَ یَغْسِلُ قَلْبَ الْمُذْنِبِ الْمَاءُ

ترجمہ: پانی کپڑے کا میل کچیل دھو دیتا ہے، لیکن گناہ گار کے دل کو پانی صاف نہیں کرتا۔

بد دعا کے بجائے دعا فرمائی:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم اَطْرُوش رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ حضرت سیِّدُنا معروف کرخی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی ایک دن بغداد

شریف میں دریائے دجلہ کے کنارے تشریف فرما تھے کہ ایک کشتی میں سوار چند نوجوان ہمارے پاس سے گزرے جو گانے بجانے اور شراب نوشی میں مصروف تھے۔ آپ کے ساتھ والوں نے عرض کی: کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یہ لوگ پانی پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں مشغول ہیں، ان کے لئے بددعا فرمایئے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند فرمائے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض گزار ہوئے: "اے میرے مالک و مولیٰ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جس طرح تو نے انہیں دنیا میں خوش رکھا ہے اسی طرح انہیں آخرت میں بھی خوش و خرم رکھنا۔" ساتھیوں نے عرض کی: ہم نے تو آپ سے ان کے لئے بددعا کرنے کی گزارش کی تھی نہ کہ دعا کرنے کی۔ ارشاد فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اگر انہیں آخرت میں خوش رکھنا چاہے گا تو دنیا میں توبہ کی توفیق مرحمت فرمائے گا اور اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے۔"

رہوں مست و بے خود میں تیری وِلا میں:

حضرت سیِّدُنا سری سقطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سیِّدُنا معروف کرخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو خواب میں دیکھا گویا کہ آپ عرش کے نیچے موجود ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے: یہ کون ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! تو بہتر جانتا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: یہ معروف کرخی ہے جو میری محبت (کے نشے) میں مدہوش ہے، اسے صرف میری ملاقات سے ہی افاقہ ہو گا۔

مرنے کے بعد میری قمیض صدقہ کر دینا:

مرضِ وفات میں آپ سے کسی نے کہا کہ کوئی وصیت فرمایئے تو ارشاد فرمایا: "جب میں مر جاؤں تو میری یہ قمیض صدقہ کر دینا۔ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح بغیر لباس کے دنیا میں آیا تھا اسی طرح دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔"

مرنے کے بعد بھی زندہ:

حضرت سیِّدُنا ابوبکر خَیَّاط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے: میں نے خواب دیکھا کہ میں قبرستان میں داخل ہوا تو قبرستان کے مردے اپنی قبروں پر بیٹھے ہوئے ہیں، ان کے سامنے پھول موجود ہیں اور حضرت سیِّدُنا معروف کرخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی ان کے درمیان یہاں وہاں آجا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے ابو محفوظ! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ کیا آپ وفات نہیں پا چکے؟ ارشاد فرمایا: بے شک (میں وفات پا چکا ہوں) پھر یہ شعر پڑھا:

مَوْتُ التَّقِیِّ حَیَاۃٌ لَا نَفَادَ لَھَا   قَدْ مَاتَ قَوْمٌ وَھُمْ فِی النَّاسِ اَحْیَاء

ترجمہ: متقی شخص کی موت اصل میں زندگی ہوتی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی، کچھ لوگ ایسے ہیں جو اگرچہ مر چکے ہیں لیکن لوگوں کے درمیان زندہ ہیں۔

سیِّدُنا قاسم بن عثمان کرخی عَلَیْہِ الرَّحمہ:

حضرت سیِّدُنا ابو عبد الملک قاسم بن عثمان کرخی عَلَیْہِ رَحمۃُ اللہِ القَوِی اکابر مشائخ میں سے ایک ہیں۔ آپ حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی اور دیگر بزرگوں کے صحبت یافتہ، حضرت سیِّدُنا سری سقطی اور حضرت سیِّدُنا حارث محاسبی رَحمۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کے ہم عصر ہیں جبکہ حضرت سیِّدُنا ابو تراب نخشبی عَلَیْہِ رَحمۃُ اللہِ القَوِی جیسے عظیم بزرگ بھی آپ کی صحبت سے فیض پایا کرتے تھے۔

سیِّدُنا قاسم کرخی عَلَیْہِ الرَّحمہ کے ملفوظات:

جو اپنی بقیہ زندگی میں نیک عمل کرنے پر کمربستہ ہو جائے اس کے گزشتہ اور آئندہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جو اپنی آئندہ زندگی میں نافرمانیاں کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اس کے گزشتہ اور آئندہ گناہوں کا محاسبہ کیا جائے گا۔ سلامتی تمام کی تمام لوگوں سے کنارہ کشی میں جبکہ خوشی و مسرت پوری کی پوری اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ خلوت اختیار کرنے میں ہے۔

توبہ کی تعریف:

آپ رَحمۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے توبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: حق والوں کے حقوق واپس کرنے، گناہوں کو چھوڑ دینے، رزقِ حلال طلب کرنے اور فرائض کی ادائیگی کا نام توبہ ہے۔

پانچ مدنی پھول:

آپ رَحمۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں پانچ باتوں کی نصیحت کرتا ہوں: (۱)...اگر تم پر ظلم کیا جائے تو جواباً تم ظلم نہ کرو (۲)...اگر تمہاری تعریف کی جائی تو خوش نہ ہو (۳)...مذمت کی جائے تو غم نہ کرو (۴)...اگر تم سے جھوٹ بولا جائے تو غصے میں مت آؤ (۵)... اور اگر کوئی تمہیں دھوکا دے تو تم دھوکا مت دو۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن فرج رَحمۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سیِّدُنا قاسم بن عثمان عَلَیْہِ رَحمۃُ الرَّحْمٰن کو ارشاد فرماتے سنا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو اپنی پوری ہمت صرف کر کے اس کا قرب پانے کی کوشش کرتے

ہیں، اس کی طاعت و بندگی بجالاتے، صرف اسی پر بھروسا کرتے اور ان کے دلوں پر جو بھی دنیوی خیالات گزرتے ہیں اس کے بدلے صرف اس کی یاد پر راضی ہو جاتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ان کا کوئی محبوب نہیں اور اس کا قرب دلانے والے اعمال کے علاوہ کوئی چیز ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں ہے۔

معرفتِ باری تعالیٰ کی اہمیت:

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے کہ معرفت کے ساتھ تھوڑا عمل بغیر معرفت کثیر عمل سے بہتر ہے۔ پھر فرماتے: معرفت حاصل کرو اور سر رکھ کر سو جاؤ کیونکہ مخلوق نے معرفت سے افضل کسی چیز سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت نہیں کی۔

سات دروازے، سات حوریں اور سات مجاہد:

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ میں نے بیتُ اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے ایک شخص کو دیکھا، جب میں اس کے قریب گیا تو وہ صرف یہ کلمات کہہ رہا تھا: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے حاجت مندوں کی ضروریات کو پورا فرمادیا لیکن میری حاجت پوری نہیں ہوئی۔ میں نے اس سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ تم اس کے علاوہ کوئی دعا نہیں پڑھتے؟ اس نے کہا: میں آپ کو اپنا واقعہ سناتا ہوں، ہم سات رفقا تھے جو مختلف شہروں سے تعلق رکھتے تھے اور دشمن کی سرزمین پر جہاد میں مصروف تھے کہ دشمنوں نے ہم ساتوں کو قید کر لیا اور ہماری گردنیں اڑانے کے لئے ہمیں الگ لے جایا گیا۔ میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا کہ سات دروازے کھلے ہوئے ہیں اور ہر دروازے پر بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے ایک حور موجود ہے۔ ہم میں سے ایک شخص آگے بڑھا تو ان لوگوں نے اس کی گردن اڑادی، میں نے دیکھا کہ ایک حور جس کے ہاتھ میں رومال ہے وہ زمین کی طرف اتر رہی ہے۔ ایک ایک کر کے چھ افراد کو شہید کر دیا گیا، اب میں اکیلا رہ گیا تھا جبکہ ان سات دروازوں اور حوروں میں سے بھی ایک ایک باقی تھے۔ جب میں آگے بڑھا تو بادشاہ کے خاص مصاحبین میں سے ایک شخص نے مجھے اس سے طلب کر لیا اور بادشاہ نے مجھے اس کے حوالے کر دیا۔ میں نے سنا کہ وہ حور کہہ رہی ہے: اے محروم شخص! کس وجہ سے تو اس سعادت سے پیچھے رہ گیا، پھر وہ دروازہ بند کر دیا گیا۔ اے میرے بھائی! جو دولت میرے ہاتھ سے نکل گئی میں اس پر افسردہ ہوں۔ حضرت سیِّدُنا قاسم بن عثمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے ارشاد فرمایا: میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ شخص بقیہ چھ سے افضل ہے کیونکہ اس نے وہ دیکھا جو انہیں نہ دکھائی دیا اور پھر اِسے چھوڑ دیا گیا کہ شوق کے ساتھ عمل کرے۔

سیِّدُنا ابو بکر دُلَف بن جَحدَر شِبلی عَلَیْہِ الرَّحمَہ:

حضرت سیِّدُنا ابو بکر دلف بن جحدر شبلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مالکی مذہب کے مُقلّد اور جلیل القدر و عظیم الشان بزرگ تھے۔ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی اور اپنے دور کے دیگر بزرگوں کی صحبت سے فیض یافتہ ہوئے۔ شریعتِ مطہرہ کی تعظیم میں بہت مبالغہ کرتے تھے۔ جب رمضان کا مبارک مہینہ تشریف لاتا تو عبادت و ریاضت میں خوب کوشش کرتے اور فرماتے: یہ ایسا مہینہ ہے جسے میرے رب نے عظمت عطا فرمائی تو میں اس کا احترام کرنے کا زیادہ حقدار ہوں۔

ہاتھ کی کمائی:

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان ”آدمی کا بہترین عمل اس کے ہاتھ کی کمائی ہے۔“ سے متعلق سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا: جب رات کا وقت ہو تو پانی لے کر نماز کی تیاری کرو اور جس قدر ہو سکے نماز ادا کرو، پھر دستِ سوال دراز کرکے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا مانگو، یہ تمہارے ہاتھ کی کمائی ہے۔

جب آپ حج کے لئے روانہ ہوئے اور مکۂ مکرمہ پر نظر پڑی تو بے ہوش ہو کر گر پڑے، جب ہوش آیا تو یہ شعر پڑھا:

هٰذِهٖ دَرَاهِمُ وَاَنْتَ مُحِبٌّ مَا بَقَاءُ الدُّمُوْعِ فِي الْاٰمَاقِ

ترجمہ: یہ دراہم ہیں جس سے تم ایسی محبت کرتے ہو کہ آنکھوں کے گوشوں میں آنسو بھی نہ رہے۔

مال کی آفت:

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں بیٹھا ہوا تھا تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں بخیل ہوں۔ اس پر میں نے کہا: آج کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے جو بھی دولت عطا فرمائے گا میں اسے سب سے پہلے ملنے والے فقیر کو دے دوں گا۔ ابھی میں اسی سوچ میں مگن تھا کہ ایک شخص میرے پاس پچاس دینار لے کر آیا اور مجھے دے کر کہنے لگا کہ انہیں اپنی ضروریات میں خرچ فرمائیں۔ میں نے وہ دینار لئے اور گھر سے نکل پڑا۔ مجھے ایک نابینا فقیر نظر آیا جو حجام کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور حجام اس کا سر مونڈ رہا تھا۔ میں اس فقیر کے پاس گیا اور دیناروں کی تھیلی اسے دینے لگا۔ فقیر نے کہا کہ یہ حجام کو دے دو۔ میں نے کہا: اس میں دینار ہیں۔ یہ سن کر فقیر نے کہا: بے شک تم بخیل ہو۔ میں نے وہ تھیلی حجام کو دینا چاہی تو اس نے کہا: ہمارا یہ معمول ہے کہ اگر کوئی فقیر ہمارے پاس حجامت کے لئے آئے تو ہم اس کی حجامت کی اُجرت نہیں لیتے۔ میں نے

اس تھیلی کو دریائے دجلہ میں پھینک دیا اور کہا: "جو بھی شخص تمہیں عزت دیتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ذلیل ورسوا فرما دیتا ہے۔"

سیِّدُنا زُرقان بن محمد عَلَیْہِ الرَّحمہ:

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا ذوالنون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے بھائی تھے۔ سیر وسیاحت آپ کا معمول تھا جبکہ لبنان کے پہاڑ پر سکونت پذیر تھے۔

حضرت سیِّدُنا یوسف بن حسین رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی کا بیان ہے: ایک دن میں لبنان کے پہاڑ پر گھوم رہا تھا کہ میں نے نمازِ عصر کے وقت حضرت سیِّدُنا ذوالنون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے بھائی حضرت سیِّدُنا زرقان بن محمد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الصَّمَد کو دیکھا کہ وہ پانی کے ایک چشمے کے پاس بیٹھے ہیں۔ میں انہیں سلام کرکے ان کے پیچھے بیٹھ گیا۔ وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کی: آپ کے بھائی حضرت سیِّدُنا ذوالنون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے میں نے دو اشعار سنے تھے وہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: سناؤ۔ میں عرض گزار ہوا کہ میں نے انہیں کہتے سنا تھا:

قَدْ بَقَيْنَا مِنَ الذُّنُوْبِ حَيَارٰى   نَطْلُبُ الصِّدْقَ مَا اِلَيْهِ سَبِيْل

فَدَعَاوِي الْهَوٰى تَخِفُّ عَلَيْنَا   وَخِلَافُ الْهَوٰى عَلَيْنَا ثَقِيْل

ترجمہ: ہم گناہوں کے سبب حیران رہے، ہم صدق چاہتے ہیں لیکن اس کی طرف کوئی راہ نہیں۔ مرضی کی باتیں کرنا تو ہم پر آسان ہے لیکن نفس کی مخالفت ہمارے لئے مشکل ہے۔

یہ اشعار سن کر حضرت سیِّدُنا زرقان بن محمد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الصَّمَد نے ارشاد فرمایا: لیکن میں یہ کہتا ہوں:

قَدْ بَقَيْنَا مُذْهِلِيْنَ حَيَارٰى   حَسْبُنَا رَبُّنَا وَنِعْمَ الْوَكِيْل

حَيْثُمَا الْفَوْزُ كَانَ ذَاكَ مَنَّانَا   وَاِلَيْهِ فِيْ كُلِّ اَمْرٍ نَمِيْل

ترجمہ: ہم حواس باختہ اور حیران رہے اور ہمارا رب ہمارے لئے کافی اور اچھا کارساز رہا۔ جہاں بھی کامیابی ملی اُس محسن سے ملی اور ہم ہر معاملے میں اسی کی طرف مائل ہیں۔

میں نے دونوں حضرات کے اشعار حضرت سیِّدُنا طاہر مقدسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو سنائے تو انہوں نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ حضرت سیِّدُنا ذوالنون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی پر رحم فرمائے! ان کی توجہ اپنی طرف تھی تو انہوں نے یہ اشعار کہے جبکہ حضرت سیِّدُنا زرقان بن محمد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الصَّمَد کی توجہ اپنے رب کی طرف تھی جس کے سبب انہوں نے یہ اشعار کہے۔

حضرت سیّدُنا ابو عبدُالرحمٰن سلمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حضرت زرقان بن محمد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الصَّمَد حضرت ذوالنون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے بھائی تھے اور میرا گمان ہے کہ وہ اُن کے اسلامی بھائی تھے نہ کہ نسبی بھائی، آپ حضرت سیّدُنا ذوالنون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے ہم عصر اور رفقا میں سے تھے۔

سیّدُنا ابو عبداللّٰہ سعید بن بَرِید نُباجی عَلَیْہِ الرَّحمہ:

حضرت سیّدُنا ابو عبداللّٰہ سعید بن برید نباجی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی حضرت سیّدُنا ذوالنون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اور حضرت سیّدُنا احمد بن ابو حواری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی کے ہم عصر تھے۔ عِلْمِ معرفت کے بارے میں آپ کے نہایت عمدہ اقوال ہیں۔

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے تنگی اور شدت پہنچی تو میں نے اس ارادے سے رات گزاری کہ اپنے ایک دوست کے پاس جاؤں گا۔ میں نے نیند کے عالَم میں سنا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے: کیا کسی آزاد مرید کے لئے یہ بات مناسب ہے کہ جس چیز کی اسے ضرورت ہے اسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس پائے پھر بھی اس کا دل بندوں کی طرف مائل ہو۔ اتنے میں میری آنکھ کھلی اور میں سب لوگوں سے زیادہ غنی و بے نیاز ہو چکا تھا۔

سیّدُنا ابو نصر بشر بن حارث حافی عَلَیْہِ الرَّحمہ:

حضرت سیّدُنا بشر بن حارث حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی راہِ طریقت کے مسافروں میں سے ایک ہیں۔ آپ کا تعلق "مَرْو" سے تھا لیکن بغداد میں سکونت اختیار فرمائی، اکابر صالحین، متقین اور زاہدین کے گروہ میں شامل ہیں۔ حضرت سیّدُنا فضیل بن عیاض اور حضرت سیّدُنا سری سقطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا وغیرہ بزرگوں کی صحبت سے مستفید ہوئے۔

سیّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ الرَّحمہ کے ارشادات:

تم اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتے جب تک تمہارا دشمن بھی تم سے امن میں نہ ہو، تو بھلا تم میں کون سی بھلائی ہے جب کہ تمہارا دوست بھی تمہاری طرف سے امن میں نہ ہو۔ انسان کو دنیا میں جو پہلی سزا ملتی ہے وہ اس کے پیاروں سے جُدائی ہے۔ مومن کے لئے یہ بات غنیمت ہے کہ لوگ اس سے غافل ہوں اور اس کا مقام و مرتبہ ان سے پوشیدہ رہے۔ متکبر کے ساتھ تکبر سے پیش آنا بھی تواضع کی ایک قسم ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے صبر جمیل کے متعلق پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: صبر جمیل وہ ہے جس میں لوگوں سے شکوہ شکایت نہ ہو۔

عبرت ہی عبرت:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی ایک شخص سے ملے جو نشے میں دُھت تھا۔ وہ شخص آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے ہاتھ چومنے لگا اور کہنے لگا: اے میرے سردار! اے ابو نصر! آپ نے اسے ایسا کرنے سے نہ روکا۔ جب وہ چلا گیا تو آپ کی آنکھیں بھر آئیں اور فرمانے لگے: ایک شخص دوسرے شخص کو نیک گمان کرکے اس سے محبت کرتا ہے، ہوسکتا ہے کہ محبت کرنے والا نجات پاجائے لیکن اس کے محبوب کا نہ جانے کیا انجام ہو۔

گھر والوں کے تقویٰ کا عالم:

منقول ہے کہ ایک عورت حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت میں مسئلہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوئی اور عرض کی: میں دن رات سوت کات کر اسے بیچتی ہوں لیکن خریدنے والے کو یہ نہیں بتاتی کہ یہ سوت رات میں کاتا گیا ہے یا دن میں، اس بات میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: تم پر لازم ہے کہ اس بات کو بیان کیا کرو۔ جب وہ عورت واپس جانے لگی تو امام صاحب نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اس عورت کے پیچھے جاؤ اور دیکھو کہ یہ کس گھر میں داخل ہوتی ہے۔ بیٹے نے واپس آکر بتایا کہ وہ عورت حضرت سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے گھر میں داخل ہوئی۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: اگر یہ عورت ان کے علاوہ کسی اور گھر سے ہوتی تو مجھے تعجب ہوتا (یعنی اس قدر احتیاط پر مبنی سوال ان کے گھر والے ہی کرسکتے ہیں)۔

عیسائی طبیب کا قبولِ اسلام:

حضرت سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی جب مرضِ وفات میں مبتلا ہوئے تو اہلِ خانہ نے عرض کی کہ ہم آپ کا پیشاب طبیب کو دکھاتے ہیں (تاکہ وہ علاج تجویز کرے)۔ ارشاد فرمایا: میں طبیب کی نظروں میں ہوں، وہ میرے ساتھ جو چاہے گا کرے گا۔ جب زیادہ اصرار کیا گیا تب آپ دینے پر راضی ہوئے۔

قریب ہی ایک عیسائی طبیب تھا، لوگوں نے شیشی اسے لے جاکر دی تو اس نے کہا: اسے ہلاؤ، لوگوں نے اسے ہلایا، پھر اس نے کہا: اسے رکھ دو تو رکھ دیا گیا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کے بارے میں ہمیں یہ نہیں بتایا گیا تھا۔ طبیب نے پوچھا: میرے بارے میں تمہیں کیا بتایا گیا تھا؟ لوگوں نے کہا: ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ تم اس زمانے میں عِلْمِ طب میں سب سے زیادہ ماہر ہو۔ طبیب نے جواب دیا: میں ویسا ہی ہوں جیسا کہ تم سے کہا گیا ہے، اگر یہ پیشاب کسی عیسائی کا ہے تو وہ کوئی

راہب ہے جس کے کلیجے کو خوف نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور اگر کسی مسلمان کا ہے تو حضرت سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کا ہے کیونکہ اس دور میں ان سے زیادہ خوفِ خدا والا کوئی نہیں ہے۔لوگوں نے جواب دیا: یہ پیشاب حضرت سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کا ہی ہے۔ یہ سن کر عیسائی طبیب نے کہا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں۔لوگ جب آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت میں واپس حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے استفسار فرمایا: کیا طبیب مسلمان ہو گیا؟ لوگوں نے پوچھا: آپ کو یہ بات کس نے بتائی: ارشاد فرمایا: جب تم لوگ میرے پاس سے گئے تو مجھے یہ ندا کی گئی: اے بشر! تمہارے پیشاب کی برکت سے طبیب مسلمان ہو گیا ہے۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا وصالِ مبارک ۲۲۷ھ میں ہوا۔

سلطان العارفین حضرت سیِّدُنا ابویزید طَیفُور بن عیسیٰ بِسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی بہت شان و عظمت کے مالک اور اکابر مشائخ میں سے ایک ہیں۔

سیِّدُنا ابویزید بِسطامی عَلَیْہِ الرَّحمہ کے فرمودات:

میں اپنے نفس کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہانکتا رہا اور یہ روتا رہا لیکن جب میں اس میں کامیاب ہو گیا تو میرے نفس نے ہنسنا شروع کر دیا۔پوچھا گیا: آپ نے اس معرفت کو کیسے پایا؟ فرمایا: ''بھوکے پیٹ اور (عمدہ) لباس سے عاری بدن کے ساتھ۔''

ایک سال تک پانی نہ پیا:

کسی نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں آپ نے سب سے مشکل چیز کیا پائی؟ ارشاد فرمایا: اسے بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔دوبارہ پوچھا گیا کہ اس راہ میں آپ کے نفس کے لئے سب سے آسان چیز کیا تھی؟ ارشاد فرمایا: یہ بات میں بتا سکتا ہوں، میں نے اپنے نفس کو ایک نیک عمل کی طرف بلایا تو اس نے قبول نہ کیا، اس پر میں نے اپنے نفس کو ایک سال تک پانی سے محروم کر دیا۔

میں حساب کی دعا کیوں کرتا ہوں؟

ایک موقع پر فرمایا: تمام لوگ حساب سے بھاگتے اور اس سے پہلو تہی کرتے ہیں جبکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرتا

وں کہ میرا حساب فرمائے۔ جب اس کا سبب پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: اس امید پر کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ میرا حساب کرتے ہوئے فرمائے: یا عبدی (یعنی اے میرے بندے)! اور میں اس کے جواب میں لَبَّیْكَ کہوں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا مجھے اپنا بندہ کہنا میرے نزدیک دنیا اور اس میں موجود تمام اشیا سے زیادہ پسندیدہ ہے، اس کے بعد وہ میرے ساتھ جو چاہے سلوک فرمائے۔

محبت اولیا بخشش کا بہانہ:

ایک شخص نے عرض کی کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جس کی بدولت مجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل ہو جائے۔ ارشاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں سے محبت کرو تاکہ وہ بھی تم سے محبت کریں کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے اولیا کے دلوں پر نظر فرماتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے کسی ولی کے دل پر تمہارا نام دیکھے تو تمہاری مغفرت فرما دے۔

محبت کسے کہتے ہیں؟

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْه سے محبت کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: محبت یہ ہے کہ اپنی طرف سے زیادہ کو بھی تھوڑا سمجھا جائے جبکہ محبوب کی جانب سے قلیل کو بھی کثیر جانا جائے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْه نے ۲۶۱ھ میں وصال فرمایا۔

سیِّدُنا ابو القاسم جنید بغدادی عَلَیْهِ الرَّحمه:

گروہِ اولیا کے سردار حضرت سیِّدُنا ابو القاسم جنید بغدادی عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی اپنے زمانے کے عظیم بزرگ اور نادر و یگانہ شخصیت تھے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْه کے آباء واجداد نہاوند سے تھے جبکہ آپ کی ولادت و پرورش بغداد میں ہوئی۔ اولیائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام کی ایک جماعت کی صحبت سے فیض یاب ہوئے، اپنے ماموں حضرت سیِّدُنا سری سقطی عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نیز حضرت سیِّدُنا حارث محاسبی عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی کے فیضانِ صحبت سے بھی مستفید ہوئے۔ حضرت سیِّدُنا ابو ثور رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْه سے علمِ فقہ حاصل کیا اور 20 سال کی عمر میں ان کی مجلس میں ان کی موجودگی میں فتویٰ دینے لگے۔

سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْهِ الرَّحمه کے ملفوظات:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے کو چھوڑ دینے کی نشانی یہ ہے کہ اسے بے فائدہ چیزوں میں مشغول کر دے۔ ادب کی دو اقسام ہیں: پوشیدہ ادب اور اعلانیہ ادب، پوشیدہ ادب دلوں کی طہارت ہے جبکہ اعلانیہ ادب اپنے اعضاء کو گناہوں سے بچانا ہے۔

ہاتھ میں تسبیح رکھنے کی وجہ:

ایک دن آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھ کر کسی نے عرض کی کہ آپ اس قدر فضیلت وبزرگی کے باوجود اپنے ہاتھ میں تسبیح رکھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ایک ایسا سبب جس کے باعث ہمیں ایک مقام حاصل ہوا ہم اس سبب کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔

شیطان کو جلانے والے:

حضرت سیِّدُنا حسن بن محمد سراج رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی کو فرماتے سنا: میں نے شیطان کو خواب میں برہنہ دیکھا تو کہا: کیا تمہیں انسانوں سے شرم نہیں آتی؟ اس نے کہا: کیا یہ لوگ آپ کے نزدیک انسان ہیں؟ اگر یہ انسان ہوتے تو میں ان کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جیسے بچے گیند کے ساتھ کھیلتے ہیں، میرے نزدیک تو صرف تین افراد انسان ہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کون؟ شیطان نے جواب دیا: وہ مسجدِ شونیزیہ میں موجود ہیں، انہوں نے میرے دل کو بیمار جبکہ جسم کو کمزور کردیا ہے۔ جب بھی میں انہیں بہکانے کا ارادہ کرتا ہوں تو وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور میں جلنے لگتا ہوں۔

حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی کا بیان ہے کہ میں نیند سے بیدار ہوا، لباس پہنا اور راتوں رات مسجدِ شونیزیہ پہنچ گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو ان تین میں سے ایک نے اپنا سر باہر نکالا اور کہا: اے ابو القاسم! تم سے جو بھی بات کہی جاتی ہے تم اس پر بھروسا کرلیتے ہو؟

منقول ہے کہ مسجدِ شونیزیہ میں موجود وہ تین افراد حضرت سیِّدُنا ابو حمزہ، حضرت سیِّدُنا ابو الحسن ثوری اور حضرت سیِّدُنا ابو بکر دقاق رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی تھے۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن قاسم فارسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کا بیان ہے کہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی نے عید کی رات جنگل میں اس مقام پر گزاری جہاں آپ کا رات گزارنے کا معمول تھا۔ جب سحر کا وقت ہوا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جبے میں لپٹے ہوئے ایک نوجوان کو ملاحظہ فرمایا جو روتے ہوئے اشعار پڑھ رہا تھا (جن میں ایک شعر یہ تھا):

سُرُوْرُ الْعِیْدِ قَدْ عَمَّ النَّوَاحِی　　وَحُزْنِی فِی ازْدِیَادٍ لَا یَبِیْد

ترجمہ: ہر طرف عید کی خوشی منائی جارہی ہے لیکن میرا غم ختم نہیں ہورہا بلکہ بڑھتا جارہا ہے۔

حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی کا انتقال ۲۹۷ھ بغداد میں ہوا اور تقریباً 60ہزار افراد نے آپ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔

سیِّدُنا ابوبکر بن عمر مالکی عَلَیْہِ الرَّحمہ:

(مؤلف کہتے ہیں:) میں جن بزرگانِ دین کی صحبت میں رہا، ان کے قُرب سے نفع اٹھایا اور ان کی برکت سے مجھے خیر وبھلائی حاصل ہوئی ان میں سے ایک عالمِ باعمل، ابو المعالی ابو الصداق حضرت سیِّدُنا ابو بکر بن عمر طرینی مالکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی ہیں۔ آپ زہد وتقوی میں اپنے زمانے کی بے مثال شخصیت اور گمراہوں کا قلع قمع فرمانے والے تھے۔ عرب وعجم کے لوگوں نے آپ کے حکم کی اطاعت کی اور مشرق ومغرب میں آپ کا ذکرِ خیر عام ہوگیا، بادشاہ آپ کے دولت خانے پر حاضر ہوکر خوشہ چینوں کی فہرست میں شامل ہوا کرتے تھے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت میں کوئی مصیبت زدہ حاضری دیتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی پریشانی کو دور فرما دیتا جبکہ حاجت مندوں کی حاجت روائی ہوتی تھی۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نوافل کی پابندی کرتے اور فرائض وواجبات کو لازم پکڑتے تھے، اکثر آپ کا کھانا زمین پر اُگنے والی مباح گھاس پھونس ہوتی تھی، اپنے نفس کو دنیا کے لذیذ کھانے پینے سے مستفید ہونے کا موقع نہ دیتے تھے۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنے نفس پر غضب ناک ہوئے تو کئی مہینے تک نفس کو سزا دینے کے لئے پانی نوش نہ فرمایا۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے ہم نشینوں پر بہت زیادہ شفقت ومہربانی فرماتے جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تمام مخلوق کی خیر خواہی فرمانے والے تھے چاہے وہ آپ کے احباب میں سے ہوں یا دشمنوں میں سے۔ بڑے سے بڑا دشمن بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو انتہائی خندہ پیشانی کے ساتھ اس سے ملاقات فرماتے اور جب وہاں سے نکلتا تو آپ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوتے۔

حلم وبردباری اور پردہ پوشی آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا شیوہ تھا، نہ تو کسی مسلمان کی پردہ دری فرماتے اور نہ ہی اُسے ذلیل ورسوا کرتے، کوئی آپ سے مشورہ طلب کرتا تو بھلائی کی طرف اس کی رہنمائی فرماتے۔

میں آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی صحبتِ بابرکت سے 15سال تک مستفیض ہوا اور یہ میری زندگی کے بہترین سال تھے۔ اس عرصے میں آپ نے ایک دن کے لئے بھی اپنے فیوض وبرکات کو مجھ سے منقطع نہ فرمایا یہاں تک کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ آپ کے یہاں مجھ سے زیادہ خاص مرتبہ کسی کا نہیں ہے، اپنے تمام ہم نشینوں کے ساتھ آپ کا یہی رویہ ہوتا

تھا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن ان کے چہرے کو روشن فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے انہیں ان کی منزل تک پہنچائے۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مالکی مذہب کے فقیہ اور بہت بڑے امام تھے، آپ کے زمانے میں آپ کی کوئی نظیر اور مثال نہیں تھی۔ علمِ حقیقت سے متعلق بھی آپ کے کئی اقوال ہیں، ہم نے آپ کے متعدد مکاشفات اور احوال کا مشاہدہ کیا ہے، اگر میں آپ کے تمام فضائل و مناقب ذکر کرنا چاہوں تو اس کتاب میں اس کی گنجائش نہیں ہے لیکن میں صرف اتنا کہوں گا کہ آپ اپنے زمانے کی یگانہ شخصیت تھے۔ آپ پر سلامتی ہو۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے 60 سال سے کچھ زائد عمر پائی، آپ کے زمانے میں لوگ اچھے حال میں عمدہ زندگی گزارتے تھے۔ آپ کو بہت سے امراض اور بیماریاں لاحق تھیں، حیاتِ ظاہری کے آخری دنوں میں آپ شدید کمزوری میں گرفتار ہوئے جو تقریباً ایک سال تک رہی، پھر ماہِ ذوالحجۃ الحرام کے پہلے عشرے میں مرض نے شدت اختیار کی، جب گیارہویں رات آئی تو بیماری کی شدت میں مزید اضافہ ہوا اور آپ قریب المرگ ہوگئے، اس رات کے تہائی حصے تک حالتِ نزع طاری رہی اور پھر آپ نے شبِ جمعہ 11 ذُوالْحِجَّۃِ الْحَرَام ۸۲۷ھ کو مبارک حالت میں انتقال فرمایا۔

جب لوگوں کو آپ کے انتقال کی خبر پہنچی تو یہ مصیبت ان پر بہت گراں گزری اور تمام شہروں یہاں تک کہ دشمنانِ اسلام عیسائیوں وغیرہ کے یہاں بھی رونے دھونے اور افسوس کا سلسلہ ہوا، لوگ آپ کے فراق پر روتے اور افسوس کا اظہار کرتے تھے، بھلا ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ اپنے زمانے کے امام اور بہت بڑے عالم تھے۔ شاعر کا یہ قول آپ پر صادق آتا ہے:

حَلَفَ الزَّمَانُ لَيَأْتِيَنَّ بِمِثْلِهِ　　　حَنَثَتْ يَمِيْنُكَ يَا زَمَانُ فَكَفِّرِ

ترجمہ: زمانے نے قسم کھائی کہ وہ ان کی مثل ضرور لائے گا۔ اے زمانے! تیری قسم ٹوٹ چکی ہے، اس کا کفارہ ادا کر۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ان پر رحمت و رضوان کی بارش برسائے اور ہمیں دین اور دنیا و آخرت میں ان کی برکات سے مالا مال فرمائے۔

اب لوگ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے غسل و کفن کے معاملات میں مشغول ہوئے، میں بھی غسل دینے والوں میں شامل تھا لیکن آپ کے انتقال کی پریشانی کے باعث میرا دماغ میرے ساتھ نہیں تھا، بھلا ایسا کیوں نہ ہوتا کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ میرے لئے شفیق والد، نیکوکار محسن اور میرے محبوب تھے۔ جب غسل کا مرحلہ مکمل ہوا تو بڑے بڑے قاضی، وزیر مشیر اور حاکم آئے اور آپ کے مبارک جنازے کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر جامع مسجد کی طرف جانے لگے۔ لوگوں کی کثیر تعداد کے باعث گلیاں اور راستے تنگ پڑ گئے اور جامع مسجد اپنی وسعت کے باوجود چھوٹی پڑ گئی۔ اس دن سے زیادہ

نہ تو کسی جنازے میں شرکا کی کثرت نظر آئی اور نہ ہی لوگوں کو کسی کے لئے اتنا زیادہ روتا ہوا دیکھا گیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے زمانے کے قطب تھے۔

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ہمارے اور ان کے (یعنی بادشاہوں، مالداروں کے) درمیان جنازے کا فرق ہے۔ اس سے آپ کی مراد لوگوں کا جمع ہونا ہے (کہ بادشاہوں اور دنیاداروں کے جنازے میں اتنے لوگ جمع نہیں ہوتے جتنے **اللہ** والوں کے لئے جمع ہوتے ہیں)۔

جامع مسجد پہنچ کر آپ کے مبارک جنازے کو کندھوں سے نیچے رکھا گیا اور آپ کے شیخ، عارف باللہ حضرت سیِّدُنا سلیمان دواخلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے آگے بڑھ کر نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے سُنْدُفا کے مقام پر جو خانقاہ تعمیر کروائی تھی اس میں جمعۃ المبارک کے دن آپ کو آپ کے والدِ ماجد مفتیٔ مسلمین سراج الدین حضرت علامہ امام ابو حفص عمر طرینی مالکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے پہلو میں دفنایا گیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ان کی برکات سے نفع پہنچائے، جنت کو ان کا ٹھکانا بنائے، ہمارا اور ان کا حشر اگلوں اور پچھلوں کے سردار، سِلسلۂ نبوت کو ختم کرنے والے اور سب مسلمانوں سے افضل حضرت محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے گروہ میں فرمائے۔ ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اپنے لئے توفیق وامداد کا سوال کرتے ہیں اور یہ التجا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو ان کے بھائی حضرت سیِّدُنا شیخ شمس الدین محمد طرینی کی طویل عمر سے فائدہ پہنچائے۔

باب نمبر 31: فضائلِ صالحین اور کراماتِ اولیا

اس بات کو جان لو کہ اولیائے کرام کی کرامتوں کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور ان کے فضائل و مناقب اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرتے ہیں کہ روزِ قیامت ہمارا حشر رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے گروہ میں ان اولیائے کرام کے ساتھ فرمائے، بے شک وہ اس بات پر قادر ہے اور وہی دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھے کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔

گُدڑی کا لعل:

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار کا بیان ہے: ایک دفعہ کافی عرصے تک بصرہ میں بارش نہ ہوئی، ہم

لوگ کئی مرتبہ بارش کی دعا کرنے کے لئے نکلے لیکن بارش کے آثار ظاہر نہ ہوئے۔ پھر میں، حضرت عطاء سُلمی، حضرت ثابت بنانی، حضرت یحییٰ بکاء، حضرت محمد بن واسع، حضرت ابو محمد سختیانی، حضرت حبیب فارسی، حضرت حسان بن ثابت بن ابی سنان، حضرت عتبہ غلام اور حضرت صالح مُزنی رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی بارش کی دعا کرنے نکلے، جب ہم بصرہ کی عید گاہ میں پہنچے تو مدرسے کے بچے بھی ہمارے ساتھ دعا میں شرکت کے لئے آ گئے۔ ہم سب نے نمازِ استسقاء ادا کر کے دعا مانگی لیکن قبولیتِ دعا کے اثرات ظاہر نہ ہوئے یہاں کہ نصف النہار کا وقت ہو گیا، لوگ واپس چلے گئے، صرف میں اور حضرت سیِّدُنا ثابت بنانی قُدِّسَ سِرُّهُ النُّوْرَانِی عید گاہ میں باقی رہ گئے۔ جب رات کا وقت ہوا تو میں نے ایک پتلی پنڈلیوں والے خوبرو سیاہ فام غلام کو دیکھا جس نے اونی جبہ پہن رکھا تھا، میں نے اندازہ لگایا تو اس کا لباس دو درہم کا تھا۔ وہ پانی لے کر آیا، وضو کیا، محراب کے پاس آ کر مختصر دو رکعتیں ادا کیں، پھر آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور بارگاہِ خداوندی میں عرض گزار ہوا: اے میرے معبود! اے میرے آقا و مولیٰ! جس میں تیرا کوئی نقصان نہیں اُس معاملے میں تو کب تک اپنے بندوں کو خالی لوٹاتا رہے گا؟ کیا تیرے پاس نعمتیں ختم ہو گئیں یا تیرے خزانے خالی ہو گئے؟ میں تجھے اُس محبت کی قسم دیتا ہوں جو تو مجھ سے فرماتا ہے! ابھی ہم پر بارش برسا۔

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: ابھی اس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ آسمان پر بادل چھا گئے اور ایسی بارش شروع ہو گئی جیسے مَشکوں کا منہ کھل گیا ہو۔ میں اس غلام کے سامنے گیا اور اس سے کہا: اے سیاہ فام شخص! کیا تمہیں ایسی بات کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ اس نے پوچھا: میں نے کیا کہا ہے؟ میں نے کہا: تم کہہ رہے تھے کہ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تجھے مجھ سے جو محبت ہے اس کے طفیل بارش نازل فرما، تمہیں کیا پتا کہ وہ تم سے محبت فرماتا ہے؟ یہ سن کر اس نے کہا: اے وہ شخص جو اپنے نفس کی وجہ سے غفلت کا شکار ہے! مجھ سے الگ ہو جاؤ، کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس نے صرف مجھ سے اپنی محبت کے باعث یہ معاملہ ظاہر فرمایا ہے۔ اس کی مجھ سے محبت میری قدر و منزلت کے مطابق جبکہ میری اُس سے محبت اس کی قدر و منزلت کے مطابق ہے۔ میں نے اس سے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے! کچھ دیر ٹھہر جائیے۔ اس نے جواب دیا: میں ایک غلام ہوں اور مجھ پر میرے مجازی مالک کی اطاعت فرض ہے۔ اس کے بعد وہ واپس چلا گیا اور ہم دور سے اس کا پیچھا کرتے رہے یہاں تک کہ وہ ایک غلام بیچنے والے کے گھر میں داخل ہو گیا۔

صبح ہوئی تو ہم اس غلام فروش کے پاس گئے اور اس سے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے! کیا تمہارے پاس کوئی ایسا

غلام ہے جسے ہماری خدمت کے لئے ہمیں بیچ دو۔ اس نے جواب دیا: جی ہاں! میرے پاس بیچنے کے لئے 100 غلام ہیں۔ اس کے بعد اس نے ایک ایک کرکے مختلف غلاموں کو ہمارے سامنے پیش کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ہمیں 70 غلام دکھا دیئے لیکن ہمارا مطلوب ان میں شامل نہیں تھا۔ اس نے کہا: تم لوگ میرے پاس کسی اور وقت آنا۔ جب ہم اس کے گھر سے لوٹنے لگے تو دیکھا کہ گھر کے پچھلے حصے میں ایک شکستہ حجرے میں وہ سیاہ فام غلام کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر میں نے کہا: ربِ کعبہ کی قسم! یہی میرا محبوب ہے۔ میں دوبارہ اس غلام فروش کے پاس آیا اور اس سے کہا: مجھے یہ غلام چاہیے۔ اس نے کہا: اے ابو یحییٰ! اس غلام کا دن میں خلوت و تنہائی کے سوا جبکہ رات میں رونے دھونے کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا: میں نے تم سے یہی غلام لینا ہے، تمہیں اس کی قیمت بھی ملے گی اور اس کی طرف سے جو کچھ لازم ہے وہ بھی۔ غلام فروش نے اسے بلایا تو وہ اونگھتا ہوا آیا۔ اس نے کہا: جتنی رقم کے بدلے چاہو اِسے لے لو لیکن میں اس کے تمام عیوب سے بری الذمہ ہوں گا۔ میں نے اس غلام کو 20 دینار کے عوض خرید لیا اور اس سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: میمون۔ میں نے گھر جانے کے لئے اس کا ہاتھ پکڑا تو اس نے میری طرف متوجہ ہو کر پوچھا: اے میرے مجازی مالک! آپ نے مجھے کیوں خریدا ہے؟ میں مخلوق کی خدمت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ میں نے کہا: اے میرے آقا! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے آپ کو اس لئے خریدا ہے تاکہ میں خود آپ کی خدمت کروں۔ اس نے پوچھا: وہ کیوں؟ میں نے کہا: کیا آپ آج صبح عید گاہ میں موجود نہیں تھے؟ اس نے کہا: جی ہاں! کیا آپ اس بات پر مطلع ہو گئے؟ میں نے جواب دیا: ہاں! میں وہی ہوں جس نے صبح عید گاہ میں آپ سے کلام کیا تھا۔

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: پھر وہ میرے ساتھ چلنے لگا یہاں تک کہ جب مسجد کے پاس پہنچے تو وہ مجھ سے اجازت لے کر مسجد میں داخل ہوا، مختصر دو رکعت نماز ادا کی اور پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں عرض گزار ہوا: میرے آقا و مولیٰ اور میرے معبود! میرے اور تیرے درمیان جو راز تھا اس پر تیرے علاوہ کوئی اور بھی مطلع ہو چکا ہے، بھلا اب میری زندگی پُرسکون کیسے ہو سکتی ہے۔ میں تجھے تیری قسم دیتا ہوں کہ اسی وقت میری روح قبض فرما لے۔ اتنا کہہ کر وہ سجدے میں چلا گیا۔ میں نے کچھ دیر انتظار کیا، جب اس نے سجدے سے سر نہ اٹھایا تو میں اس کے پاس گیا اور اسے ہلا کر دیکھا تو اس کی روح قفسِ عُنْصُری سے پرواز کر چکی تھی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس پر رحمت ہو۔ میں نے اس کے ہاتھ پاؤں سیدھے کئے تو وہ مسکرا رہا تھا، اس کی سیاہ رنگت پر سفیدی غالب آ چکی تھی اور اس کا

چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح جگ مگ کر رہا تھا۔ اتنے میں ایک نوجوان مسجد کے دروازے سے داخل ہوا اور اس نے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے بھائی میمون کے معاملے میں ہمارے اور تمہارے اجر و ثواب کو زیادہ فرمائے، یہ کفن لے لو۔ اس نے مجھے کفن کے لئے دو ایسے کپڑے دیئے کہ میں نے کبھی ایسا کپڑا نہ دیکھا تھا۔ پھر ہم نے اسے غسل دیا، ان کپڑوں کا کفن دیا اور تدفین کر دی۔

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْغَفَّار کا بیان ہے کہ آج تک ہم ان کی قبر پر جا کر بارش کی دعائیں کرتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنی حاجات کا سوال کرتے ہیں۔

ولی کی تحریر کی برکت:

حضرت سیدنا حذیفہ مَرْعَشی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی کافی عرصے تک حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه کی صحبت میں رہ کر ان کی خدمت کرتے رہے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ان کی صحبت میں رہتے ہوئے جو سب سے عجیب بات دیکھی ہو وہ بیان فرمایئے۔ ارشاد فرمایا: ہم سفر مکہ میں کئی دن تک بھوکے رہے، جب کوفہ پہنچے تو ایک ویران مسجد میں ٹھہر گئے۔ حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: اے حذیفہ! میں تم پر بھوک کا اثر دیکھ رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں! ایسا ہی ہے۔ ارشاد فرمایا: مجھے دوات اور کاغذ لا کر دو۔ میں نے دونوں چیزیں حاضر کیں تو آپ نے کاغذ پر تحریر فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا، ہر حال میں تو ہی مقصود ہے اور ہر بات میں تیری ہی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ پھر درج ذیل اشعار تحریر فرمائے:

اَنَا حَامِدٌ اَنَا شَاكِرٌ اَنَا ذَاكِرٌ — اَنَا جَائِعٌ اَنَا ضَائِعٌ اَنَا عَارِی

هِیَ سِتَّةٌ وَاَنَا الضَّمِیْنُ لِنِصْفِهَا — فَكُنِ الضَّمِیْنُ لِنِصْفِهَا یَا بَارِی

مَدْحِیْ لِغَیْرِكَ لَهَبُ نَارٍ خُضْتُهَا — فَاَجِرْ عُبَیْدَكَ مِنْ لَهِیْبِ النَّار

ترجمہ: (۱)...میں تیری حمد کرنے والا، شکر بجالانے والا اور ذکر کرنے والا ہوں، میں بھوکا، پیاسا اور بے لباس ہوں۔ (۲)...اے اللہ! یہ چھ چیزیں ہیں جن میں سے تین کا میں ضامن ہوں، باقی تین کو تو اپنے ذمہ کرم پر لے لے۔ (۳)...میرا تیرے غیر کی تعریف کرنا آگ کی لپٹ میں داخل ہونے کی طرح ہے۔ اے اللہ! اپنے حقیر بندے کو آگ کی لپٹ سے محفوظ فرما۔

پھر مجھے وہ کاغذ دیتے ہوئے فرمایا: باہر جاؤ، تمہارے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی کا خیال نہ آئے اور جو شخص سب

سے پہلے ملے اسے یہ کاغذ دے دینا۔ میں باہر نکلا تو سب سے پہلے مجھے ایک خچر سوار ملا، میں نے وہ کاغذ اسے پکڑا دیا۔ اس نے وہ کاغذ لے کر پڑھا تو رونے لگا اور پوچھا: یہ رُقعہ لکھنے والے کا کیا حال ہے؟ میں نے جواب دیا: وہ فلاں مسجد میں ہیں۔ اس شخص نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں چھ سو درہم تھے۔ میں وہ تھیلی لے کر جانے لگا اور ایک شخص سے اس خچر سوار کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بتایا: یہ ایک عیسائی ہے۔ میں نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ان دراہم کو ہاتھ نہ لگانا، ان کا دینے والا ابھی آئے گا۔ کچھ دیر بعد وہ عیسائی شخص اپنے خچر پر سوار وہاں پہنچا، مسجد کے دروازے پر خچر سے اتر کر مسجد میں داخل ہوا، حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ پر جھک کر ان کے سر اور ہاتھوں کو چومنے لگا اور اَشْھَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ خوشی ومسرت کے باعث رونے لگے اور ارشاد فرمایا: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے تمہیں اسلام اور سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شریعت کی طرف ہدایت عطا فرمائی۔

گوَیّے کو ولایت کی دولت مل گئی:

ایک شخص جو کہ مصر میں موجود دریائے نیل میں کشتی چلاتا تھا اس کا بیان ہے کہ میں دریائے نیل کے مغربی کنارے سے مشرقی کنارے اور مشرقی کنارے سے مغربی کنارے کی طرف سفر کرتا رہتا تھا۔ ایک دن میں اپنی کشتی میں موجود تھا کہ ایک روشن چہرے والے پُر ہیبت بزرگ نے میرے پاس آکر مجھے سلام کیا: میں نے سلام کا جواب دیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے مجھے دریا کے مغربی کنارے تک لے جاؤ گے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو وہ کشتی میں سوار ہوگئے اور میں انہیں لے کر جانبِ مغرب روانہ ہوگیا۔ ان بزرگ نے صوفیوں والا لباس پہن رکھا تھا جبکہ ان کے ہاتھوں میں ایک پیالہ اور لاٹھی تھی۔ جب وہ کشتی سے نکلنے لگے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: میں ایک امانت تمہارے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے پوچھا: وہ کیا؟ ارشاد فرمایا: کل جب ظہر کا وقت ہو تو تم مجھے اس درخت کے پاس مردہ پاؤ گے، عنقریب تم اس بات کو بھول جاؤ گے، جب تمہیں یاد آئے تو میرے پاس آکر مجھے غسل دینا اور وہ کفن پہنانا جو میرے سر کے پاس موجود ہوگا، پھر نمازِ جنازہ پڑھ کر مجھے اس درخت کے پاس دفنا دینا۔ میرا یہ لباس، پیالہ اور لاٹھی اپنے پاس رکھ لینا، ایک شخص تمہارے پاس آکر تم سے یہ چیزیں مانگے گا۔ اِنہیں اُس کے حوالے کر دینا اور اسے حقیر نہ سمجھنا۔

ملاح کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ بزرگ مجھے چھوڑ کر چلے گئے اور میں ان کی باتوں پر حیران ہو گیا۔ وہ رات گزارنے کے بعد جب صبح ہوئی تو میں اس وقت کا انتظار کرنے لگا جس کا ان بزرگ نے فرمایا تھا۔ جب ظہر کا وقت آیا تو میں اس بات کو بھول گیا اور پھر مجھے عصر کے قریب یاد آیا۔ میں جلدی جلدی وہاں پہنچا تو ان بزرگ کو درخت کے پاس مردہ حالت میں پایا، ان کے پاس ایک نیا کفن موجود تھا جس میں سے مشک کی خوشبو آرہی تھی۔ میں نے انہیں غسل دے کر وہ کفن پہنا دیا، جب میں غسل دے کر فارغ ہوا تو کافی تعداد میں لوگ وہاں آپہنچے جن میں سے میں کسی ایک کو بھی نہیں جانتا تھا۔ ہم سب نے ان کی نمازِ جنازہ ادا کی اور انہیں اس درخت کے پاس دفن کر دیا جیسا کہ انہوں نے مجھے ہدایت کی تھی۔ اس کے بعد میں دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر واپس آگیا اور رات کو سو گیا۔ جب صبح ہوئی تو ایک نوجوان میرے پاس آیا۔ میں نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا تو وہ گانے بجانے والوں سے تعلق رکھتا تھا اور ان کی خدمت کرتا تھا۔ اس نے باریک لباس پہن رکھا تھا، دونوں ہتھیلیوں پر مہندی لگی ہوئی تھی اور موسیقی کا آلہ اس کی بغل میں موجود تھا۔ اس نے مجھے سلام کیا، میں نے سلام کا جواب دیا تو اس نے کہا: اے ملاح! تم فلاں بن فلاں ہو؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے کہا: تمہارے پاس جو امانت ہے وہ میرے حوالے کر دو۔ میں نے کہا: تمہیں اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا: اس کے بارے میں مت پوچھو۔ لیکن میں نے اصرار کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں اس بارے میں بتانا ہی پڑے گا۔ نوجوان نے کہا: میں اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتا کہ گزشتہ رات میں فلاں تاجر کی شادی میں موجود تھا جہاں ہم ساری رات ناچتے گاتے رہے یہاں تک کہ اذانِ فجر ہوئی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والے اس کے ذکر میں مشغول ہو گئے۔ میں آرام کرنے کے لئے سویا تو ایک شخص نے آکر مجھے جگا دیا اور کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فلاں ولی کی روح قبض فرمالی ہے اور اس کی جگہ پر تمہیں مقرر فرما دیا ہے۔ تم فلاں بن فلاں کشتی بان کے پاس جاؤ کیونکہ اس مرحوم ولیُّ اللہ نے اس کے پاس تمہارے لئے فلاں فلاں امانت رکھوائی ہے۔

ملاح کا بیان ہے کہ میں نے وہ چیزیں اس نوجوان کے حوالے کیں تو اس نے اپنے باریک کپڑے اُتار کر میری کشتی میں پھینک دیے اور مجھ سے کہا: یہ کپڑے جس پر چاہو صدقہ کر دینا۔ پھر اس نے مجھ سے بزرگ کا دیا ہوا پیالہ اور لاٹھی لی، ان کا لباس پہنا اور مجھے اس حال میں چھوڑ کر چلا گیا کہ میں اس سعادت سے محرومی پر رو رہا تھا۔ رات تک میں روتا رہا، جب رات کو سویا تو خواب میں دیدارِ باری تعالیٰ سے مشرف ہوا تو خداوندِ کریم نے ارشاد فرمایا: اے میرے بندے! کیا تجھ پر یہ بات

گراں گزری ہے کہ میں نے اپنے ایک گناہ گار بندے پر فضل وکرم کرتے ہوئے اسے اپنی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ تو میرا فضل ہے میں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہوں عطا فرماتا ہوں اور میں بہت زیادہ فضل فرمانے والا ہوں۔

آخری خواہش:

حضرت سیِّدُنا ابو اسحاق صَعْلوکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ ایک سال میں حج کے لئے روانہ ہوا۔ ایک روز میں جنگل میں بھٹک رہا تھا، رات کا وقت ہو چکا تھا اور چاندنی رات تھی کہ میں نے ایک کمزور شخص کی آواز سنی: اے ابو اسحاق! میں صبح سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ میں نے قریب جا کر دیکھا تو وہ ایک کمزور جسم والا نوجوان تھا جو موت کے قریب تھا اور اس کے پاس بہت سے پھول رکھے ہوئے تھے، ان میں سے کچھ پھولوں کو میں پہچانتا تھا اور کچھ کو نہیں۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں شمشاط نامی شہر سے آیا ہوں، وہاں میں عیش وعزت کی زندگی گزار رہا تھا کہ میرے نفس نے گوشہ نشینی اور غریب الوطنی کا مطالبہ کیا اس لئے میں وہاں سے یہاں آ گیا اور اب میں موت کے قریب ہوں، میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کی تھی کہ اپنے اولیا میں سے کسی ولی کو میرے پاس بھیج دے اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ آپ ہیں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کی کوئی حاجت ہے؟ نوجوان نے جواب دیا: ہاں، میری ایک والدہ اور بہن بھائی ہیں۔ میں نے سوال کیا: کیا کبھی آپ کو ان سے ملنے کا اشتیاق ہوا؟ اس نے کہا: پہلے کبھی نہیں ہوا لیکن آج مجھے ان کی خوشبو سونگھنے کا شوق ہوا، میں نے ان کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو جنگل کے درندے اور پرندے میری وحشت وغربت دور کرنے میرے پاس آ پہنچے، آ کر میرے ساتھ رونے لگے اور میرے پاس یہ پھول لے آئے جو آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابو اسحاق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الرَّزَّاق کا بیان ہے کہ میں اس نوجوان کے ساتھ موجود تھا اور میرا دل اس کے لئے کُڑھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک بہت بڑا سانپ اپنے منہ میں نرگس کا بڑا پھول لئے وہاں پہنچا اور بولا: اللہ کے ولی کو چھوڑ دو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے اولیا کے لئے غیرت فرماتا ہے۔ یہ سن کر مجھ پر اور اس نوجوان پر غشی طاری ہو گئی، جب میری آنکھ کھلی تو اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

جب میں حج کرنے کے بعد شمشاط شہر میں داخل ہوا تو ایک عورت جس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک برتن تھا وہ میرے پاس آئی، میں نے اس عورت سے زیادہ جنگل والے نوجوان سے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ جب اس عورت نے مجھے دیکھا تو آواز دی: اے ابو اسحاق! اس غریب الوطن نوجوان کا کیا ہوا جو وطن سے دور مر گیا؟ میں اتنے عرصے سے تمہاری منتظر ہوں۔

میں نے نوجوان کا حال اس کے سامنے بیان کرنا شروع کیا، جب میں نے نوجوان کا یہ قول بیان کیا کہ آج مجھے اپنے گھر والوں کی خوشبو سونگھنے کا اشتیاق ہوا ہے تو یہ سن کر اس عورت نے ایک چیخ مار کر کہا: بخدا! اسے خوشبو پہنچی ہے۔ اس کے بعد اس نے ایک گھٹی ہوئی سانس لی اور اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ عورت کے انتقال کے بعد کئی ہم عمر لڑکیاں جنہوں نے اپنے جسموں کو چادروں سے لپیٹ رکھا تھا وہاں آگئیں اور انہوں نے پردے میں رہتے ہوئے اس کے کفن دفن کا انتظام کیا۔

يَا نَسِيْمًا هَبَّ مِنْ وَادِيْ قُبَا   خَبِّرِيْنِيْ كَيْفَ حَالُ الْغُرَبَا

كَمْ سَأَلْتُ الدَّهْرَ اَنْ يَّجْمَعَنَا   مِثْلُ مَا كُنَّا عَلَيْهِ فَاَبٰى

ترجمہ: اے ہوا! وادیٔ قبا سے آکر مجھے خبر دو کہ غریب الوطنوں کا کیا حال ہے۔ میں نے زمانے سے بہت کہا کہ ہمیں پہلے کی طرح جمع کر دے لیکن اس نے انکار کر دیا۔

سچی توبہ کی برکت:

منقول ہے کہ دینار عیار نام کا ایک شخص بہت گناہ گار تھا، اس کی ماں ایک نیک عورت تھی جو اسے نصیحت کرتی رہتی تھی لیکن وہ باز نہ آتا تھا۔ ایک دن وہ قبروں کے پاس سے گزرا تو وہاں سے ایک ہڈی اٹھائی جو اس کے ہاتھ میں چبھ گئی۔ اس نے دل میں سوچا اور اپنے آپ سے کہا: اے دینار! تیری خرابی ہو! ذرا تصور کر کہ اس مردے کی جگہ تو ہے، تیری ہڈیاں اسی طرح ریزہ ریزہ ہو چکیں جبکہ جسم مٹی میں مل چکا ہے۔ یہ سوچ کر اسے اپنے گناہوں پر ندامت ہوئی، توبہ کا پختہ ارادہ کیا اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر عرض گزار ہوا: اے میرے مالک و مولیٰ! میں نے اپنے معاملات تیرے سپرد کر دیے ہیں، تو مجھے قبول فرمالے اور مجھ پر رحم فرما۔ پھر وہ ٹوٹے ہوئے دل اور چہرے کے بدلے ہوئے رنگ کے ساتھ اپنی ماں کے پاس پہنچا اور اس سے کہنے لگا: اے میری ماں! جب کسی بھاگے ہوئے غلام کو اس کا مالک پکڑ لے تو پھر اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے؟ ماں نے جواب دیا: اسے کُھردرا لباس پہنایا جاتا، معمولی کھانا کھلایا جاتا اور ہاتھ پیر باندھ دیے جاتے ہیں۔ یہ سن کر اس نے ماں سے کہا: میں اون کا ایک جبہ، تھوڑے سے جو اور بیڑیاں چاہتا ہوں، میرے ساتھ وہ معاملہ کرو جو بھاگے ہوئے غلام کے ساتھ کیا جاتا ہے، شاید میرا مالک و مولیٰ میری ذلت و رسوائی کو دیکھ کر مجھ پر رحم فرمائے۔ ماں نے اس کے ساتھ وہی کچھ کیا جو وہ چاہتا تھا۔

جب رات کا وقت ہوتا تو وہ گریہ وزاری اور آہ و بکا شروع کر دیتا اور اپنے آپ سے کہتا: اے دینار! تیری خرابی ہو! کیا

تجھ میں دوزخ کی آگ کو برداشت کرنے کی طاقت ہے ؟ تو نے اپنے آپ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب کے لئے کیسے پیش کر دیا؟ گریہ وزاری کا یہ سلسلہ صبح تک جاری رہتا۔ اس کی ماں نے کہا: اے میرے بیٹے! اپنی جان پر نرمی کرو۔ دینار نے کہا: مجھے تھوڑی مدت تک تھکاوٹ برداشت کرنے دو تا کہ میں طویل عرصے تک آرام پاسکوں۔ اے میری ماں! مجھے کل قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے طویل عرصے تک کھڑا ہونا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس کے بعد جنت ٹھکانہ ہو گا یا دوزخ میں جانا ہو گا۔ ماں نے دوبارہ کہا: اے میرے بیٹے! اپنی جان کو تھوڑی راحت دو۔ دینار نے جواب دیا: میں راحت کا طلب گار نہیں ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ روزِ قیامت آپ کو دیگر لوگوں کے ساتھ سوئے جنت لے جایا جارہا ہو اور مجھے جہنمیوں کے ساتھ دوزخ کی طرف گھسیٹا جارہا ہو۔ یہ سن کر ماں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا اور وہ گریہ وزاری، عبادت اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہتا۔ ایک رات اس نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کی:

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ (پ۱۴، الحجر: ۹۲، ۹۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے۔

یہ آیت پڑھ کر اُس نے اِس میں غور و تفکر کیا اور رونے لگا یہاں تک کہ اس پر غشی طاری ہوگئی۔ جب دینار کی ماں اس کے پاس آئی اور اسے آواز دی تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ماں نے کہا: اے میرے پیارے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک! اب ہماری ملاقات کہاں ہو گی ؟ دینار نے کمزور آواز سے جواب دیا: اے میری ماں! اگر آپ مجھے میدانِ قیامت میں نہ پائیں تو داروغۂ جہنم حضرت سیِّدُنا مالک عَلَیْہِ السَّلَام سے میرے بارے میں پوچھ لینا، اس کے بعد اس نے ایک چیخ ماری اور انتقال کر گیا (اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو)۔ اس کی ماں نے اسے غسل و کفن دیا اور گھر سے باہر نکل کر آواز دی: اے لوگو! اس شخص کا جنازہ پڑھنے کے لئے آؤ جو دوزخ کے خوف سے ہلاک ہو گیا۔ یہ سن کر ہر طرف سے لوگوں کا تانتا بندھ گیا اور اس دن سے بڑھ کر کسی کے جنازے میں لوگوں کی کثرت اور گریہ وزاری نہیں دیکھی گئی۔

جب لوگوں نے دینار کو دفن کر دیا تو اس کے ایک دوست نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں سبز حُلّہ پہنے ہوئے اِترا کر چل رہا ہے اور یہ آیتِ مبارکہ پڑھ رہا ہے:

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ (پ۱۴، الحجر: ۹۲، ۹۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے۔

نیز کہہ رہا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عزت و جلال کی قسم! اس نے مجھ سے سوال کیا، رحم و کرم فرمایا، میری مغفرت فرمادی اور خطاؤں سے در گزر فرمایا۔ میری والدہ کو اس بات کی خبر دے دو۔

کفن کی واپسی:

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ ایک سائل مسجد میں آیا اور لوگوں سے سوال کیا کہ اسے روٹی کا ایک ٹکڑا کھلا دیں لیکن انہوں نے نہ کھلایا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے موت کے فرشتے کو حکم دیا کہ اس کی روح قبض کرلو کیونکہ یہ بھوکا ہے، چنانچہ فرشتے نے اس فقیر کی روح قبض کرلی۔ جب مؤذن مسجد میں آیا تو اس فقیر کو مردہ حالت میں پایا، اس نے لوگوں کو خبر دی اور لوگوں نے چندہ کر کے اس کی تدفین کا انتظام کیا۔ مؤذن تدفین کے بعد مسجد میں آیا تو اس نے دیکھا کہ فقیر کو دیا گیا کفن محراب میں موجود ہے اور اس پر لکھا ہوا ہے کہ یہ کفن تم لوگوں کو واپس کیا جاتا ہے، تم لوگ بہت بُری قوم ہو۔ ایک فقیر نے تم سے کھانا مانگا، تم لوگوں نے نہ کھلایا یہاں تک کہ وہ بھوکا مر گیا۔ جو شخص ہمارے احباب میں شامل ہو ہم اسے غیروں کے حوالے نہیں کیا کرتے۔

اولیا کا گھرانہ:

حضرت سیِّدُنا ابو علی مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ میرے ایک بوڑھے پڑوسی مردوں کو غسل دیا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے ان سے کہا کہ آپ نے مردوں کے حوالے سے جو سب سے عجیب بات دیکھی ہو وہ بیان فرمائیے۔ انہوں نے بتایا: ایک دن میرے پاس ایک خوبصورت چہرے والا اور عمدہ لباس میں ملبوس نوجوان آیا اور کہنے لگا: کیا آپ ہماری ایک میت کو غسل دیں گے۔ میں نے حامی بھرلی اور اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا یہاں تک کہ اس نے مجھے ایک گھر کے دروازے پر کھڑا کیا اور خود اندر داخل ہو گیا۔ کچھ دیر بعد ایک لڑکی جس کی شکل اس لڑکے سے بہت ملتی جلتی تھی وہ آنسو پونچھتی ہوئی باہر نکلی اور مجھ سے پوچھا: کیا آپ غسل دینے والے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام لے کر داخل ہو جائیے، گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکیوں کی توفیق صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے جو بہت بلند و بالا اور عظمت والا ہے۔

جب میں گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ جو نوجوان مجھے بلا کر لایا تھا اس پر موت کی سختیاں طاری ہیں، اس کی روح گلے تک پہنچ چکی ہے جبکہ اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ اس کا کفن اور خوشبو سر کے پاس رکھی ہوئی تھی، ابھی میں اس کے پاس بیٹھا بھی نہ تھا کہ اس کی روح قبض ہو گئی۔ میں نے کہا: سُبْحٰنَ اللہ! یہ نوجوان تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اولیا میں

سے ایک ولی ہے کہ اس نے اپنی وفات کا وقت جان لیا، پھر میں نے لرزتے کانپتے ہاتھوں سے اسے غسل دیا۔
جب میں نے اسے کفن پہنا دیا تو اس کی بہن نے آکر اسے بوسہ دیا اور کہنے لگی: عنقریب میں بھی تمہارے پاس آنے والی ہوں۔ جب میں واپس آنے لگا تو اس نے میرا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگی: اگر آپ کی بیوی بھی اچھی طرح غسلِ میت دینا جانتی ہے تو اسے میرے پاس بھیج دیں۔ اس کی یہ بات سن کر میں کانپ اُٹھا اور میں نے جان لیا کہ یہ بھی اپنے بھائی کی طرح وفات پانے والی ہے۔ اس نوجوان کی تدفین سے فارغ ہو کر میں نے اپنی زوجہ کے پاس آکر اسے سارا واقعہ بتایا اور اسے ساتھ لے کر لڑکی کے گھر پہنچ گیا۔ اپنی زوجہ کو دروازے پر کھڑا کر کے میں نے اجازت طلب کی تو اس لڑکی نے اندر سے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام لے کر اپنی زوجہ کو گھر کے اندر بھیج دیں۔ میری زوجہ گھر کے اندر گئی تو وہ لڑکی قبلہ رو لیٹی ہوئی تھی، چند لمحوں کے بعد وہ فوت ہو گئی۔ میری زوجہ نے اسے غسل دیا اور میں نے اسے اس کے بھائی کے پاس دفن کر دیا۔ ان دونوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو۔

خوفِ خدا رکھنے والی باندی:

حضرت سیِّدُنا سری سقطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ایک رات میں جاگتا رہا اور مجھے رات بھر نیند نہ آئی۔ صبح ہوئی تو میں نے فجر کی نماز ادا کی اور پاگل خانے میں داخل ہوا جہاں میں نے ایک لونڈی کو دیکھا جس کے پاؤں میں بیڑی اور گلے میں طوق تھا اور وہ یہ کہہ رہی تھی:

تَغُلُّ يَدَيَّ اِلٰى عُنُقِيْ وَمَا خَانَتْ وَمَا سَرَقَتْ
وَبَيْنَ جَوَانِحْ كَبِدٌ اُحِسُّ بِهَا قَدِ احْتَرَقَتْ

ترجمہ: میرے ہاتھ گردن سے باندھے ہوئے ہیں حالانکہ ان ہاتھوں نے کوئی خیانت اور چوری نہیں کی۔ میرے پہلو میں جو جگر ہے مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ وہ جل گیا ہے۔

میں نے منتظم سے کہا: اس لونڈی کو کیا ہے؟ کہا: دیوانی ہے ہم نے اسے یہاں رکھا ہوا ہے تاکہ ٹھیک ہو جائے۔ لونڈی نے جب منتظم کی بات سنی تو مسکرا کر کہا:

مَعْشَرَ النَّاسِ مَا جَنَنْتُ وَلٰكِنْ اَنَا سَكْرَانَةٌ وَقَلْبِيْ صَاحِيْ
لِمَ غَلَلْتُمْ يَدَيَّ وَلَمْ اٰتِ ذَنْبًا غَيْرَ هَتْكِيْ فِيْ حُبِّهٖ وَافْتِضَاحِيْ
اَنَا مَفْتُوْنَةٌ بِحُبِّ حَبِيْبٍ لَسْتُ اَبْغِيْ عَنْ بَابِهٖ مِنْ بَرَاحٍ

مَا عَلٰی مَنْ اَحَبَّ مَوْلَی الْمَوَالِیْ وَارْتَضَاهُ لِنَفْسِهٖ مِنْ جُنَاحٖ

ترجمہ:(۱)...اے لوگو! میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہاں میں اس کے نشے میں مدہوش ہوں اور میرا دل چیخ رہا ہے۔(۲)...کیوں تم لوگوں نے میرے ہاتھوں کو بے قصور باندھا ہوا ہے ہاں میرا قصور یہی ہے کہ میں اس کی محبت میں خود رفتہ ہوں۔(۳)...میں اپنے محبوب کی محبت میں دیوانی ہوں اور میں اُس کے در سے بغاوت کر کے دور ہٹنے والی نہیں۔(۴)...جو آقاؤں کے آقا سے محبت کرتا ہے اور اسے اپنے لئے اختیار کرتا ہے اُس پر کوئی گناہ نہیں۔

حضرت سیِّدُنا سری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب اس کا کلام سنا تو خوب رویا۔ لونڈی نے مجھے روتا دیکھا تو کہا: اے سری! یہ تمہارا رونا اس کی صفت سن کر ہے اس وقت کیا حال ہو اگر تم اس کو پہچان لو۔ ابھی وہ مجھ سے گفتگو کر رہی تھی کہ اس کا مالک آگیا جیسے ہی اُس نے مجھے دیکھا تو میری تعظیم کی۔ میں نے اُس سے کہا: مجھ سے زیادہ یہ تعظیم کی مستحق ہے اور تم نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟ مالک نے کہا: یہ خدمت نہیں کرتی، آہ وزاری کرتی اور ہمیشہ روتی رہتی ہے گویا اس کا بچہ گم ہو گیا ہو، نہ خود سوتی ہے اور نہ ہمیں سونے دیتی ہے جبکہ میں نے اسے گلوکارہ ہونے کی وجہ سے 20 ہزار درہم میں خریدا تھا۔ میں نے کہا: اس کی دیوانگی کی ابتدا کیسے ہوئی؟ کہا: ایک دن یہ عود لئے گانا گا رہی تھی دفعۃً عود توڑ کر کھڑی ہو گئی اور رونے چلّانے لگی۔ میں نے اس کو کسی سے محبت کی تہمت لگائی لیکن جب میں نے تفتیش کی تو اس کی کوئی علامت و نشانی نہ پائی۔ میں نے لونڈی سے پوچھا کیا ایسا ہی معاملہ ہے تو اس نے کچھ اشعار کہے:

خَاطَبَنِیَ الْوَعْظُ مِنْ جَنَانِیْ وَکَانَ وَعْظِیْ عَلٰی لِسَانِیْ

قَرَّبَنِیْ مِنْهُ بَعْدَ بُعْدٍ وَخَصَّنِیَ اللهُ وَاصْطَفَانِیْ

اَجِبْتُ لَمَّا دُعِیْتُ طَوْعًا مُلَبِّیًا لِلَّذِیْ دَعَانِیْ

وَخِفْتُ مِمَّا جَنَیْتُ قِدَمًا فَوَقَعَ الْحُبُّ بِالْاَمَانِیْ

ترجمہ:(۱)...مجھے میرے دل کی نصیحت نے مخاطب کیا جبکہ میری نصیحت میری زبان پر تھی (۲)...اس قلبی نصیحت نے مجھے میرے ربّ سے قریب کیا اور میرے ربّ نے مجھے خاص کیا اور چن لیا۔(۳)...جب میں بلائی گئی تو میں بلانے والے کو لَبَّیْك کہتے ہوئے بخوشی حاضر ہو گئی۔(۴)...اور مجھے گزشتہ گناہوں پر خوف تھا مگر محبت نے خوف دفع کر کے آرزوؤں میں ڈال دیا۔

حضرت سیِّدُنا سری سقطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں نے لونڈی کے مالک سے کہا: تم اس لونڈی کو چھوڑ دو میں

اس کی قیمت دوں گا۔ اُس نے ایک چیخ ماری اور کہا: اے سری! تم کہاں سے 20 ہزار درہم لاؤ گے۔ میں نے اُس سے کہا: جلدی نہ کرو تم یہیں ٹھہرو میں اس کی قیمت لاتا ہوں۔ میں وہاں سے لوٹا تو آنکھوں سے آنسو جاری اور دل غمگین تھا اور بخدا! میرے پاس لونڈی کی قیمت کا ایک درہم بھی نہ تھا۔ میں رات دیر تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا مانگتا رہا، ابھی میں دعا میں مصروف تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی، میں نے دروازہ کھولا تو ایک شخص چھ غلاموں کے ہمراہ اندر داخل ہو گیا جن کے ہاتھ میں 50 ہزار درہم کے پانچ توڑے تھے۔ اُس نے مجھ سے کہا: اے سری! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ اُس نے کہا: میں احمد بن مثنی ہوں۔ میں سویا ہوا تھا کہ ہاتف غیبی کی آواز آئی: اے احمد! درہموں سے بھری پانچ تھیلیاں سری کو دے آؤ۔ میں یہ سن کر سجدہ شکر بجالایا اور فجر طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگا اور نماز فجر کے بعد میں احمد بن مثنی کا ہاتھ پکڑ کر پاگل خانے چلا گیا وہاں جیسے ہی میری لونڈی کے مالک سے ملاقات ہوئی تو وہ رونے لگا۔ میں نے اُس سے کہا: گھبرانے کی ضرورت نہیں میں لونڈی کی قیمت لے آیا ہوں اور 10 ہزار درہم تمہیں مزید دوں گا۔ اُس نے کہا: بخدا! میں لونڈی کو فروخت نہیں کروں گا۔ میں نے کہا: میں مزید قیمت دینے کو بھی تیار ہوں۔ اُس نے کہا: اگر تم تمام دنیا بھی اس کے عوض دو گے تو بھی میں قبول نہیں کروں گا اور میں اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آزاد کرتا ہوں۔

یہ دیکھ کر میں نے تعجب کیا اور اُس سے کہا: کل تو تم ایسی باتیں نہیں کر رہے تھے؟ اُس نے کہا: اے میرے سردار! مجھے عار نہ دلاؤ میرے لیے وہ تنبیہ و جھڑک ہی کافی ہے جو مجھے کی گئی ہے۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میرا تمام مال اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں صدقہ ہے اور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ آپ مجھے اپنی صحبت سے دور نہ کیجئے گا۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ پھر میں نے احمد بن مثنی کو دیکھا کہ وہ رو رہا ہے۔ میں نے اُس سے پوچھا: تم کیوں رو رہے ہو؟ کہا: اے میرے شیخ! میرے مولیٰ نے جس کام کے لئے مجھے مامور کیا اُسے قبول نہ کیا اور میرا مال مجھے واپس کر دیا آپ گواہ ہو جائیں میں اپنا تمام مال راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہوں اور میں اپنے تمام غلام اور باندیوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آزاد کرتا ہوں۔ میں نے کہا: یہ لونڈی بڑی بابرکت ہے۔ پھر ہم نے اُس کے گلے سے طوق اور پاؤں سے بیڑیاں نکالیں اور اسے پاگل خانے سے باہر نکالا۔ اُس نے پردے میں جا کر پہنے ہوئے کپڑے اتارے، اونی کرتا اور بالوں کی اوڑھنی پہنی اور وہاں سے چلی گئی۔ میں، لونڈی کا مالک اور ابن مثنی بیتُ اللہ کے ارادے سے چل پڑے۔ راستے میں ابن مثنی کا انتقال ہو گیا جبکہ میں اور لونڈی کا مالک مکۂ مکرمہ پہنچ گئے۔ ایک دن ہم وہاں طواف کعبہ میں مشغول تھے کہ کسی کی آواز سنی دیکھا تو وہ ایک کمزور عورت

تھی۔ اُس نے مجھے دیکھا تو سلام کیا میں نے سلام کا جواب دیا اور اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اُس نے کہا: جاننے کے بعد اب انجان ہوگئے ہیں۔ میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ تو وہی خدا سے ڈرنے والی بابرکت لونڈی ہے۔ میں نے اُس سے پوچھا: خلقِ خدا سے جُدا ہونے کے بعد تمہیں حق تعالیٰ سے کیا فائدہ پہنچا۔ کہا: اُس نے مجھے اپنے قرب سے اُنسیت اور اپنے غیر سے وحشت دی۔ پھر وہ خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا: اے میرے معبود! کب تک تو مجھے ایسے گھر میں رکھے گا جہاں میرا کوئی اَنیس نہیں، میرا شوق تیری طرف بڑھ گیا ہے، اب تو مجھے اپنی طرف بلا لے۔ پھر اس نے ایک سسکی لی اور گر پڑی اور اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس کے آقا نے جب اسے مردہ دیکھا تو رونے لگا اور بار بار وہی دعا مانگنے لگا یہاں تک کہ وہ بھی گر پڑا اور اس کی روح بھی قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

اسرائیلی عابد اور بادل:

منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار شخص زُہد و تقویٰ سے مشہور تھا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُس کے لئے بادل مُسَخّر کیا ہوا تھا جو اُس کے ساتھ چلتا تھا۔ ایک دن اُس نے عبادت میں سستی و کاہلی کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بادل کو اس سے دور اور اسے مقبولیت سے محروم کر دیا۔ یہ دیکھ کر وہ بہت غمگین اور دکھی ہوا اور اپنے کھوئے ہوئے مقام کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے خوب گریہ وزاری کرنے لگا۔ جب اس کا رنج و غم طویل ہو گیا تو ایک رات وہ اُٹھا نماز پڑھی اور روتے ہوئے گڑ گڑا کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کی اور پھر سو گیا۔ خواب میں اسے کہا گیا کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بادل کو تم پر لوٹا دے تو فلاں شہر میں جاؤ اور وہاں کے بادشاہ سے اپنے لئے دعا کا کہو۔ وہ اسرائیلی عابد طویل مسافت طے کرتے ہوئے خواب میں بتائے گئے شہر تک پہنچتا ہے اور وہاں کسی سے بادشاہ کے محل کا راستہ پوچھ کر بادشاہ کے محل کے دروازے تک پہنچ جاتا ہے۔ وہاں پہنچ کر دیکھتا ہے کہ ایک غلام سونے کی ایک بڑی کرسی پر جو موتیوں اور جواہرات سے آراستہ ہے بیٹھا ہوا ہے اور لوگ اُس سے اپنی حاجتوں کا سوال کر رہے ہیں اور وہ لوگوں کو واپس کر رہا ہے۔ وہ اسرائیلی عابد اُس کے پاس جاتا ہے اور اسے سلام کرتا ہے۔ غلام اس سے کہتا ہے: تم کہاں سے آئے ہو اور تمہیں کیا کام ہے؟ اسرائیلی عابد کہتا ہے: میں ایک دور دراز شہر سے آیا ہوں اور مجھے بادشاہ سے ملنا ہے۔ غلام کہتا ہے: تم بادشاہ سے آج نہیں مل سکتے اور تمہیں جو کام ہے مجھے بتاؤ مجھ سے ہو سکا تو میں کر دیتا ہوں۔ اسرائیلی عابد نے کہا: میرا کام صرف بادشاہ ہی کر سکتا ہے۔ غلام نے کہا: بادشاہ صرف جمعہ کے دن ہی لوگوں سے ملتا ہے لہٰذا تم ابھی جاؤ اور جمعہ کے دن آنا۔ اسرائیلی عابد وہاں

سے لوٹ کر مسجد آجاتا ہے اور وہیں ٹھہر کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو دور رکھنے کے سبب بادشاہ کو معیوب جانتا ہے۔ جب جمعہ کا دن آتا ہے تو وہ اسرائیلی عابد محل کے پاس آجاتا ہے جہاں وہ دروازے پر بہت سارے لوگوں کو دیکھتا ہے جو دربار میں داخل ہونے کی اجازت کے منتظر ہوتے ہیں۔ جیسے ہی وزیر محل سے باہر نکلتا ہے لوگوں کو اندر جانے کی اجازت مل جاتی ہے اور وہ اسرائیلی عابد بھی دیگر لوگوں کے ساتھ محل میں داخل ہو جاتا ہے۔ محل میں داخل ہو کر وہ دیکھتا ہے کہ بادشاہ اور اس کے سامنے اس کے اراکین سلطنت اپنے اپنے مراتب کے مطابق بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک شخص باری باری لوگوں کو بادشاہ کے پاس بلاتا ہے اور جب اس اسرائیلی عابد کا نمبر آتا ہے تو بادشاہ اسے دیکھ کر کہتا ہے: اے بادل والے! خوش آمدید تم ابھی بیٹھ جاؤ، لوگوں کی حاجات پوری کر کے میں تم سے ملتا ہوں۔

اسرائیلی عابد یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے چنانچہ جب بادشاہ لوگوں کی حاجتوں سے فارغ ہو جاتا ہے تو وہ اپنی مجلس سے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور اسرائیلی عابد کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ محل میں لے آتا ہے اور چلتے ہوئے محل کی ایک دہلیز تک آجاتا ہے جہاں صرف ایک غلام ہی اس کے ہمراہ ہوتا ہے۔ دہلیز عبور کر کے جب بادشاہ دروازے تک پہنچتا ہے تو اسرائیلی عابد یہ دیکھتا ہے کہ دروازہ کھجور کی ٹہنی کا ہے، اندر عمارت خستہ حال اور دیواریں جھکی ہوئی ہیں اور کھجور کی ایک بوسیدہ چٹائی بچھی ہوئی ہے۔ بادشاہ جب وہاں پہنچتا ہے تو اپنا شاہانہ لباس اتار کر پیوند لگا اونی لباس پہن لیتا ہے اور سر پر بالوں کی ٹوپی رکھ لیتا ہے اور اپنے ساتھ اسرائیلی عابد کو بھی بٹھالیتا ہے۔ پھر وہ اپنی زوجہ کو پکار کر کہتا ہے: اے فلانی! کیا تم جانتی ہو آج ہمارا مہمان کون ہے؟ وہ کہتی ہے: جی ہاں آپ کا مہمان بادل والا عابد ہے۔ پھر بادشاہ اسے کسی کام کے لئے بلاتا ہے جیسے ہی وہ سامنے آتی ہے اسرائیلی عابد دیکھتا ہے کہ وہ ایک خشک مشکیزے کی طرح کمزور نو عمر دوشیزہ ہے جس نے بالوں کا بنا صوفیانہ لباس پہنا ہوا ہے۔ بادشاہ اسرائیلی عابد کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے: اے میرے بھائی! ہم تجھے اپنا حال بتائیں یا تیری حاجت پوری کر کے تجھے لوٹا دیں۔ اسرائیلی عابد نے کہا: آپ دونوں کی حالت نے مجھے اُس چیز سے غافل کر دیا ہے جس کے سبب میں یہاں آیا ہوں۔ بادشاہ نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ بخوبی جانتا ہے کہ یہ بادشاہت میرے خاندان میں نسل در نسل چلی آرہی ہے اور جب میں بادشاہ بننے لگا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میرے دل میں دنیا اور اہل دنیا سے نفرت ڈال دی لہٰذا میں نے یہ چاہا کہ سیاحت اختیار کر لوں اور لوگوں کو چھوڑ دوں کہ وہ خود ہی اپنے لئے کسی ایسے شخص کو مقرر کر دیں جو ان پر حکمرانی کرے پھر مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں لوگ فتنہ میں نہ پڑ جائیں، دین کو ضائع نہ کر دیں اور اس میں کوئی تبدیلی نہ لے آئیں۔ چنانچہ

میں نے لوگوں کی بیعت کو نہ چاہتے ہوئے بھی قبول کیا اور ان کے معاملات کو ایسے ہی رکھا جس طرح پہلے تھے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔ میں نے دروازوں پر مسلح غلام اس لئے بٹھائے تاکہ شریر لوگ مرعوب رہیں اور میں نے محل کی زیب وزینت کو اس کے حال پر باقی رکھا اور اس میں ایک دروازہ نکالا جس سے ہو کر تم اس خستہ حال مکان تک پہنچے ہو اور میں یہاں آکر شاہی لباس اتار دیتا ہوں اور جو لباس پہنا ہوا ہے اسے پہن لیتا ہوں۔ کھجور کے پتوں کی ٹوکریاں بنا کر اور اسے فروخت کر کے میں اور میری بیوی گزر بسر کرتے ہیں۔ میری یہ بیوی جسے تم نے دیکھا ہے یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس نے بھی میری طرح دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی ہوئی ہے اور مجاہدہ کرتے کرتے یہ سوکھے ہوئے مشکیزے کی طرح کمزور ہو گئی ہے۔ لوگ ہمارے بارے میں نہیں جانتے اور میں نے اپنا ایک نائب بھی مقرر کر رکھا ہے جو جمعہ کے علاوہ میری نیابت کرتا ہے اور میں یہ جانتا ہوں کہ مجھ سے رعایا کے معاملے کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا لہٰذا میں نے لوگوں کے لئے جمعہ کا دن مقرر کیا ہے جس میں، میں ان کے مقدمات کا تصفیہ کرتا ہوں اور ایک عرصے سے میں ایسا کرتا آرہا ہوں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے تم یہیں ٹھہرو ہم ٹوکریاں بیچ کر اس کی قیمت سے کھانے کا بندوبست کرتے ہیں، تم افطار ہمارے ساتھ کرنا اور رات ہمارے پاس ٹھہر کر صبح چلے جانا۔ دن ختم ہونے لگا تو ایک ادھیڑ عمر غلام آیا بادشاہ اور اس کی بیوی نے جو ٹوکریاں بنائی تھیں انہیں لے جا کر بازار میں فروخت کر دیا اور اس کی قیمت سے روٹی اور لوبیا خرید لیا اور جو پیسے باقی بچ گئے اس سے ٹوکری بنانے کے لئے کھجور کے پتے خرید لایا۔ مغرب ہوئی اسرائیلی عابد نے ان کے ساتھ افطار کیا اور رات ان کے پاس گزاری۔ جب نصف رات گزر گئی تو بادشاہ اور اس کی بیوی نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور سحری کے وقت تک گریہ وزاری کرتے رہے پھر جب سحر کا وقت ہوا تو بادشاہ نے یہ دعا کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیرا یہ بندہ تجھ سے بادل کو لوٹانے کا کہتا ہے اور تو نے ہی اسے ہمارے پاس بھیجا ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس پر بادل کو لوٹا دے، بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔ بادشاہ کی دعا پر اس کی بیوی نے آمین کہا تو اسی وقت آسمان پر ایک بادل ظاہر ہو گیا۔ بادشاہ نے اسرائیلی عابد سے کہا: تمہیں مبارک ہو تمہاری حاجت جلد پوری ہو گئی۔ اسرائیلی عابد نے انہیں الوداع کہا اور بادل کے ساتھ وہاں سے لوٹ آیا۔ اسرائیلی عابد کا کہنا ہے کہ اس کے بعد میں نے جب بھی ان کے وسیلے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کچھ مانگا اس نے مجھے عطا کیا۔

جان کا نذرانہ پیش کرنے والا حاجی:

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: میں حج کے ارادے سے مکہ معظمہ کی جانب نکلا۔ راستے

میں ایک نوجوان دیکھا جو بالکل خاموش تھا اور زبان سے اُسے میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے نہیں سنا۔ رات ہوئی تو اُس نوجوان نے آسمان کی طرف اپنا منہ اٹھایا اور کہا: اے وہ پاک ذات جس کو بندوں کی اطاعت سے خوشی ہوتی ہے اور بندوں کے گناہوں سے کچھ نقصان نہیں ہوتا! مجھے وہ چیز عطا فرما جس سے تجھے خوشی ہو اور میرے گناہ جو تجھے نقصان نہیں پہنچاتے بخش دے۔ پھر میں نے اُس نوجوان کو ذُوالْحُلَیْفَہ میں دیکھا کہ اُس نے احرام پہنا ہوا ہے لوگ تلبیہ کہہ رہے ہیں لیکن وہ تلبیہ نہیں کہہ رہا۔ میں نے یہ خیال کیا کہ یہ شخص علم سے ناواقف ہے لہٰذا میں اس سے قریب ہوا اور اس سے کہا: اے نوجوان تم تلبیہ کیوں نہیں کہتے؟ اس نے کہا: اے شیخ میرا تلبیہ مجھے میرے سابقہ گناہوں اور لکھے ہوئے جرائم سے نہیں بچا سکتا۔ مجھے ڈر ہے کہ میں کہوں "لَبَّیْكَ" اور وہ فرمادے "تیری لَبَّیْكَ قبول ہے نہ سَعْدَیْكَ اور نہ ہی میں تیرا کلام سنوں اور نہ تیری طرف دیکھوں۔" میں نے اُس سے کہا: ایسا نہ کہو اللہ عَزَّوَجَلَّ حلیم ہے، جب وہ ناراض ہوتا ہے تو راضی بھی ہو جاتا ہے اور جب راضی ہوتا ہے تو ناراض نہیں ہوتا۔ یہ سُن کر نوجوان نے کہا: اے شیخ! کیا آپ ہی نے مجھے "تَلْبِیَہ" کا کہا تھا؟ میں نے کہا: ہاں۔ وہ نوجوان جلدی سے زمین پر لیٹ گیا اور اپنا ایک گال مٹی پر رکھا اور دوسرے گال پر پتھر رکھ دیا اور روتے ہوئے کہا: لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ یعنی میں حاضر ہوں، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ میں تیرے لئے حاضر ہوں۔ اور کہا: میں تیرے لئے عاجزی وانکساری کرتا ہوں۔ تھوڑی دیر وہ اسی طرح رہا پھر چلا گیا اس کے بعد میں نے اُسے منٰی میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا تھا: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! لوگوں نے قربانیاں کیں اور تجھ سے تقرب حاصل کیا اور میرے پاس اپنی جان کے علاوہ کچھ نہیں جس سے میں تیرا تقرب حاصل کروں۔ میں اس جان ہی کو تیری بارگاہ میں نذر کرتا ہوں تو اس کو قبول فرما پھر اُس نے ایک چیخ ماری اور زمین پر گرا اور اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر:

منقول ہے کہ شہر بغداد میں ابوعبداللہ اُندلسی نامی ایک بزرگ تھے جو تمام اہلِ عراق کے شیخ تھے۔ انہیں تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی 30 ہزار احادیثِ مبارکہ حفظ تھیں اور وہ تمام روایتوں سے قراءت کرنا جانتے تھے۔

ابوعبداللہ اُندلسی ایک مرتبہ اپنے اصحاب کے ساتھ سیر وسیاحت کے لئے روانہ ہوئے جن میں حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی اور حضرت سیِّدُنا ابوبکر شبلی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا وغیرہ مشائخِ عراق بھی شامل تھے۔ حضرت سیِّدُنا ابوبکر شبلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ ہم ابوعبداللہ اُندلسی کی صحبت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عنایت سے سفر کرتے رہے یہاں تک کہ

کفار کے شہروں میں سے ایک شہر میں پہنچے۔ وہاں پہنچ کر ہم نے وضو کے لئے پانی تلاش کیا لیکن نہ مل سکا۔ پانی کی تلاش میں ہم اس شہر میں گھومنے لگے تو اس میں ہم نے گرجے دیکھے جن میں گرجا کے خادم، پادری اور تارک الدنیا نصرانی موجود تھے جو کہ بتوں اور صلیبوں کی عبادت کر رہے تھے، یہ دیکھ کر ہمیں ان لوگوں اور ان کی عقلوں پر تعجب ہوا۔

آخر کار ہم شہر کے کنارے پر موجود ایک کنویں پر پہنچے، اس کنویں پر کئی لڑکیاں موجود تھیں جو پانی نکال رہی تھیں اور ان کے درمیان ایک خوبصورت چہرے والی لڑکی تھی جس کے گلے میں سونے کے ہار تھے اور ان لڑکیوں میں اس سے زیادہ حسن و جمال والی کوئی نہ تھی۔ اس لڑکی کو دیکھ کر شیخ ابو عبد اللہ اندلسی کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا اور انہوں نے پوچھا: یہ کس کی بیٹی ہے؟ جواب دیا گیا کہ اس شہر کے بادشاہ کی بیٹی ہے۔ شیخ نے کہا: اس کا باپ اس کا خیال کیوں نہیں رکھتا اور اسے پانی بھرنے کی تکلیف کیوں دیتا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس کا باپ ایسا اس لئے کرتا ہے تاکہ جب اس کی شادی ہو تو یہ اپنے شوہر کی عزت و خدمت کرے اور بادشاہ کی بیٹی ہونے پر فخر نہ کرے۔

اس کے بعد شیخ ابو عبد اللہ اُندلسی سر جھکا کر وہیں بیٹھ گئے اور تین دن اس طرح گزارے کہ نہ تو کچھ کھاتے پیتے تھے اور نہ ہی کسی سے بات چیت کرتے تھے البتہ فرض نماز ادا کرتے تھے۔ تمام مشائخ ان کے سامنے کھڑے تھے اور کسی کو سمجھ نہ پڑتی تھی کہ کیا کیا جائے۔ حضرت سیِّدُنا ابو بکر شبلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ آخر میں نے آگے بڑھ کر عرض کی: یا سیّدی! آپ کے اصحاب اور مریدین تین دن سے آپ کی خاموشی پر متعجب ہیں جبکہ آپ کسی سے بھی کلام نہیں کر رہے۔ میری بات سن کر شیخ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے لوگو! جان لو کہ میں نے کل جو لڑکی دیکھی تھی میں اس کی محبت میں گرفتار ہو چکا ہوں اور اب میں اس شہر سے نہیں جا سکتا۔

حضرت سیّدُنا ابو بکر شبلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی: یا سیّدی! آپ اہلِ عراق کے شیخ ہیں، تمام شہروں میں زُہد و تقویٰ کے حوالے سے مشہور ہیں اور آپ کے مریدوں کی تعداد بارہ ہزار ہے۔ آپ کو قرآنِ پاک کی حرمت کا واسطہ ہے کہ ہمیں اور انہیں رُسوا نہ فرمائیں۔ شیخ نے جواب دیا: اے لوگو! اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے اور میں عدم کے سمندر میں گر چکا ہوں، ولایت کا لباس مجھ سے چھین لیا گیا ہے اور ہدایت کے نشانات مجھ سے اُٹھا لئے گئے ہیں۔ اس کے بعد شیخ نے بہت گریہ وزاری کی اور کہا: اے لوگو! واپس چلے جاؤ کیونکہ قضا و قدر نافذ ہو چکی ہے۔ شیخ کے معاملے پر ہمیں بہت تعجب ہوا اور ہم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کی کہ ہمیں اپنی خفیہ تدبیر سے پناہ عطا فرمائے۔ اس کے بعد

ہم بھی روئے اور شیخ بھی روئے یہاں تک کہ مٹی تر ہو گئی۔

اب ہم شیخ کو وہیں چھوڑ کر بغداد کی طرف واپس آئے تو عام لوگ اور شیخ کے مریدین ان کی زیارت کے لئے جمع ہو گئے، جب لوگوں نے شیخ کو نہ دیکھا تو ان کے بارے میں سوال کیا۔ ہم نے لوگوں کے سامنے تمام واقعہ بیان کیا تو ان کے مریدین میں سے کافی لوگ غم و افسوس کے باعث مر گئے جبکہ دیگر لوگ رونے لگے اور گڑگڑا کر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرنے لگے کہ شیخ کو ان کے پاس واپس پہنچا دے۔ بغداد میں موجود مدارس، خانقاہیں اور آستانے بند کر دیے گئے اور شیخ کے واقعے سے لوگوں کو بہت زیادہ غم پہنچا۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر شبلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ پورا ایک سال گزرنے کے بعد میں اپنے چند اصحاب کے ہمراہ شیخ کی خبر لینے کے لئے روانہ ہوا اور اس شہر میں پہنچ کر لوگوں سے شیخ کے بارے میں دریافت کیا۔ ہمیں بتایا گیا کہ وہ جنگل میں خنزیر چرا رہے ہیں۔ ہم نے اس کا سبب پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ شیخ نے اس لڑکی کے باپ کو شادی کا پیغام دیا تو اس نے کہا کہ وہ صرف اس کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کرے گا جو اس کے دین (یعنی عیسائیت) پر ہو، چوغہ پہنے، زنار باندھے، گرجا گھر کی صفائی کرے اور خنزیر چرائے۔ شیخ نے یہ سب کچھ کیا اور ابھی وہ جنگل میں خنزیر چرا رہے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر شبلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ یہ سن کر ہمارے دل پھٹنے لگے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ ہم شیخ کو دیکھنے کے لئے گئے تو وہ خنزیروں کے سامنے کھڑے تھے۔ جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو سر جھکا لیا، ان کے سر پر عیسائیوں کی مخصوص ٹوپی تھی، سینے پر زنار بندھا ہوا تھا اور وہ اس عصا پر ٹیک لگا کر کھڑے تھے جس کے سہارے وہ محراب میں کھڑے ہوتے تھے۔ ہم نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا ہم نے کہا: اے شیخ! وہ کیا تھا اور یہ کیا ہے؟ ان احادیث اور علوم کے بعد یہ غم اور پریشانیاں کیا ہیں؟

شیخ نے کہا: اے میرے بھائیو اور پیارو! میرے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں ہے، میرے آقا نے جس طرح چاہا مجھ میں تصرف فرمایا اور جب چاہا مجھے اپنے دروازے سے دور کر دیا حالانکہ اس سے پہلے میں اس کے احباب میں شامل تھا۔ اے اللہ سے محبت کرنے والو! اس کے روکنے اور دور کرنے سے ڈرتے رہو اور اے اہلِ محبت و صفا! قطع تعلقی اور بے وفائی سے بچتے رہو۔ اس کے بعد شیخ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا: اے میرے مالک و مولا! تیرے بارے میں میرا یہ گمان نہیں تھا۔ پھر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے فریاد کرنے اور رونے لگے اور کہا: اے شبلی! دوسروں سے نصیحت حاصل کرو۔

حضرت سیّدُنا ابو بکر شبلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے بلند آواز سے ندا فرمائی! اے اللہ! تجھی سے مدد طلب کی جاتی ہے، تیری ہی بارگاہ میں فریاد کی جاتی ہے اور تجھ پر ہی ہمارا بھروسا ہے، اپنے حلم سے اس مصیبت کو ہم سے دور فرمادے کیونکہ ہم ایسی مصیبت میں گرفتار ہیں جسے تیرے علاوہ کوئی دور نہیں کر سکتا۔ جب خنزیروں نے ان کا رونا دھونا اور چیخ و پکار سنی تو وہ ان کے پاس آکر مٹی پر لوٹنے لگے اور انہوں نے ایک ایسی چیخ ماری جس سے پہاڑ گونج اٹھے۔ حضرت سیّدُنا ابو بکر شبلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ اس وقت مجھے ایسا لگا جیسے قیامت قائم ہو چکی ہے، اس کے بعد شیخ زار و قطار رونے لگے۔ حضرت سیّدُنا ابو بکر شبلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے ان سے فرمایا: کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ ہمارے ساتھ بغداد واپس چلیں۔ شیخ نے جواب دیا: بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ دلوں پر حکومت کرنے کے بعد میں نے خنزیر چرائے ہیں۔

میں نے کہا: اے شیخ! آپ قرآنِ پاک کے حافظ تھے اور اسے سات قسم کی قراءتوں سے پڑھتے تھے، کیا اب بھی آپ کو قرآنِ پاک کا کچھ حصہ یاد ہے؟ شیخ نے جواب دیا: میں قرآنِ پاک کو مکمل طور پر بھول چکا ہوں البتہ مجھے دو آیات یاد ہیں۔ میرے پوچھنے پر شیخ نے بتایا: ایک تو یہ آیت:

وَ مَنۡ یُّہِنِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنۡ مُّکۡرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَفۡعَلُ مَا یَشَآءُ ﴿ؕ۱۸﴾ (پ۱۷، الحج:۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے اللہ ذلیل کرے اُسے کوئی عزت دینے والا نہیں بے شک اللہ جو چاہے کرے۔

اور دوسری:

وَ مَنۡ یَّتَبَدَّلِ الۡکُفۡرَ بِالۡاِیۡمَانِ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ ﴿۱۰۸﴾ (پ۱، البقرۃ:۱۰۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو ایمان کے بدلے کفر لے وہ ٹھیک راستہ (سے) بہک گیا۔

میں نے کہا: اے شیخ! آپ کو سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی 30 ہزار احادیث یاد تھیں، کیا اب بھی ان میں سے کوئی حدیث یاد ہے؟ شیخ نے کہا: صرف ایک حدیث یاد ہے: مَنْ بَدَّلَ دِیْنَہٗ فَاقْتُلُوْہُ یعنی جو اپنا دین تبدیل کرے (یعنی مرتد ہو جائے) تو اسے قتل کر دو۔[1]

حضرت سیّدُنا ابو بکر شبلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ ہم شیخ کو وہیں چھوڑ کر واپس آگئے اور ہم ان کی حالت پر حیران تھے۔ تین دن تک سفر کرنے کے بعد ہم ایک نہر پر پہنچے تو دیکھا کہ شیخ اس نہر سے غسل کر کے ہمارے سامنے ظاہر

1 ... بخاری، کتاب الجہاد، باب لا یعذب بعذاب اللّٰہ، ۲/ ۳۱۵، حدیث: ۳۰۱۷

ہوئے، کلمۂ شہادت پڑھا اور پھر سے دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ جب ہم نے شیخ کو اس حالت میں دیکھا تو خوشی ومسرت کے باعث ہمیں اپنے اوپر قابو نہ رہا، شیخ نے ہمیں دیکھ کر کہا: اے لوگو! مجھے پاک کپڑے دو۔ ہم نے شیخ کو کپڑے دیئے تو انہیں پہن کر انہوں نے نماز ادا فرمائی اور بیٹھ گئے۔

ہم نے شیخ سے کہا: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے آپ کو ہمارے پاس واپس پہنچا دیا اور ہمیں جمع فرما دیا، آپ پر جو گزری وہ ہمیں بیان فرمادیں۔ شیخ نے کہا: جب تم لوگ میرے پاس سے واپس گئے تو میں نے پرانی محبت کے طفیل اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کی اور عرض گزار ہوا: اے میرے مولا! میں گناہ گار اور خطاکار ہوں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے معاف فرمادیا اور اپنے پردے سے مجھے ڈھانپ دیا۔

ہم نے شیخ سے کہا: ہم آپ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا واسطہ دے کر پوچھتے ہیں، کیا آپ کی اس مصیبت کا کوئی سبب تھا؟ شیخ نے کہا: ہاں، جب ہم اس شہر میں پہنچے تھے اور تم لوگ گرجاگھروں کا دورہ کر رہے تھے تو میں نے اپنے دل میں کہا تھا کہ میرے مقابلے میں ان لوگوں کا کیا مقام ہے، میں تو مومن اور مُوَحِّد ہوں۔ اسی وقت میرے باطن میں یہ بات ڈالی گئی کہ ”یہ سب کچھ تیری طرف سے نہیں ہے، اگر تم چاہو تو ہم تمہیں اس کی پہچان کروادیں۔“ پھر مجھے محسوس ہوا کہ میرے دل میں سے ایک پرندہ اڑ کر نکل گیا اور وہ پرندہ ایمان تھا۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر شبلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ شیخ کی واپسی پر ہم بہت زیادہ خوش ہوئے اور جس دن ہم بغداد واپس پہنچے اس دن لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد جمع ہوئی۔ مدارس، خانقاہیں اور آستانے کھول دیے گئے، شیخ سے ملاقات کے لئے خلیفہ بھی حاضر ہوا اور ان کی خدمت میں تحائف پیش کئے، چالیس ہزار افراد علم کی باتیں سننے کے لئے شیخ کے پاس جمع ہوتے اور ایک مدت تک یہی حال رہا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھولا ہوا قرآن اور احادیثِ مبارکہ بھی شیخ کو واپس عنایت فرمادیں اور اس میں مزید اضافہ فرمادیا۔

ایک دن نمازِ فجر کے بعد ہم شیخ کی خدمت میں حاضر تھے کہ کسی نے خانقاہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دیکھا تو ایک شخص سیاہ لباس میں لپٹا ہوا کھڑا تھا۔ میں نے پوچھا: تمہیں کس سے ملنا ہے؟ اس نے کہا: اپنے شیخ سے کہو کہ آپ جس رومی لڑکی کو فلاں شہر میں چھوڑ کر آئے تھے وہ آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوئی ہے۔ میں نے جا کر شیخ کو یہ پیغام دیا تو ان کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا اور وہ بے چین ہو گئے، پھر حکم دیا کہ اسے اندر لایا جائے۔ جب وہ شیخ کی خدمت میں حاضر

ہوئی توزار و قطار رونے لگی، شیخ نے دریافت فرمایا: کیسے آنا ہوا اور تمہیں یہاں تک کس نے پہنچایا؟

لڑکی نے جواب دیا: یا سیّدی! جب آپ ہمارے شہر سے واپس چلے گئے اور مجھے اس کی خبر ملی تو اس رات مجھے سکون حاصل نہ ہوا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے کہہ رہا ہے: اگر تم مومن بننا چاہتی ہو تو بتوں کی عبادت چھوڑ کر اس شیخ کی پیروی کرو اور اس کے دین میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا: ان کا دین کیا ہے؟ جواب ملا: دینِ اسلام۔ میں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ تو خواب میں آنے والے نے بتایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں۔

میں نے پھر سوال کیا کہ میں شیخ تک کیسے پہنچ سکتی ہوں؟ اس شخص نے کہا: اپنی آنکھیں بند کر لو اور اپنا ہاتھ مجھے پکڑا دو۔ میں نے ایسا ہی کیا، وہ شخص مجھے لے کر تھوڑا سا چلا اور پھر کہا: اپنی آنکھیں کھول دو، میں نے آنکھیں کھولیں تو میں دریائے دجلہ کے کنارے موجود تھی۔ اس شخص نے کہا: فلاں خانقاہ میں جاؤ، شیخ کو میرا اسلام پہنچانا اور ان سے کہنا کہ آپ کا بھائی خضر آپ کو سلام کہتا ہے۔

شیخ نے اس لڑکی کو اپنے پڑوس میں جگہ دی اور فرمایا: یہاں رہ کر عبادت کرو۔ وہ لڑکی اپنے زمانے کی بہت بڑی عبادت گزار تھی، دن کو روزہ رکھتی اور رات کو قیام کرتی یہاں تک کہ اس کا جسم کمزور اور چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، پھر وہ مرض الموت میں مبتلا ہو کر مرنے کے قریب ہو گئی لیکن شیخ نے اسے نہ دیکھا تھا۔ اس لڑکی نے لوگوں سے کہا: شیخ سے کہو کہ میری موت سے پہلے میرے پاس تشریف لائیں۔ جب شیخ تک یہ پیغام پہنچا تو وہ اس کے پاس تشریف لائے، لڑکی انہیں دیکھ کر رونے لگی تو شیخ نے ارشاد فرمایا: روؤ مت، کل قیامت کے دن جنت میں ہم اکٹھے ہوں گے۔ اس کے بعد اس لڑکی کا انتقال ہو گیا اور اس کی وفات کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد شیخ بھی اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

حضرت سیّدُنا ابو بکر شبلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ میں نے شیخ کو خواب میں دیکھا کہ 70 حوروں کے ساتھ ان کا نکاح ہوا ہے اور سب سے پہلے ان کا نکاح اسی لڑکی کے ساتھ ہوا اور وہ دونوں ان حضرات کے ساتھ ہیں جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فضل کیا یعنی انبیا، صدیق، شہدا اور نیک لوگ، یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کافی ہے جاننے والا۔

باب نمبر32:

فساق وفجار کی بے حیائیاں اور برائیاں

حضرت سیِّدُنا نَوّاس بن سَمعان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: قیامت سے پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک خوشبو دار ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جو تمام اہلِ ایمان کی روح قبض کرلے گی اور زمین پر صرف مخلوق میں سے بدترین افراد باقی رہیں گے جو گدھوں کی طرح کھلے عام جفتی کریں گے اور انہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔(1)

بُرا آدمی کون؟

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے فرمایا: کسی شخص کے برا ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ خود نیک نہ ہو اور پھر بھی نیک لوگوں کی برائیاں کرتا پھرے۔

برائی کو بھلائی ختم کرتی ہے:

حضرت سیِّدُنا حکیم لقمان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے میرے بیٹے! جو شخص یہ کہتا ہے کہ بُرائی کو بُرائی دور کرتی ہے وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اگر وہ سچا ہے تو دو آگ روشن کرے اور تجربہ کرلے کہ کیا ایک آگ دوسری کو بجھاتی ہے۔ برائی کو تو بھلائی دور کرتی ہے جیسا کہ آگ کو پانی بجھاتا ہے۔

شیطان کی دعوت پر لَبَّیْك کہنے والا:

کسی شخص نے ایک بُرے آدمی کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا: وہ تقویٰ کے لباس سے خالی ہے، ہدایت کے نشانات کو اس سے مٹادیا گیا ہے، نہ تو غور و تفکر اسے کسی بُرائی سے روکتا ہے اور نہ ہی وہ محاسبے کے خوف کے باعث ان کاموں سے باز آتا ہے اور وہ دین کے بنیادی اصولوں کو ضائع کرنے والا اور شیطان کی دعوت پر لَبَّیْك کہنے والا ہے۔

منقول ہے کہ جو شخص دل میں آنے والی ہر بات پر عمل کر گزرتا ہو وہ ایسے انجام کو پہنچے گا جو اسے ناپسند ہے۔

مکروہ چھوڑ کر حرام کرنے والا:

منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی لونڈی کے ساتھ زنا کرکے اسے حاملہ کردیا۔ لوگوں نے اس سے کہا: اے دُشمنِ خدا!

1 ...مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال... الخ، ص ۱۵۷۰، حدیث: ۲۹۳۷

اگر تم اس بُرائی میں مبتلا ہو ہی گئے تھے تو پھر عزل کر لیتے۔ اس شخص نے جواب دیا: میں نے سنا تھا کہ عزل کرنا مکروہ ہے۔ لوگوں نے کہا: کیا تم نے یہ نہیں سنا تھا کہ زنا کرنا حرام ہے۔

ایک اعرابی جو کسی گانے والی کے عشق میں مبتلا تھا اس سے کہا گیا: تم اس پر جتنا خرچ کرتے ہو اس کے کچھ حصے سے اسے خرید لو تو اس میں تمہارا کیا نقصان ہے؟ اعرابی نے جواب دیا: اس صورت میں مجھے چھپ چھپ کر ملنے اور وقتِ مقررہ کا انتظار کرنے کی لذت حاصل نہیں ہو گی۔

فرائض چھوڑ کر نوافل بجالانے والا:

ابو عَیناء کا بیان ہے کہ میں نے غلام بیچنے والے کے پاس ایک لونڈی دیکھی جو قسم کھا رہی تھی کہ اپنے آقا کے پاس واپس نہیں جائے گی۔ میں نے اُس سے اِس کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا: یا سیّدی! وہ کھڑے ہو کر مجھ سے جماع کرتا ہے لیکن نماز بیٹھ کر پڑھتا ہے، مجھے گالیاں دیتے ہوئے لَحْن نہیں کرتا لیکن قرآنِ پاک پڑھتے ہوئے لحن کرتا ہے، پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتا ہے لیکن رمضان کے روزے نہیں رکھتا، چاشت کی نماز پڑھتا ہے لیکن فرض نماز ترک کر دیتا ہے۔ یہ سن کر میں نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ مسلمانوں میں ایسے لوگوں کی کثرت نہ فرمائے۔

غیرت مند بادشاہ:

"اَلْمَسَالِكُ وَالْمَمَالِكُ" میں ہے کہ قمار نامی علاقے کے بادشاہ کے علاوہ بالعموم ہندوستان کے بادشاہ زنا کو مباح سمجھتے ہیں۔

زمخشری کا بیان ہے کہ میں قمار میں کئی سال رہا اور میں نے اس سے زیادہ غیرت مند بادشاہ کوئی نہیں دیکھا، وہ زنا اور شراب نوشی کی سزا قتل کی صورت میں دیتا تھا۔

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے فرمایا: میں نے ایسے لوگوں کو پایا تھا جن کی خواہشات ان کے دین کے تابع ہوتی تھیں لیکن آج لوگوں کے دین ان کی خواہشات کے تابع ہوتے ہیں۔

رسول اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: کسی شخص کی برائی کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔[1]

---

1 ... ابو داود، کتاب الادب، باب فی الغیبة، ۴/ ۳۵۴، حدیث: ۴۸۸۲

بے حیائی وبے وقوفی کا بیان اور بازاری لوگوں کا تذکرہ

حیاء نہ رہے تو جو چاہو کرو:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لوگوں نے گزشتہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے کلام سے جو کچھ پایا ہے اس میں سے یہ بھی ہے کہ جب تجھ میں حیا نہ رہے تو جو چاہے کر۔[1]

ابن سلام کا قول ہے کہ عقلمند شخص کا دل بہادر ہوتا ہے جبکہ احمق کا چہرہ بہادر ہوتا ہے۔

ایک شخص نے کسی قوم کی مذمت کرتے ہوئے کہا: ان کے منہ اور ہاتھ لوہے کے ہیں یعنی وہ لوگ بے حیا اور بخیل ہیں۔

ایک شخص نے کسی بے حیا آدمی کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا: اگر وہ اپنے چہرے کو پتھر پر مارے تو اُسے بھی ریزہ ریزہ کر دے اور اگر موقع ملے تو غلافِ کعبہ کو بھی چوری کر لے۔

چار برائیاں چار لوگ:

نوشیرواں کا قول ہے کہ چار بُرائیاں چار قسم کے افراد میں بہت زیادہ بُری ہوتی ہیں: (١)...بخل بادشاہوں میں (٢)...جھوٹ قاضیوں میں (٣)...حسد علما میں اور (٤)...بے حیائی عورتوں میں۔

منقول ہے کہ جو بہادر ہوتا ہے اس کے کام آسان ہوتے ہیں اور جو ڈر جاتا ہے وہ ناکام رہتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ارشاد فرمایا: جب تمہیں کسی کام سے خوف آئے تو اسے کر گزرو کیونکہ اس سے بچنے کی بُرائی اس بُرائی سے بڑی ہے جس سے تم خوف کرتے ہو۔

بازاری لوگوں کے فوائد:

ایک اور موقع پر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: بازاری لوگ اگر جمع ہو جائیں تو نقصان پہنچاتے ہیں اور منتشر ہو جائیں تو فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔ عرض کی گئی: ان کے جمع ہونے کا نقصان تو ہم نے جان لیا، ان کے منتشر ہونے کا فائدہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: محنت مشقت کے کام کرنے والے اپنے کاموں پر واپس جاتے ہیں اور یوں لوگ ان سے فائدہ

[1] ...بخاری، کتاب الادب، باب اذا لم تستح فاصنع ما شئت، ٤/ ١٣١، حدیث: ٦١٢٠

حاصل کرتے ہیں مثلاً معمار کا عمارت کی طرف، پارچہ باف (کپڑا بُننے والے) کا بنائی کے کارخانے کی طرف اور نانبائی کا تنور کی طرف واپس جانا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: بازاری لوگوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ یہ جلتے ہوؤں کو بچاتے اور ڈوبتے ہوؤں کو نکالتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا احنف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: جب کسی قوم میں نادان لوگ کم ہو جاتے ہیں تو وہ قوم ذِلّت اٹھاتی ہے۔

ایک دانا کا قول ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے نکلے تو وہ اپنی جھولی میں جہالت کے دو قیراط لے کر نکلے کیونکہ نادان کا مقابلہ صرف نادانی سے ہی کیا جا سکتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ جاہل وہ ہے جس کے لئے کوئی جاہل نہ ہو یعنی جس کے سامنے کوئی ایسا بے وقوف نہ ہو جس سے وہ اپنا دفاع کرتا ہو۔

منقول ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تشریف فرما تھے کہ ایک اعرابی نے آکر آپ کو تھپڑ رسید کر دیا۔ حضرت سیِّدُنا واقد بن عمرو رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کھڑے ہوئے اور اسے زمین پر گرا دیا۔ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی قوم میں کوئی بے وقوف نہ ہو وہ معزز نہیں ہو سکتا۔

حکیم و شاعر حضرت صالح بن جناح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں:

اِذَا كُنْتَ بَيْنَ الْجَهْلِ وَالْحِلْمِ قَاعِدًا وَخُيِّرْتَ اَنّٰى شِئْتَ فَالْحِلْمُ اَفْضَلُ

وَلٰكِنْ اِذَا اَنْصَفْتَ مَنْ لَيْسَ مُنْصِفًا وَلَمْ يَرْضِ مِنْكَ الْحِلْمَ فَالْجَهْلُ اَمْثَلُ

ترجمہ: اگر تم جہالت اور حلم کے درمیان موجود ہو اور تمہیں ان میں سے ایک کا اختیار دیا جائے تو حلم افضل ہے۔ لیکن جب تم ایسے شخص کے ساتھ انصاف کرو جو انصاف نہیں کرتا ہو اور نہ ہی تمہارے حلم پر راضی ہو تو پھر جہالت بہتر ہے۔

اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ ہم جہالت کا مظاہرہ کریں یا ہمارے ساتھ جاہلانہ سلوک کیا جائے، تجھے تیری رحمت کا واسطہ اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے اور درود و سلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

باب نمبر 33:

سخاوت، اچھے اخلاق، نیکی کے کام اور اہل سخاوت کا تذکرہ

جان لو کہ جُود کے معنیٰ مال خرچ کرنے کے ہیں اور سب سے نفع بخش مال وہ ہے جو درست مقام پر خرچ کیا جائے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی ترغیب دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ (پ۴، اٰل عمران: ۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔

جود و سخاوت اور ایثار کا معنیٰ:

ایک قول کے مطابق جُود، سخاوت اور ایثار کے ایک ہی معنی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ جو شخص بعض مال دے دے اور بعض رکھ لے وہ سخی ہے، جو اکثر مال خرچ کر دے وہ جَوّاد (فیاض) ہے اور جو اپنے پاس موجود چیز دوسرے کو دے کر خود تکلیف برداشت کرے وہ ایثار کرنے والا ہے۔ اصل سخاوت دل کا فیاض ہونا ہے، بعض اوقات دینے والا بھی بخیل ہوتا ہے جبکہ یہ خرچ کرنا اس پر گراں ہو جبکہ نہ دینے والا سخی ہوتا ہے جبکہ دینا اس کے دل پر بھاری نہ ہو۔

مرتے دم بھی ایثار:

حضرت سیِّدُنا ابو جَہْم بن حُذَیفہ عَدَوِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بیان ہے کہ جنگِ یرموک کے دن میں نے اپنے چچازاد کو مقتولین میں تلاش کیا۔ اس وقت میرے پاس پانی موجود تھا اور میرا یہ ارادہ تھا کہ اگر ان میں زندگی کی رَمَق باقی ہوئی تو یہ پانی انہیں پلاؤں گا۔ آخر میں نے مقتول افراد کے درمیان انہیں زخمی حالت میں پالیا اور پوچھا: کیا میں آپ کو پانی پلاؤں؟ انہوں نے اشارے سے اثبات میں جواب دیا، اچانک قریب سے کسی شخص کی آہ کی آواز آئی، میرے چچازاد نے اشارے سے مجھے کہا کہ اس شخص کے پاس جا کر پہلے اسے پانی پلاؤ۔ میں اس شخص کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ حضرت سیِّدُنا ہشام بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو پانی پلاؤں، انہوں نے اشارے سے ہاں میں جواب دیا۔ اتنے میں ایک اور شخص کی کراہنے کی آواز سنائی دی تو انہوں نے مجھے اشارہ کیا کہ پہلے اس کے پاس جاؤ۔ میں اس شخص کے پاس پہنچا تو اس کی روح قفَسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی، میں حضرت سیِّدُنا ہشام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس لوٹا تو وہ بھی خالقِ حقیقی سے جا ملے تھے، وہاں سے میں اپنے چچازاد کے پاس واپس آیا تو وہ بھی مرتبۂ شہادت پر فائز ہو چکے تھے۔

ایثار کی عجیب حکایت:

حضرت سیِّدُنا ابو محمد اَزْدِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ مَرْوْ میں ایک مسجد جل گئی تو مسلمانوں نے یہ گمان کیا کہ اسے عیسائیوں نے جلایا ہے اور اس کے رد عمل میں انہوں نے عیسائیوں کے کئی گرجا گھر جلا دیئے۔ بادشاہ نے گرجا جلانے والے کئی مسلمانوں کو گرفتار کر لیا اور پرچیاں لکھیں جن میں سے کسی پر ہاتھ کاٹنے، کسی پر کوڑے لگانے اور کسی پر قتل کرنے کی سزا تحریر تھی، پھر یہ پرچیاں ان قیدیوں پر بکھیر دیں۔ جس شخص پر جو پرچی گری اس کے ساتھ وہی سلوک کیا گیا۔ ایک شخص کے ہاتھ میں وہ پرچی آئی جس میں قتل کا لکھا ہوا تھا، اس شخص نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر میری ماں نہ ہوتی تو مجھے اپنے قتل کی کوئی پرواہ نہ ہوتی۔ اس شخص کے برابر میں موجود ایک نوجوان کہا: میری پرچی میں کوڑوں کی سزا درج ہے اور میری ماں زندہ نہیں ہے، تم میری پرچی لے لو اور اپنی پرچی مجھے دے دو، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، اس طرح وہ نوجوان قتل کر دیا گیا اور اس شخص کی جان بچ گئی۔

ہم مہمان کو باسی کھانا نہیں کھلاتے:

حضرت سیِّدُنا قیس بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا گیا: کیا آپ نے کبھی اپنے سے بھی زیادہ سخی شخص دیکھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ہاں! ہم جنگل میں ایک عورت کے گھر پہنچے، جب اس کا شوہر آیا تو اس نے کہا: ہمارے گھر مہمان آئے ہیں۔ اس شخص نے ایک اونٹ لا کر نحر کیا اور کہا: یہ آپ حضرات کے لئے ہے۔ اگلا دن آیا تو اس نے ایک اور اونٹ لا کر نحر کیا اور کہا: یہ آپ لوگوں کے لئے ہے۔ ہم نے کہا کہ جو اونٹ آپ نے کل نحر کیا تھا اس میں سے بھی ہم نے تھوڑا سا ہی کھایا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں اپنے مہمانوں کو باسی کھانا نہیں کھلاتا۔ بارش کے سبب ہم چند دن اس شخص کے پاس ٹھہرے اور وہ روزانہ ایسا ہی کرتا رہا۔ جب ہم نے وہاں سے جانے کا ارادہ کیا تو گھر میں سو دینار رکھ دیے اور عورت سے کہا کہ ہماری طرف سے اپنے شوہر سے معذرت کر لینا، یہ کہہ کر ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ جب دن کا وقت ہوا تو اچانک ایک شخص ہمارے پیچھے سے یہ آواز لگاتا ہوا آیا: اے ذلیل سوارو! ٹھہر جاؤ! تم ہمیں ہماری مہمان نوازی کی اجرت دیتے ہو۔ پھر وہ ہمارے پاس پہنچا اور وہ دینار لوٹاتے ہوئے کہنے لگا: انہیں واپس لے لو ورنہ میں اپنے اس نیزے سے تمہیں زخمی کر دوں گا، ہم نے وہ دینار لئے تو وہ واپس چلا گیا۔

سخاوت اچھائیوں کی بنیاد ہے:

ایک دانا کا قول ہے: تمام اچھی صفات کی بنیاد سخاوت ہے جبکہ سخاوت کی بنیاد دل کا حرام سے پاک ہونا اور اپنی مملوکہ چیزوں کا خاص وعام کو دینا ہے، دیگر تمام اچھی صفات اس کی فرع ہیں۔

سخی کی خطاؤں سے در گزر کرو:

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: سخی کی خطاؤں سے درگزر کرو کیونکہ وہ جب بھی ٹھوکر کھاتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا ہاتھ تھام لیتا ہے[1] اور وہ جب بھی محتاج ہوتا ہے تو اس کے لئے کشادگی فرما دیتا ہے۔

"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا:

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے: کبھی ایسا نہیں ہوا کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپ نے انکار فرمایا ہو۔

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سخی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے، لوگوں سے اور جنت سے قریب جبکہ جہنم سے دور ہے اور بخیل اللہ عَزَّوَجَلَّ سے، لوگوں سے اور جنت سے دور جبکہ دوزخ سے قریب ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جاہل سخی بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔[2]

ایک بزرگ کا قول ہے کہ موجود چیز کو دینے سے منع کر دینا معبودِ حقیقی سے بدگمانی ہے، پھر یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝۳۹ (پ۲۲، سبا: ۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا۔

حضرت سیِّدُنا فضیل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا فرمان ہے کہ پہلے کے لوگ قرض کو بھلائی نہیں سمجھتے تھے[3]۔

اہل عرب کے حکیم اکثم بن صیفی کا قول ہے کہ دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے والا گرتا نہیں ہے اور اگر گر بھی جائے تو اسے کوئی نہ کوئی سہارا مل جاتا ہے۔

---

1 ... معجم اوسط، ۴/ ۲۰۰، حدیث: ۵۷۱۰

2 ... ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی السخاء، ۳/ ۳۸۷، حدیث: ۱۹۶۸ عن ابی هریرة

3 ... آزمائش کے سبب قرض لینا کہ اتار سکیں یا نہ اتار سکیں۔

بھلائی میں کوئی اسراف نہیں:

مامون کے وزیر حسن بن سہل سے کہا گیا: ''لَا خَیْرَ فِی السَّرَفِ یعنی اسراف میں کوئی بھلائی نہیں۔'' یہ سن کر اس نے کہا: ''لَا سَرَفَ فِی الْخَیْرِ یعنی بھلائی کے کاموں میں کوئی اسراف نہیں۔'' ایک لفظ کو بدل کر اس نے ایک جامع بات کر دی۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی خوراک سے زیادہ جو مال جمع کرو اس میں تم دوسروں کے خزانچی ہو۔

حضرت سیِّدُنا اسماء بن خارجہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرمایا کرتے تھے: مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ کسی حاجت مند کو اس کی حاجت پوری کئے بغیر واپس لوٹا دوں، اگر وہ عزت دار ہو تو میں اس کی عزت بچاتا ہوں اور اگر ذلیل ہو تو اپنی عزت کو اس سے بچاتا ہوں۔

دوستوں کی مدد کرنے کا احسن انداز:

حضرت سیِّدُنا مُوَرِّق عِجْلی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی انتہائی احسن انداز میں اپنے دوستوں کے دل میں خوشی داخل کیا کرتے تھے، اپنے کسی دوست کے پاس مال کی تھیلی رکھ کر اس سے فرماتے: میرے واپس آنے تک اسے اپنے پاس رکھو، پھر اسے پیغام بھیج دیتے کہ یہ تمہارے لئے حلال ہے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی کا بیان ہے کہ حضرت سیِّدُنا طلحہ بن عثمان رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے اپنی ایک زمین سات لاکھ درہم کے عوض فروخت فرمائی۔ جب رقم پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص اس حالت میں رات گزارتا ہے کہ یہ مال اس کے پاس ہوتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے، ایسا شخص ضرور دھوکے کا شکار ہے، پھر آپ رَضِیَ اللهُ عَنْه نے وہ مال مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔

حضرت سیِّدُنا مُنْکَدِر رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے: اے اُمُّ المؤمنین! میں فاقہ کشی کا شکار ہوں۔ اُمُّ المؤمنین نے ارشاد فرمایا: میرے پاس کوئی چیز موجود نہیں ہے، اگر میرے پاس 10 ہزار درہم بھی ہوتے تو میں وہ تمہارے پاس بھیج دیتی۔ حضرت سیِّدُنا منکدر رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه جب اُمُّ المؤمنین کے پاس سے واپس چلے گئے تو اُمُّ المؤمنین کے پاس حضرت سیِّدُنا خالد بن اُسید رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کی طرف سے 10 ہزار درہم آئے جو آپ نے ان کی طرف بھیج دیئے۔ حضرت سیِّدُنا منکدر رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه وہ رقم

لے کر بازار گئے اور ایک ہزار درہم کے عوض ایک لونڈی خریدی جس سے آپ کے تین بیٹے پیدا ہوئے اور وہ تینوں مدینۂ منورہ کے بہت بڑے عبادت گزار تھے۔ ان تینوں کے نام محمد، ابو بکر اور عمر ہیں رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

اہل ایمان عربوں میں سب سے بڑے سخی:

اسلام کی حالت میں عرب میں سب سے زیادہ سخی حضرت سیِّدُنا طلحہ بن عُبَیْدُ اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔ ایک شخص نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی رشتہ داری کے واسطے سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: فلاں مقام پر میرا ایک باغ ہے اور مجھے اس کے عوض ایک لاکھ درہم دیئے گئے ہیں جو آج رات کو ملیں گے، اگر تم چاہو تو مال لے لو اور چاہو تو وہ باغ حاصل کر لو۔

حضرت سیِّدُنا زیاد بن جریر عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَبِیْر کا بیان ہے: میں نے حضرت سیِّدُنا طلحہ بن عُبَیْدُ اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیکھا کہ آپ نے ایک مجلس میں ایک لاکھ درہم تقسیم فرما دیئے اور اپنا ازار ہاتھ سے سینے لگے۔

رشتۂ اخوت کے سبب حاجت پوری کرنا:

حضرت سیِّدُنا امام ابو علی قالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی اپنی کتاب ''الامالی'' میں ذکر کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: میرے اور آپ کے درمیان جو رشتہ ہے میں اس کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ میری حاجت کب پوری کریں گے؟ حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے استفسار فرمایا: کیا تم قریش سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ پوچھا: پھر میرے اور تمہارے درمیان کون سا رشتہ ہے؟ اس نے کہا: حضرت سیِّدُنا آدم صَفِیُّ اللّٰہ عَلَیْہِ السَّلَام (کی اولاد ہونے) کا رشتہ۔ یہ سن کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: یہ ایک ایسا رشتہ ہے جسے منقطع کر دیا گیا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں اسے ملانے والا پہلا شخص بنوں گا، پھر آپ نے اس کی حاجت پوری فرما دی۔

ہم ہانڈیاں خالی نہیں دیا کرتے:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا اشعث بن قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عدی بن حاتم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ان کے والد حاتم طائی کی چند ہانڈیاں عاریۃً مانگیں تو آپ نے انہیں مال سے بھر کر ان کی طرف بھیجا اور ارشاد فرمایا: ہم انہیں خالی حالت میں نہیں دیا کرتے۔

دینے کا عجیب انداز:

حضرت سیِّدُنا استاذ ابو سہل صعلوکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سخی لوگوں میں تھے، آپ کوئی چیز کسی کے ہاتھ میں نہیں دیتے

تھے بلکہ اسے زمین پر رکھ دیتے تھے اور لینے والا اسے زمین سے لے لیتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ارشاد فرماتے تھے کہ دنیا کی اتنی حیثیت نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کے اوپر نظر آئے۔

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔“[1]

سخاوت کیا ہے؟

حضرت سیّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیّدُنا امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا کہ کرم (سخاوت) کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: اچھائی کے ساتھ سوال سے پہلے بِن مانگے عطا کرنا اور سائل پر شفقت و مہربانی کرتے ہوئے خوش دلی کے ساتھ خرچ کرنا۔

سائل کو چار ہزار درہم دے دیئے:

ایک قریشی سفر سے واپس لوٹ رہا تھا کہ راستے میں اس کا گزر ایک مفلس و بیمار دیہاتی کے پاس سے ہوا۔ دیہاتی نے اسے مدد کے لئے پکارا تو اس نے اپنے غلام سے کہا: جو کچھ ہمارے خرچ سے بچا ہوا ہے وہ اس شخص کو دے دو۔ غلام نے اُس شخص کی گود میں چار ہزار درہم ڈال دیئے۔ وہ اٹھنے لگا لیکن کمزوری کے باعث اٹھ نہ سکا اور رو پڑا۔ قریشی نے پوچھا: تم کیوں روتے ہو؟ شاید تم نے ہمارے عطیہ کو کم سمجھا ہے۔ اس دیہاتی نے کہا: یہ بات نہیں ہے بلکہ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ زمین تیرے کرم کو بھی کھا جائے گی۔

دوست کی خبر گیری نہ کرنے پر افسوس:

ایک شخص اپنے دوست کے گھر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ دوست نے باہر نکل کر حاجت دریافت کی تو اس نے کہا کہ مجھ پر اتنا اتنا قرض ہے۔ دوست نے گھر کے اندر جا کر اسے اتنی رقم لا دی جو اس پر قرض تھی اور پھر گھر کے اندر جا کر رونے لگا۔ اس کی زوجہ نے کہا کہ اگر اس کی ضرورت کو پورا کرنا آپ پر گراں تھا تو پھر کوئی عذر کیوں نہیں کر دیا؟ جواب دیا: میں اس لئے رو رہا ہوں کہ میں نے اپنے دوست کی خبر گیری نہیں کی یہاں تک کہ اسے میرے دروازے پر آکر مانگنا پڑا۔

سیّدُنا عبد اللہ بن ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی سخاوت:

منقول ہے کہ حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جو کہ بہت بڑے سخی تھے ایک مرتبہ راستے میں

---

[1] ... بخاری، کتاب الزکاۃ، باب لاصدقۃ الاعن ظھر غنی، ۱/ ۴۸۲، حدیث: ۱۴۲۷

انہیں پیاس لگی تو انہوں نے ایک عورت کے گھر سے پانی مانگا۔ عورت نے پانی کا برتن نکالا اور دروازے کے پیچھے سے کہا: دروازے کے سامنے سے ہٹ جاؤ اور تم میں سے کوئی بچہ یہ برتن لے لے کیونکہ میں اکیلی عورت ہوں اور کچھ عرصہ قبل میرے شوہر انتقال ہوا ہے۔ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے پانی نوش فرما کر غلام سے فرمایا: اس عورت کو 10 ہزار درہم دے دو۔ عورت نے کہا: سُبْحٰنَ اللہ! کیا آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے غلام! اسے 20 ہزار درہم دے دو۔ یہ سن کر عورت نے کہا: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عافیت کا سوال کرتی ہوں۔ اس پر آپ نے غلام سے فرمایا کہ اسے 30 ہزار درہم دے دو۔ شام ہونے سے پہلے پہلے اس عورت کے لئے کئی افراد کی طرف سے نکاح کا پیغام آگیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ اپنے پڑوس کے گھروں میں سے دائیں بائیں اور آگے پیچھے کے 40،40 گھروں کے لوگوں پر خرچ کیا کرتے تھے، عید کے موقع پر انہیں قربانی کا گوشت اور کپڑے بھیجتے اور ہر عید پر 100 غلام آزاد کیا کرتے تھے۔

مقروضوں پر سخاوت:

حضرت سیِّدُنا قیس بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب بیمار ہوئے تو ان کے دوستوں نے ان کی عیادت کے لئے آنے میں تاخیر کر دی۔ آپ نے ان کے بارے میں دریافت کیا تو بتایا گیا کہ ان پر آپ کا جو اُدھار ہے اس کے سبب وہ آپ کے پاس آنے سے شرما رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ اس مال کا بُرا کرے جو میرے بھائیوں کو میری ملاقات سے روکتا ہے، پھر آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کر دے: "جس شخص کے پاس قیس کا کچھ مال ہو تو وہ اس کے لئے حلال ہے۔" پھر تو عیادت کے لئے آنے والے لوگوں کی کثرت کے باعث آپ کے گھر کے دروازے کی دہلیز ٹوٹ گئی۔

سخیوں کے بادشاہ:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا سخاوت میں بہت بڑا مرتبہ تھا اور اس حوالے سے آپ کے ایسے ایسے عجیب و غریب واقعات ہیں کہ سننے والے کے لئے ان پر یقین کرنا مشکل ہوتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہر سال آپ کو 10 لاکھ درہم دیا کرتے تھے لیکن آپ وہ ساری رقم لوگوں میں تقسیم فرما دیتے اور ہمیشہ مقروض رہتے تھے۔

ایک شخص نے اپنے ایک جانور کو خوب پال کر موٹا تازہ کیا اور پھر اسے بیچنے کے لئے نکلا۔ راستے میں اس کا گزر حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس سے ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا: اے جانور والے! کیا اسے بیچو گے؟ اس نے عرض کی: میں اسے بیچوں گا نہیں بلکہ یہ آپ کے لئے تحفہ ہے۔ وہ شخص جانور کو آپ کے پاس چھوڑ کر اپنے

گھر واپس آ گیا، ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ 20 بار بردار افراد اس کے گھر آ پہنچے جن میں سے 10 نے گندم، پانچ نے گوشت اور کپڑے، چار نے پھل اور خشک میوہ جات جبکہ ایک نے نقدی اٹھار کھی تھی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس جانور والے کو یہ تمام اسباب ومال بھی عطا فرمائے اور اس سے معذرت بھی فرمائی۔

حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا جب انتقال ہوا تو حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وفد کی صورت میں یزید کے پاس آئے۔ یزید نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا: میرے والد آپ کو کتنا مال دیا کرے۔ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: سالانہ 10 لاکھ درہم۔ یزید نے کہا: میں اس عطیہ سے آپ کو دُگنا دیتا ہوں۔ کسی نے یزید سے کہا: تم نے اتنا سارا مال ایک شخص کو دے دیا؟ یزید نے کہا: بخدا! میں نے ان کے ذریعے تمام اہل مدینہ کو مال دیا ہے۔ پھر یزید نے ان کی صحبت میں ایک شخص کو مقرر کیا جس نے دیکھا کہ مدینہ پہنچ کر حضرت سیِّدُنا عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سارا مال اہل مدینہ میں تقسیم کر دیا حتّٰی کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک مہینہ کے بعد مقروض ہو گئے۔

مہمان نوازی کا عظیم بدلہ:

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن جعفر، حضرات حسنین کریمین اور حضرت سیِّدُنا ابو دِحیہ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم مکۂ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ان حضرات کو بارش نے آلیا، انہوں نے ایک اعرابی کے خیمے میں پناہ لی اور اس کے پاس تین دن قیام فرمایا یہاں تک کہ بارش کا سلسلہ رُک گیا۔ اعرابی نے ایک بکری ذبح کر کے ان کی مہمان نوازی کی، جب یہ حضرات وہاں سے رُخصت ہونے لگے تو حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اعرابی سے فرمایا: اگر تم مدینہ منورہ حاضری دو تو ہمارے پاس بھی آنا۔

چند سال کے بعد وہ اعرابی محتاج ہو گیا تو اس کی بیوی نے مشورہ دیا کہ مدینہ منورہ حاضر ہو کر ان نوجوانوں سے ملاقات کرو۔ اعرابی نے کہا: میں تو ان کے نام بھی بھول چکا ہوں۔ بیوی نے کہا: ابن طیار (حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن جعفر طیّار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا) کے بارے میں پوچھ لینا۔ اعرابی مدینے پہنچ کر حضرت سیِّدُنا امامِ حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ اسے 100 اونٹنیاں، 100 اونٹ اور 100 غلام چرواہے دے دیئے جائیں۔ پھر وہ حضرت سیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: ابو محمد (یعنی امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) نے میری اونٹوں کی ضرورت پوری فرما دی ہے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے ایک ہزار بکریاں دینے کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد وہ حضرت

سیّدُنا عبدُ اللہ بن جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: آپ کے بھائیوں نے اونٹ اور بکریوں کے معاملے میں مجھے کفایت فرمادی ہے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے ایک لاکھ درہم دینے کا حکم فرمایا۔ یہاں سے ہونے کے بعد وہ حضرت سیّدُنا ابو دحیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ان تینوں نے تمہیں جو کچھ دیا ہے میرے پاس اتنا نہیں ہے لیکن تم اپنے اونٹ میرے پاس لے آؤ تو میں انہیں کھجوروں سے لاد دوں گا۔ اس دن کے بعد سے اعرابی خوش حالی کی زندگی گزارنے لگا۔

ایک دن حضرات حسنین کریمین نے حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے ارشاد فرمایا: آپ مال خرچ کرنے میں اسراف کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: آپ دونوں پر میرے والد قربان ہوں! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اس بات کا عادی بنادیا ہے کہ وہ مجھ پر فضل و کرم فرماتا ہے جبکہ میرا یہ معمول ہے کہ میں اس کے بندوں پر فضل کرتا ہوں۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میں اپنی عادت کو ختم کروں تو کہیں وہ بھی مجھ سے اپنے فضل و کرم کو منقطع نہ فرمادے۔

ایک شاعر پر انعام و اکرام:

نصیب نامی شاعر نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی تعریف کی تو آپ نے اسے گھوڑے، مال واسباب اور درہم و دینار دینے کا حکم دیا۔ ایک شخص نے کہا: آپ ایک سیاہ فام شخص کو اتنا مال دے رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا: اگر اس کا رنگ سیاہ ہے تو اس کی تعریف سفید ہے اور اس نے جو کچھ کہا ہے اس کے سبب وہ اس سے زیادہ کا مستحق ہے جو اس نے پایا ہے۔ ہم نے تو اسے صرف پُرانے ہوجانے والے کپڑے اور فنا ہونے والا مال دیا ہے جبکہ اس نے ہمیں ایسی تعریف عطا کی ہے جسے روایت کیا جائے گا اور ایسی توصیف ہے جو باقی رہے گی۔

ایک غلام کی سخاوت:

حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک دن اپنی زمین کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں آپ ایک دیوار کے پاس ٹھہرے جس کے ساتھ ایک شخص کا باغ تھا اور ایک سیاہ فام غلام اس باغ کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ اس غلام کو کھانے کے لئے تین روٹیاں دی گئیں، اتنے میں ایک کتا وہاں آپہنچا، غلام نے ایک روٹی اس کے آگے ڈالی تو وہ کھا گیا، پھر دوسری اور تیسری روٹی بھی اس کے آگے ڈالیں جنہیں کتے نے کھالیا۔ حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ یہ منظر ملاحظہ فرمارہے تھے، آپ نے دریافت فرمایا: اے غلام! پورے دن میں تمہیں کتنا کھانا ملتا ہے؟ اس نے کہا: وہی جو آپ

نے ملاحظہ فرمایا۔ پوچھا: تم نے یہ روٹیاں کتے کو کیوں دے دیں؟ اس نے عرض کی: ہمارے اس علاقے میں کتے نہیں ہوتے، یہ کتا کہیں دور سے بھوکا آیا ہے تو میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ اسے واپس لوٹا دوں۔ دریافت فرمایا: اب تم پورا دن کیسے گزارو گے؟ غلام بولا: آج کے دن میں بھوکا رہوں گا۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: بہت زیادہ سخاوت کرنے پر مجھے ملامت کی جاتی ہے لیکن یہ غلام تو مجھ سے بھی زیادہ سخی ہے۔ پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وہ باغ، اس میں موجود کھجور کے درخت، مال واسباب اور اس غلام کو خریدا اور پھر اسے آزاد کر کے باغ اور اس میں موجود درخت ومال واسباب اس کی ملک کر دیئے۔ غلام نے کہا: اگر یہ سب میرا ہے تو میں اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ اس کے اس عمل سے حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت متاثر ہوئے اور ارشاد فرمایا: یہ شخص تو سخاوت کرے اور میں بخل کروں! ایسا کبھی نہیں ہو گا۔

دھوپ سے بچانے پر انعام واکرام:

حضرت سیِّدُنا عُبَیْدُ اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بہت بڑے سخی تھا۔ ایک دن آپ اپنے گھر کے صحن میں موجود تھے کہ ایک شخص آکر آپ کے سامنے کھڑا ہوا اور عرض کی: اے ابن عباس! میرا آپ پر ایک احسان ہے اور مجھے اس کے بدلے کی حاجت ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے غور سے دیکھا لیکن پہچان نہ سکے، دریافت فرمایا: تمہارا مجھ پر کیا احسان ہے؟ اس نے عرض کی: ایک دفعہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ زم زم شریف کے کنویں کے پاس موجود تھے، آپ کا غلام آپ کے لئے کنویں سے آبِ زم زم نکال رہا تھا اور سورج کی تپش آپ کو پہنچ رہی تھی، یہ دیکھ کر میں نے اپنی چادر سے آپ پر سایہ کر دیا یہاں تک کہ آپ آبِ زم زم نوش فرما کر فارغ ہو گئے۔ حضرت سیِّدُنا عُبَیْدُ اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ہاں، مجھے یہ بات یاد آگئی، پھر آپ نے غلام سے فرمایا: تمہارے پاس کتنا مال موجود ہے؟ اس نے عرض کی: 200 دینار اور 10 ہزار درہم۔ ارشاد فرمایا: یہ سب اسے دے دو اور میں نہیں سمجھتا کہ ان سے اس کے احسان کا بدلہ پورا ہو گیا ہو۔

سخاوت کا حیلہ:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آئے تو آپ نے انہیں نوروز کے ہدایا میں سے بہت ساری عمدہ پوشاکیں، مشک اور سونے چاندی کے ظروف دیئے اور اپنے دربان کے ساتھ ان چیزوں کو آپ کے پاس بھیجا۔ دربان نے جب یہ چیزیں حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے

پاس رکھیں تو انہوں نے دیکھا کہ دربان ان چیزوں کو دیکھ رہا ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُس سے کہا: کیا تمہارے دل میں ان چیزوں کی چاہت ہے؟ دربان نے کہا: ہاں بخدا! میرے دل میں ان چیزوں کی ایسی چاہت ہے جیسی حضرت سیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے دل میں حضرت سیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی چاہت تھی۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا مسکرا پڑے اور کہا: اسے لے لو یہ سب تمہارا ہوا۔ دربان نے کہا: میری جان آپ پر قربان! مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ معلوم ہوا تو وہ مجھ سے ناراض ہوں گے۔ حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: تم اس مال پر اپنی مہر لگا کر خزانچی کے پاس جمع کرادو، جب میرا یہاں سے نکلنے کا ارادہ ہوگا تو میں یہ مال رات کو تمہارے پاس بھجوا دوں گا۔ دربان نے کہا: بخدا! سخاوت کے لئے یہ حیلہ تو سخاوت سے بھی بڑھ کر ہے۔

حاتم طائی کو بھول جاتے:

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: اے محمدِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچازاد! رات میرے یہاں بچے کی ولادت ہوئی ہے اور میں نے آپ سے برکت حاصل کرنے کے لئے اس کا نام آپ کے نام پر رکھا ہے مگر اس بچے کی ماں فوت ہوگئی ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے اس تحفے (یعنی بیٹے) میں تمہیں برکت عطا فرمائے اور تمہاری مصیبت (یعنی بیوی کی موت) پر تمہیں اجر عطا فرمائے، پھر اپنے وکیل کو بُلا کر فرمایا: اسی وقت جاکر بچے کے لئے ایک لونڈی خریدو جو اس کی پرورش کرے اور بچے کے باپ کو 200 دینار دے دو تاکہ انہیں بچے کی تربیت پر خرچ کرسکے۔ اس کے بعد آپ نے انصاری سے فرمایا: چند دنوں کے بعد دوبارہ ہمارے پاس آنا کیونکہ فی الحال ہماری حالت تنگ اور مال میں کمی ہے۔ انصاری نے عرض کی: میں آپ پر قربان ہو جاؤں! اگر آپ حاتم طائی سے ایک دن بھی پہلے ہوتے تو عرب اس کا تذکرہ نہ کرتے۔

معن بن زائدہ کی سخاوت:

معن بن زائدہ جن دنوں عراق پر حاکم ہونے کی وجہ سے بصرہ میں تھا تو اس کے دروازے پر ایک شاعر آیا وہ معن بن زائدہ کے پاس جانے کے لیے ایک عرصہ تک وہاں مقیم رہا لیکن اسے کامیابی نہ ہوسکی، ایک دن اس نے معن بن زائدہ کے خادم سے کہا: جب امیر باغ میں داخل ہو تو مجھے بتادینا جب امیر باغ میں داخل ہوا تو خادم نے اسے اطلاع دے دی۔ شاعر نے لکڑی پر ایک شعر لکھا اور باغ میں داخل ہونے والے پانی میں ڈال دیا، امیر معن بن زائدہ پانی کے کنارے ہی

بیٹھا تھا جب لکڑی کو دیکھا تو اٹھا کر اس پر لکھی تحریر پڑھنے لگا کہ ”اے معن کی سخاوت تو ہی اس سے میری حاجت کہہ دے، معن کے پاس تیرے سوا میرا کوئی سفارشی نہیں۔“ معن بن زائدہ نے پوچھا یہ کس نے لکھا ہے؟ چنانچہ اس شخص کو بُلایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ تم نے یہ شعر کیوں کہا؟ اس نے وجہ بتائی تو امیر نے اسے 10 ہزار درہم کی دس تھیلیاں دینے کا حکم دیا اس نے وہ تھلیاں لے لیں اور امیر نے لکڑی اپنے بچھونے کے نیچے رکھ لی۔ جب دوسرا دن آیا تو اس نے اسے بچھونے کے نیچے سے نکال کر پڑھا اور اس شاعر کو بلا کر اسے ایک لاکھ درہم دیئے اس نے لے لئے لیکن سوچنے لگا کہ کہیں امیر اس سے یہ درہم واپس نہ لے لے یہ سوچ کر وہ وہاں سے کہیں چلا گیا جب تیسرا دن ہوا تو امیر معن بن زائدہ نے پھر وہ شعر پڑھا اور اس شاعر کو بلایا اسے ڈھونڈا گیا لیکن وہ نہ ملا۔ معن بن زائدہ نے کہا: مجھ پر لازم ہے کہ میں اسے اتنا دوں کہ میرے گھر میں ایک درہم اور ایک دینار بھی باقی نہ رہے۔

حجام کو مالا مال کر دیا:

ابو یقظان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ یزید بن مُہَلَّب نے جب حج کیا تو سر منڈانے کے لئے کسی حَجّام کو طلب کیا۔ ایک حجام کو لایا گیا جس نے اس کا سر مونڈا تو اس نے اسے پانچ ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ یہ سن کر حجام ہکا بکا رہ گیا اور کہنے لگا: یہ پانچ ہزار لے کر میں اپنی بیوی کے پاس جاکر اسے بتاؤں گا کہ میں غنی ہو گیا ہوں۔ یزید نے کہا: اسے پانچ ہزار درہم مزید دے دو۔ حجام نے کہا: اگر میں آپ کے بعد کسی اور کی حجامت کروں تو میری بیوی کو طلاق ہے[1]۔

قید کی حالت میں بھی سخاوت:

منقول ہے کہ یزید بن مُہَلَّب پر لازم ہونے والے ایک لاکھ درہم خراج (ٹیکس) کی وجہ سے حجاج بن یوسف نے اسے قید کروا دیا۔ یزید جیل خانے میں تھا کہ اتنی رقم جمع ہو گئی۔ فرزدق شاعر اس سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا اور داروغہ سے کہا کہ میرے لئے ان سے اجازت طلب کرو۔ داروغہ نے جواب دیا: وہ ایسی جگہ موجود ہیں جہاں ان سے ملاقات ممکن نہیں ہے۔ فرزدق نے کہا: میں ان کی تکلیف پر افسوس کا اظہار کرنے آیا ہوں نہ کہ ان کی تعریف کرنے۔ داروغہ نے یزید سے اجازت لے لی، جب فرزدق نے یزید کو دیکھا تو یہ اشعار کہے:

اَبَا خَالِدٍ ضَاقَتْ خُرَاسَانَ بَعْدَکُمْ وَقَالَ ذَوُو الْحَاجَاتِ اَیْنَ یَزِیْدُ

---

1 ...اس طرح تعلیق (یعنی طلاق کو معلق) کرنا مناسب نہیں۔ (علمیہ)

فَمَا قَطَرَتْ بِالشَّرْقِ بَعْدَكَ قَطْرَةٌ وَلَا اخْضَرَّ بِالْمَرْوَيْنَ بَعْدَكَ عُوْدُ

وَمَا لِسُرُوْرٍ بَعْدَ عِزِّكَ بَهْجَةٌ وَمَا لِجَوَادٍ بَعْدَ جُوْدِكَ جُوْدُ

ترجمہ:(۱)...اے ابو خالد! آپ کے بعد خراسان تنگ ہو گیا ہے اور حاجت مند لوگ پوچھتے ہیں کہ یزید کہاں ہیں؟ (۲)...تمہارے بعد مشرق میں ایک قطرہ بھی نہیں برسا اور نہ ہی آپ کے بعد مروین کے کسی درخت میں سبزہ اگا ہے۔ (۳)...تمہاری غیر موجودگی میں کسی خوشی میں مزہ نہیں اور نہ ہی تمہاری سخاوت کے بعد کسی کی سخاوت ہے۔

یزید بن مہلب نے داروغہ سے کہا: میرے جو ایک لاکھ درہم جمع ہوئے ہیں وہ اسے دے دو اور حجاج میرے ساتھ جو کرنا چاہتا ہے اسے کرنے دو۔ داروغہ نے فرزدق سے کہا: اسی بات کے خوف سے میں نے تمہیں ان سے ملاقات کرنے سے منع کیا تھا، پھر داروغہ نے وہ ایک لاکھ درہم اسے دیئے اور وہ انہیں لے کر واپس چلا گیا۔

میں تو خود کو جانتا ہوں:

یزید بن مہلب حضرت سیِّدُنا عُمَر بن عَبْدُ العزیز رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی جیل سے نکل کر ایک اعرابی بڑھیا کے پاس سے گزرا تو اس نے اس کے لئے ایک بکری ذبح کی۔ یزید نے اپنے بیٹے سے کہا: تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟ اس نے جواب دیا: ایک سو دینار۔ کہا: وہ سب اسے دے دو۔ بیٹے نے کہا: اس بڑھیا کو تو تھوڑی سی رقم بھی راضی کر دے گی اور یہ آپ کو جانتی بھی نہیں ہے۔ کہا: اگرچہ اسے تھوڑی رقم بھی راضی کر دے گی لیکن میں اسے کثیر رقم دیئے بغیر راضی نہیں ہوں گا اور اگرچہ یہ مجھے نہیں جانتی لیکن میں تو اپنے آپ کو جانتا ہوں۔

مروان بن ابو حبوب شاعر نے کہا: ایک مرتبہ متوکل نے مجھے ایک لاکھ 20 ہزار درہم، 50 جوڑے اور کثیر سواریاں دیں، میں نے اس کے شکرانے میں کچھ اشعار کہے پھر جب میں اس بات پر پہنچا کہ "اب بس بھی کریں کہیں مجھے آپ کی سخاوت باغی و سرکش نہ بنادے۔" تو متوکل نے کہا: میں اس وقت تک بس نہیں کروں گا جب تک تمہیں اپنی سخاوت کے سمندر میں ڈبو نہ دوں۔ پھر متوکل نے اُسے جاگیریں دینے کا حکم دیا جس کی قیمت دس لاکھ درہم تھی۔

ابو العیناء نے کہا: ایک مرتبہ لوگوں نے سخاوت کا تذکرہ کیا تو سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ بنو امیہ میں آلِ مُہَلَّب اور بنو عباس میں بَرَامِکَہ سب سے بڑھ کر سخی تھے اور ان دونوں گروہ میں سب سے بڑھ کر احمد بن ابو داوٗد سخی تھا۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: جسے مجھ سے کوئی حاجت ہو تو وہ مجھے لکھ کر

دے دیا کرے تاکہ اسے سوال کی ذلت نہ اٹھانی پڑے۔

سیّدُنا علیُّ المرتضٰی رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی سخاوت:

ایک اعرابی امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: مجھے آپ سے ایک حاجت ہے لیکن بیان کرنے سے شرم آتی ہے۔ ارشاد فرمایا: اسے زمین پر لکھ دو۔ اعرابی نے لکھا: میں فقیر ہوں۔ آپ نے (اپنے غلام سے) فرمایا: اے قنبر! اسے میرا حُلّہ پہنا دو۔ اس پر اعرابی نے یہ اشعار کہے:

كَسَوْتَنِیْ حُلَّةً تَبْلٰی مَحَاسِنُهَا　　فَسَوْفَ اَكْسُوْكَ مِنْ حُسْنِ الثَّنَا حُلَلَا

اِنْ نِلْتَ حُسْنَ الثَّنَا قَدْ نِلْتَ مُكْرَمَةً　　وَّلَیْسَ تَبْغِیْ بِمَا قَدَّمْتَهٗ بَدَلَا

اِنَّ الثَّنَاءَ لَیُحْیِیْ ذِكْرَ صَاحِبِهٖ　　كَالْغَیْثِ یُحْیِیْ نَدَاهُ السَّهْلَ وَالْجَبَلَا

لَا تَزْهَدِ الدَّهْرُ فِیْ عُرْفٍ بَدَاْتَ بِهٖ　　كُلُّ امْرِیءٍ سَوْفَ یُجْزٰی بِالَّذِیْ فَعَلَا

ترجمہ: (۱)... آپ نے مجھے حُلّہ پہنایا ہے جس کی خوبیاں پرانی ہو جائیں گی، لیکن میں آپ کو تعریف کے حُلّے پہناؤں گا۔ (۲)... اگر آپ نے تعریف کو پایا تو گویا آپ نے عزت کو پایا اور آپ اپنے عمل کا کوئی بدلا نہیں چاہیں گے۔ (۳)... تعریف اپنے صاحب کا تذکرہ زندہ رکھتی ہے جیسے بارش زمین اور پہاڑ کو زندہ کرتی ہے۔ (۴)... جس کام کا آپ نے آغاز کیا ہے لوگ اس سے بے رغبت نہیں ہوں گے عنقریب ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اے قنبر! اسے 100 دینار دے دو۔ قنبر نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! اگر آپ یہ رقم دیگر مسلمانوں میں تقسیم فرمائیں تو اس سے اُن کا بَھلا ہو جائے گا۔ فرمایا: اے قنبر! خاموش ہو جاؤ، میں نے سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا کہ جو تمہاری تعریف کرے اس کا شکریہ ادا کرو اور جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کی عزت کرو۔[1]

کسی عربی نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! نیکی سے منہ نہ موڑنا کیونکہ زمانہ بدلتا رہتا ہے کتنے ہی رغبت رکھنے والے ایسے ہیں جو پہلے مرغوب تھے اور کتنے ہی طالب ایسے ہیں جو پہلے مطلوب تھے۔

یحیٰی بن خالد برمکی نے کہا: دنیا جب تمہاری جانب آرہی ہو تو خرچ کرو کیونکہ خرچ کرنے سے وہ کم نہیں ہو گی اور جب وہ

[1] ... ابن ماجہ، کتاب الادب، باب اذا اتاکم کریم ... الخ، ۴/۲۰۸، حدیث: ۳۷۱۲، بتغیر عن ابن عمر

منہ موڑ کر جارہی ہو تو بھی خرچ کرو کہ خرچ نہ کرنے سے کچھ بچ نہ جائے گا۔ یحییٰ کے اس قول کو شعر میں یوں بیان کیا گیا ہے:

لَا تَبْخَلَنَّ بِدُنْيَا وَهِيَ مُقْبِلَةٌ فَلَيْسَ يَنْقُصُهَا التَّبْذِيْرُ وَالسَّرَفُ

وَاِنْ تَوَلَّتْ فَاَحْرٰى اَنْ تَجُوْدَ بِهَا فَالْحَمْدُ مِنْهَا اِذَا مَا اَدْبَرَتْ خَلَفُ

ترجمہ: جب دنیا آرہی ہو تو بخل ہرگز نہ کرو کیونکہ خرچ کرنے اور لٹانے سے وہ کم نہیں ہوگی اور اگر وہ تجھ سے پیٹھ پھیر کر جارہی ہو تو بھی سخاوت زیادہ مناسب ہے کیونکہ جب وہ چلی جائے گی تو تعریف تو باقی رہے گی۔

ایک مرتبہ یحییٰ بن خالد بَرْمَکی نے اپنے بیٹے وزیر جعفر بَرْمَکی سے کہا: اے میرے بیٹے! جب تک تمہارا قلم حرکت کرتا رہے تم کرم کی بارش برساتے رہو۔

حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: قلیل چیز دینے سے شرم نہ کرو کیونکہ دینے سے محروم رہنا اس سے بھی قلیل ہے۔

مشہور ادیب و شاعر اسحاق موصلی سے مخلوع کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا: اس کا معاملہ بہت عجیب وغریب تھا۔ وہ اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ اپنے ہم نشینوں کے ساتھ کہاں بیٹھا ہے اور اس کی عطا اس شخص جیسی تھی جسے فقر و تنگ دستی کا کوئی خوف نہ ہو۔ ایک دن اس کے پاس سلیمان بن ابو جعفر موجود تھا، اس نے اپنے اہلِ خانہ کے پاس واپس جانے کا ارادہ کیا تو مخلوع نے اس سے پوچھا: تمہیں بَرّی سفر پسند ہے یا بحری سفر؟ اس نے کہا: بحری سفر میرے لئے زیادہ آسان ہے۔ مخلوع نے اپنے غلاموں سے کہا: اس کی کشتی کو سونے سے بھر دو اور اس کے علاوہ دس لاکھ درہم دے دو۔

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے 80 ہزار درہم میں ایک زمین بیچی تو ان سے کہا گیا: کتنا اچھا ہو کہ آپ اس رقم کو اپنی اولاد کے لئے جمع کرلیں۔ ارشاد فرمایا: میں تو اس رقم کو اپنے لئے جمع کروں گا اور اپنی اولاد کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو چھوڑوں گا، پھر اس رقم کو حاجت مندوں میں تقسیم فرمادیا۔

مُہَلَّب کا قول ہے: اپنے مال سے غلام خریدنے والے پر مجھے حیرت ہوتی ہے کہ وہ سخاوت کے ذریعے آزاد لوگوں کو کیوں نہیں خریدتا۔

ہم مہمان کے جانے میں مدد نہیں کرتے:

قاضی ابو الْبَخْتَرِی وَہب بن وہب قرشی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی کے پاس ایک مہمان آیا تو اس کے غلاموں نے جلدی

جلدی اسے ٹھہرایا، اس کی خوب خدمت کی اور ہر طرح سے اس کا خیال رکھا لیکن جب اس نے وہاں سے روانگی کا ارادہ کیا تو کوئی اس کے پاس تک نہ آیا اور سب اس سے دور رہے۔ اسے یہ بات ناگوار گزری تو انہوں نے بتایا کہ ہم مہمان کے آنے اور ہمارے یہاں قیام کرنے میں تو اس کی مدد کرتے ہیں لیکن یہاں سے جانے میں مدد نہیں کرتے۔

مستعین کی سخاوت:

احمد بن حَمْدُون ندیم نے کہا: عباسی حکمران مُسْتَعِیْن بِاللہ کی والدہ نے ایک بچھونا بنایا جس میں ہر طرح کے جانوروں کی تصاویر بنائیں اور ہر پرندے کی تصویر سونے سے اور اس کی آنکھیں یواقیت وجواہر سے آراستہ کیں۔ اُمِّ مستعین نے اس پر ایک لاکھ 30 ہزار دینار خرچ کئے اور اپنے بیٹے مستعین کو کہا کہ وہ اسے دیکھ لے۔ مستعین نے اسے دیکھنے میں سستی کی تو مجھے اور اُتْرُجَہ ہاشمی کو کہا: تم دونوں جاؤ اور جا کر اُس بچھونے کو دیکھ آؤ۔ ہمارے ساتھ دربان بھی تھا ہم وہاں گئے، دیکھا تو وہ بچھونا بہت خوبصورت تھا اور ہم نے دنیا میں اس سے زیادہ خوبصورت بچھونا کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے سونے سے بنی ایک ہرنی کی طرف ہاتھ بڑھایا جس کی آنکھوں میں دو یاقوت تھے میں نے اسے اٹھا کر اپنی آستین میں چھپالیا۔ پھر جب ہم وہاں سے واپس لوٹے تو مستعین کے پاس آکر ہم نے اس کی خوبصورتی کی بہت تعریف کی۔ اترجہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! احمد نے وہاں سے کچھ چرایا ہے۔ پھر اُس نے میری آستین سے سونے کی بنی ہرنی نکال کر دکھائی۔ مستعین نے کہا: تم دونوں واپس جاؤ جتنا کچھ وہاں سے اُٹھا سکتے ہو اُٹھالو۔ ہم واپس گئے اور جا کر سونے کی چیزوں اور جواہرات سے اپنی آستینیں اور گریبان بھر لئے پھر لوٹے تو ہم یوں چل رہے تھے جیسے کوئی حاملہ عورت چلتی ہے۔ مُسْتَعِیْن نے ہمیں دیکھا تو ہنسنے لگا اور اس کے پاس بیٹھے ہم نشینوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہمارا کیا قصور ہے کہ ہم اس سے محروم رہیں؟ مستعین نے کہا: اٹھو اور جا کر جتنا چاہتے ہو اٹھالو۔ پھر مستعین ان کے راستے میں بیٹھ گیا اور یہ دیکھنے لگا کہ وہ کیسے اٹھا کر لے جاتے ہیں اور انہیں دیکھ دیکھ کر ہنسنے لگا۔

مشک سے بھری سونے کی بالٹی:

یزید مہلبی نے شاہی دربار میں ایک سونے کی بالٹی دیکھی جو مشک سے بھری ہوئی تھی اسے لیا اور چل پڑا۔ مستعین نے اسے دیکھا تو کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ یزید نے کہا: اے امیر المؤمنین! حمام جارہا ہوں۔ مُسْتَعِیْن یہ سن کر ہنس پڑا اور خدام سے کہا: جو بچ جائے اسے تم لوگ لوٹ لو۔ خدام نے جو باقی بچ گیا اسے لوٹ لیا تو مستعین کی والدہ آئیں اور کہا: خدا!

امیر المؤمنین کو خوش رکھے میں یہ چاہ رہی تھی کہ آپ اسے تقسیم سے پہلے دیکھ لیتے کیونکہ میں نے اس پر ایک لاکھ 30 ہزار دینار خرچ کئے ہیں۔ مُسْتَعِیْن نے کہا: آپ اس سونے کی بالٹی میں دوبارہ اتنا مشک جمع کر دیں تا کہ میں پھر اسے تقسیم کر دوں۔ مستعین کی والدہ نے دوبارہ وہ بالٹی مشک سے بھر دی تو مستعین نے پھر پہلے کی طرح اسے تقسیم کر دیا۔

سیِّدُنا طلحہ بن عبد اللہ عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی سخاوت:

ایک روز مشہور سخی حضرت سیِّدُنا قاضی طلحہ بن عبد اللہ بن عوف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بازار میں داخل ہوئے تو ان کی ملاقات فرزدق شاعر سے ہوئی۔ انہوں نے فرزدق سے کہا: ابو فراس! ریوڑ سے دس اونٹ منتخب کر لو۔ فرزدق نے منتخب کر لئے۔ پھر کہا: دس اور منتخب کر لو۔ کرتے کرتے جب تعداد سو تک پہنچ گئی تو کہا: یہ سب تمہارے ہوئے۔ فرزدق شاعر نے یہ سخاوت دیکھ کر کہا:

يَا طَلْحَ اَنْتَ اَخُو النَّدٰى وَعَقِيْدُهٗ اِنَّ النَّدٰى اِنْ مَاتَ طَلْحَةُ مَاتَا

اِنَّ النَّدٰى اَلْقٰى اِلَيْكَ رِحَالَهٗ فَبِحَيْثُ بِتَّ مِنَ الْمَنَازِلِ بَاتَا

ترجمہ: اے طلحہ! تم سخاوت کے پیکر ہو اگر تم مر گئے تو سخاوت مر جائے گی۔ بے شک سخاوت نے اپنی سواریاں تمہیں دے دی ہیں لہٰذا جن جگہوں پر تم رات گزارو گے یہ بھی تمہارے ساتھ ہوں گی۔

حاکم عبد اللہ بن حَشْرَج کے پاس شاعر زیاد بن سلیم عبدی آیا تو اس نے اس کا اکرام کیا اور اس کے جانے کے بعد اس کی طرف ایک ہزار دینار بھیجے۔ یہ دیکھ کر زیاد نے کہا:

اِنَّ السَّمَاحَةَ وَالْمُرُوَّةَ وَالنَّدٰى فِيْ قُبَّةٍ ضُرِبَتْ عَلَى ابْنِ الْحَشْرَجِ

ترجمہ: بے شک کرم، مروت اور سخاوت تو ابنِ حشرج کے خیمے میں ہیں۔

حاکم خراسان کی سخاوت:

ابو عطا سِدّی اپنے دو رفیقوں کے ہمراہ حاکم خُراسان نصر بن سیّار کے پاس آیا۔ نصر نے اسے اپنے پاس ٹھہرایا اور اس کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا پھر کہا: اے ابو عطا! تمہارے پاس ہمیں دینے کو کیا ہے؟ ابو عطا نے کہا: میری کیا مجال کہ میں آپ کے سامنے کچھ کہوں آپ تو خود عرب کے بہت بڑے شاعر ہیں ہاں اگر اجازت ہو تو دو شعر نظر کئے دیتا ہوں۔ نصر نے کہا: کہو۔ ابو عطا نے کہا:

يَا طَالِبَ الْجُوْدِ اِمَّا كُنْتَ تَطْلُبُهُ فَاطْلُبْ عَلٰى بَابِهٖ نَصْرَ بْنَ سَيَّار

اَلْوَاهِبُ الْخَيْلَ تَغْدُوْ فِيْ اَعِنَّتِهَا مَعَ الْقِيَانِ وَفِيْهَا اَلْفُ دِيْنَارِ

ترجمہ: اے سخاوت کے طلب گار اگر تو سخاوت کو طلب کرنا چاہتا ہے تو اسے نصر بن سیار کے دروازے پر طلب کر۔ وہ صبح گھوڑے لگام سمیت باندیوں اور ایک ہزار دینار کے ساتھ دیتا ہے۔

یہ سن کر نصر نے ابو عطا سُدِّی کو ایک ہزار دینار اور خدام عطا کئے اور اسے ایک عمدہ پوشاک پہنائی۔ ابو عطا نے یہ سب چیزیں اپنے رفیقوں میں بانٹ دیں اور ان میں سے کچھ نہ لیا۔ جب نصر کو اس بات کی اطلاع ملی تو وہ بڑا متعجب ہوا اور اس نے سابقہ تحفے کی مثل دوبارہ اسے دیا۔

عمر بن ہبیرہ کی سخاوت:

عتبی نے کہا: ایک مرتبہ حاکم عمر بن ہبیرہ نے اپنے محل سے باہر جھانکا تو اسے ایک پریشان حال دیہاتی دکھائی دیا۔ عمر بن ہبیرہ نے اپنے دربان سے کہا: اگر یہ دیہاتی میرے پاس آنا چاہتا ہے تو اسے میرے پاس لے آؤ۔ دربان نے جاکر دیہاتی سے پوچھا تو اُس نے کہا: میں امیر سے ملنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ دربان اسے عمر بن ہبیرہ تک لے آیا۔ ابنِ ہبیرہ نے اُس سے کہا: تمہاری حاجت کیا ہے؟ دیہاتی نے کہا: میں غریب آدمی ہوں کثیر عیال کا خرچ مجھ سے اٹھایا نہیں جاتا اور زمانے کے مصائب سے تنگ آکر میرے اہل وعیال نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور وہ میرے لوٹنے کے منتظر ہیں۔ ابنِ ہبیرہ نے کہا: تمہیں گھر والوں نے میری طرف بھیجا ہے اور وہ اب تک منتظر ہیں بخدا! اب تم بیٹھ نہیں سکتے جب تک لوٹ کر ان کی طرف چلے نہ جاؤ۔ پھر ابن ہبیرہ نے اُسے ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا۔

سیِّدُنا ابنِ عامر رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی سخاوت:

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کسی کے لئے 50 ہزار درہم لکھ کر دینے کا ارادہ کیا لیکن قلم سے پانچ لاکھ درہم لکھے گئے۔ خزانچی نے اس کی طرف توجہ دلائی تو حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کہا: اس کو نافذ رکھو اگرچہ کچھ بھی باقی نہ بچے اور مجھے عذر خواہی کے مقابلے میں مال کا چلے جانا زیادہ محبوب ہے۔ یہ دیکھ کر خزانچی نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو قلم کو کاتب کے ارادے سے اپنے ارادے کی طرف پھیر دیتا ہے۔ میں نے کسی چیز کا ارادہ کیا تھا جبکہ جوادو کریم ذات نے اپنے بندے کو 10 گنا دینے کا ارادہ

کیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ارادہ ہی غالب اور اس کا حکم نافذ ہے۔

سائل کو دو لاکھ درہم دے دیئے:

ایک دیہاتی حضرت سیِّدُنا ابنِ عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے کھڑا ہوا اور کہا: اے بصرہ کے چاند، حجاز کے سورج، اعلیٰ نسل عرب کے بیٹے اور بطحہ مکہ کے صاحبزادے مجھے ایک حاجت درپیش آئی ہے اور میری امیدیں آپ سے وابستہ ہیں۔ آپ مجھ پر اپنی بزرگی و شرف کے مطابق نہیں بلکہ اپنی طاقت کے مطابق سخاوت کیجئے۔ حضرت سیِّدُنا ابن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے دو لاکھ دینے کا حکم دیا۔

ایک مرتبہ مامون رشید نے شاعر عمارہ بن عقیل کا یہ شعر سنا:

اَاَتْرُکُ اِنْ قَلَّتْ دَرَاهِمُ خَالِدٍ زِيَارَتَهُ اِنِّیْ اِذًا لَلَئِيْمُ

ترجمہ: کیا میں مال کم ہونے کی وجہ سے خالد کی زیارت چھوڑ دوں جب تو میں ضرور گھٹیا انسان ہوں گا۔

تو کہا: کیا خالد کے پاس دراہم کم ہوگئے ہیں؟ اُس کے پاس ایک لاکھ درہم بھیج دو۔ خالد کے پاس جب یہ دراہم پہنچے تو اس نے یہ سب عمارہ بن عقیل کے پاس بھیج دیئے۔

عبد الرحمٰن بن ضحاک جب مدینہ منورہ کی امارت سے معزول ہوا تو رونے لگا اور کہا: میں معزول ہونے پر نہیں رو رہا اور نہ امارت کے چلے جانے پر افسوس کر رہا ہوں بلکہ میں اس اندیشے سے رو رہا ہوں کہ کہیں مدینہ منورہ کا والی ایسا شخص نہ بن جائے جو حکمرانی کا حق (یعنی سخاوت کرنا) نہ جانتا ہو۔

یحییٰ بن خالد برمکی کی سخاوت:

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے کسی تفریح گاہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ وزیر یحیی بن خالد بَرْمَکی نے اپنے خزانچی رجاء بن عبد العزیز سے پوچھا: ہمارے اموال کے منتظمین کے پاس کتنا مال ہے۔ کہا: سات لاکھ درہم۔ یحیٰی نے کہا: اسے اپنے قبضہ میں لے لو۔ اگلے دن یحییٰ بن خالد کے پاس رجاء آیا تو اُس نے آکر اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا پھر جب وہ چلا گیا تو یحییٰ نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے منصور بن زیاد سے کہا: میرا خیال ہے کہ رجاء کو یہ وہم ہو گیا کہ میں نے اُسے مال ہبہ کیا ہے حالانکہ میں نے تو اسے منتظمین سے مال لے کر قبضہ کرنے کا کہا ہے تاکہ مال ہمارے پاس محفوظ ہو اور ہارون رشید کے ساتھ سفر میں ہم اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر سکیں۔ منصور نے کہا: میں اسے اس بات کی خبر کئے دیتا ہوں۔ یحییٰ نے کہا: اُسے کچھ نہ کہنا میں نے

یہ مال اسے چھوڑ دیا۔

خلیفہ ہارون رشید ایک دن میں ایک کروڑ 30 لاکھ 50 ہزار تک انعام میں دے دیا کرتا تھا جبکہ خلیفہ منصور بنو ہاشم اور سرداروں کو 10 لاکھ دینار تک دے دیتا تھا۔

عمیلہ فزاری کی سخاوت:

امام النحو اَخْفَش صغیر سے منقول ہے کہ اُسید بن عنقاء فزاری اپنے زمانے کا بڑا معزز، عظیم ادیب، انتہائی فصیح و بلیغ اور مضبوط جسم کا مالک اور لمبی عمر پانے والا تھا۔ ایک مرتبہ اسے تنگ دستی و پریشانی کا سامنا ہوا تو شام کو اپنے گھر والوں کی ضروریات کا بندوبست کرنے نکلا۔ راستے میں عمیلہ فزاری ملا تو کہا: اے چچا! آپ کو کیا ہوا میں آپ کی پہلی جیسی حالت نہیں دیکھ رہا۔ اُسید بن عنقاء نے کہا: اس کا سبب تم جیسے لوگوں کا بخل اور میرا لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا ہے۔ عمیلہ نے کہا: بخدا! میں کل تک ضرور آپ کی حالت بدل کر رہوں گا۔ یہ سن کر اُسید فزاری وہاں سے واپس آگیا اور آکر گھر والوں کو عمیلہ کی بات بتائی۔ گھر والوں نے کہا: تمہیں عمیلہ کے کلام سے دھوکا ہوا ہے وہ ایسا نہیں کرے گا۔ اُسید فزاری نے رات اُمید اور نااُمیدی کے درمیان گزاری پھر جب سحر کا وقت ہوا تو اس نے اونٹوں کے بلبلانے اور گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سنی۔ باہر نکل کر پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: عمیلہ نے اپنا مال دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ آپ کی طرف بھیجا ہے۔

عمر بن عُبَیْدُ اللہ بن معمر تمیمی بہت سخی شخص تھا۔ اسے ایک شخص کی لونڈی بہت پسند تھی، اس شخص کو لونڈی بیچنے کی ضرورت ہوئی تو ابن معمر نے کثیر مال کے عوض اسے خرید لیا۔ جب اس شخص نے قیمت وصول کر لی تو لونڈی نے یہ اشعار پڑھے:

هَنِيْئًا لَّكَ الْمَالُ قَدْ قَبَضْتَهٗ　　وَلَمْ يَبْقَ فِيْ كَفِّيْ غَيْرُ التَّحَسُّرِ

اَبُوْءُ بِحُزْنٍ مِنْ فِرَاقِكَ مُوْجِعٍ　　اُنَاجِي بِهٖ صَدْرًا طَوِيْلَ الْفِكْرِ

ترجمہ: تمہیں اس مال کی مبارک ہو جس پر تم نے قبضہ کر لیا ہے لیکن میرے ہاتھ حسرت وافسوس کے سوا کچھ نہیں آیا، میں تمہارے فراق کے غم کے ساتھ لوٹ رہی ہو جو مجھے تکلیف دے رہا ہے اور میں اپنے غم کے سبب دل کے ساتھ طویل فکر کی سرگوشی کر رہی ہوں۔

لونڈی کے یہ اشعار سن کر اس شخص نے جواب میں یہ اشعار کہے:

وَلَوْلَا تُعُوْدُ الدَّهْرِ بِيْ عَنْكِ لَمْ يَكُنْ　　يُفَرِّقُنَا شَيْءٌ سِوَى الْمَوْتِ فَاَعْذِرِي

عَلَیْكِ سَلَامٌ لَا زِیَارَةَ بَیْنَنَا وَلَا وَصَلَ إِلَّا اَنْ یَّشَاءَ ابْنِ مَعْمَر

ترجمہ: اگر زمانہ مجھے تم سے دوری پر مجبور نہ کر دیتا تو موت کے سوا کوئی چیز ہمیں جدا نہ کر پاتی، تم میرے معذرت قبول کر لو۔ تم پر سلام ہو، اب ابن معمر کی مرضی کے بغیر نہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے اور نہ ہی مل سکیں گے۔

یہ سن کر ابن مَعْمر نے کہا: میری مرضی یہ ہے کہ یہ لونڈی اور اس کی قیمت میں تمہیں تحفے میں دیتا ہوں، اسے لے کر واپس چلے جاؤ۔

ابو عیناء کا بیان ہے کہ میں شدید تنگی کا شکار ہوا لیکن اس بات کو اپنے دوستوں سے پوشیدہ رکھا۔ ایک دن میں قاضی یحییٰ بن اکثم کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: امیر المؤمنین مقدمات کے فیصلے کرنے اور حالات سننے کے لئے تشریف فرما ہیں، کیا تم حاضر ہونا چاہتے ہو۔ میں نے حامی بھر لی اور ان کے ہمراہ امیر المؤمنین کے دربار میں حاضر ہو گیا۔ امیر المؤمنین نے ہم دونوں کو بٹھایا اور پھر مجھ سے نرمی کے ساتھ فرمایا: اے ابو العیناء! کون سی ضرورت نے اس وقت تمہیں ہمارے پاس آنے پر مجبور کر دیا۔ میں نے جواب میں یہ اشعار پڑھے:

لَقَدْ رَجَوْتُكَ دُوْنَ النَّاسِ كُلِّهِمْ وَلِلرَّجَاءِ حُقُوْقٌ كُلُّهَا تَجِب

اِنْ لَمْ یَكُنْ لِیْ اَسْبَابٌ اَعِیْشُ بِهَا فَفِی الْعُلَا لَكَ اَخْلَاقٌ هِیَ السَّبَب

ترجمہ: مجھے تمام لوگوں کے علاوہ آپ سے امید ہے اور امید کے سارے ہی حقوق لازم ہیں۔ اگر چہ میرے پاس زندگی گزارنے کے اسباب موجود نہیں مگر بلند کرداری میں آپ کے اخلاق ہی میرے لئے سبب ہیں۔

مامون رشید نے کہا: اے سلامہ! ذرا دیکھو کہ ہمارے بیت المال میں مسلمانوں کے اموال کے علاوہ کیا موجود ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تھوڑا سا مال ہے۔ خلیفہ نے کہا: اس میں سے اسے ایک لاکھ درہم دے دو اور ہر مہینے اتنی ہی رقم اسے بھیج دیا کرو۔

اس واقعے کے گیارہ ماہ بعد مامون رشید کا انتقال ہو گیا۔ اس پر ابو العیناء اتنا روئے کہ ان کی پلکیں زخمی ہو گئیں، ان کے ایک بیٹے نے یہ معاملہ دیکھ کر کہا: ابا جان! آنکھوں کے چلے جانے کے بعد رونے کا کیا فائدہ؟ اس پر ابو العیناء نے یہ اشعار کہے:

شَیْئَانِ لَوْ بَكَتِ الدِّمَاءَ عَلَیْهِمَا عَیْنَایَ حَتّٰی یُؤْذِنَ بِذِهَاب

لَمْ یَبْلُغَا الْمِعْشَارَ مِنْ حَقَّیْهِمَا فَقْدُ الشَّبَابِ وَفُرْقَةُ الْاَحْبَاب

ترجمہ: دو چیزیں ایسی ہیں کہ اگر میری آنکھیں ان پر خون کے آنسو روئیں حتی کہ ان کے ضائع ہونے کی وجہ سے تکلیف ہو تو بھی ان کے حق کا دسواں حصہ بھی ادا نہیں کر سکتیں: جوانی کا ختم ہو جانا اور دوستوں کا جدا ہو جانا۔

کسی کو خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ:

احمد بن طولون بہت زیادہ صدقہ خیرات کیا کرتا تھا، مختلف مواقع پر وہ لوگوں کو جو اموال دیتا تھا نیز جو کھانا پکا کر کھلایا جاتا تھا ان کے علاوہ اس کا معمول تھا کہ ہر مہینے ایک ہزار دینار صدقہ کرتا تھا۔ سلیم نامی ایک خادم اس کے صدقات کی تقسیم پر مامور تھا۔ ایک دن سلیم نے اس سے کہا: اے امیر! میں مختلف قبائل میں جا کر صدقات دینے کے لئے دروازے کھٹکھٹاتا ہوں اور لوگ صدقہ لینے کے لئے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ بعض ہاتھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں مہندی لگی ہوتی ہے جبکہ کچھ ہاتھوں میں سونے کی انگوٹھی یا سونے کے کنگن ہوتے ہیں، میں ان لوگوں کو بھی صدقات دوں یا منع کر دوں۔ احمد بن طولون کافی دیر تک سوچتا رہا اور پھر جواب دیا: جو بھی ہاتھ تمہاری طرف بڑھے اسے خالی نہ لوٹاؤ۔

عبد العزیز بن عبد اللہ بہت سخی اور مہمان نواز تھا، ایک دفعہ ایک اعرابی نے اس کے یہاں دوپہر کا کھانا کھایا، اگلے دن وہ دوبارہ اس کے دروازے کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ گزشتہ کل کی طرح آج بھی لوگ اس کے گھر میں کھانا کھانے جا رہے ہیں۔ اس نے پوچھا: کیا یہ روزانہ اسی طرح لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ لوگوں نے کہا: ہاں۔

ذلت سے بچانے کے لئے سخاوت:

ایک رات کچھ لوگوں نے حضرت سیِّدُنا سعید بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے یہاں کھانا کھایا، کھانا کھا کر تمام لوگ چلے گئے لیکن ایک نوجوان بیٹھا رہا۔ حضرت سیِّدُنا سعید بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دریافت فرمایا: کیا تمہاری کوئی حاجت ہے؟ ساتھ ہی شمع بجھادی تاکہ اسے اپنی حاجت بیان کرتے ہوئے شرم نہ آئے۔ نوجوان نے بتایا کہ اس کا باپ مر چکا ہے جس نے قرض اور اہل و عیال چھوڑے ہیں، نوجوان نے درخواست کی کہ آپ اہلِ دمشق کے نام ایک خط لکھ دیں تاکہ وہ میری حاجت روائی کر دیں۔ حضرت سیِّدُنا سعید بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے 10 ہزار دینار عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا: میں تمہیں ان کے دروازوں پر ذلت اٹھانے کے لئے نہیں چھوڑوں گا۔

انوکھا دشمن اور نرالی سخاوت:

ایک شخص وزیر علی بن سلیمان کے پاس آیا اور کہا: میں آپ سے عظمت والے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے کرم والے نبی صَلَّی

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طُفیل سوال کرتا ہوں کہ مجھے میرے دشمن سے پناہ عطا فرمائیں۔ وزیر نے پوچھا: تمہارا دشمن کون ہے؟ اس شخص نے جواب دیا: میرا دشمن فقر ہے۔ علی بن سلیمان نے چند لمحے اپنا سر جھکائے رکھا اور پھر کہا: میں تمہیں ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیتا ہوں۔ وہ شخص دراہم لے کر واپس چلا گیا ابھی وہ راستے میں تھا کہ وزیر نے اسے واپس بلانے کا حکم دیا، جب وہ واپس آیا تو علی بن سلیمان نے اس سے کہا: میں عظمت والے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے کرم والے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے طُفیل تم سے درخواست کرتا ہوں کہ جب بھی تمہارا دشمن تم پر سختی کرے تو اس کے ظلم کی شکایت ہم سے ضرور کرنا۔

بکری کا کیا حال ہے؟

حضرت سیِّدُنا امام اعمش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے کہ میرے پاس ایک بکری تھی جو بیمار ہو گئی اور میرے بچے اس کے دودھ سے محروم ہو گئے۔ حضرت سیِّدُنا خیثمہ بن عبد الرحمن عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن صبح شام بکری کی خیریت معلوم کرنے تشریف لاتے اور مجھ سے پوچھتے کہ کیا بکری نے چارہ کھایا ہے؟ جب سے بچے بکری کے دودھ سے محروم ہوئے ہیں ان کا کیا حال ہے؟ میں ایک کپڑا بچھا کر اس پر بیٹھا کرتا تھا، جب آپ جانے لگتے تو فرماتے کہ اس کپڑے کے نیچے جو ہے وہ لے لینا۔ اس طرح بکری کی بیماری کے دوران آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مجھے تین سو سے زائد دینار عطا فرمائے یہاں تک کہ میں یہ تمنا کرنے لگا کہ میری بکری ٹھیک ہی نہ ہو۔

ابو قُدامہ قُشیری کا بیان ہے: ایک دن ہم لوگ یزید بن مزید کے ساتھ تھے کہ انہوں نے ایک چیخنے والے کو سنا جو کہہ رہا تھا: اے یزید بن مزید! یزید نے اس شخص کو طلب کیا، جب اسے حاضر کیا گیا تو پوچھا: کس بات نے تمہیں اس چیخ پر اُبھارا؟ اس شخص نے جواب دیا: میری سواری گم ہو چکی ہے، زادِ راہ ختم ہو چکا ہے اور میں نے شاعر کا یہ قول سنا ہے:

اِذَا قِیْلَ مَنْ لِلْجُوْدِ وَالْمَجْدِ وَالنَّدٰی فَنَادِیْ بِصَوْتٍ یَا یَزِیْدَ بْنَ مَزِیْدِ

ترجمہ: جب پوچھا جائے کہ جود وسخا اور عطا کے لئے کون ہے تو یہ صدا لگاؤ: اے یزید بن مزید۔

یزید نے اس شخص کو اپنا ایک پسندیدہ چتکبرا گھوڑا، سو دینار اور عمدہ لباس دینے کا حکم دیا، اس شخص نے یہ چیزیں لیں اور وہاں سے چلا گیا۔

مرنے کے بعد بھی سخاوت:

منقول ہے کہ عرب کے کچھ لوگ اپنے ایک سخی شخص کی قبر کی زیارت کرنے کے لئے حاضر ہوئے اور رات وہیں قبر

کے پاس گزاری۔ان میں سے ایک شخص نے قبر والے کو خواب میں دیکھا کہ وہ اس سے کہہ رہا ہے: کیا تم اپنا اونٹ میرے عمدہ اونٹ کے بدلے بیچو گے؟ مرنے والے نے ایک عمدہ اونٹ چھوڑا تھا جبکہ خواب دیکھنے والے کا ایک موٹا تازہ اونٹ تھا۔خواب دیکھنے والے نے حامی بھر لی اور اپنا اونٹ اس کے عمدہ اونٹ کے عوض بیچ دیا۔یہ خرید وفروخت ہونے کے بعد خواب میں ہی قبر والا اونٹ کی طرف بڑھا اور اسے نحر کر دیا۔اتنے میں خواب دیکھنے والے کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ اس کے اونٹ کے گلے سے خون بہہ رہا ہے،اس نے آگے بڑھ کر نحر کو مکمل کیا، گوشت بنایا، پھر ان لوگوں نے اس گوشت کو پکا کر کھایا اور واپس روانہ ہو گئے۔

دوسرے دن یہ لوگ راستے میں ہی تھے کہ کچھ سوار ان تک پہنچے اور ان میں سے ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر اس اونٹ والے کا نام لے کر پوچھا: کیا تم لوگوں میں فلاں بن فلاں موجود ہے؟ اس شخص نے کہا: وہ میں ہوں۔نوجوان نے پوچھا: کیا تم نے فلاں میت کو کوئی چیز بیچی ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں، میں نے خواب میں اپنا اونٹ اس کے عمدہ اونٹ کے بدلے بیچا ہے۔نوجوان نے کہا: اس کا عمدہ اونٹ یہ رہا، اسے لے لو۔ میں اس میت کا بیٹا ہوں، میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے: اگر تم میرے بیٹے ہو تو میرا عمدہ اونٹ فلاں شخص کو دے دو۔

ذرا اس کریم شخص کی حالت پر غور کرو کہ مرنے کے بعد بھی اپنے مہمانوں کی ضیافت کر رہا ہے۔

تین سخی صحابہ:

ہیثم بن عدی کا بیان ہے کہ تین افراد کے درمیان اس بات پر بحث ہوئی کی سب سے بڑا سخی کون ہے؟ ایک شخص نے کہا: ہمارے دور میں سب سے بڑے سخی حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں دوسرے شخص نے دعویٰ کیا کہ حضرت سیِّدُنا قیس بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سب سے بڑے سخی ہیں جبکہ تیسرے شخص کا کہنا تھا کہ حضرت سیِّدُنا عَرابہ اَوْسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سب سے زیادہ سخی ہیں۔اس بات پر خانۂ کعبہ کے صحن میں ان کے درمیان اختلاف ہوا تو ایک چوتھے شخص نے ان تینوں سے کہا: تم لوگوں نے بہت زیادہ بحث کر لی ہے، اب تم میں سے ہر کوئی اس کے پاس جائے جسے وہ سب سے بڑا سخی سمجھتا ہے اور اس سے سوال کرے تا کہ ہم دیکھیں کہ اسے کیا ملتا ہے اور آنکھوں سے دیکھ کر کوئی حکم لگائیں۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سب سے بڑا سخی سمجھنے والا شخص ان کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ اپنی زمینوں کی طرف جانے کے لئے سواری کی رکاب میں پاؤں رکھ چکے تھے۔اس شخص نے عرض کی: اے رسولُ اللہ

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچازاد بھائی کے بیٹے! میں ایک مسافر ہوں اور قافلے سے جُدا ہو چکا ہوں۔ آپ نے رِکاب سے پاؤں نکال کر فرمایا: اس میں پاؤں رکھ کر اونٹنی پر بیٹھ جاؤ اور اس کے کجاوے میں جو کچھ ہے وہ لے لو۔ اس وقت اونٹنی کے کجاوے میں کئی ریشمی چادریں اور چار ہزار دینار موجود تھے۔

حضرت سیِّدُنا قیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سب سے بڑا سخی سمجھنے والا ان کے یہاں پہنچا تو آپ سو رہے تھے۔ ان کی لونڈی نے اس کی حاجت پوچھی تو بتایا کہ میں ایک مسافر ہوں اور منزل تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ لونڈی نے کہا: تمہاری ضرورت انہیں بیدار کرنے کی نسبت آسان ہے، اس تھیلی میں سات سو دینار موجود ہیں، آج ان کے گھر میں اس کے علاوہ مال موجود نہیں (یہ لے لو) اور جہاں اونٹ بندھے ہیں وہاں جاکر ان کے سواری کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ، اس کا ضروری سامان اور ایک غلام لے کر اپنے سفر پر روانہ ہو جاؤ[1]۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا قیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب نیند سے بیدار ہوئے اور لونڈی نے انہیں اس بات کی خبر دی تو آپ نے اسے آزاد فرمادیا۔ اگر لونڈی کے علم میں یہ بات نہ ہوتی کہ ایسا کرنے سے آپ خوش ہوں گے تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتی۔ معلوم ہوا کہ کسی آدمی کے خدام کے اخلاق اس شخص کے اخلاق سے ماخوذ ہوتے ہیں۔

ایک شاعر کہتا ہے: اگر تم دوست کی محبت کا امتحان لینا چاہو تو اس کے خُدّام کی محبت کا امتحان لو۔

حضرت سیِّدُنا عَرابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بڑا سخی سمجھنے والا ان کے پاس پہنچا تو آپ گھر سے نکل کر نماز کے لئے جا رہے تھے۔ اس نے عرض کی: اے عَرابہ! میں ایک مسافر ہوں اور منزل تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ حضرت سیِّدُنا عرابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ اس وقت دو غلام تھے، انہوں نے حسرت سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا: ہائے افسوس! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آج کی صبح اور شام عرابہ کے پاس کوئی چیز نہیں ہے اور لوگوں کے حقوق نے کوئی مال بھی نہیں چھوڑا، ایسا کرو تم یہ دونوں غلام لے لو۔ اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں ہوں کہ یہ دونوں غلام بھی آپ سے لے لوں۔ ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو انہیں لے لو ورنہ یہ دونوں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے آزاد ہیں، تم چاہو تو انہیں لے لو اور چاہو تو آزاد کر دو۔

اس شخص نے غلام لئے اور وہاں سے چلا گیا۔ پھر ان تینوں نے جمع ہو کر اپنا اپنا واقعہ بیان کیا تو یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت سیِّدُنا عرابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سب سے بڑے سخی ہیں کیونکہ انہوں نے تنگ دستی کے باوجود سخاوت فرمائی۔

---

[1] …لونڈی (خادمہ) کو اس کی اجازت ہو گی۔ (علمیہ)

زمانۂ جاھلیت میں سخاوت میں مشہور لوگوں کا تذکرہ

حاتم بن عبد اللہ طائی، ہرم بن سنان، خالد بن عُبَیْدُ اللہ اور کعب بن امامہ ایادی زمانۂ جاہلیت کے مشہور سخی ہیں جبکہ حاتم طائی اور کعب ان میں سے زیادہ مشہور ہیں۔ کعب نے اپنی جان کی سخاوت کرتے ہوئے جنگل میں اپنا پانی اپنے رفیق کو دے دیا اور خود پیاس سے مر گیا، اس کا کوئی مشہور واقعہ نہیں ہے۔

خالد بن عُبَیْدُ اللہ ایک جنگ میں شریک ہونے کے لئے اپنی سواری کی رکاب میں پاؤں رکھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک شاعر نے آکر کہا: میں نے آپ کے بارے میں دو اشعار کہے ہیں۔ خالد نے کہا: اس حال میں؟ شاعر نے کہا: جی ہاں۔ کہا: سناؤ۔ شاعر نے درج ذیل اشعار پڑھے:

يَا وَاحِدَ الْعَرَبِ الَّذِيْ مَا فِيْ الْاَنَامِ لَهٗ نَظِيْر

لَوْ كَانَ مِثْلُكَ اٰخَرَ مَا كَانَ فِيْ الدُّنْيَا فَقِيْر

ترجمہ: اے عرب کی یگانہ شخصیت! مخلوق میں جس کی کوئی مثال نہیں ہے، اگر آپ جیسا ایک اور ہوتا تو دنیا میں کوئی فقیر نہ رہتا۔

یہ سن کر خالد نے کہا: اے غلام! اسے 20 ہزار دینار دے دو۔ شاعر نے وہ دینار وصول کئے اور واپس چلا گیا۔

حاتم طائی کا تذکرہ:

حاتم طائی کے واقعات کثیر ہیں اور اس کی سخاوت کی خبریں مشہور ہیں۔ اس کی کنیت ابو سِفّانہ اور ابو عدی تھی، وہ مالِ غنیمت کا چوتھائی حصہ اپنی قوم پر خرچ کر دیا کرتا تھا۔ حاتم طائی کا بیٹا عدی بن حاتم سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دشمن تھا۔ حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو قبیلۂ طے کی طرف بھیجا تو عدی بن حاتم (یہ بعد میں اسلام لے آئے تھے) اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ فرار ہو کر شام چلے گئے اور اپنی بہن سِفّانہ کو پیچھے چھوڑ گئے جسے لشکرِ اسلام نے قید کر لیا۔ سفانہ کو جب مکی مدنی سلطان، رحمت عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس نے عرض کی: اے محمد! میرے والد فوت ہو گئے اور بھائی غائب ہو گیا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے آزاد کر دیں اور عرب کے قبیلوں کو میری مصیبت پر خوشی کا موقع نہ دیں کیونکہ میرا باپ اپنی قوم کا سردار تھا جو قیدیوں کو آزاد اور زیادتی کرنے والوں کو قتل کرتا، پڑوسی کا تحفظ کرتا، اپنی آبرو کی حفاظت کرتا، غمزدوں کی تکلیفیں دور کرتا، کھانا کھلاتا، سلام کو عام کرتا، دوسروں کا بوجھ اُٹھاتا اور مصیبت کے وقت دوسروں کی

مدد کرتا تھا۔ اپنی حاجت لے کر ان کے پاس آنے والا کوئی شخص خالی ہاتھ واپس نہ جاتا تھا، میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اے لڑکی! یہ سچے ایمان والوں کی صفت ہے۔ اگر تیرا باپ مسلمان ہوتا تو ہم ضرور اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے پھر ارشاد فرمایا: اس لڑکی کو آزاد کر دو کیونکہ اس کا باپ اچھے اخلاق کو پسند کرتا تھا۔[1]

اسی روایت میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: "خستہ حال ہونے والے قوم کے معزز، محتاج ہونے والے غنی اور جُہلا کے درمیان ضائع ہونے والے عالِم پر رحم کرو۔"[2] پھر آپ نے اسے چھوڑ دیا اور اس پر احسان فرمایا۔ وہ رہا ہو کر اپنی قوم کی طرف چلی گئی اور دَوْمَۃُ الْجَنْدَل میں جا کر اپنے بھائی عدی سے ملی اور کہا: اے میرے بھائی! تم پکڑے جانے سے پہلے اس شخص (رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے پاس جاؤ کہ میں نے انہیں ہدایت والا اور صاحب رائے دیکھا وہ عنقریب اہلِ غلبہ پر غالب آئیں گے اور میں نے ان کی ایسی خصلتیں دیکھی ہیں جو مجھے پسند آئی ہیں۔ میں نے انہیں فقیر سے محبت کرنے والا، قیدی کو آزاد کرنے والا، چھوٹے پر رحم کرنے والا اور بڑے کی قدر کرنے والا دیکھا ہے۔ میں نے ان سے زیادہ سخی و کریم کسی کو نہیں دیکھا اور میری رائے یہ ہے کہ تم ان سے جا کر ملو اگر یہ واقعی نبی ہوئے تو تم فضل میں سبقت کرنے والے ہو گے اور اگر بادشاہ ہوئے تو بھی یمن کی عزت میں ہر گز کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ عدی بن حاتم بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو تاجدارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تکیہ دیا اور خود زمین پر تشریف فرما ہو گئے۔ حضرت عدی بن حاتم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ایمان لے آئے اور ان کی بہن سفانہ بنت حاتم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بھی ایمان لے آئیں۔

حضرتِ سیِّدَتُنا سفانہ بنت حاتم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا عرب کی ایک بڑی سخی خاتون تھیں۔ ان کے والد حاتم انہیں ٹیکس کی آمدنی میں سے اونٹ دیا کرتے یہ انہیں تقسیم کر دیتی تھیں۔ ایک مرتبہ ان کے والد انہیں کہنے لگے: اے میری بیٹی! جب دو سخی کسی مال پر جمع ہو جائیں تو وہ اسے ختم کر دیتے ہیں اب میں عطا کرتا ہوں تم مال روکے رکھو یا میں روکے رکھتا ہوں تم عطا کرو ورنہ ہمارے پاس کچھ نہیں بچے گا۔ سیِّدَتُنا سفانہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا: ابا جان! عمدہ اخلاق میں نے آپ سے ہی سیکھے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ اعرابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حاتم طائی زمانہ جاہلیت کے شعرا میں سے تھا۔ اس کے اشعار اس کی سخاوت کی گواہی دیتے ہیں اور وہ جو کہتا تھا اسے کر گزرتا تھا۔ جہاں ٹھہرتا لوگ اس کا مقام و مرتبہ جان لیتے اور یہ

[1] ... دلائل النبوۃ للبیہقی، کتاب جماع ابواب وفود... الخ، باب وفد طیء... الخ، ۵/ ۳۴۱

[2] ... المدخل الی السنن الکبری، باب توقیر العالم والعلم، ص ۳۹۴، حدیث: ۷۰۰، ۷۰۱۔ عیون الاخبار، کتاب العلم والبیان، ۲/ ۱۳۹

ہر جگہ کامیاب رہتا۔ جب یہ لڑتا تو غالب آتا، جب اس سے مانگا جاتا عطا کرتا، جب کوئی اس سے مسابقت کرتا تو یہ سبقت لے جاتا اور جب کسی کو قیدی بناتا تو اسے آزاد کر دیتا۔ قبیلہ مضر کے لوگ زمانہ جاہلیت میں رجب کی تعظیم کیا کرتے چنانچہ جب یہ رجب کا چاند دیکھتا تو پورا مہینہ ہر روز دس اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو کھلاتا اور لوگ اس کے پاس آکر جمع ہوتے۔ اس نے ماویہ بنت عفیر سے شادی کی اور وہ اسے مال خرچ کرنے پر ملامت کرتی مگر یہ اس کی بات پر کان نہ دھرتا۔ ایک مرتبہ ماویہ سے اس کے چچا کے بیٹے مالک نے کہا: تم لوگ حاتم کے ساتھ کیسے گزارہ کرتے ہو اسے جب مال ملتا ہے تو اسے خرچ کر دیتا ہے اور جب مال نہیں ہوتا تو تمہیں تکلیف میں ڈال دیتا ہے۔ اگر یہ مر گیا تو اپنی اولاد کو تمہاری قوم کا محتاج بنا کر مرے گا۔ یہ سن کر ماویہ نے کہا: تم نے سچ کہا وہ ایسا ہی ہے۔

سخاوت کے باعث طلاق دے دی:

زمانۂ جاہلیت میں عورتیں مردوں کو طلاق دے دیتی تھیں اور ان کی طلاق کا طریقہ یہ تھا کہ وہ بالوں سے بنے ہوئے گھر میں رہتی تھیں، اگر گھر کا دروازہ مشرق کی طرف ہو تو اسے مغرب کی طرف کر دیتیں، مغرب کی طرف ہو تو مشرق کی طرف، یمن کی طرف ہو تو شام کی طرف اور شام کی طرف ہو تو یمن کی طرف کر دیتیں، مرد جب یہ دیکھتا تو جان لیتا کہ عورت نے اس کو طلاق دے دی ہے اور اس کے پاس نہ آتا۔ ماویہ کے چچازاد نے اس سے کہا: تم حاتم کو طلاق دے دو میں تم سے شادی کر لیتا ہوں، میں تمہارے لئے اس سے زیادہ بہتر ہوں اور زیادہ مالدار ہوں، میں تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے مال بچا کر رکھوں گا۔ وہ اسی طرح ماویہ کو ورغلاتا رہا یہاں تک کہ اس نے حاتم کو طلاق دیدی۔ حاتم جب اس کے پاس آیا تو دیکھا کہ اس نے خیمے کے دروازے کا رُخ بدل دیا ہے، حاتم نے اپنے بیٹے سے کہا: اے عدی! کیا تم نے دیکھا کہ تمہاری ماں نے کیا کیا ہے۔ عدی نے کہا کہ میں نے دیکھ لیا ہے۔

حاتم نے اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑا اور وادی کے نچلے حصے میں جا کر قیام کیا۔ اس کے جانے کے بعد پچاس سواروں کی جماعت آئی اور معمول کے مطابق اس کے خیمے کے دروازے پر ٹھہر گئی۔ انہیں دیکھ کر ماویہ پریشان ہو گئی اور اپنی لونڈی سے کہا: میرے چچازاد مالک کے پاس جا کر اس سے کہو کہ حاتم کے مہمان ہمارے پاس ٹھہرے ہیں اور وہ پچاس مرد ہیں، ہماری طرف کوئی ایسی چیز بھیجو جس سے ہم ان کی مہمان نوازی کریں اور انہیں پلانے کے لئے دودھ بھی بھیجو۔ ماویہ نے لونڈی سے کہا کہ مالک کی پیشانی اور منہ کو غور سے دیکھنا، اگر وہ خوش دلی سے پیش آئے تو اس سے لے لینا لیکن اگر وہ منہ

بگاڑے اور سر پیٹے تو اسے چھوڑ کر واپس آ جانا۔

لونڈی جب اس کے پاس پہنچی تو وہ دودھ کی مشک سے ٹیک لگا کر سو رہا تھا۔ لونڈی نے اسے جگا کر پیغام پہنچایا اور کہا کہ ابھی رات کا وقت ہے، جب تک لوگوں کو حاتم کے ٹھکانے کا علم ہو جائے ایسا کرنا پڑے گا۔ مالک نے اپنا سر پیٹا اور داڑھ چبا کر کہا: ماویہ کو میرا اسلام پہنچانا اور اس سے کہنا کہ اسی وجہ سے تو میں نے تمہیں حاتم کو طلاق دینے کا کہا تھا۔ میرے پاس اتنا دودھ نہیں ہے جو حاتم کے مہمانوں کے لئے کافی ہو سکے۔ لونڈی نے واپس آکر جو اس نے دیکھا اور جو مالک نے جواب دیا دونوں سے آگاہ کیا۔ ماویہ نے لونڈی سے کہا: اب حاتم کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ تمہارے مہمان آج رات ہمارے پاس ٹھہرے ہیں اور انہیں تمہارے ٹھکانے کا علم نہیں ہے، ان کے کھانے کے لئے ایک اونٹنی اور پینے کے لئے دودھ بھیج دو۔ لونڈی حاتم کی تلاش میں گئی اور اس کا نام لے کر چیخی تو حاتم نے جواب میں لَبَّیْك کہا۔ لونڈی نے آنے کا سبب بتایا، حاتم اپنے اونٹوں کی طرف گیا اور دو اونٹوں کی رسی کھول دی، پھر آواز دے کر انہیں خیمے تک لایا اور ان کی کونچیں کاٹ دیں۔ یہ دیکھ کر ماویہ چیخ کر کہنے لگی کہ اسی وجہ سے میں نے تمہیں طلاق دی تھی، تم ہماری اولاد کو اس حال میں چھوڑو گے کہ ان کے لئے کچھ نہ بچے گا۔ حاتم نے جواب دیا: اے ماویہ! تمہاری خرابی ہو! جس ذات نے انہیں اور تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے وہ ان کی روزی کا بھی کفیل ہے۔

جب سردی کا موسم آتا اور شدید ٹھنڈ پڑتی تو حاتم اپنے غلاموں کو حکم دیتا اور وہ ایک مقام پر بہت بڑی آگ جلاتے تاکہ راستہ بھٹک جانے والے مسافر اسے دیکھ کر اس کے پاس آجائیں۔ حاتم اپنے اسلحے اور گھوڑے کے علاوہ اور کوئی چیز بچا کر نہیں رکھتا تھا، پھر ایک دفعہ قحط سالی کے موقع پر اس نے اپنا گھوڑا بھی لٹا دیا۔

سواری کا جانور بھی بھوکوں کو کھلا دیا:

ماویہ کے بھتیجے ملکان کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے کہا: اے پھوپھی جان! مجھے حاتم کی زندگی کا کوئی عجیب واقعہ سنائیے۔ انہوں نے جواب دیا: بھانجے! میں نے اس کا جو سب سے عجیب واقعہ دیکھا وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں کو ایسی قحط سالی کا سامنا ہوا جس میں جانوروں کے کھر تک ختم ہو گئے۔ مجھے اور حاتم کو بھی بھوک نے آلیا اور ہماری نیند اُڑا دی۔ میں نے سفانہ کو جبکہ حاتم نے عدی کو گود میں لیا اور ہم انہیں بہلانے لگے یہاں تک کہ وہ سو گئے، بچوں کے سونے کے بعد حاتم مجھ سے باتیں کر کے مجھے بہلانے لگا تاکہ میں بھی سو جاؤں۔ مجھے اس پر رحم آیا کیونکہ وہ بھی بھوکا تھا چنانچہ میں

خاموش ہوگئی تاکہ وہ سوجائے۔اس نے مجھ سے پوچھا: کیا تم سوگئیں، میں نے کوئی جواب نہ دیا جس پر وہ خاموش ہوگیا۔ پھر اس نے خیمے کے باہر دیکھا تو کوئی آرہا تھا، سر اٹھا کر دیکھا تو وہ ایک عورت تھی۔حاتم نے اس سے ماجرا پوچھا تو اس نے جواب دیا: اے ابوعدی! میں ایسے بچوں کو چھوڑ کر تمہارے پاس آئی ہوں جو بھوک کے سبب کتوں یا بھیڑیوں کی طرح چیخ رہے ہیں۔حاتم نے کہا: اپنے بچوں کو میرے پاس لے آؤ، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں انہیں سیر کردوں گا۔ یہ سن کر وہ عورت تیزی سے اپنے بچوں کو لینے چلی گئی، میں نے سر اٹھا کر کہا: اے حاتم! تم اس کے بچوں کو کیسے سیر کروگے جبکہ تمہارے اپنے بچے بھوک کی حالت میں بہلانے کے بعد سوئے ہیں۔حاتم نے جواب دیا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں تمہیں، تمہارے بچوں کو اور اس عورت کے بچوں کو سیر کردوں گا۔جب وہ عورت آئی تو حاتم چھری لے کر کھڑا ہوا اور اپنے گھوڑے کے پاس جاکر اسے ذبح کردیا، پھر آگ روشن کی اور اس عورت کو چھری دے کر کہا: گوشت کاٹ کر بھونو، خود بھی کھاؤ اور اپنے بچوں کو بھی کھلاؤ۔ عورت نے خود بھی کھانا کھایا اور اپنے بچوں کو بھی کھلایا۔

میں نے اپنے بچوں کو بھی بیدار کیا، خود بھی کھایا اور انہیں بھی کھلایا۔حاتم نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہ تو بے مروتی ہے کہ تم لوگ کھانا کھاؤ جبکہ اہلِ محلہ بھوکے رہیں، پھر وہ محلے کے ایک ایک گھر جاکر یہ کہنے لگا کہ آگ کے پاس جمع ہوجاؤ۔لوگ گھوڑے کے پاس جمع ہوگئے تو حاتم اپنی چادر اوڑھ کر ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! صبح ہونے تک اس گھوڑے کی ہڈیوں اور کھروں کے علاوہ کچھ نہ بچا لیکن حاتم نے اس میں سے کچھ نہ چکھا حالانکہ اسے سب سے زیادہ بھوک لگی ہوئی تھی۔حاتم طائی کی سخاوت کے واقعات کثیر اور مشہور ہیں۔

دشمن کو بھی انکار نہ کیا:

ایک قوم نے حاتم طائی کے قبیلے طے پر حملہ کردیا۔حاتم اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، اپنا نیزہ سنبھالا، اپنے قبیلے اور خاندان میں لڑائی کے لئے ندا کی، پھر حملہ آوروں سے مقابلہ کرکے انہیں شکست سے دوچار کیا اور ان کا پیچھا کرنے لگا۔ اس دوران حملہ آوروں کے سردار نے اس سے کہا: اے حاتم! اپنا نیزہ مجھے دے دو، یہ سن کر حاتم نے اپنا نیزہ اس کی طرف پھینک دیا۔اس پر حاتم سے کہا گیا کہ آپ نے اپنی جان کو ہلاکت پر پیش کردیا، اگر وہ پلٹ کر حملہ کرتا تو آپ کو قتل کردیتا۔حاتم نے جواب دیا: میں بھی اس بات کو جانتا ہوں لیکن جو کہے: مجھے دے دو، تو اس کا کیا جواب ہے۔

جب حاتم طائی مرگیا تو اس کے قبیلے طے پر اس کی موت بہت گراں گزری۔حاتم کے بھائی نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کا

جانشین ہے۔ اس پر اس کی ماں نے کہا: ہر گز نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! تم دونوں کے اخلاق میں بہت فرق ہے۔ جب میں نے حاتم کو جنا تو سات دن تک اس کی یہ حالت تھی کہ جب تک میں اپنے ایک پستان سے پڑوس کے ایک بچے کو دودھ نہ پلاتی تب تک حاتم بھی دودھ نہ پیتا تھا جبکہ تم ایک پستان سے دودھ پیتے تھے اور دوسرے پر ہاتھ رکھ لیتے تھے، تم اس کے وارث کیسے ہو سکتے ہو؟

شاعر کہتا ہے: جب تک حاتم طائی زندہ ہے سخاوت بھی زندہ رہے گی اور جب وہ مر گیا تو پھر سخاوت پر ماتم کیا جائے گا۔

جواد، کریم، سخی اور نیک لوگوں کی حکایات اور ان کی سخاوت وفیاضی کے واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا اور اس قدر مشہور ہیں کہ ان کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے ہی فضائل کو پانے کے لئے باہم مقابلہ کرنا چاہیے اور عمل کرنے والوں کو اسی کے لئے عمل کرنا چاہیے کیونکہ اس میں دنیا کی عزت اور آخرت کا مرتبہ ہے اور یہ تذکرہ باقی رہنے کا ذریعہ ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ زمانے میں صرف تذکرہ باقی رہتا ہے چاہے وہ اچھا ہو یا بُرا[1]۔

اس لئے تم عمر کی فرصت اور دنیا کی امداد کو غنیمت جانتے ہوئے ان سخی لوگوں کی طرح سخاوت کا عمل آگے بھیجو ان کی طرح تمہارا بھی ذکرِ خیر ہو گا اور ان کی طرح قیامت کے دن کے لئے ذخیرہ جمع کر لو۔ اس بات کو جان لو کہ جو کھالیا وہ بدن کے لئے ہے، جو دے دیا وہ آخرت کے لئے ہے اور جو پیچھے چھوڑا وہ دشمن کے لئے ہے، اب تم ان تینوں میں سے جسے چاہو اختیار کر لو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ یعنی ہمارے سردار حضرت محمد مصطفٰے صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اور ان کے آل واصحاب پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے درود وسلام ہوں۔

۔۔۔۔۔۔
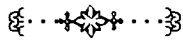
مکّار بخیل اور احسان جتانے والا

حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مکّار، بخیل اور احسان جتانے والا جنت میں داخل نہ ہوں گے۔

(ترمذی، کتاب البر والصلۃ ۔۔۔ الخ، باب ماجاء فی السخاء، ۳/۳۸۸، حدیث: ۱۹۷۰)

---

1 ...اُخروی سعادت مندی کے لئے ایمان واخلاص شرط ہے۔ (علمیہ)

باب نمبر 34:

بخل ولالچ، بخیلوں کا تذکرہ اور واقعات

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ وَ یَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ وَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اٰتٰىہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ (پ۵، النساء:۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کے لیے کہیں اور **اللہ** نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لالچ سے بچو کیونکہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔(1)

بُرائیوں کی طرف کھینچنے والی لگام:

ایک روایت میں ہے کہ بخل دل کی تمام برائیوں کی جامع ہے اور یہ ایسی لگام ہے جو انسان کو ہر بُرائی کی طرف کھینچتی ہے۔
امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز کی ہمشیرہ حضرت سیِّدَتُنا اُمُّ الْبَنِیْن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا فرماتی ہیں: بخل اگر قمیص ہوتی تو میں اسے نہ پہنتی اور اگر یہ کوئی راستہ ہوتا تو میں اس پر نہ چلتی۔

مہمانوں کو بھگانے کے لئے لاٹھی:

ایک بخیل شخص اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی۔ ایک شخص وہاں سے گزرا تو اس نے بخیل سے کہا: میں آج تمہارا مہمان ہوں۔ بخیل نے لاٹھی کی طرف اشارہ کر کے کہا: میں نے اسے مہمانوں کے ٹخنوں پر مارنے کے لئے رکھا ہے۔

عرب کا مشہور بخیل حُمید اَرقط مہمانوں کی ہجو کرتا اور ان کے ساتھ فحش کلامی سے پیش آتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے پاس چند مہمان آئے تو اس نے انہیں کھجوریں کھلائیں پھر ان کی مذمت میں اشعار کہے اور یہ ذکر کیا کہ وہ کھجوروں کو گٹھلیوں سمیت کھا گئے۔

درہم کی قید:

ابو صفوان بصری کے پاس جب کوئی درہم آتا تو وہ اس سے کہتا: اے عیار! کب تک تو عیاری کرے گا اور اِدھر اُدھر

1 ...ابو داود، کتاب الزکاۃ، باب فی الشح، ۲/ ۱۸۵، حدیث: ۱۶۹۸

گھومتا رہے گا اب میں تجھے طویل عرصے تک قید رکھوں گا۔ یہ کہہ کر اسے صندوق میں ڈال کر تالا لگا دیتا۔ ابو صفوان سے کہا گیا: آپ کے پاس مال کی کشادگی ہے پھر خرچ کیوں نہیں کرتے؟ کہا: زمانہ اس سے زیادہ کشادہ ہے۔

بخل کی مدح میں کتاب:

سہل بن ہارون نے بخل کی تعریف میں ایک کتاب لکھی اور اسے وزیر حسن بن سہل کی طرف بھیج دیا۔ حسن بن سہل نے اس کتاب کی پشت پر لکھا: اس کتاب میں تم نے جس بات کا حکم دیا ہے ہم اسی کو تمہارا اجر وانعام ٹھہراتے ہیں۔

شاعر ابنِ ابو فنن نے کیا خوب کہا ہے:

ذَرِيْنِىْ وَاِتْلَافِىْ لِمَالِىْ فَاِنَّنِىْ　　اُحِبُّ مِنَ الْاَخْلَاقِ مَا هُوَ اَجْمَلُ

وَاِنَّ اَحَقَّ النَّاسِ بِاللَّوْمِ شَاعِرٌ　　يَلُوْمُ عَلَى الْبُخْلِ الرِّجَالَ وَيَبْخُلُ

ترجمہ: مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنا مال خرچ کروں کیونکہ میں ان اخلاق کو پسند کرتا ہوں جو اچھے ہیں۔ لوگوں میں ملامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شاعر ہے جو دوسروں کو تو بخل پر ملامت کرتا ہے لیکن خود بخل سے کام لیتا ہے۔

حقنہ کے تیل سے چراغ روشن کرنا:

عمر بن یزید اَسدی بہت بڑا بخیل تھا۔ اس کے پیٹ میں قولنج ہو گیا تو طبیب نے بہت سارے تیل سے اسے حُقنہ دیا تو اس کے پیٹ میں جو کچھ تھا وہ ایک برتن میں نکل گیا۔ اس نے اپنے خادم سے کہا کہ جو تیل نکلا ہے اسے جمع کر لو اور اس سے چراغ روشن کر لینا۔

آتے جاتے بلا عوض حُدی خوانی:

خلیفہ منصور ایک مرتبہ حج کے لئے نکلا تو راستے میں مسلم حادی حُدی خوانی [1] کرنے لگا جسے سن کر منصور جھومنے لگا اور اس کے پاؤں پالکی سے ٹکرانے لگے۔ منصور نے اپنے دربان سے کہا: اے ربیع! اسے آدھا درہم دے دو۔ مسلم نے کہا: اے امیر المؤمنین! نصف درہم۔ بخدا! میں نے ہشام بن عبدُالملک کی تعریف میں اشعار کہے تو اس نے مجھے 30 ہزار درہم

[1] ... حدی یا حداوہ گانا ہے جس سے اونٹ کو مستی دلا کر چلایا جاوے اونٹ گانے کا عاشق ہے جیسے سانپ خوش آواز کا، جب اونٹ تھک جاتا ہے تو خوش آوازی سے اسے گانا سنایا جاتا ہے جس سے مست ہو کر خوب تیز دوڑتا ہے اس گانے کو حدی اور گانے والے کو حاد کہتے ہیں۔ بعض خوش الحان بدوی کے حدی پر انسانوں کو وجد آجاتا ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ۶/ ۴۴۲، ملتقطاً)

دینے کا حکم دیا۔ منصور نے کہا: تم مسلمانوں کے بَیْتُ المال سے 30 ہزار درہم لیتے ہو، اے ربیع! اس پر ایک شخص کو مقرر کر دو جو اس سے یہ مال واپس لے۔ ربیع کا بیان ہے کہ میں دونوں کے درمیان چلتا رہا اور خلیفہ منصور کو راضی کرتا رہا یہاں تک کہ مسلم نے اپنے اوپر یہ پابندی قبول کر لی کہ وہ حج کو جاتے اور آتے بلا عوض منصور کے لئے حُدی خوانی کرے گا۔

ایک درہم کا گوشت:

ابو عتاہیہ اور مروان بن ابو حفصہ دو ایسے بخیل ہیں جن کے بخل کی مثال دی جاتی ہے۔ مروان کا بیان ہے کہ مجھے کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی ایک لاکھ درہم سے ہوئی جو مجھے خلیفہ مہدی نے دیئے تھے، میں نے ان کا وزن کیا تو ایک درہم زیادہ پایا میں نے اس کا گوشت خرید لیا۔

دو دانق[1] کا نقصان:

ایک دن مروان نے ایک درہم کا گوشت خریدا، جب اسے ہنڈیا میں رکھا تو ایک دوست نے اس کی دعوت کی۔ مروان نے دو دانق کے نقصان کے ساتھ وہ گوشت قصاب کو واپس کیا تو قصاب گوشت بیچنے کے لئے یہ آواز لگانے لگا: یہ مروان کا گوشت ہے۔

مروان ایک دن ایک اعرابیہ کے پاس سے گزرا جس نے اس کی مہمان نوازی کی تو مروان نے کہا: اگر امیر المؤمنین نے مجھے ایک لاکھ درہم دیئے تو میں تمہیں ایک درہم دوں گا، پھر جب خلیفہ نے اسے 70 ہزار درہم دیئے تو اس نے اعرابیہ کو چار دانق دیئے۔

اہل مَرْو کا بخل:

بخل سے موصوف ہونے میں اہلِ مَرْو بھی ہیں۔ کہا گیا ہے کہ جب یہ اکھٹے سفر کرتے ہیں تو اِن کی عادت یہ ہوتی ہے کہ ہر ایک گوشت کا ایک ٹکڑا خرید لیتا ہے اور اسے دھاگے میں پرو دیتا ہے پھر یہ سب مل کر ایک ہانڈی میں اسے پکا لیتے ہیں اور ہر ایک دھاگے کے ایک سرے کو پکڑے رکھتا ہے اور جب گوشت پک جاتا ہے تو اسے کھینچ لیتا ہے اور گوشت کھا لیتا ہے پھر شوربے کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

---

[1]... دانق درہم کے چھٹے حصہ کو کہتے ہیں۔

ایک بخیل سے کہا گیا: سب سے بہادر کون ہے؟ کہا: جو کھانے کی تلخی کے سبب لوگوں کے منہ سے آواز سنے لیکن اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلے۔

ایک سوئی دینے سے بھی بخل:

ایک شخص سے پوچھا گیا: کیا محمد بن یحییٰ برمکی نے تمہیں لباس نہیں پہنایا۔ اس نے جواب دیا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر اس کا گھر سوئیوں سے بھرا ہو اور حضرت سیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو سفارشی اور فرشتوں کو ضامن بنا کر اس کے پاس تشریف لائیں اور حضرت سیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی مبارک قمیص جو پیچھے سے چاک ہو گئی تھی اسے سینے کے لئے ایک سوئی ادھار مانگیں تو وہ پھر بھی سوئی نہیں دے گا تو بھلا وہ مجھے لباس کیسے پہنائے گا؟

متنبی شاعر اور بخل:

متنبی شاعر بڑا بخیل تھا۔ ایک شخص نے اُس کی تعریف میں ایک قصیدہ کہا تو متنبی نے اُس سے کہا: تمہیں مجھ سے اس تعریفی قصیدے کے متعلق کتنی امید تھی؟ اس نے کہا: 10 دینار۔ متنبی نے کہا: بخدا! اگر تو آسمان کی چوڑائی کے برابر بھی روئی دھنے تو بھی میں تجھے ایک دانق بھی نہیں دوں گا۔

مرغے کے سر کی خوبیاں:

دِعبل کا بیان ہے کہ ہم سہل بن ہارون کے پاس موجود تھے، شدید بھوک کے سبب جب اُس کی جان پر بن آئی تو اُس نے اپنے غلام کو آواز دی: اے غلام! تیری خرابی ہو ہمارا صبح کا کھانا لے کر آؤ۔ غلام ایک پیالہ لے کر آیا جس میں پکا ہوا مرغا اور اس کے نیچے تھوڑا سا ثرید موجود تھا۔ اس نے مرغے کو غور سے دیکھا تو اس کا سر نہ پایا، غلام سے پوچھا: اس کا سر کہاں ہے؟ غلام نے کہا: میں نے اسے پھینک دیا ہے۔ سہل نے کہا: خدا کی قسم! میں تو اس کے پاؤں پھینکنے والے کو بھی ناپسند کرتا ہوں تو اس کا سر پھینکنے والے کو کیوں نہ ناپسند کروں۔ تمہاری خرابی ہو! کیا تم نہیں جانتے کہ سر تمام اعضاء کا سردار ہے، اسی کے ذریعے مرغا آواز دیتا ہے اور اگر اس کی آواز نہ ہوتی تو مرغے کا ارادہ نہ کیا جاتا۔ اس کی آنکھ کی مثال دی جاتی ہے، اس کا دماغ گردے کے درد کے لئے مفید ہے اور اس کے سر کی ہڈی سے زیادہ میں نے کوئی ہڈی چبانے میں آسان نہ دیکھی جبکہ تو گمان کرتا ہے میں اسے نہیں کھاؤں گا۔ جا کر دیکھ تو نے سر کو کہاں پھینکا ہے اور اسے میرے پاس

لے آ۔ غلام نے کہا: بخدا! مجھے نہیں معلوم میں نے اسے کہاں پھینکا ہے۔ سہل بن ہارون نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ تو نے سر کہاں پھینکا ہے تو نے اسے اپنے پیٹ میں ڈالا ہے اور اب اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی تیرا حساب لے گا۔

کہا گیا ہے کہ لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو کھانے میں تو بخل کرتے ہیں لیکن مال دینے میں سخاوت کرتے ہیں جبکہ بعض اس کے برعکس ہیں۔

دوا بھی اور غذا بھی:

قبیلہ مَرْوَز کے ایک شخص کو کھانسی کے سبب سینے میں درد ہوا تو لوگوں نے اسے بادام پیس کر کھانے کا کہا۔ اُس نے اس علاج کو گراں سمجھ کر درد کو برداشت کرنا آسان سمجھا پھر ایک روز اس کے پاس اس کا ایک دوست آیا اور اُس نے سینے کے درد کے لئے آٹے کی بھوسی کا پانی تجویز کیا۔ چنانچہ مروزی کے لئے آٹے کی بھوسی پکائی گئی تو اس نے بھوسی کا پانی پیا جس سے سینہ صاف ہو گیا اور درد جاتا رہا۔ صبح جب اُس کو کھانا پیش کیا گیا تو اس نے کہا کہ اسے رات کے لئے رکھ دو اور اپنی بیوی سے کہا: ہمارے گھر والوں کے لئے آٹے کی بھوسی پکالو کہ میں نے اس کے پانی کو درد سے نجات دینے والا اور سینہ صاف کرنے والا پایا ہے۔ بیوی نے کہا: اس نعمت پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے کہ اس نے بھوسی کو آپ کے لئے دوا بھی بنا دیا اور غذا بھی۔

چراغ کی بتی کے استعمال میں کنجوسی:

خاقان بن صُبیح نے کہا: میں ایک خراسانی کے ہاں رات کے وقت گیا تو وہ روشنی کے لئے چراغ لے آیا جس میں بہت باریک بتی جل رہی تھی اور ایک لکڑی دھاگے کے ساتھ اس سے بندھی ہوئی تھی۔ میں نے اُس سے پوچھا: یہ لکڑی کیوں بندھی ہوئی ہے؟ اُس نے کہا: اس لکڑی نے ایک مرتبہ تیل جذب کر لیا ہے اگر یہ لکڑی ضائع ہو گئی اور ہم نے اس کی حفاظت نہ کی تو ہمیں بتی اونچی کرنے کے لئے نئی سوکھی لکڑی کی ضرورت ہو گی (جو دوبارہ اپنے اندر تیل جذب کرے گی)۔

خاقان کہتے ہیں: میں ابھی اسی بات پر تعجب اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عافیت طلب کر رہا تھا کہ مَرْو کا ایک بوڑھا شخص مکان میں داخل ہوا۔ اُس نے لکڑی کو دیکھا تو کہا: تم نے ایک چیز سے فرار کی کوشش کی لیکن اس سے بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہوا اور دھوپ ہر چیز کی نمی کو سکھا دیتی ہیں لہٰذا یہ لکڑی بھی سوکھ گئی ہے۔ تمہیں اس کی جگہ لوہے کی سوئی استعمال کرنی چاہئے تھی کیونکہ لوہے کی سطح چکنی ہوتی ہے اور وہ تیل بھی جذب نہیں کرتی اور لکڑی کے استعمال کرنے کا ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ چراغ کی بتی کی کچھ روئی لکڑی کو لگ جاتی ہے جس سے بتی کو نقصان پہنچتا

ہے۔ خراسانی نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارا بھلا کرے اور تمہیں نفع دے میں تو فضول خرچی میں مبتلا تھا۔

مہمان نوازی کے خوف سے بھاگ نکلنا:

ہیثم بن عدی کہتے ہیں کہ یمامہ کا ایک شخص ابنِ ابو حفصہ شاعر کے پاس آیا تو یہ اس خوف سے کہ رات کو مہمان نوازی کرنی پڑے گی مہمان کو اکیلا چھوڑ کر گھر سے بھاگ نکلا۔ مہمان گھر سے باہر آیا اور ضرورت کی شے خرید کر پھر گھر میں لوٹ آیا اور ابن ابو حفصہ کی طرف یہ دو اشعار لکھے:

يَا اَيُّهَا الْخَارِجُ مِنْ بَيْتِهِ وَهَارِبًا مِّنْ شِدَّةِ الْخَوْف

ضَيْفُكَ قَدْ جَاءَ بِزَادٍ لَّهُ فَارْجِعْ وَكُنْ ضَيْفًا عَلَى الضَّيْف

ترجمہ: اے شدت خوف سے اپنے ہی گھر سے نکل کر بھاگ جانے والے تمہارا مہمان زادِ راہ لے آیا ہے تم لوٹ آؤ اور مہمان کے مہمان بن جاؤ۔

سب بھکاریوں کو ایک جواب:

ایک بخیل نے گھر خریدا اور اس میں منتقل ہو گیا۔ دروازے پر دیکھا کہ ایک بھکاری کھڑا ہے تو اس سے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں کشادگی دے، معاف کرو۔ وہ چلا گیا دوسرا آگیا تو اسے بھی بخیل نے یہی کہا یہ بھی چلا گیا تو تیسرا آگیا بخیل نے اسے بھی یہی کہا۔ پھر اپنی بیٹی کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اس جگہ کتنے بھکاری ہیں؟ بیٹی نے کہا: ابا جان! بھکاری زیادہ ہوں یا کم آپ کا کیا جاتا ہے کہ ان سے کہیں: "معاف کرو۔"

دیہاتی اور ابو الاسود:

ایک دیہاتی ابو الاَسود کے ساتھ مل کر بہت سی کھجوریں کھا گیا پھر جب آخری کھجور بچی تو ابو الاسود نے اُسے لینا چاہا لیکن دیہاتی نے سبقت کر کے اُسے لے لیا مگر اُس کے ہاتھ سے کھجور مٹی میں گر گئی۔ ابو الاسود نے مٹی سے کھجور اٹھالی اور کہا: میں اسے شیطان کے لئے نہیں چھوڑ سکتا۔

مہمان کو جانے پر مجبور کرنا:

ایک اعرابی نے اپنے ہاں آنے والے مہمان سے کہا: تو غیر آباد زمین میں اُترا ہے جہاں کا ساکن تجھ سے خوش

نہیں، اگر تو رہنا چاہتا ہے بھوکا رہ سکتا ہے یا پھر ندامت کے ساتھ یہاں سے جا سکتا ہے۔

عقلمند کہتے ہیں کہ جب تو کسی لالچی شخص سے سوال کرے تو لینے میں جلدی کر اور اسے سوچنے کا موقع نہ دے کیونکہ جتنا وہ سوچے گا اتنی تاخیر کرے گا۔

بخل کی خاطر مذمت کی خواہش:

بخل میں مشہور ہونے والوں میں ایک نام ابنِ جہم کا بھی ہے جس کا قول ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ دس فقہا، دس خطبا، دس شعرا اور دس ادیب میری مذمت میں متفق ہو جائیں اور مجھے برا بھلا کہیں یہاں تک کہ زمانے میں میری بُرائی مشہور ہو جائے پھر کوئی امید یا آرزو رکھنے والا میرے پاس نہ آئے۔

اکتاہٹ کی نشانی:

ایک مرتبہ ابنِ جہم سے اُس کے ساتھیوں نے کہا: ہمیں یہ ڈر رہتا ہے کہ ہم آپ کی خواہش سے زیادہ آپ کے پاس بیٹھتے ہیں لہٰذا آپ کوئی ایسی نشانی مقرر کر دیں جس سے ہمیں آپ کی اکتاہٹ کا معلوم ہو جائے۔ ابنِ جہم نے کہا: جب میں یہ کہوں کہ اے لڑکے! میرا ناشتہ لے آؤ تو یہ میری نشانی ہے۔

انوکھا جھگڑا:

حضرت سیِّدُنا عمرو بن میمون رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں کوفہ کے ایک راستے سے گزرا تو دیکھا کہ ایک شخص اپنے پڑوسی سے جھگڑ رہا ہے۔ میں نے اُن سے کہا: تم دونوں کیوں جھگڑ رہے ہو؟ اُن میں سے ایک نے کہا: میرا ایک دوست مجھے ملنے آیا تو میں اُس کے لئے سری خرید لایا اور ناشتے میں ہم نے اسے کھایا اور ہڈیوں کو میں نے اپنے گھر کے دروازے پر رکھ دیا پھر میرا یہ پڑوسی آیا اس نے ہڈیوں کو اپنے گھر کے دروازے پر ڈال دیا تاکہ لوگ یہ وہم کریں کہ اس نے سری خریدی ہے۔

ہڈی کھانے کا بخل بھرا طریقہ:

ایک بخیل شخص نے اپنے بیٹوں سے گوشت منگایا اور پکانے کا حکم دیا، جب گوشت پک گیا تو سارا گوشت کھا گیا حتّٰی کہ اُس کے ہاتھ میں صرف ایک ہڈی بچی جس پر بیٹوں کی نگاہیں لگی ہوئی تھیں۔ بخیل نے کہا: میں یہ ہڈی اسے دوں گا جو اسے کھانے کا اچھا طریقہ بتائے گا۔ یہ سن کر بڑے بیٹے نے کہا: ابا جان! میں اس ہڈی کو ایسے چوس کر رکھ دوں گا کہ اس

میں چیونٹی کے لئے بھی کوئی حصہ نہیں بچے گا۔ بخیل نے کہا: تو اس کا حق دار نہیں ہے۔ منجھلے (درمیانے) بیٹے نے کہا: ابا جان! میں پہلے اسے چبا کر پھر اسے چاٹ کر ایسا کر دوں گا کہ کوئی یہ نہیں پہچان سکے گا کہ یہ ہڈی ایک سال پرانی ہے یا دو سال۔ بخیل نے کہا: تو بھی اس کا حق دار نہیں۔ سب سے چھوٹے بیٹے نے کہا: ابا جان! میں پہلے اسے چاٹ لوں گا پھر اسے باریک پیس کر پھانک لوں گا۔ بخیل نے کہا: تم ہی اس کے حق دار ہو، یہ ہڈی تمہاری ہوئی۔

ایک دیہاتی اور ابو الاسود:

ایک دیہاتی ابو الاسود کے پاس سے گزرا جو ناشتہ کر رہا تھا۔ دیہاتی نے اُسے سلام کیا تو ابو الاسود نے سلام کا جواب دیا اور پھر کھانے میں مشغول ہو گیا اور دیہاتی کو کھانے کے لئے نہ بلایا۔ دیہاتی نے کہا: میں تمہارے گھر کے پاس سے گزرا ہوں۔ ابو الاسود نے کہا: کوئی بات نہیں وہ تمہارے راستے میں پڑتا ہے۔ دیہاتی نے کہا: تمہاری بیوی حاملہ تھی۔ ابو الاسود نے کہا: ٹھیک ہے۔ دیہاتی نے کہا: تمہارے ہاں ولادت ہوئی تھی۔ ابو الاسود نے کہا: حاملہ سے وضع حمل ضرور ہوتا ہے۔ دیہاتی نے کہا: تمہاری بیوی سے دو بیٹے ہوئے تھے۔ ابو الاسود نے کہا: اس کی ماں کے بھی دو بچے ہوئے تھے۔ دیہاتی نے کہا: ایک بیٹا مر گیا۔ ابو الاسود نے کہا: ماں دو بیٹوں کو دودھ پلانے کی طاقت نہیں رکھتی تھی۔ دیہاتی نے کہا: دوسرا بھی مر گیا۔ ابو الاسود نے کہا: بھائی کی موت پر وہ زندہ رہ کر کیا کرتا۔ دیہاتی نے کہا: ماں بھی مر گئی۔ ابو الاسود نے کہا: بچوں کے غم سے ماں تو مرے گی۔ دیہاتی نے کہا: تمہارا کھانا کتنا خوشبودار ہے؟ ابو الاسود نے کہا: اسی وجہ سے میں اکیلا کھاتا ہوں بخدا! اے دیہاتی! میں تجھے چکھاؤں گا بھی نہیں۔

ایک بخیل حاکم اور دیہاتی:

ایک دیہاتی کو حجاج نے کسی جگہ کا حاکم مقرر کیا جہاں وہ طویل عرصہ تک اپنے فرائض انجام دیتا رہا۔ ایک مرتبہ اُس کے قبیلے کا ایک دیہاتی اُس کے پاس آیا تو اس نے اسے کھانا پیش کیا اور اس وقت اسے بھوک بھی لگی ہوئی تھی۔ دیہاتی حاکم نے اُس سے پوچھا: میرے بیٹے عمیر کا کیا حال ہے؟ کہا: خیریت سے ہے اور اس کی کثیر اولاد ہو گئی ہے۔ پوچھا: اُمِّ عمیر کا کیا حال ہے؟ کہا: وہ بھی خیریت سے ہے۔ پوچھا: گھر کی حالت کیسی ہے؟ کہا: گھر اپنے اہل کے ساتھ آباد ہے۔ پوچھا: ہمارا کتا ایقاع کیسا ہے؟ کہا: پورے محلے میں بھونکتا پھرتا ہے؟ پوچھا: میرے اونٹ زُرَیق کا کیا حال ہے؟ کہا: وہ ٹھیک ہے۔ حاکم نے خادم کی طرف دیکھا اور کہا: کھانا اٹھالو۔ خادم نے کھانا اٹھالیا اور ابھی تک دیہاتی کا پیٹ نہیں بھرا تھا۔ پھر حاکم دیہاتی کی طرف

متوجہ ہو کر کہنے لگا: اے مبارک پیشانی والے! جو تم نے مجھے بتایا ہے وہ دوبارہ بتاؤ۔ دیہاتی نے کہا: پوچھئے۔ حاکم نے پوچھا: میرا کتا ایقاع کیسا ہے؟ کہا: مر گیا۔ پوچھا: کیسے؟ کہا: تمہارے اونٹ کی ہڈی اُس کے حلق میں پھنس گئی تھی جس کی وجہ سے مر گیا۔ پوچھا: کیا میرا اونٹ بھی مر گیا ہے؟ کہا: ہاں۔ پوچھا: کیسے؟ کہا: اُمّ عمیر کی قبر کی طرف کثرت سے پانی لے جانے کے سبب۔ پوچھا: اُمّ عمیر کیسے مر گئی؟ کہا: تمہارے بیٹے عمیر پر کثرت سے رونے کے سبب؟ پوچھا: کیا میرا بیٹا عمیر بھی مر گیا ہے؟ کہا: ہاں۔ پوچھا: کیسے؟ کہا: گھر کے منہدم ہونے کی وجہ سے۔ پوچھا: کیا میرا گھر منہدم ہو گیا ہے؟ کہا: ہاں۔ حاکم اسے مارنے کے لئے لاٹھی کی طرف لپکا تو دیہاتی بھاگ کھڑا ہوا۔

سخی اور بخیل بہن بھائی:

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ سفر پر نکلا تو راستہ بھول گیا۔ راہ چلتے میں نے جنگل میں ایک مکان دیکھا تو اس کی طرف چل پڑا وہاں میں نے ایک دیہاتی خاتون دیکھی جس نے مجھے دیکھ کر پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: آپ کا مہمان۔ اُس نے کہا: مہمان کو خوش آمدید۔ پھر میں اُس کے پاس ٹھہرا تو وہ میرے لئے کھانا لے کر آئی جسے میں نے کھایا اور اس کے بعد پانی پیا۔ ابھی میں اس کے پاس ٹھہرا ہوا ہی تھا کہ اس کا شوہر آیا اور اُس نے پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا: مہمان۔ شوہر نے کہا: مہمان کا آنا مبارک نہ ہو، مہمان کا ہمارے ہاں کیا کام؟ میں نے یہ سنا تو اسی وقت سوار ہو کر وہاں سے نکل آیا اور اگلے دن پھر میں نے جنگل میں ایک مکان دیکھا تو اس کی طرف چل پڑا وہاں بھی میں نے ایک دیہاتی عورت کو دیکھا جس نے مجھے دیکھ کر پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: آپ کا مہمان۔ اُس نے کہا: مہمان کا آنا مبارک نہ ہو، مہمان کا ہمارے ہاں کیا کام؟ ابھی وہ مجھ سے باتیں کر رہی تھی کہ اُس کا شوہر آگیا جس نے مجھے دیکھا تو پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا: مہمان۔ شوہر نے کہا: مہمان کو خوش آمدید۔ پھر وہ میرے لئے عمدہ کھانا لے آیا تو میں نے کھایا اور پانی پیا اور اُسے گذشتہ دن کے واقعہ کے متعلق بتایا جسے سن کر وہ مسکرایا۔ میں نے اُس سے پوچھا: تم کیوں مسکرا رہے ہو؟ اُس نے کہا: جس دیہاتی عورت کو تم نے کل دیکھا تھا وہ میری بہن ہے اور اس کا شوہر میری بیوی کا بھائی ہے۔

باب نمبر35: کھانا، مہمان نوازی اور میزبانی کے آداب اور زیادہ کھانے والوں کے واقعات

حلال کھانے کے متعلق تین فرامین باری تعالیٰ:

﴿1﴾...

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ(۱۷۲) (پ۲، البقرۃ:۱۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور **اللہ** کا احسان مانو اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔

﴿2﴾...

یَسْــٴَـلُوْنَكَ مَا ذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْؕ-قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُۙ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ

(پ۶، المائدۃ:۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب تم سے پوچھتے ہیں کہ اُن کے لئے کیا حلال ہوا تم فرمادو کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں اور جو شکاری جانور تم نے سدھا(سکھا) لیے۔

﴿3﴾...

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِؕ (پ۸، الاعراف:۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کس نے حرام کی **اللہ** کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی اور پاک رزق۔

حلال کو حرام قرار دینے والا۔۔۔!

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حلال کو حرام قرار دینے والا ایسا ہی ہے جیسے حرام کو حلال کہنے والا۔[1]

نعمت کا اظہار ربّ تعالیٰ کو پسند ہے:

حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ بندے کے کھانے پینے میں اپنی نعمت کا اثر دیکھے۔[2]

1 ... مسند الشھاب، ۲/ ۱۰۶، حدیث: ۹۸۰، ۹۸۱

2 ... موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الشکر، ۱/ ۴۸۲، حدیث: ۵۳

حضرت سیِّدُنا حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: مختلف کھانے بنانے میں کوئی اسراف نہیں۔

حلوہ نہ کھانے کا زُہد سے کیا تعلق؟

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو گوشت اور حلوہ وغیرہ عمدہ کھانے زُہد کے سبب ترک کر دیتا ہے تو ارشاد فرمایا: حلوہ نہ کھانے کا زُہد سے کیا تعلق؟ کاش کہ تم کھاؤ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے حلال کھانے کو ناپسند نہیں کرتا جبکہ تم حرام سے بچتے رہو۔ تمہیں یہ دیکھنا چاہئے کہ والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک، رشتے داروں سے صلہ رحمی، پڑوسیوں سے نرمی، مسلمانوں پر رحم، غصہ پینے، ظلم کرنے والوں کو معاف کرنے، برائی کرنے والوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنے اور تکلیف و پریشانی پر صبر کرنے کے معاملے میں تمہارا طرزِ عمل کیا ہے؟ حلوہ کھانے کو ترک کرنے سے زیادہ تمہیں ان احکام پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

مختلف کھانوں کا بیان

فالودہ عمدہ ہے یا لوزینہ؟

ہارون رشید کے بارے میں منقول ہے کہ اس نے ابو حارث سے فالودہ اور لوزینہ (بادام کا حلوہ) کے بارے میں پوچھا کہ ان میں سے زیادہ عمدہ کیا ہے؟ ابو حارث نے کہا: اے امیر المؤمنین! میں غائب کے بارے میں فیصلہ نہیں کر سکتا۔ دونوں چیزیں اس کے سامنے لائی گئیں، وہ دونوں میں سے ایک ایک لقمہ کھاتا رہا، پھر کہا: اے امیر المؤمنین! میں جب بھی ایک کے حق میں کوئی فیصلہ کرنے لگتا ہوں تو دوسرا اپنی دلیل لے آتا ہے۔

سیِّدُنا امام ابو یوسف عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کا انوکھا فیصلہ:

ہارون رشید اور اس کی بیوی زبیدہ خاتون میں اس بات پر اختلاف ہوا کہ فالودہ اور لوزینہ میں سے زیادہ عمدہ کیا ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام ابو یُوسُف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تشریف لائے تو ہارون رشید نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا۔ حضرت سیِّدُنا امام ابو یُوسُف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! میں غائب کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ دونوں چیزیں لائی گئیں پھر جب آپ نے سیر ہو کر کھالیا تو ہارون رشید نے کہا: فیصلہ کیجئے۔ فرمایا: اے امیر المؤمنین! دونوں فریقین نے آپس میں صلح کر لی ہے۔ یہ سن کر ہارون رشید ہنسنے لگا اور آپ کو ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا اور جب یہ بات زبیدہ کو

معلوم ہوئی تو اس نے حکم دیا کہ آپ کو نو سو ننانوے دینار دیئے جائیں۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے ایک شخص کو سنا کہ فالودہ کو بُرا کہہ رہا ہے تو ارشاد فرمایا: فالودہ گیہوں کا پسا ہوا آٹا، شہد اور خالص گھی کا مجموعہ ہے میں نہیں سمجھتا کہ کوئی عاقل اسے برا کہہ سکتا ہے۔

سب سے پہلے فالودہ تیار کرنے والا:

حضرت سیِّدُنا امام اصمعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: سب سے پہلے زمانہ جاہلیت کے حکیم و دانا عبد اللہ بن جدعان نے فالودہ تیار کیا۔

ایک اعرابی کے پاس فالودہ لایا گیا، اس نے ایک لقمہ کھایا تو پوچھا گیا: کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ اعرابی نے جواب دیا: تمہاری زندگی کی قسم! یہ سیدھا راستہ ہے۔

گوشت کی فضیلت کے متعلق تین روایات:

﴿1﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کھانوں میں سب سے زیادہ پسند گوشت تھا۔[1]

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اہلِ دنیا اور اہلِ جنت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔[2]

﴿3﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: گوشت دنیا اور آخرت میں کھانوں کا سردار ہے اور یہ قوت سماعت میں اضافہ کرتا ہے۔ اگر میں اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کرتا کہ مجھے روزانہ گوشت کھلائے تو وہ ضرور ایسا کرتا۔[3]

کدو شریف کے فضائل:

رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کدو شریف محبوب و پسند تھا[4] اور آپ اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا

---

1 ... اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ، ما روی فی اکلہ اللحم، ص۱۱۸، حدیث: ۵۹۷

2 ... ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب اللحم، ۴/ ۲۸، حدیث: ۳۳۰۵

3 ... احیاء علوم الدین، بیان اخلاق و آدابہ فی الطعام، ۲/ ۴۵۶

4 ... ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الدباء، ۴/ ۲۷، حدیث: ۳۳۰۲

عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے ارشاد فرمایا کرتے: اے عائشہ! جب تم ہانڈی پکاؤ تو اس میں کدو زیادہ ڈالا کرو کیونکہ یہ غمگین دل کو مضبوط کرتا ہے[1] اور یہ میرے بھائی حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَام کا درخت ہے۔[2]

مسور کی دال کی فضیلت:

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کدو استعمال کرو کیونکہ یہ دل کو مضبوط اور دماغ کی صلاحیت میں اضافہ کرتا ہے[3] اور مسور کی دال کھاؤ کیونکہ یہ دل کو نرم اور آنسوؤں کو زیادہ کرتی ہے۔[4]

بعض پھلوں اور اشیا کے فوائد:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: کھجور کھانے سے قولنج کی بیماری (بڑی آنت کے درد) سے حفاظت رہتی ہے، نہار منہ شہد پینا فالج سے محفوظ رکھتا ہے، (حاملہ کے) بِہی[5] کھانے سے بچہ خوبصورت پیدا ہوتا ہے، انار کھانے سے جگر کی اصلاح ہوتی ہے، مُنَقّٰی (بڑی کشمش) پٹھوں کو مضبوط اور درد و تھکان کو دور کرتا ہے، اجوائن معدہ کو قوی اور منہ کو خوشبودار کرتی ہے اور سب سے عمدہ گوشت بازو کا ہوتا ہے۔

اکیلے رہنے میں سلامتی ہے:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اکثر ہَرِیسہ[6] تناول فرماتے، حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دستر خوان پر کھانا کھاتے اور حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی اقتدا میں نماز پڑھتے اور اکیلے رہتے تھے۔ جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو ارشاد فرمایا: حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا کھانا مرغن ہوتا ہے، حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے پیچھے نماز پڑھنا زیادہ افضل ہے کیونکہ وہ زیادہ علم والے ہیں جبکہ اکیلے رہنے میں میرے لئے سلامتی ہے۔

---

1 ... الفوائد الشهير بالغيلانيات لابی بكر الشافعی، باب فی اكل النبی القرع، ۲/ ۷۰۱، حديث: ۹۵۶

2 ... فتح البارى لابن حجر، كتاب احاديث الانبياء، باب قول الله: وان يونس لمن المرسلين، ۶/ ۳۷۴، تحت الحديث: ۳۴۱۶

3 ... معرفة الصحابة لابی نعيم، ۳/ ۲۹۲، رقم: ۴۶۸۹، عبد الرحمن بن دلهم

4 ... مسند الفردوس، ۲/ ۶۳، حديث: ۳۸۷۶

5 ... ایک پھل کا نام جو ناشپاتی کے مشابہ ہوتا ہے۔

6 ... آٹے کا حلوہ جو گھی اور شکر کو ملا کر بنایا جاتا ہے۔

چاول کھانے کے سبب اچھے خواب:

وزیر حسن بن سہل نے ایک دن مامون رشید کے دستر خوان پر کھانا کھایا تو کہا: چاول کھانے سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ مامون نے پوچھا: وہ کیسے ؟ کہا: اے امیر المؤمنین! ہندوستان کی طب صحیح ہے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ چاول کھانے سے اچھے خواب نظر آتے ہیں اور جو شخص اچھا خواب دیکھے اُس کے لئے دو دن ہوتے ہیں (یعنی ایک سونے اور دوسرا جاگنے کا)۔ مامون نے اس کی بات کو پسند کیا اور اسے انعام واکرام سے نوازا۔

ابو صفوان نے کہا: سفید چاول گھی اور شکر کے ساتھ کھانا اہلِ دنیا کے کھانوں میں سے نہیں ہے۔

پہلے اہلِ عرب مختلف قسم کے کھانوں کو نہیں جانتے تھے، ان کا کھانا زیادہ تر گوشت تھا جسے پانی اور نمک کے ساتھ پکایا جاتا تھا یہاں تک کہ حضرت سیّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا دور آیا تو آپ نے مختلف قسم کے کھانے تیار کروائے۔

مہینہ بھر گوشت ترو تازہ رکھنے کا نسخہ:

کہا گیا ہے کہ اگر گوشت کو شہد میں ڈال دیا جائے پھر ایک مہینہ کے بعد اُسے نکالا جائے تو وہ ترو تازہ ہو گا اور اس میں کوئی تبدیلی نہ آئے گی۔

منقول ہے کہ جب گوشت کو سر کہ کے ساتھ پکایا جائے تو یہ معدہ کی تہائی گرانی دور کر دیتا ہے۔

روٹی کا اکرام:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: روٹی کا اکرام کرو۔ عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! روٹی کا اکرام کیا ہے ؟ ارشاد فرمایا: اس کے ساتھ سالن کا انتظار نہ کیا جائے۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ جو 40 دن تک مسلسل گوشت کھائے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور جو 40 دن تک گوشت نہ کھائے اس کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔

آسمانی دستر خوان کی اشیاء:

منقول ہے کہ بنی اسرائیل پر آسمان سے جو دستر خوان نازل ہوا اس پر گیندنے (ایک تیز بو والی سبزی) کے علاوہ تمام

1 ...مستدرک حاکم، کتاب الاطعمة، باب کرامة الخبز ان لاینتظر، ۵/ ۱۲۸، حدیث: ۷۲۲۷

سبزیاں تھیں نیز مچھلی تھی جس کے سر کے پاس سرکہ اور دم کے پاس نمک رکھا تھا جبکہ ان کے ساتھ سات روٹیاں موجود تھیں جن میں سے ہر ایک پر زیتون اور انار دانہ رکھا ہوا تھا۔

کیلے کی خوبیاں:

ایک روز ابنِ قُزعہ عزُّالدَّولہ کے پاس آیا تو اس کے سامنے کیلوں کا ایک گچھا رکھا ہوا تھا۔ عزُّالدّولہ نے جب کافی دیر تک اسے کیلے کھانے کی دعوت نہ دی تو ابنِ قزعہ نے کہا: ہمارے آقا کو کیا ہوا کہ کیلے کھانے کے ذریعے ہمیں کامیابی کی طرف نہیں بلاتے۔ عزُّالدّولہ نے کہا: کیلے کی خوبیاں بیان کرو تو میں تمہیں کیلے کھانے دوں گا۔ ابنِ قزعہ نے کہا: میں اس کی خوبصورتی کیسے بیان کروں جس کی رنگت میں سونے کی ڈلیاں ہیں گویا شہد اور مکھن سے ملا کر بنایا گیا ہے۔ یہ ایسا عمدہ پھل ہے گویا گوشت کا مغز ہے، اس کا چھلکا اتارنے میں آسان اور توڑنے میں نرم ہے، اس کا ذائقہ میٹھا ہے اور حلق سے اتارنے میں آسان ہے۔ یہ کہہ کر ابن قزعہ نے ہاتھ بڑھایا اور کیلا کھانا شروع کر دیا۔

ایک شخص نے کسی کو مکھن کی مذمت کرتے ہوئے سنا تو اُس سے کہا: کیوں تو اس کی مذمت کر رہا ہے؟ کیا اس کا رنگ کالا ہے یا اس کا ذائقہ بدمزہ ہے یا اسے حلق سے اتارنا مشکل ہے یا اس کی نرمی میں سختی ہے؟

دعوتِ ولیمہ میں ایک ہزار خدمت گار:

حجاج نے ولیمہ کے لئے ایک عالیشان تقریب منعقد کی پھر زاذان سے کہا: کیا کبھی کسریٰ نے بھی اس جیسی تقریب منعقد کی؟ زاذان نے بتانے سے معذرت کی تو حجاج نے قسم دے کر بتانے کا کہا۔ زاذان نے کہا: کسریٰ کے سامنے ایک شخص نے ولیمہ کیا اور لوگوں کی خدمت کے لئے ایک ہزار خادم مقرر کئے جن کے ہاتھوں میں سونے کے آبخورے تھے۔ حجاج نے کہا: بخدا! اہلِ فارس نے اپنے بعد بادشاہوں کے لئے کوئی (دنیاوی) شرف نہ چھوڑا۔

خراب فالودہ:

ایک شخص نے اپنے دوست کی طرف خراب فالودہ بھیجا اور اس کی طرف لکھا: میں نے اس کے بنانے کے لئے سوس کی شکر، ماردان کا شہد اور اصفہان کا زعفران استعمال کیا ہے۔ دوست نے جوابی مکتوب میں لکھا: بخدا! تو نے اصفہان کے وجود، سوس کی فتح اور مکھی کے شہد تیار کرنے سے قبل اسے تیار کر لیا تھا۔

حضرت سیِّدُنا سائب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک سرد دن میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم

کے پاس آئے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں ایک پیالہ پیش کیا جس میں شہد، گھی اور دودھ تھا۔ حضرت سیِّدُنا سائب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اسے واپس کر دیا، حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: اگر تم اسے پی لیتے تو سردی سے بھی بچے رہتے اور سارا دن تمہارا پیٹ بھی بھرا رہتا۔

کھانے کے متعلق زھد

کثیر بُزرگانِ دین نے کھانے پر قدرت کے باوجود اور بعض نے قدرت نہ ہونے کے سبب کھانے کے متعلق زہد اختیار کیا ہے۔

بغیر چھنا جو کا آٹا:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: اُس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو رسول بنا کر بھیجا! ہمارے لئے چھنا ہوا آٹا نہیں ہوتا تھا اور نہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی وفات ظاہری تک چھنا آٹا استعمال کیا ہے۔ عرض کی گئی: آپ جو کا آٹا کیسے استعمال فرماتے؟ ارشاد فرمایا: ہم جو کے آٹے میں پھونک مار کر (بھس وغیرہ اڑا کر) استعمال کرتے۔[1]

سرکہ بہترین سالن ہے:

حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: سرکہ بہترین سالن ہے اور آدمی کے بُرا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو چیز اسے کھانے کے لئے پیش کی جائے وہ اس پر ناراضی کا اظہار کرے۔[2]

کبھی روٹی کبھی سالن:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لقمہ میں کبھی دو رنگ جمع نہیں ہوئے کبھی گوشت ہوتا تو روٹی نہ ہوتی اور کبھی روٹی ہوتی تو گوشت نہ ہوتا۔

کمزوری کا علاج:

ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں کمزوری کی شکایت کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے گوشت کو دودھ کے ساتھ پکا کر کھانے کا ارشاد فرمایا کہ ان دونوں میں قوت ہے۔

1 ...مسند امام احمد، مسند السیدۃ عائشۃ، ۹/ ۳۴۴، حدیث: ۲۴۴۷۵، تاریخ ابن عساکر، باب ذکر تقللہ وزھدہ وتبتلہ فی العبادۃ وجدہ، ۴/ ۱۰۱

2 ...شعب الایمان، باب فی المطاعم والمشارب، فصل لایعیب طعاما قدم، ۵/ ۸۵، حدیث: ۵۸۷۲

کھانے کے آداب

کھانے یا پینے میں نقصان سے بچنے کا نسخہ:

حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو کھاتے یا پیتے وقت ''بِسْمِ اللّٰہِ خَیْرِ الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے جو سب ناموں سے بہتر ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے جو آسمان وزمین کا ربّ ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے جس کے نام سے کوئی چیز نقصان نہیں دیتی'' کہے گا تو کھانے یا پینے میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔(1)

کھانے سے پہلے کی دعا:

رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے جب کھانا رکھا جاتا تو آپ یہ دعا پڑھتے: ''بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْمَا رَزَقْتَنَا یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ جو تو نے ہمیں رزق عطا فرمایا ہے اس میں برکت نازل فرما۔''(2)

گزشتہ گناہوں کی معافی:

حضور نبی اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو کھانا کھائے پھر کہے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ یعنی شکر ہے اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کا جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور میری قوت وطاقت کے بغیر مجھے یہ عطا فرمایا'' تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جو کوئی کپڑا پہنے تو کہے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ یعنی شکر ہے اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کا جس نے مجھے یہ پہنایا اور میری طاقت و قوت کے بغیر مجھے یہ عطا فرمایا'' تو اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔(3)

ابتدا میں ''بِسْمِ اللہ'' پڑھنا بھول جائے تو۔۔۔!

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ مُعلّمِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

1 ...مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الاطعمۃ، باب فی التسمیۃ علی الطعام، ٥/ ٥٦٣، حدیث: ٢
الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ٨/ ٤٧٢، رقم: ١٢٢٤٩، ام محمد الانصاریۃ

2 ...معجم ابن عساکر، بہرام، ١/ ١٩٥، حدیث: ٢٢٤

3 ...ابو داود، کتاب اللباس، باب ما یقول اذا لبس ثوبا جدیدا، ٤/ ٦٠، حدیث: ٤٠٢٣

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی کھانا کھائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام ضرور لے اور کھانے سے پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام لینا بھول جائے تو "بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ" کہہ لے۔[1]

بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا ہے:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور پیے تو دائیں ہاتھ سے پیے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔[2]

بازار میں کھانا:

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اَلْاَکْلُ فِی السُّوْقِ دَنَاءَۃٌ یعنی بازار میں کھانا بے مروتی ہے۔"[3]

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت سیِّدُنا قتادہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ہم نے حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض کی: کھڑے ہو کر کھانا کیسا ہے؟ فرمایا: یہ تو کھڑے ہو کر پانی پینے سے بھی بُرا ہے۔[4]

شاہی خادم کی بیٹے کو نصیحتیں:

بادشاہ کے ایک خادم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اپنے ہونٹوں کو بند کر کے کھاؤ، کھانے کے دوران دائیں بائیں نہ دیکھو، چھری کے ذریعے نہ کھاؤ اور جو تم سے قدر و منزلت میں اعلیٰ ہو اُس سے اونچے ہو کر نہ بیٹھو اور صاف جگہوں پر نہ تھوکو۔

کھانے پینے کی چیز میں پھونک مارنا:

حضرت سیِّدُنا امام زُہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے مروی ہے کہ پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 ... ابو داود، کتاب الاطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام، ٣ / ٤٨٧، حدیث: ٣٧٦٧

2 ... ابو داود، کتاب الاطعمۃ، باب الاکل بالیمین، ٣ / ٤٩٠، حدیث: ٣٧٧٦

3 ... معجم کبیر، ٨ / ٢٤٩، حدیث: ٧٩٧٧

4 ... مسلم، کتاب الاشربۃ، باب کراھیۃ الشرب قائماً، ص ١١١٩، حدیث: ٢٠٢٤

وَسَلَّم نے کھانے اور پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔[1]

گرم کھانے سے اجتناب:

حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ رحمتِ کونین، شہنشاہِ دارین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے گرم کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے۔[2]

کھانے میں عیب نہ لگانا:

بخاری و مسلم میں حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ انبیا، محبوب کبریا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی کھانے کو عیب نہ لگایا پسند آیا تو کھالیا ورنہ چھوڑ دیا۔[3]

عمر بن ہبیرہ نے کہا: صبح سویرے کھایا کرو کہ صبح سویرے کا کھانا منہ میں بدبو پیدا نہیں کرتا اور مروت پر مددگار ہوتا ہے۔ کسی نے پوچھا: مروت پر کیسے مددگار ہوتا ہے؟ کہا: تیرا نفس تیرے کھانے کے علاوہ دوسرے کھانے کا مشتاق نہیں ہوتا۔

گرے ہوئے ٹکڑے کھانے کی برکت:

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: جو شخص دستر خوان سے گرے ہوئے ٹکڑوں کو اٹھا کر کھائے وہ فراخی کی زندگی گزارتا ہے اور اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد کم عقلی سے محفوظ رہتی ہے۔[4]

ایک روایت میں ہے: جو کھانے سے گری ہوئی شے اٹھا کر کھالے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کے جسم کو آگ پر حرام کر دے گا۔[5]

سونے سے قبل 40 قدم چلنا:

عرب کے حکیم و طبیب حارث بن کَلَدَہ نے کہا: جب تم میں سے کوئی ناشتہ کرے تو اس کے بعد تھوڑی دیر سو جائے اور جو رات کا کھانا کھائے تو وہ سونے سے قبل چالیس قدم چل لے۔

---

1 ... مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الاشربۃ، باب من کرہ النفخ فی الطعام والشراب، ٥ / ٥٢٢، حدیث: ٤

2 ... شعب الایمان، باب فی المطاعم والمشارب، ٥ / ٩٤، حدیث: ٥٩١٢ عن صہیب

3 ... بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی، ٢ / ٤٩٠، حدیث: ٣٥٦٣

4 ... عیون الاخبار، کتاب الطعام، آداب الاکل والطعام، ٣ / ٢٤٣، کنز العمال، کتاب المعیشۃ والآداب، الباب الاول، الفصل الاول، ٥ / ١١١، حدیث: ٤٠٨١٧

5 ... کنز العمال، کتاب المعیشۃ والآداب من قسم الاقوال، الباب الاول، الفصل الاول، ١٥ / ١١١، حدیث: ٤٠٨١٨، بنحوہ

کہا گیا ہے کہ دن کا بہترین کھانا صبح کے وقت کا ہے اور رات کا بہترین کھانا وہ ہے جو شب کی تاریکی پھیل جانے سے قبل ہو۔

کسی کے لقمے پر نظریں نہ جماؤ:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن، خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے مسلمان بھائی کے لقمے پر نظریں جمانے سے منع فرمایا ہے۔[1]

حجاج نے ایک روز کسی دیہاتی کو اپنے دستر خوان پر زیادہ کھاتے دیکھا تو اُس سے کہا: اپنی جان پر رحم کر۔ دیہاتی نے کہا: آپ اپنی نگاہیں جھکا کر رکھیں۔

حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے دستر خوان پر موجود ایک شخص سے کہا: اپنے لقمہ سے بال کو علیحدہ کر دو۔ اُس شخص نے کہا: آپ مجھے اتنی غور سے دیکھتے رہے کہ آپ کو میرے لقمہ میں بال بھی نظر آ گیا میں آئندہ آپ کا کھانا نہیں کھاؤں گا۔

حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ یہ چاہ رہے تھے کہ حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اُن کی مجلس کی توقیر کریں جیسا کہ بادشاہوں کی مجلسوں کی ہوتی ہے جبکہ حضرت سیِّدُنا حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ان سے زیادہ کھانے کے آداب اور اچھے طریقوں سے واقف تھے۔

دستر خوان پر دیہاتی اور بادشاہ کا مکالمہ:

ایک دیہاتی کسی بادشاہ کے دستر خوان پر حاضر ہوا تو اُس کے سامنے بکری کا بھنا ہوا بچہ پیش کیا گیا۔ دیہاتی جلدی سے اُسے کھانے لگا تو بادشاہ نے اُسے کہا: میں دیکھ رہا ہوں تم اسے ایسے غصے سے کھا رہے ہو گویا اس کی ماں نے تمہیں ٹکر ماری ہو۔ دیہاتی نے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اس پر ایسی شفقت کر رہے ہیں گویا اس کی ماں نے آپ کو دودھ پلایا ہے۔

زیادہ کھانا

دل کی صفائی اور سختی:

حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو کم

1 ... معرفة الصحابة، ۴/ ۵۱۷، حديث: ۶۹۵۰، رقم: ۳۳۳۳، ابو عمر مولى عمر بن الخطاب، عن ابي عمر

کھائے گا اُس کا پیٹ صحیح اور دل صاف ہو جائے گا اور جو زیادہ کھائے گا اُس کا پیٹ بیمار اور دل سخت ہو جائے گا۔[1]

مکی مدنی سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: زیادہ کھانے اور پینے سے دلوں کو مردہ نہ کرو کیونکہ دل کھیتی کی طرح ہے جب اسے زیادہ پانی ملے تو وہ خراب ہو جاتی ہے۔[2]

ایک روایت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیٹ کی پاک دامنی سے افضل کسی کو کوئی زینت عطا نہیں کی۔[3]

سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کا مسکرانا:

عمرو بن عبید معتزلی نے کہا: میں نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو کبھی مسکراتے نہیں دیکھا سوائے ایک مرتبہ کے۔ آپ کی مجلس میں بیٹھے ایک شخص نے دوسرے سے کہا: مجھے کبھی کھانے نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ دوسرے نے کہا: تمہارے معدے میں پتھر بھی ہوں تو اسے بھی تمہارا معدہ ہضم کر لے گا۔

حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: پیٹ بھر کر کھانا ذہانت و ہوشیاری کو ختم کرتا ہے۔

غیر سنجیدہ لوگوں میں شمار:

ابن مُقَفَّع نے کہا: عجمی بادشاہ جب کسی شخص کو کھانے کا حریص دیکھتے تو اسے سنجیدہ لوگوں سے نکال کر غیر سنجیدہ لوگوں میں ڈال دیتے۔

اہل عرب کہتے ہیں: کم کھاؤ نیند اچھی آئے گی۔

اہل عرب ایک دوسرے کو زیادہ کھانے پر عار دلایا کرتے تھے۔ چنانچہ کسی شاعر نے کہا:

لَسْتُ بِاَکَّالٍ کَاَکْلِ الْعَبْدِ وَلَا بِنَوَّامٍ کَنَوْمِ الْفَھْدِ

ترجمہ: میں غلام کی طرح بہت کھانے والا نہیں اور نہ چیتے کی طرح بہت سونے والا ہوں۔

زیادہ کھانے والے غلام کو نہ خریدا:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ تاجدارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

1 ... تاریخ ابن عساکر، ٦/ ٣٧٩، حدیث: ١٥٦٣، رقم: ٣٨٧، ابو اسحاق ابراھیم بن حاتم البلوطی

2 ... احیاء علوم الدین، کتاب کسر الشھوتین، بیان فضیلۃ الجوع وذم الشبع، ٣/ ١٠٠

3 ... نھایۃ الارب فی فنون الادب، القسم الثالث من الفن الثانی، الباب الثانی، ٣/ ٣١٢

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک غلام کو خریدنے کا ارادہ کیا، اس کے سامنے چھوہارے ڈالے تو وہ بہت کھا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ”بہت کھانا نحوست ہے۔“ یہ کہہ کر اس کی واپسی کا حکم دیا۔[1]

عقل مند لوگوں نے کہا ہے: تنہائی بُرے دوست سے بہتر ہے اور بُرا دوست بُرا کھانے والے سے بہتر ہے۔

بھوک کے سبب جگر کو حرکت:

ابو العیناء نے ایک دوست کو اپنے بُرے حال کی شکایت کی تو اُس نے کہا: شکر کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں اسلام اور عافیت کی نعمت سے نوازا ہے۔ ابو العیناء نے کہا: یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن بھوک ان دونوں کے درمیان جگر کو حرکت دے رہی ہے۔

زیادہ کھانے والوں کے واقعات

100 روٹیاں کھانا:

منقول ہے کہ وہب بن جریر نے مَیسرہ تَرّاس سے اُس کے کھانے کے متعلق سب سے تعجب انگیز بات کے بارے میں پوچھا تو میسرہ نے کہا: میں نے ایک مرتبہ سو روٹیاں کھائیں۔

پورا اونٹ کھالیا:

حضرت سیِّدُنا معتمر بن سلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: میں نے ہلال مزنی سے کہا: مجھے تمہارے متعلق جو زیاد کھانے کی خبر ملی ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ ہلال نے کہا: ایک مرتبہ مجھے بھوک لگی، میرے پاس میرا اونٹ تھا جسے میں نے ذبح کیا اور بھون کر کھالیا۔

سلیمان بن عبد الملک اور کھانے کا شوق:

حضرت سیِّدُنا امام اصمعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: سلیمان بن عبد الملک کھانے کا بہت شوقین تھا اور اُس کے کھانے کے شوق کا یہ عالَم تھا کہ جب اُس کے سامنے سیخ میں بھنی ہوئی موٹی تازی مرغی پیش کی جاتی تو وہ اس کے ٹھنڈا ہونے اور رومال کے آنے کا انتظار نہ کرتا بلکہ آستین سے پکڑ کر اسے کھانا شروع کر دیتا یہاں تک کہ اسے چٹ کر جاتا۔

خلیفہ ہارون رشید نے جب یہ بات حضرت سیِّدُنا امام اصمعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے سنی تو ان سے کہا: اے اصمعی! تمہیں

1 ...شعب الایمان، باب فی المطاعم و المشارب، الفصل الثانی فی ذم کثرۃ الاکل، ۵/ ۳۱، حدیث: ۵۶۶۱

تو لوگوں کے واقعات کی خوب خبر ہے، میں نے سلیمان بن عبد الملک کے جبے دیکھے ہیں جس میں مجھے تیل کے آثار نظر آئے ہیں۔ پہلے میں اسے خوشبو سمجھ رہا تھا لیکن تمہاری بات سے پتا چلا کہ یہ چکنائی ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام اصمعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: پھر ہارون رشید نے مجھے سلیمان بن عبد الملک کا ایک جُبّہ دے دیا جسے میں پہن کر کہتا: یہ سلیمان بن عبد الملک کا جُبّہ ہے۔

سلیمان بن عبد الملک کی کثرتِ خوراک:

حضرت سیِّدُنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وکیل شَمَرْدَل کہتے ہیں: سلیمان بن عبد الملک طائف آیا تو حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کے ہمراہ میرے ہاں آیا اور کہا: اے شمردل تمہارے پاس کیا ہے جو تم ہمیں کھلاؤ۔ میں نے کہا: میرے پاس ایک موٹا تازہ بکری کا بچہ ہے۔ سلیمان نے کہا: جلدی سے اسے پکا کر لے آؤ۔ میں اسے پکا کر لے آیا تو سلیمان اسے کھانے لگا اور حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کو نہ پوچھا پھر جب صرف ایک ران بچ گئی تو ان سے کہنے لگا: اے ابو جعفر! آیئے۔ حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے فرمایا: میں روزے سے ہوں تو سلیمان وہ ران بھی کھا گیا پھر مجھ سے کہا: اے شمردل! تمہارے پاس کچھ اور نہیں؟ میں نے کہا: میرے پاس اونٹ کی رانوں کی طرح موٹی چھ مرغیاں ہیں۔ پھر میں انہیں پکار کر سلیمان کے پاس لے آیا تو وہ انہیں بھی چٹ کر گیا۔ پھر کہنے لگا: اے شمردل! کیا تمہارے پاس کچھ اور نہیں؟ میں نے کہا: ستو ہیں۔ ستو اسے پیش کئے تو اُس نے ایک ہی سانس میں ستو پی لئے پھر اپنے غلام سے کہا: اے غلام! کیا تم نے ہمارا کھانا بنا لیا ہے؟ غلام نے کہا: جی ہاں۔ سلیمان نے کہا: کتنا کھانا ہے؟ غلام نے کہا: 30 سے اوپر دیگچیاں ہیں۔ سلیمان نے کہا: ایک ایک کرکے انہیں میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ ایک ایک کرکے سلیمان کے پاس وہ دیگچیاں لائی گئیں، ان کے ساتھ روٹیاں بھی تھیں، سلیمان نے ہر دیگچی میں سے تہائی کھا لیا پھر اپنے ہاتھوں کو پونچھ کر چت لیٹ گیا اور لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی پھر جب لوگوں کے لئے دستر خوان بچھایا گیا تو وہ پھر اٹھ بیٹھا اور لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔

ہلال بن اسعر انتہائی فربہ تھا، یہ اپنے منہ پر قیف (کُپّی) لگا لیتا اور اُس کے منہ میں دودھ یا نبیذ انڈیلا جاتا۔

مُحمّد اعرابی نے کہا: میری ایک بیٹی تھی جب وہ چھوٹی تھی تو میرے ساتھ دستر خوان پر بیٹھتی اور کھانے میں جو اچھی چیز نظر آتی وہ مجھ پر ایثار کرتی پھر جب وہ بڑی ہو گئی تو میں اس کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھتا تو جس اچھے لقمہ کی

طرف میری نظر جاتی اُس کی طرف اس کا ہاتھ سبقت کر جاتا۔

مسلم بن قتیبہ کہتے ہیں: میں نے حجاج کے لئے 84 روٹیاں تیار کیں جس میں ہر روٹی کے ساتھ مچھلی تھی۔ ابو مرہ سے پوچھا گیا کہ تمہیں کون سا کھانا پسند ہے ؟ کہا: موٹا گوشت اور میدے کی روٹی۔

ہلال مزنی کی بسیار خوری:

صدقہ بن عبید مازنی کہتے ہیں: جب میں نے شادی کی تو میرے والد نے میرا ولیمہ کیا اور دس بڑے پیالوں میں اونٹ کے گوشت کا ثرید بنایا۔ ہمارے ہاں سب سے پہلے ہلال مُزَنی آیا تو ہم نے اُسے ثرید کا ایک بھرا ہوا پیالہ پیش کیا جسے اُس نے کچھ دیر میں ہی ختم کر دیا پھر ہم نے اسے دوسرا پیالہ دیا تو اُس نے وہ بھی ختم کر دیا تیسرا دیا تو وہ بھی ختم کر دیا یوں کرتے کرتے اُس نے دسوں پیالے ختم کر دیئے۔ پھر وہ چمڑے کے ایک مشکیزے کے پاس آیا جس میں نبیذ بھری ہوئی اُس نے مشکیزہ منہ سے لگایا اور اسے ختم کر کے ہی دم لیا اور جب وہ چلا گیا تو ہمیں دوبارہ کھانے کا بندوبست کرنا پڑا۔

ابن زیاد کی بسیار خوری:

عُبَیْدُ اللہ بن زیادہ دن میں پانچ مرتبہ کھانا کھاتا تھا۔ ایک مرتبہ یہ کوفہ جانے کے لئے نکلا تو بنو شیبان کے کسی شخص نے اس کی دعوت کی۔ شیبانی نے اس کے لئے 10 بطخیں ذبح کیں اور پکا کر اسے پیش کر دیں جنہیں یہ کھا گیا پھر اس کے سامنے کھانا پیش کیا گیا تو وہ بھی کھا گیا پھر اس کے پاس دو ٹوکریاں لائی گئیں جن میں ایک میں انجیر اور دوسری میں انڈے تھے۔ یہ کبھی انجیر اٹھا کر کھاتا تو کبھی انڈہ یوں کرتے کرتے اس نے یہ دو ٹوکریاں بھی ختم کر دیں پھر جب یہ لوٹا تو اس وقت بھی بھوکا تھا۔

مَیسرہ بن تراس کی بسیار خوری:

خلیفہ مہدی کو پتا چلا کہ مَیسرہ بن تراس ایک بڑا مینڈھا اور 100 روٹیاں کھا جاتا ہے تو اس نے میسرہ کو بلایا۔ میسرہ آیا تو اس کے اور ہاتھی کے سامنے 100 روٹیاں رکھی گئیں تو ہاتھی 99 روٹیاں کھا سکا جبکہ میسرہ سو روٹیاں چٹ کر گیا۔

ایک بسیار خور اور راہب:

ایک آدمی کسی گرجا گھر میں ٹھہرا تو راہب نے اُسے چار روٹیاں پیش کیں اور اس کے لئے مسور کی دال لینے چلا گیا واپس آیا دیکھا کہ وہ روٹیاں کھا چکا تھا تو دال رکھ کر روٹی لینے چلا گیا پھر واپس آیا دیکھا کہ وہ دال بھی کھا چکا ہے تو مزید دال لینے چلا گیا پھر آیا تو دیکھا کہ روٹی بھی ختم ہے یوں کرتے کرتے راہب نے 10 چکر لگا دیئے بالآخر راہب نے اُس سے

پوچھا: تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا: اردن کی جانب۔ راہب نے کہا: کس لئے؟ کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہاں ایک ماہر طبیب ہے میں اس سے اپنے معدے کی اصلاح کرانا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے بھوک کم لگتی ہے۔ راہب نے کہا: مجھے تم سے ایک کام ہے۔ اُس نے کہا: کیا؟ راہب نے کہا: جب تم اُس کے پاس جاؤ اور تمہارا معدہ ٹھیک ہو جائے تو میرے پاس نہ آنا۔

سیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی خوش طبعی:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ رسولِ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے ہاں تشریف فرما تھے تو میں نے حریرہ[1] بنایا اور حضرت سودہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے کہا: اسے کھاؤ۔ انہوں نے کہا: مجھے اس کی خواہش نہیں۔ میں نے کہا: بخدا! تم اسے ضرور کھاؤ گی ورنہ میں اسے تمہارے چہرے پر مل دوں گی۔ حضرت سودہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا: میں اسے نہیں کھاؤں گی۔ حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: میں نے پیالے میں سے کچھ لیا اور اُن کے چہرے پر مل دیا اور رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے درمیان جلوہ فرما تھے تو حضرت سودہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے بھی پیالے میں سے کچھ لے کر میرے چہرے پر مل دیا۔ یہ دیکھ کر آپ مسکرا دیئے۔[2]

مہمان نوازی اور کھانا کھلانے کی فضیلت

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۴﴾

(پ۲۶، الذّٰریٰت: ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزّز مہمانوں کی خبر آئی۔

رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ مہمان کا اکرام کرے اور اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔[3]

ضرورت مند کو نہ کھلانے پر وعید:

ایک روایت میں ہے کہ ”تم میں سے جو کھانا کھائے اور ضرورت مند اسے دیکھتا رہے اور وہ اسے اپنے ساتھ شریک

1... آٹے گھی اور دودھ سے تیار کردہ حلوہ۔

2... سنن کبری للنسائی، کتاب عشرۃ النساء، الانتصار، ۵/ ۲۹۱، حدیث: ۸۹۱۷

3... بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، ۴/ ۲۴۰، حدیث: ۶۴۷۵ بتقدم وتاخر

نہ کرے وہ ایسے مرض میں مبتلا ہو گا جس کا کوئی علاج نہیں۔"[1]

بھوکے مسلمان کو کھانا کھلانے کی برکت:

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ہم نے سنا ہے کہ اپنے بھوکے مسلمان بھائی کو کھانا کھلانا رحمت کو لازم کرنے والا ایک امر ہے۔

خلیلُ اللہ ہونے کی وجہ:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی گئی: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو کس وجہ سے خلیل بنایا؟ ارشاد فرمایا: تین وجوہات کی بنا پر: (۱)...مجھے جب بھی دو چیزوں میں اختیار دیا گیا تو میں نے غیرُاللہ کے مقابلے میں اُسے اختیار کیا جو مجھ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے۔ (۲)...جس چیز کا ذمہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میرے لئے لیا ہے میں نے کبھی اُس کے لئے اہتمام نہیں کیا اور (۳)...میں نے کبھی صبح اور رات کا کھانا مہمان کے بغیر نہیں کھایا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کے کسی مہمان نے آج تک کوئی رات مہمان نوازی کے بغیر نہ گزاری۔

حضرت سیِّدُنا امام ابنِ شہاب زہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے اصحاب میں سے اگر کوئی آپ کے ساتھ کھانا نہ کھاتا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ یہ قسم اٹھا لیتے کہ 10 دن تک اسے حدیث نہیں سنائیں گے۔

کھانا کھلانا فراخی کا باعث ہے:

بزرگ فرماتے ہیں؛ دستر خوان رزق آنے کا سبب ہے یعنی جو مہمان نوازی کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر فراخی کرتا ہے۔

سب سے پہلی مہمان نوازی:

منقول ہے کہ سب سے پہلے حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام نے مہمان نوازی فرمائی۔ سب سے پہلے روٹیوں کا چورا کر کے اسے شوربے میں بھگونے والے یعنی ثرید بنانے والے رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جدِ اعلیٰ حضرت سیِّدُنا ہاشم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ہیں۔

1 ...روح البیان، سورۃ النور، تحت الآیۃ: ۶۱، الجزء الثامن عشر، ۶/ ۱۸۲

سب سے پہلے افطار کرانے والے:

رضائے الٰہی کے لئے اسلام میں سب سے پہلے اپنے پڑوسیوں کو افطار میں کھانا کھلانے والے حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ہیں اور انہوں نے ہی سب سے پہلے راستے میں دستر خوان بچھایا۔ آپ گھر سے جب کوئی کھانا لے کر نکلتے تو اسے واپس گھر لے کر نہ آتے اور اگر کوئی کھانے والا نہ ملتا تو اسے راستے میں رکھ آتے (ایسی جگہ جہاں کسی کو مل جائے)۔

ایک شریف و کریم سے پوچھا گیا: آپ نے اچھے اخلاق اور مہمانوں کے ساتھ ادب سے پیش آنا کیسے اختیار کیا؟ اُس نے کہا: میں اکثر سفر میں رہتا جس کے سبب مجھے لوگوں سے ملنے جلنے کی حاجت رہتی، مجھے اُن کے جو اخلاق اچھے معلوم ہوتے میں انہیں اپنا لیتا اور جو بُرے ہوتے اُن سے اجتناب کرتا۔

میزبان کے آداب

میزبان اپنے مہمانوں کی خدمت اور ان کے لئے کشادگی کا اظہار کرے نیز ان سے خندہ پیشانی سے ملے۔ کہا گیا ہے کہ خندہ پیشانی سے ملنا مہمان نوازی سے بہتر ہے۔

کامل مہمان نوازی:

اہل عرب کہتے ہیں: کامل مہمان نوازی اول ملاقات میں مہمان کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا اور کھاتے ہوئے مہمان سے دیر تک گفتگو کرنا ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام اصمعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں نے حضرت عیینہ بن وہب دارمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے اچھے اخلاق کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: کیا تم نے عاصم بن وائل کا یہ قول نہیں سنا:

وَاِنَّا لَنَقْرِیْ الضَّیْفَ قَبْلَ نَزُوْلِہٖ　　　وَنُشْبِعُہٗ بِالْبِشْرِ مِنْ وَجْہٍ ضَاحِکٖ

ترجمہ: ہم مہمان کے ٹھہرنے سے پہلے ہی اس کی مہمان نوازی کر دیتے ہیں کہ ہم اس سے مسکراتے چہرے کے ساتھ مل کر اُسے شکم سیر کر دیتے ہیں۔

مروت کی تکمیل:

حضرت سیِّدُنا امام زین العابدین علی بن حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: مروت کی تکمیل میں سے ہے کہ آدمی

اپنے مہمان کی اس طرح خدمت کرے جس طرح ہمارے جدّ اعلیٰ حضرت سیّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام نے بنفس نفیس اور اپنے اہل کے ساتھ مل کر مہمانوں کی خدمت کی تھی۔ کیا تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ قول نہیں سنا:

وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ (پ١٢،ھود:٧١) ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی بی بی کھڑی تھی۔

مہمان نوازی کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اپنے مہمانوں کے ساتھ ایسی گفتگو کرے جس کے سبب ان کا دل اُس کی طرف مائل ہو، ان سے پہلے نہ سوئے، ان کی موجودگی میں زمانے سے شکوہ نہ کرے، ان کے آنے پر خوشی کا اظہار کرے اور جانے پر غمگین ہو اور ان کے سامنے ایسی بات نہ کرے جس سے یہ خوفزدہ ہوں جیسا کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ مجھے صبح اسحاق بن ابراہیم ظاہری نے ہریسہ کھانے کی دعوت دی تو ہمارے لئے ہریسہ لایا گیا ہم نے اسے کھایا تو کھانے کے دوران پکانے والے کی غفلت کے سبب ایک بال لقمہ میں آگیا۔ اسحاق بن ابراہیم نے خادم کو بلایا اور اس سے سرگوشی کی جسے ہم جان نہ سکے پھر وہ چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ لوٹا تو اس کے ہاتھ میں کپڑے سے ڈھکا ایک تھال تھا جیسے ہی اس نے تھال سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ اس میں پکانے والے کا ہاتھ حرکت کر رہا ہے[1]، یہ دیکھ کر ہم ڈر گئے اور وہاں سے لوٹ آئے۔

لہٰذا میزبان پر لازم ہے کہ جس قدر ممکن ہو اپنے مہمانوں کے دلوں کی رعایت کرے، ان کے سامنے کسی پر غصہ نہ کرے، ان کی موجودگی میں کوئی ناپسندیدہ کام نہ کرے، ان کے ہوتے ہوئے ناخوش گواری اور کنجوسی کا اظہار نہ کرے اور ان کے سامنے کسی کو جھڑکے نہ گالی دے بلکہ جس قدر ہو سکے ان کے دل میں خوشی داخل کرے۔

بچے کی موت کی خبر مہمانوں کو نہ دی:

منقول ہے کہ ایک شریف النفس شخص نے اپنے ساتھیوں کو باغ میں بلایا اور ان کی دعوت کی۔ میزبان کا ایک خوبصورت بیٹا تھا جو دن کی ابتدا میں مہمانوں کی خدمت میں مصروف رہا اور مہمان اس کے ساتھ مانوس ہو گئے۔ شام ہوئی تو وہ چھت پر چڑھا اور چھت سے گر کر مر گیا، باپ نے اس کی ماں کو صبح سے پہلے رونے چلانے پر تین طلاق کی قسم دی۔ رات کو مہمانوں نے بچے کے متعلق پوچھا تو میزبان نے کہا: وہ سو رہا ہے۔ صبح ہوئی اور مہمان جانے لگے تو میزبان نے ان سے کہا: اگر آپ چاہیں تو میرے بیٹے کی نماز جنازہ پڑھ لیں کیونکہ وہ کل چھت سے گر کر مر گیا ہے۔ مہمانوں نے کہا: تم نے ہمیں خبر کیوں نہ دی۔ میزبان نے کہا: عقلمند کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے مہمانوں کی خوشی اور مزے کو

[1] ...ایسا کرنا ظلم ہے شرعاً اس کی اجازت نہیں۔ (علمیہ)

بے کیف کرے۔ مہمان اس کے صبر واستقامت کو دیکھ کر متعجب ہوئے پھر انہوں نے اس کے بچے کی نماز جنازہ پڑھی، دفن میں شریک ہوئے اور وہاں سے روتے ہوئے رخصت ہوئے۔

میزبان کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو مہمانوں کے جوتوں کی حفاظت کرنے کا کہے اور ان کے ذریعے مہمانوں کی ضروریات پوری کرے اور مہمانوں کو کھانا کھلاتے ہوئے بچوں کے آنے پر زیادہ روک ٹوک نہ کرے اور اگر کوئی بچہ آجائے تو اسے منع نہ کرے۔

دربان نہ رکھنے کی وجہ:

ایک شریف حاکم سے کہا گیا کہ کوئی حرج نہیں اگر آپ دربان رکھ لیں، یوں انجان لوگ آپ کے پاس نہیں آئیں گے اور دشمن سے حفاظت بھی رہے گی۔ حاکم نے کہا: ہمارا دشمن ہمارا کھانا کھاتا ہے اور جب تک اللہ عَزَّوَجَلَّ نہ چاہے تو ہم میں سے کوئی فریب میں نہیں آسکتا۔ شریف حاکم کے لئے یہی زیادہ لائق ہے کہ وہ کھانے کے وقت دربان کو دروازے پر کھڑا نہ رکھے کیونکہ کھانا کھاتے وقت دربان کو دروازے پر کھڑا رکھنا یہ حاکم کی طرف سے پہلی بُرائی ہے۔

رات کا کچھ وقت مہمانوں کے ساتھ گزارے:

رات کو اپنے مہمانوں کے ساتھ کچھ وقت گزارے [1]، انہیں اچھی باتیں اور دلچسپ و انوکھے واقعات سنا کر مانوس کرے اور مزاح سے بھرپور باتوں کے ذریعے ان کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے (لیکن خلاف شرع اور حد سے زیادہ نہ ہوں)۔

میزبان پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ مہمان کو بیت الخلاد کھادے (تاکہ بوقتِ ضرورت آسانی رہے)۔

کھانے کے ارادے سے دوست کے گھر جانا:

بزرگانِ دین فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی اپنے بھائی کے گھر گہری دوستی کے سبب کھانا کھانے کی خواہش سے جائے جیسا کہ سرکار مدینہ، قرار قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق اور حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے ہمراہ حضرت سیِّدُنا ابو ہَیْثَم بن تیہان اور حضرت سیِّدُنا ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی

1 ... بعد نماز عشاد نیا کی باتیں کرنا، قصے کہانی کہنا سننا مکروہ ہے، ضروری باتیں اور تلاوت قرآن مجید اور ذکر اور دینی مسائل اور صالحین کے قصے اور مہمان سے بات چیت کرنے میں حرج نہیں۔ (بہار شریعت، حصہ ۱، ۳/ ۴۵۳)

عَنْھُمَا کے گھر گئے۔[1]

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عون بن عبد اللہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے 360 دوست تھے آپ سال بھر ان کے ہاں جاتے۔

دوست کی غیر موجودگی میں اس کے گھر کھانا:

اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ آدمی اپنے دوست کے گھر جائے اور اس کی غیر موجودگی میں وہاں بیٹھ کر کھائے[2] جیسا کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سیِّدَتُنا بریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے گھر داخل ہوئے اور ان کی غیر موجودگی میں ان کے کھانے میں سے کھایا۔[3]

دوست سے اجازت لئے بغیر کھانا:

مروی ہے کہ ایک بار حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی بازار میں ایک بَقَّال (خشک میوہ فروخت کرنے والے) کے سامان سے کھانے لگے کبھی ایک ٹوکری سے انجیر کھاتے اور کبھی دوسری سے خشک کھجور۔ یہ منظر دیکھ کر ہشام نے کہا: اے ابو سعید! آپ اتنے متقی و پرہیز گار ہو کر بھی دوسرے کا مال بغیر اجازت کے کھا رہے ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "اے احمق! میرے سامنے کھانے کے متعلق آیت تلاوت کرو۔" چنانچہ، اُس نے سورۂ نور کی آیت: 61 "اَوْ صَدِیْقِکُمْ ؕ" تک تلاوت کرنے کے بعد پوچھا: اے ابو سعید! صَدِیْق کون ہے؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: جس سے نفس راحت پائے اور دل مطمئن ہو۔

تکلف نہ کرے جو کچھ ہو پیش کر دے:

میزبان کو چاہیئے کہ مہمانوں کی ضیافت میں تاخیر نہ کرے اور کھانے کی کمی کے سبب مہمانوں کو منع نہ کرے بلکہ جو کچھ پاس ہو اسے مہمانوں کے سامنے پیش کر دے۔ حضرت سیِّدُنا انس بن مالک و دیگر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے بارے میں مروی ہے کہ وہ خشک روٹی کے ٹکڑے اور رَدِّی کھجوریں مہمان کے سامنے رکھ کر فرماتے: "ہم نہیں جانتے دونوں

---

[1] ...ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۴/ ۱۶۳، حدیث: ۲۳۷۶
احیاء علوم الدین، کتاب الاکل، الباب الثالث، آداب الدخول للطعام، ۲/ ۱۳

[2] ...یہ اس صورت میں ہے جب اسے یقین ہو کہ دوست اس کے کھانے سے خوش ہو گا۔ (احیاء علوم الدین، ۲/ ۱۳)

[3] ...احیاء علوم الدین، کتاب الاکل، الباب الثالث، آداب الدخول للطعام، ۲/ ۱۳

میں کس کا گناہ زیادہ ہے اس کا جو پیش کی گئی چیز کو حقیر جانے یا اس کا جو اپنے پاس موجود چیز پیش کرنے کو حقیر جانے۔“

مہمان کی فرمائش پر خوشی کا اظہار:

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی جب بغداد معلّٰی میں حضرت سیِّدُنا امام زعفرانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کے ہاں تشریف لائے تو حضرت سیِّدُنا زعفرانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی روزانہ کھانوں کی فہرست بنا کر اپنی باندی کو دے دیا کرتے۔ ایک دن حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے وہ فہرست لے کر ایک کھانے کا نام اپنے ہاتھ سے اس میں بڑھا دیا۔ حضرت سیِّدُنا امام زعفرانی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے ایک کھانا زائد دیکھ کر کہا: میں نے تو اس کا حکم نہیں دیا تھا؟ باندی نے حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی تحریر والی فہرست ان کی طرف بڑھا دی۔ جب نظر ان کی تحریر پر پڑی تو بہت خوش ہوئے اور خوشی و مسرت میں باندی کو آزاد کر دیا۔

مہمان نوازی کے متعلق سلف کا طریقہ:

سلف صالحین کا یہ طریقہ ہوتا کہ وہ مہمانوں کے آگے مختلف قسم کے کھانے رکھتے تاکہ جسے جو خواہش ہو وہ کھائے۔

سنت یہ ہے کہ مہمان کو گھر کے دروازے تک رخصت کر کے آئے۔ میزبان کو چاہئے کہ جب وہ کھانا مہمانوں کے سامنے رکھ دے تو اپنے گھر والوں میں سے کسی کے آنے کا انتظار نہ کرے۔

کہا گیا ہے کہ تین چیزیں کمزور کر دیتی ہیں: (۱)... چراغ جو روشنی نہ دے (۲)... سست قاصد اور (۳)... ایسا دستر خوان جس پر کسی کا انتظار کیا جائے۔

مہمان کی خدمت میزبان پر لازم ہے:

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی اپنے استاذِ محترم حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْخَالِق کے مہمان بنے تو حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے خود اپنے ہاتھوں سے ان کے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان سے کہا: یہ دیکھ کر گھبراؤ نہیں بلکہ اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ مہمان کی خدمت کرنا میزبان پر لازم ہے۔

ایک بلا یہ عام ہے کہ میزبان اگر مہمان کو دعوت دے اور مہمان اسے قبول کرنے سے کوئی عذر پیش کر دے تو میزبان ایک عذر سن کر ہی مہمان کو چھوڑ دیتا ہے اور گویا یہ سمجھتا ہے کہ اسے ایک مشکل اور دشوار معاملے سے چھٹکارا مل گیا۔

ایک بخیل سے پوچھا گیا: تنگی کے بعد فراخی کیا ہے؟ کہا: مہمان کا یہ عذر کرنا کہ میں روزے سے ہوں۔

دل جلانے والا شہد:

منقول ہے کہ ایک بخیل کے پاس کسی مہمان نے آنے کی اجازت طلب کی۔ بخیل کے پاس اُس وقت روٹی اور شہد تھا بخیل نے روٹی اٹھالی پھر جب شہد اٹھانے لگا تو مہمان اندر آگیا۔ بخیل نے یہ گمان کر کے کہ مہمان بغیر روٹی کے شہد نہیں کھائے گا مہمان سے کہا: آپ چاہیں تو بغیر روٹی کے شہد کھاسکتے ہیں۔ مہمان نے کہا: ٹھیک ہے اور یہ کہہ کر وہ انگلی سے شہد چاٹنے لگا۔ بخیل نے اُس سے کہا: اے میرے بھائی! ٹھہر جاؤ، بخدا! یہ شہد آپ کا دل جلا دے گا۔ مہمان نے کہا: ہاں یہ دل تو جلائے گا مگر میرا نہیں بلکہ آپ کا۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ مجھے ایک مرتبہ شدید بھوک لگی تو میں نے کہا کہ میں فلاں کے گھر جا کر ناشتہ کرتا ہوں۔ میں وہاں گیا تو دروازے پر صاحب خانہ کے غلام کو دیکھا تو اس سے پوچھا: تمہارا آقا کہاں ہے؟ اُس نے کہا: وہ گھر میں نہیں۔ میں نے اُس سے کہا: میں تمہارے آقا سے شکایت کروں گا کہ تم نے مجھے روٹی کا ایک ٹکڑا دیا ہے[1]۔ میری یہ بات سن کر وہ غلام بھاگ نکلا۔

قیمت کم کرنے کا نرالا طریقہ:

معمولی چیز کو مہمان کے سامنے پیش کر کے اسے بڑا بتانا بھی بخل ہے۔ منقول ہے کہ ایک بخیل نے اپنے دوست کو قسم دے کر کھانے پر بلایا اور اس کے سامنے پنیر اور روٹی پیش کی پھر اس سے کہا: روز روز پنیر نہیں کھایا جاسکتا کیونکہ اس کا ایک رطل تین درہم کا ہے۔ مہمان دوست نے کہا: میں اسے ڈیڑھ درہم کا کر دوں گا۔ میزبان نے پوچھا: وہ کیسے؟ مہمان نے کہا: میں ایک لقمہ پنیر سے کھاؤں گا اور ایک بغیر پنیر کے۔

مہمان کے لئے آداب

مہمان کو چاہئے کہ وہ پیٹ بھرا ہونے کا عذر نہ کرے بلکہ جس قدر ممکن ہو کھالے۔ منقول ہے کہ ایک دیہاتی شخص کے پاس کوئی مہمان آیا تو اس نے اُس کے سامنے کھانا رکھا۔ مہمان نے کہا: مجھے بھوک نہیں صرف رات گزارنے کے لئے جگہ چاہئے۔ دیہاتی نے کہا: اگر یہ بات ہے تو کسی اور کے مہمان بن جاؤ کیونکہ میں یہ نہیں سمجھتا کہ تم شہروں میں

[1]…یہ جھوٹ ہے شرعاً اس کی اجازت نہیں۔ (علمیہ)

میری تعریف کروگے جبکہ ہمارے باہمی معاملے میں تم میری توہین کر رہے ہو۔

مہمان نوازی کی بدولت راحت ملی:

ایک تاجر سے منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو حفص محمد بن قاسم کرخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے میرے تجارتی مال میں سے کچھ خریدنے کے لئے مجھے بلایا، ابھی میں ان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ پھلوں کا ایک طباق لایا گیا تو میں مجلس سے اٹھ کھڑا ہو۔ حضرت سیِّدُنا کرخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے مجھ سے کہا: اے فلاں! یہ کیا عامیانہ حرکت ہے؟ بیٹھو اور بیٹھ کر کھاؤ۔ میں بیٹھ گیا اور بیٹھ کر کھانے لگا کبھی میں ناشپاتی میں سے تھوڑا کھاتا اور کبھی سیب میں سے۔ پھر کھانا پیش کیا گیا تو میں نے پیٹ بھر کر کھایا اور لوٹ آیا۔ اگلے دن میرے وہم و گمان میں نہیں تھا کہ حضرت کرخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی اپنے غلام کے ہمراہ خچر پر سوار میرے ہاں آگئے اور مجھے اپنے ہاں کھانے کی دعوت دی اور کہا: اے فلاں! میں کم کھاتا ہوں کیونکہ مجھے کھانا دیر سے ہضم ہوتا ہے لیکن کل مجھے تمہارے ساتھ کھانا کھا کر راحت ملی ہے، اب میں یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے ہاں روزانہ کھانا کھاؤ۔ تاجر نے کہا: میں روزانہ ان کے ہاں کھانا کھانے لگا اور جب میں نہ ہوتا تو غلام کو میری طلب میں بھیجتے، مجھے ان کی قربت کے سبب کثیر مال حاصل ہوا۔

❁... مہمان کو چاہیئے کہ وہ میزبان سے سوائے سمت قبلہ اور قضائے حاجت کی جگہ کے کسی چیز کے بارے میں نہ پوچھے۔ ❁... میزبان کے حرم (بیوی) کی طرف نظر نہ کرے۔ ❁... اگر کسی جگہ میزبان اسے بٹھائے اور عزت دے تو وہاں بیٹھنے سے انکار نہ کرے۔ ❁... ہاتھ دھونے سے منع نہ کرے۔ ❁... صاحبِ خانہ کو کوئی حرکت کرتے دیکھے تو منع نہ کرے (جب تک شریعت واجب نہ کرے)۔

مہمانوں کا بُرا رویہ:

کسی ذہین و فطین شخص کو ایک کریم شخص کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ اپنے مہمانوں کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے تو اس نے کہا: ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ مجھے لگتا ہے کہ وہ اچھے اخلاق والا ہے اور میں اسے بُرے اخلاق والا گمان نہیں کر سکتا ہاں یہ ممکن ہے کہ مہمانوں کے بُرے سلوک کی وجہ سے وہ ان کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش نہ آتا ہو، میں حقیقتِ حال کے لئے خود اُس کے پاس جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ ذہین شخص کہتا ہے کہ میں اس کے پاس گیا اور جا کر سلام کیا۔ اُس نے کہا: کیا تم میرے مہمان بنوگے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر وہ میرے آگے آگے گھر کے دروازے تک گیا اور مجھے داخل

ہونے کی اجازت دی۔ میں داخل ہوا تو اس نے مجھے اونچی جگہ بیٹھایا میں وہاں بیٹھ گیا پھر اس نے مجھے تکیہ دیا تو میں نے تکیہ سے ٹیک لگالی پھر اس نے میرے لئے شطرنج[1] نکالی اور کہا: کیا تم شطرنج میں کچھ مہارت رکھتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ پھر میں اس کے ساتھ شطرنج کھیلنے میں مصروف ہو گیا۔ کھانا آیا تو اس نے اس میں سے اچھی چیزیں میرے آگے کر دیں اور میں کھانے لگا پھر جب میں کھانے سے فارغ ہوا تو وہ ایک لوٹا اور طشت لے کر آیا اور میرے ہاتھوں پر پانی ڈالنا چاہا تو میں نے منع نہ کیا پھر وہ جانے سے پہلے میرے جوتے لے کر آیا تو میں نے اس سے بھی منع نہ کیا اور جب میں وہاں سے آنے لگا تو میں نے اس سے کہا: اے میرے بھائی! میں تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میری ایک پریشانی دور کر دو۔ اس نے کہا: کیا پریشانی ہے؟ میں نے اسے اپنے آنے کی وجہ بتائی تو یہ سن کر اُس نے کہا: میرے بارے میں جو تمہیں پتا چلا ہے اس کا سبب مہمانوں کا بُرا سلوک ورویہ ہے کہ مہمان میرے گھر آتا میں اسے اونچی جگہ بیٹھنے کا کہتا تو وہ انکار کر دیتا پھر میں اسے کھانا کھلاتا اور اس میں جو عمدہ چیز ہوتی میں اسے پیش کرتا تو وہ انکار کر دیتا پھر کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں اس کے ہاتھ پر پانی ڈالنے لگتا تو وہ قسم دے کر مجھے روک دیتا پھر میں اسے رخصت کرنے کے لئے ساتھ چلتا تو وہ مجھے اس کی بھی اجازت نہ دیتا یہ دیکھ کر میں اپنے جی میں کہتا: آدمی کی اپنے گھر میں بھی کوئی بات نہیں سنی جارہی۔ اسی وجہ سے میں اس کو بُرا بھلا کہتا اور پٹائی کر دیتا[2]۔

***

باب نمبر 36: عفوودرگزر، بردباری، غصہ پینے، معذرت کرنے اور معذرت قبول کرنے کا بیان

عفوودرگزر کے متعلق پانچ فرامینِ باری تعالیٰ:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو عفوودرگزر کا یوں حکم ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ ...

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ ﴿۸۵﴾ (پ۱۴، الحجر: ۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اچھی طرح درگزر کرو۔

---

1 ... احناف کے نزدیک: شطرنج کھیلنا ناجائز ہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۶، ۳/ ۵۱۱)

2 ... شرعاً اسے ایسا کرنے کی اجازت نہیں۔ (علمیہ)

﴿2﴾...

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ (پ۹، الاعراف:۱۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

﴿3﴾...

وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَۚ ﴿۱۳۴﴾ (پ۴، اٰل عمرٰن:۱۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

﴿4﴾...

وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۠ ﴿۴۳﴾ (پ۲۵، الشُّوریٰ:۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔

﴿5﴾...

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ (پ۴، اٰل عمرٰن:۱۸۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

اونچے جنتی محلات:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ رحمتِ کونین، شہنشاہِ دارین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میں نے معراج کی رات جنت میں اونچے محلات دیکھے تو پوچھا: اے جبریل! یہ کس کے لئے ہیں؟ عرض کی: اُن کے لئے ہیں جو غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں۔[1]

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ جب مجھے رسولِ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یمن کی جانب روانہ کیا تو مجھ سے فرمایا: "اے معاذ! حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام مجھے برابر عفو و درگزر کا کہتے رہے حتّٰی کہ اگر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو نہ جانتا ہوتا تو میں یہ گمان کرتا کہ وہ مجھے حدود ترک کرنے کا بھی کہہ دیں گے۔"[2]

1 ... مسند الفردوس، ۱/ ۴۰۵، حدیث: ۳۰۱۱

2 ... الزھد لھناد، باب الحلم والعفو، ۲/ ۶۰۴، حدیث: ۱۲۸۷ بتغیر

عفو و در گزر والوں کو ندا:

حضرت سیّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی بیان کرتے ہیں: جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک منادی یہ ندا کرے گا: جس کا اجر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمّۂ کرم پر ہے وہ کھڑا ہو جائے تو صرف وہ لوگ کھڑے ہوں گے جو لوگوں سے در گزر کرنے والے ہوں گے۔[1] پھر آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِؕ (پ٢٥، الشوریٰ: ٤٠)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔

حلم و در گزر کے متعلق چار فرامینِ شیرِ خدا:

حضرت سیّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں:

﴿1﴾... لوگوں میں سب سے زیادہ معاف کرنے کا حق دار وہ ہے جو ان میں سزا دینے پر زیادہ قادر ہو۔

﴿2﴾... جب تو دشمن کو گرفت میں لینے پر قادر ہو جائے تو قابو پانے کے شکرانے میں اُسے معاف کر دے۔

﴿3﴾... اہلِ مروت کی غلطیوں سے در گزر کرو کیونکہ ان کا ہاتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دستِ قدرت میں ہوتا ہے جو انہیں بلند کرتا ہے۔

﴿4﴾... بُردبار کو اس کی بُردباری کا پہلا عوض یہ ملتا ہے کہ لوگ جاہل کے خلاف اُس کے مددگار بن جاتے ہیں۔

مُنْتَصِر بِاللہ نے کہا: معاف کرنے کی لذت انتقام لینے کی لذت سے زیادہ اچھی ہے۔

ابنِ مُعتز نے کہا: معافی کو جھڑک اور ملامت سے خراب نہ کرو۔

سیّدُنا احنف بن قیس رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی بُردباری:

حضرت سیّدُنا احنف بن قیس رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بہت زیادہ معاف کرنے والے اور حلم کے پیکر تھے۔ آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے جس نے بھی تکلیف پہنچائی میں نے اُس کے معاملے کو تین مراتب پر رکھا: (١)...اگر وہ مجھ سے بڑا ہے تو میں نے اس کی قدر و منزلت پہچان لی (٢)...اگر میرے برابر کا ہے تو اس پر مہربانی کی اور (٣)...اگر چھوٹا ہے تو میں نے اُس سے در گزر کیا۔

[1] ...الزھد لھناد، باب الحلم والعفو، ٢/ ٦٠٤، حدیث: ١٢٨٨

حضرت سیِّدُنا احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ لوگوں میں بُردباری کے حوالے سے مشہور تھے اور اسی وجہ سے آپ اپنے قبیلے کے سردار بنے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے بُردباری کو اپنے لئے لوگوں سے بڑھ کر مددگار پایا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ نے بُردباری کس سے حاصل کی؟ فرمایا: حضرت سیِّدُنا قیس بن عاصم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے۔ ایک مرتبہ میں حضرت سیِّدُنا قیس رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے پاس حاضر ہوا تو لوگ آپ کے بھائی کو پکڑ کر لائے جس نے آپ کے بیٹے کو قتل کیا تھا۔ آپ نے اُن سے فرمایا: تم نے میرے بھائی کو خوفزدہ کر دیا ہے اسے چھوڑ دو اور میرے بیٹے کی ماں کو دیت دے دو۔

کریم کی عادت:

کہا گیا ہے کہ کریم کی عادت یہ ہے کہ جب وہ قدرت پاتا ہے تو معاف کر دیتا ہے اور جب کوئی غلطی دیکھتا ہے تو اُسے چھپاتا ہے۔

عقل مند کہتے ہیں: جلد غصہ کرنا اور بدلہ لینا کریم کی عادت نہیں۔ اہل عرب کہتے ہیں: بدلہ لینے کے ساتھ سرداری نہیں ہو سکتی۔ عقل مند پر لازم ہے کہ جب اُسے سرداری حاصل ہو تو سزا کو اپنی عادت نہ بنائے اور اگر سزا دینا ضروری ہو تو حُدُودُ اللہ کے علاوہ سزا دینے میں نرمی کرے۔

خلیفہ ابو جعفر منصور کا معاف کرنا:

اشتر نخعی کی اولاد میں سے ایک شخص نے خلیفہ ابو جعفر منصور کے خلاف سازش تیار کی تو اُسے پکڑ کر منصور کے سامنے پیش کیا گیا۔ اُس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرا گناہ آپ کی سزا سے بڑھ کر ہے لیکن آپ کی معافی میرے گناہ سے بڑھ کر ہے۔ خلیفہ نے اُسے معاف کر دیا اور اسے انعام واکرام سے نوازا۔

خلیفہ بغداد مامون کا معاف کرنا:

مامون کے پاس ایک شخص کو پیش کیا گیا جس نے کسی جرم کا اِرتکاب کیا تھا۔ مامون نے اُس سے کہا: تم ہی ہو جس نے جرم کا ارتکاب کیا ہے؟ اُس نے کہا: میں ہی وہ ہوں جس نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور آپ کے عفوودرگزر پر بھروسا کیا ہے۔ مامون نے یہ سن کر اُسے معاف کر دیا اور اسے جانے دیا۔

حاکم مصر کی بُردباری:

ایک مرتبہ حاکم مصر حضرت سیِّدُنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک سفید خچر پر سوار ہو کر کچھ لوگوں کے پاس سے

گزرے تو اُن میں سے ایک شخص نے آہستہ سے اپنے پاس موجود لوگوں سے کہا: کون ہے جو امیر سے اُس کی والدہ کا نام پوچھے اُس کے لئے 10 ہزار کا انعام ہے۔ ایک شخص نے کہا: میں پوچھتا ہوں۔ چنانچہ وہ اٹھا اور حضرت سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے خچر کی لگام پکڑ کر کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ امیر کا بھلا کرے! عمدہ گھوڑے ہونے کے باوجود آپ اپنے اس مخصوص خچر پر ہی کیوں سوار ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اپنی سواری سے اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک وہ مجھ سے نہ اکتا جائے اور اپنے رفیق سے اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک میرا رفیق مجھ سے نہ اکتا جائے۔ پھر اس شخص نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ امیر کا بھلا کرے جہاں تک آپ کے والد عاص کا تعلق ہے تو ہم اُسے اور اس کی (زمانۂ جاہلیت کی) سرداری کو جانتے ہیں لیکن آپ کی والدہ کون ہیں؟ فرمایا: میری والدہ نابغہ بنت حرملہ ہیں جو عرب کی کسی لڑائی میں قید کرلی گئیں پھر عکاظ کے بازار میں انہیں بیچ دیا گیا جہاں سے عبد اللہ بن جدعان نے خرید کر انہیں میرے والد عاص بن وائل کو دے دیا پھر میری ولادت ہوئی یوں میں شریف النسب ہوا۔ اگر تمہارے لئے کسی نے کچھ مقرر کیا ہے تو لوٹ جاؤ اور جا کر اُس سے لے لو اور سواری کی لگام چھوڑ دو۔

خلیفہ واثق باللہ کی بُردباری:

خلیفہ واثق باللہ کو اُس کے اخلاق اور بُردباری کے سبب مامون صغیر کہا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ مروان بن محمد اُموی کی بیٹی اس کے پاس آئی اور کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا الْاَمِیْرُ! (اے امیر! آپ پر سلام ہو) خلیفہ نے کہا: وَعَلَیْكِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ بنتِ مروان نے کہا: ہم پر عدل وانصاف کیجئے۔ خلیفہ نے کہا: اگر میں نے عدل سے کام لیا تو تمہارے خاندان کا کوئی فرد نہیں بچے گا کیونکہ تم لوگوں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے لڑائی کی اور انہیں ان کے حق سے روکا۔ حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو زہر دیا اور ان کے ساتھ وعدہ خلافی کی۔ اگر میں نے عدل سے کام لیا تو تم میں سے کوئی باقی نہیں بچے گا۔ بنتِ مروان نے کہا: ہمیں اپنی مُعافی سے حصہ دیجئے۔ خلیفہ نے کہا: ہاں میں یہ کرسکتا ہوں۔ پھر خلیفہ نے اس کے اموال واپس کرنے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ خوب حُسن سلوک سے پیش آیا۔

سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا حلم:

حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بُردباری کے حوالے سے جانے جاتے ہیں اور اس حوالے سے آپ کے واقعات بہت مشہور ہیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خود فرماتے ہیں: میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ زمین پر کوئی جہالت سے کام لے

اور میرا حلم اُس پر حاوی نہ ہو اور کوئی جرم کرے اور میرا عفو و درگزر اُس پر غالب نہ ہو اور کسی کو کوئی حاجت ہو اور میری سخاوت اُسے پورا نہ کرسکے۔

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کوئی نازیبا بات کہی تو آپ نے بُردباری سے کام لیتے ہوئے فرمایا: یہ بات میرے والد حضرت سفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سنتے تو بڑا تعجب کرتے۔

سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا معافی چاہنا:

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا عقیل بن ابو طالب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کسی سبب سے حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ناراض ہوگئے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے معذرت کرتے ہوئے اُن کی طرف یہ لکھا: یہ خط معاویہ بن سفیان کی طرف سے عقیل بن ابو طالب کی طرف ہے۔ اے بنو عبد المطلب! تم قصی کی فروع، عبد مناف کا جوہر اور ہاشم کا خلاصہ ہو۔ کہاں ہیں تمہارے مضبوط اخلاق اور پختہ عقلیں؟ بخدا! جو معاملہ ہوا اُس میں امیر المؤمنین نے بُرا کیا اور اب وہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔ حضرت سیِّدُنا عقیل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواباً یہ دو اشعار لکھ بھیجے:

صَدَقْتَ وَقُلْتَ حَقًّا غَيْرَ اَنِّيْ ‏ ‏ اَرٰى اَنْ لَا اَرَاكَ وَلَا تَرَانِيْ

وَلَسْتُ اَقُوْلُ سُوْءًا فِيْ صَدِيْقِيْ ‏ ‏ وَلٰكِنِّيْ اَصُدُّ اِذَا جَفَانِيْ

ترجمہ: آپ نے سچ کہا اور درست بات کہی لیکن اب میں یہ چاہتا ہوں کہ نہ میں آپ کو دیکھوں اور نہ آپ مجھے دیکھیں۔ میں اپنے دوست کو بُرا نہیں کہتا لیکن جب میرا دوست بے وفائی برتے تو میں اُس سے منہ پھیر لیتا ہوں۔

یہ سن کر حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اُن کی طرف سوار ہو کر گئے اور اُن سے شفقت و نرمی کے ساتھ معاف کر دینے کا مطالبہ کرتے رہے حتّٰی کہ انہوں نے معاف کر دیا۔

سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ اور زُرقاء بنت عدی:

منقول ہے کہ جب مکمل طور پر اُمورِ خلافت حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سپرد ہوگئے اور لوگ آپ کی خلافت پر متفق ہوگئے تو ایک رات آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے ہم نشینوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ جنگ صفین کے واقعات کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ اسی دوران کوفہ کی ایک عورت زرقاء بنت عدی کا ذکر آیا تو لوگوں نے کہا: یہ وہی عورت ہے جو اپنے خطاب کے ذریعے جنگ صفین میں لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکایا کرتی اور حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی

کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا ساتھ دینے کا کہتی۔ یہ ایسا فصیح و بلیغ خطاب کرتی کہ اگر بزدل سن جاتا تو لڑنے کے لئے تیار ہو جاتا، پیٹھ پھیرنے والا سن لیتا تو سامنے آکر مقابلہ کرتا، لڑائی سے کنارہ کشی کرنے والا سنتا تو جنگ کے لئے تیار ہو جاتا، لڑائی سے بھاگنے والا سنتا تو واپس پلٹ آتا اور کشش و پنچ میں پڑنے والا سنتا تو قرار پکڑتا۔ حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: تم میں سے کس کو اُس کا کلام یاد ہے؟ لوگوں نے کہا: ہم سب کو یاد ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پوچھا: تم مجھے اس کے متعلق کیا مشورہ دیتے ہو۔ لوگوں نے کہا: ہم اس کے قتل کا مشورہ دیتے ہیں اور وہ اسی لائق ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: تم لوگوں نے بُرا مشورہ دیا اور قبیح بات کی، کیا یہ اچھا ہے کہ میرے متعلق یہ بات مشہور ہو جائے کہ میں کامیاب ہونے اور قدرت حاصل کرنے کے بعد ایک بیوہ عورت کو قتل کر دوں، اگر میں ایسا کروں تو بد بخت ہوں گا اور بخدا! میں ایسا ہر گز نہیں کروں گا۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے منشی کو بلایا اور کوفہ کے گورنر کی طرف یہ خط لکھا کہ زرقاء بنت عدی کو اس کے قبیلے اور قوم کے شہسواروں کے ساتھ سواری پر بٹھا کر میرے پاس بھیج دو۔ گورنر کوفہ کے پاس جب خط پہنچا تو اُس نے اس کے مطابق عمل کیا۔ جب زرقاء حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس پہنچیں تو آپ نے کہا: مرحبا اور خوش آمدید۔ اے خالہ! آپ کیسی ہیں اور آپ کا سفر کیسا رہا؟ زرقاء نے کہا: اچھا رہا۔

حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: کیا تم جانتی ہو کہ تمہیں میرے پاس کیوں بھیجا گیا۔ زرقاء نے کہا: عالِمُ الغیب اللہ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی ہے۔ فرمایا: کیا تم وہی ہو جو جنگ صفین میں سرخ اونٹ پر سوار صفوں کے درمیان لڑائی کی آگ بھڑکا رہی تھی اور میرے خلاف لڑنے پر لوگوں کو ابھار رہی تھی۔ زرقاء نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ زرقاء نے کہا: قیادت کرنے والے کا انتقال ہو چکا ہے اور معاملہ ختم ہو گیا ہے۔ زمانہ بدلتا رہتا ہے اور جو غور و فکر کرتا ہے وہ بصیرت حاصل کرتا ہے اور ایک کے بعد دوسرا معاملہ ہوتا رہتا ہے۔ فرمایا: تم نے سچ کہا۔ پھر فرمایا: میں نے تمہیں جنگ صفین میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے: "سورج کے ہوتے ہوئے چراغ کی روشنی کی کوئی حیثیت نہیں اور چاند کے ہوتے ہوئے ستاروں کی کوئی چمک نہیں، خچر گھوڑے سے سبقت نہیں کر سکتا اور لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ سنو! جو ہم سے راہنمائی چاہے گا ہم اُسے راہنمائی دیں گے اور جو ہم سے پوچھے گا ہم اُسے خبر دیں گے۔ بے شک حق وہ ہے کہ بھٹکا ہوا شخص اگر اُس کی طلب کرے گا تو درستی پائے گا۔ اے مہاجرین و انصار! صبر کا دامن تھام لو کہ عدل و انصاف کا کلمہ ظاہر ہو چکا ہے۔ اترو میدان جنگ میں اور صبر کو لازم پکڑو۔ سنو! عورت کا خضاب مہندی ہے اور مردوں کا خضاب خون ہے۔ صبر کا انجام اچھا ہے لہٰذا جنگ

کی طرف جاؤ اور پیٹھ نہ پھیرنا کہ یہ وہ دن ہے جس کے بعد کوئی دن نہیں۔'' یہ کہہ کر حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: کیا تم نے ایسا نہیں کہا اور لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا نہیں؟ زرقاء نے کہا: یہ معاملہ گزر چکا۔ فرمایا: تم میرے خلاف ہر خون میں شریک ہو۔ زرقاء نے کہا: اے امیر المؤمنین اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو اچھی خبر دے اور آپ کو سلامت رکھے، آپ جیسا شخص بھلائی کی خبر دیتا ہے اور اپنے ہم نشیں کو خوش کرتا ہے۔ فرمایا: اپنی حاجت بیان کرو تاکہ میں اُسے پورا کروں۔

زرقاء نے کہا: میں نے قسم اٹھائی ہے کہ حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی شہادت کے بعد کسی سے کچھ نہیں مانگوں گی۔ فرمایا: مجھے بعض لوگوں نے تمہارے قتل کا مشورہ دیا ہے؟ زرقاء نے کہا: یہ گھٹیا مشورہ ہے اور اگر آپ نے ان کی اطاعت کی تو آپ بھی بُرائی میں شریک ہیں۔ فرمایا: میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا بلکہ میں تمہیں معاف کرتا ہوں اور تمہارے ساتھ حُسنِ سلوک کرتا ہوں۔ زرقاء نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ جیسے لوگوں سے کرم کی امید ہوتی ہے جو قدرت پاتے ہیں تو معاف کرتے ہیں اور بُرائی صادر ہونے پر درگزر سے کام لیتے ہیں اور بن مانگے عطا کرتے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں خلعت اور مال سے نوازا اور ایک زمین عطا کی جس کی سالانہ آمدنی 12 ہزار درہم تھی اور انہیں ان کے وطن کی طرف صحیح وسالم لوٹا دیا نیز گورنر کوفہ کو لکھا کہ ان کے اور ان کے خاندان کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آنا۔

سیِّدُنا امیر معاویہ اور ابن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی ایک زمین تھی جس میں آپ کے غلام کام کیا کرتے تھے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زمین سے متصل حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زمین تھی جہاں ان کے غلام کام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ایک غلام حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی زمین میں زبردستی گھس آیا تو آپ نے ایک خط حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف لکھا جس میں یہ تحریر کیا: ''آپ کا غلام میری زمین میں گھس آیا ہے اسے منع کیجئے ورنہ آپ مجھے جانتے ہیں۔ وَالسَّلَام۔'' حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے خط پڑھ کر اپنے بیٹے یزید کو دیا۔ یزید نے جب یہ خط پڑھ لیا تو حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُس سے کہا: تمہاری کیا رائے ہے؟ یزید نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ آپ ان کی طرف ایک بڑا لشکر بھیجیں جو ان کا سر کاٹ کر آپ کے پاس لے آئے۔ حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اس کی جگہ اچھا معاملہ بھی تو

ہو سکتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک صفحہ لیا اور خط کا جواب یوں لکھا: ''اے حواریِ رسول کے صاحبزادے! غلام نے جو کیا مجھے اس کا افسوس ہے اور دنیا کی میرے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہیں۔ میں اپنی زمین آپ کو دیتا ہوں لہٰذا آپ اسے اپنی زمین میں شامل کر لیں اور اس میں جو غلام اور اموال ہیں یہ بھی آپ کے ہوئے۔ وَالسَّلام۔'' یہ خط جب حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن زبیر کے پاس پہنچا تو آپ نے اس کے جواب میں لکھا: ''میں نے امیر المؤمنین کا خط پڑھا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی عمر طویل کرے اور ان جیسی شخصیت جب تک قریش میں موجود ہے قریش کی رائے بے کار نہیں ہو سکتی۔'' یہ خط جب حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس پہنچا تو آپ نے اس خط کو پڑھ کر یزید کو دیا۔ یزید نے پڑھا تو وہ بہت خوش ہوا۔ حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُس سے کہا: جو معاف کرتا ہے وہ سرداری کرتا ہے، جو بُردباری کرتا ہے وہ عظیم ہوتا ہے اور جو درگزر کرتا ہے لوگوں کے دل اُس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

خلیفہ منصور کی بُردباری:

خلیفہ ابو جعفر منصور کے وزیر ربیع بن یونس کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے بڑھ کر بہادر اور مضبوط دل کا شخص کوئی نہیں دیکھا۔ کسی نے اس کی چغلی دربارِ خلافت میں کھائی کہ اس کے پاس بنو امیہ کی امانتیں اور اموال ہیں تو خلیفہ نے مجھے اس کے پیش کرنے کا حکم دیا۔ میں اسے لے کر خلیفہ کے دربار میں حاضر ہو گیا۔ خلیفہ نے اُس سے کہا: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارے پاس بنو اُمیہ کی امانتیں اور اموال ہیں لہٰذا ان میں سے جو کچھ ہے اُسے ہمارے پاس لے آؤ اور کچھ چھپانا نہیں۔ اُس شخص نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ بنو امیہ کے وارث ہیں؟ خلیفہ نے کہا: نہیں۔ اُس نے کہا: کیا آپ بنو امیہ کے اموال وغیرہ کے وصی ہیں۔ خلیفہ نے کہا: نہیں۔ اُس نے کہا: پھر میں آپ کو کیوں ان کے اموال اور امانتیں دوں؟ یہ سن کر خلیفہ منصور نے سر جھکالیا اور کچھ دیر سوچنے لگا پھر کہا: بنو امیہ نے مسلمانوں پر ظلم کر کے ان اموال کو جمع کیا اور میں مسلمانوں کا وکیل ہونے کی حیثیت سے تم سے مطالبہ کر رہا ہوں۔ میں یہ اموال تم سے لے کر بیتُ المال میں جمع کر دوں گا۔ اُس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ اس بات پر گواہ پیش کریں کہ بنو امیہ کے جو اموال میرے پاس ہیں یہ انہوں نے ظلم اور خیانت سے جمع کئے ہیں کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اموال مسلمانوں کے نہ ہوں۔ خلیفہ نے یہ سنا تو کچھ دیر کے لئے سر جھکالیا پھر سر اٹھا کر کہا: اے ربیع! میرا خیال ہے کہ اس شخص نے سچ کہا ہے اور اس پر کوئی چیز لازم نہیں اور ہم اسے معاف کرتے ہیں۔ پھر خلیفہ نے اُس شخص سے کہا: کیا تمہاری کوئی حاجت ہے؟ اُس نے کہا: اے امیر المؤمنین! جس شخص نے میرے

خلاف چغلی لگائی ہے اُسے میرے سامنے لے آئیں۔ بخدا! میرے پاس بنوامیہ کا کوئی مال ہے نہ امانت اور جو کچھ میں نے آپ سے کہا ہے یہ میں نے اپنی خلاصی اور بچاؤ کے لئے کیا ہے۔ خلیفہ نے کہا: اے ربیع! اُس چغلخور کو لے آؤ۔ جب وہ آیا تو اُس شخص نے اُسے دیکھ کر کہا: یہ تو میرا غلام ہے جو میرے تین ہزار درہم دھوکے سے لے کر بھاگ گیا تھا اور مجھ سے چھپتا پھر رہا ہے، اسی نے میری آپ کے پاس چغلی لگائی ہے۔ خلیفہ نے جب اُس چغلخور پر سختی کی اور اسے ڈرایا دھمکایا تو اس نے جھوٹ بولنے اور چغلی کا اقرار کیا۔ خلیفہ نے اُس شخص سے کہا: تم اس چغلخور کو معاف کر دو۔ اُس شخص نے کہا: میں نے اسے معاف کیا اور اسے آزاد بھی کیا اور میرے تین ہزار درہم جو اس کے پاس ہیں یہ میری طرف سے اس کے لئے تحفہ ہیں اور اس کے ساتھ مزید تین ہزار درہم اور دیتا ہوں۔ خلیفہ نے اُس شخص سے کہا: مزید دینے کی کیا ضرورت ہے؟ اُس شخص نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ سب کچھ آپ سے کلام کرنے اور آپ کے مجھے معاف کرنے کے مقابلے میں کم ہے۔ یہ کہہ کر وہ شخص چلا گیا اور خلیفہ منصور اُس سے تعجب کرنے لگا اور جب اُس کا ذکر کرتا تو کہتا: اے ربیع! میں نے اس جیسا شخص نہیں دیکھا۔

ہارون رشید کا حمید طوسی کو معاف کرنا:

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید کسی بات پر حمید طوسی سے سخت ناراض ہو گیا تو ہارون نے اسے قتل کرنے کے لئے چمڑے کا فرش اور تلوار منگائی۔ یہ دیکھ کر حمید طوسی رونے لگا تو خلیفہ نے اُس سے کہا: کیوں روتے ہو؟ حمید طوسی نے کہا: بخدا! اے امیر المؤمنین! میں موت کے خوف سے نہیں رو رہا یقیناً موت تو ضرور آئے گی لیکن میں اس بات پر افسوس کر کے رو رہا ہوں کہ میں دنیا سے جا رہا ہوں اور امیر المؤمنین مجھ سے ناراض ہیں۔ ہارون نے یہ سنا تو ہنسنے لگا اور اسے معاف کر دیا۔

زیاد کا ایک شخص کو معاف کرنا:

زیاد نے ایک مرتبہ ایک شخص کی گردن اڑانے کا حکم دیا تو اُس نے زیاد سے کہا: اے امیر! میرا آپ کے ذمہ ایک حق ہے۔ زیاد نے کہا: وہ کیا ہے۔ اُس شخص نے کہا: میرے والد بصرہ میں آپ کے پڑوسی تھے۔ زیاد نے کہا: تمہارے والد کون ہیں؟ اس شخص نے کہا: اے میرے آقا! میں اپنا نام بھول جاتا ہوں تو اپنے والد کا نام کیسے یاد رکھوں۔ زیاد نے یہ سنا تو اپنا منہ آستین میں دے کر ہنسنے لگا اور اسے معاف کر دیا۔

حَجّاج کا معاف کرنا:

حجاج نے ایک شخص کی گردن اڑانے کا حکم دیا تو اُس شخص نے کہا: میں اُس ذات کے طفیل تجھ سے معافی مانگتا ہوں

جس کے سامنے کل تو مجھ سے بھی زیادہ ذلیل ہو کر کھڑا ہو گا۔ یہ سن کر حجاج نے اُسے معاف کر دیا۔

جب حجاج نے ابن اشعث کا ساتھ دینے والے لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا تو بنو تمیم کا ایک شخص قتل کے لئے لایا گیا۔ اُس نے حجاج سے کہا: اے حجاج! اگر ہم نے جرم کر کے بُرا کیا ہے تو تم بھلائی کر کے معاف کر سکتے ہو۔ حجاج نے یہ سن کر کہا: کیا مقتولین میں سے کوئی ایسا اچھا کلام نہیں کر سکتا تھا۔ یہ کہہ کر حجاج نے اُسے معاف کر دیا اور جانے دیا۔

ابراہیم بن مہدی کہتے ہیں: مامون کا مجھے اُس کے خلاف لشکر کشی کے باوجود معاف کرنا قربت الٰہی اور صلہ رحمی کے لئے نہ تھا بلکہ اُس کی عادت میں معاف کرنا شامل تھا اور وہ میرے قتل سے اس عادت کو خراب کرنا نہیں چاہتا تھا۔

فضل بَرْمَکی سے کسی نے پوچھا: بہادری کیا ہے؟ کہا: اپنے بھائیوں کی غلطیوں سے درگزر کرنا۔

بعض آسمانی کتابوں میں ہے: زیادہ معاف کرنا عمر میں اضافہ کرتا ہے۔ اس کی اصل قرآن پاک میں یوں ہے:

وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْكُثُ فِی الْاَرْضِؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو لوگوں کے کام آئے زمین میں رہتا ہے۔

(پ١٣، الرعد: ١٧)

ہارون رشید کا یزید بن مزید سے درگزر کرنا:

یزید بن مزید سے منقول ہے کہ ایک رات مجھے خلیفہ ہارون رشید نے طلب کیا تو مجھے خوف ہوا۔ اُس نے مجھ سے کہا کیا تم نے ہی یہ شعر کہا ہے:

اَنَا رُكْنُ الدَّوْلَةِ وَالثَّائِرُ لَهَا وَالضَّارِبُ اَعْنَاقَ بُغَاتِهَا

ترجمہ: میں مملکت کی بنیاد ہوں اور اس کے لئے خون کا پیاسا ہوں اور اس کے باغیوں کی گردنیں اڑانے والا ہوں۔

تمہاری ماں نہ رہے کون مملکت کی بنیاد ہے اور کون اس کے لئے خون کا پیاسا ہے؟ میں نے کہا: میں نے ایسا نہیں کہا بلکہ میں یہ کہتا ہوں: "میں مملکت کا غلام ہوں اور اس کے لئے لڑنے کے لئے تیار ہوں۔" یہ سن کر خلیفہ ہارون نے اپنا سر جھکا لیا اور جب سر اٹھایا تو اس کا غصہ ختم ہو گیا تھا تو میں نے کہا:

خَلَافَةُ اللّٰهِ فِیْ هَارُوْنَ ثَابِتَةٌ وَفِیْ بَنِیْهِ اِلٰی اَنْ یُّنْفَخَ الصُّوْرُ

ترجمہ: ہارون اور اس کی اولاد میں خلافت الٰہی صور پھونکے جانے تک باقی رہے۔

خلیفہ ہارون نے کہا: اے فضل! اسے صبح ہونے سے پہلے دو لاکھ درہم دے دو۔

مُصعَب بن زبیر کا معاف کرنا:

مُصعَب بن زبیر نے ایک شخص کے قتل کا حکم دیا تو اُس نے کہا: وہ کیسا منظر ہو گا جب میں تیری خوبصورت صورت اور روشن چہرے کو پکڑے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑا ہوں گا اور یہ کہوں گا: اے میرے رب! مصعب سے پوچھ اس نے مجھے کیوں قتل کیا؟ مصعب نے کہا: اسے چھوڑ دو۔

عبد الملک کا ایک شخص کو معاف کرنا:

ایک مرتبہ عبد الملک بن مروان کسی شخص پر بہت زیادہ ناراض ہو گیا تو کہا: بخدا! اگر وہ مجھے مل گیا تو میں اُس کے ساتھ ایسا ایسا سلوک کروں گا۔ پھر جب وہ شخص عبد الملک کے سامنے پیش ہوا تو حضرت سیِّدُنا رَجاء بن حَیوہ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! آپ جیسا چاہتے تھے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایسا کر دیا اب آپ وہ کیجئے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہے۔ عبد الملک نے اُسے معاف کر دیا اور اس کے لئے انعام کا حکم دیا۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: بہترین چادر جسے انسان زیب تن کرے وہ بُردباری کی چادر ہے۔

عالم کی خاموشی شیطان پر گراں:

حضرت سیِّدُنا محمد بن عَجلان رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: شیطان پر بُردبار عالِم سے بڑھ کر کوئی بھاری نہیں کہ اگر وہ کلام کرتا ہے تو علمی گفتگو کرتا ہے اور اگر وہ خاموش رہتا ہے تو اس کی خاموشی بُردباری کے ساتھ ہوتی ہے۔ شیطان کہتا ہے: اس کی خاموشی مجھ پر اس کے کلام کرنے سے زیادہ شدید ہے۔

امام زین العابدین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْمُبِیْن فرماتے ہیں: بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب و جلال کے قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ غصہ کرتا ہے۔

تورات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: "مجھے اپنے غضب میں یاد رکھ میں تجھے اپنے غضب میں یاد رکھوں گا اور تجھے تباہ و برباد نہیں کروں گا اور جب تیرے ساتھ ظلم ہو تو صبر کر اور میری مدد پر راضی رہ کہ میری مدد تیرے لئے اپنی مدد سے بہتر ہے۔"

غصہ کے وقت دعا دیتے:

حضرت سیِّدُنا ابنِ عون رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ جب کسی پر غضب ناک ہوتے تو اُس سے کہتے: اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے برکت

دے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی ایک اونٹنی تھی جو آپ کو بہت پسند تھی، ایک دن غلام نے اسے مارا تو اس کی آنکھ پھوٹ گئی۔ لوگوں نے کہا: آج کے دن ضرور حضرت سیِّدُنا ابن عون رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ غصہ ہوں گے۔ مگر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے غلام سے کہا: میں نے تجھے معاف کیا۔

غضب الٰہی سے بچانے والی شے:

ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: کون سی شے سب سے زیادہ سخت ہے؟ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا غضب۔ اُس نے عرض کی: مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب سے کیا چیز بچا سکتی ہے؟ ارشاد فرمایا: غصہ نہ کرنا۔[1]

کہا گیا ہے کہ جو اپنے غصے پر عمل کرتا ہے وہ اپنی بصیرت ضائع کرتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ پہلوان وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کی حالت میں اپنے نفس پر قابو رکھے۔

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں: آدمی کے گناہ گار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اُس سے کہا جائے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈر تو وہ غصہ ہو جائے۔

غصہ کی حالت میں سزا نہ دینا:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے اپنے ایک گورنر کی طرف لکھا: غصہ کی حالت میں کسی کو سزا نہ دینا اور اگر کسی مجرم پر تجھے غصہ آ جائے تو اسے قید کر دینا اور جب تیرا غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو اسے نکال کر اس کے جرم کے مطابق اُسے سزا دینا اور (حدود کے علاوہ) سزا دینے میں 15 کوڑوں سے تجاوز نہ کرنا۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کہا گیا کہ ایک جملے میں حُسنِ اخلاق کو بیان کر دیں۔ فرمایا: غصہ نہ کرو۔

حکایت: غصہ بھگانے کی انوکھی ترکیب

حضرت سیِّدُنا مُعْتَمِر بن سلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان فرماتے ہیں: تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا جسے بہت غصہ آتا تھا۔ اُس نے تین کاغذ لکھے اور آدمیوں کو دے دیئے، پہلے سے کہا: جب مجھے غصہ آئے تو یہ کاغذ مجھے دے دینا، دوسرے

[1] ...مساوئ الاخلاق للخرائطی، باب ماجاء فی فضل العلم... الخ، ص: ۱۶۲، حدیث: ۳۴۲

سے کہا: جب میرا غصہ تھم جائے تو یہ کاغذ مجھے دے دینا اور تیسرے سے کہا: جب میرا غصہ بالکل چلا جائے تو یہ کاغذ مجھے دے دینا۔ ایک دن اُسے بہت زیادہ غصہ آیا تو اسے پہلا کاغذ دیا گیا جس میں لکھا تھا: تیری اور تیرے اس غصے کی کیا حیثیت ہے؟ تو خدا نہیں بلکہ ایک انسان ہے، عنقریب تیرے جسم کا ایک حصہ دوسرے کو کھائے گا۔ یہ پڑھ کر اُس کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر اسے دوسرا کاغذ دیا گیا جس میں لکھا تھا: تم زمین والوں پر رحم کرو عرش والا تم پر رحم کرے گا۔ پھر تیسرا کاغذ دیا گیا جس میں لکھا تھا: لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق کے ساتھ پکڑو ان کی اصلاح اسی بات سے ہوگی۔

بُردباری غصے میں پتا چلتی ہے:

حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اس شعر کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے:

لَیْسَتِ الْاَحْلَامُ فِی حِیْنِ الرِّضَا　　اِنَّمَا الْاَحْلَامُ فِیْ وَقْتِ الْغَضَبِ

ترجمہ: بُردباری خوشی کی حالت میں نہیں ہوتی وہ تو غصے کے وقت پتا چلتی ہے۔

غصہ پینے کی فضیلت:

رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے غصہ نکالنے پر قدرت کے باوجود غصہ پی لیا بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے مخلوق کے سامنے بلاکر اختیار دے گا کہ وہ حور عین میں سے جسے چاہے اختیار کرے۔[1] ایک روایت میں ہے کہ "اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا۔"[2]

ایک قریشی عورت کے غلام نے کوئی جرم کیا تو وہ کوڑا لے کر اُس کے پیچھے چلی آئی، جب اس کے قریب پہنچی تو کوڑا پھینک کر کہنے لگی: تقویٰ کسی کے غصے کو ختم کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔

ربّ تعالیٰ کو نرمی پسند ہے:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: یہودیوں کا ایک گروہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تو انہوں نے اَلسَّامُ عَلَیْكَ یَا مُحَمَّد (اے محمد! تم پر موت ہو) کہا۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جواباً فرمایا: عَلَیْکُمْ (تم پر بھی)۔ فرماتی ہیں: میں نے انہیں کہا: عَلَیْکُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَۃُ (تم پر موت و لعنت ہو)۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد

1 ... مسند امام احمد، حدیث معاذ بن انس الجھنی، ۵/ ۳۰۹، حدیث: ۱۵۶۱۹

2 ... مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الرفق والحیا وحسن الخلق، الفصل الثانی، ۲/ ۲۳۰، حدیث: ۵۰۸۹

فرمایا: اے عائشہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر چیز میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ میں نے عرض کی: کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا کہا؟ ارشاد فرمایا: میں نے جواب میں عَلَیْکُمْ کہہ دیا تھا۔[1]

ایک شخص دوسرے کو گالیاں دینے لگا تو اُس نے کہا: ہمارے بارے میں اتنی زبان درازی نہ کرو، صلح کی گنجائش بھی باقی رکھو کیونکہ جو ہمارے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کا مرتکب ہو ہم اسے صرف یہ بدلہ دے سکتے ہیں کہ اس کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری ہی کریں۔

قرآن کی آیات سے غصہ ٹھنڈا ہو گیا:

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْخَالِق کا ایک غلام ان کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا تھا اسی دوران اُس کے ہاتھوں سے لوٹا چھوٹ کر طشت میں جا گرا جس سے پانی کے چھینٹے اڑ کر امام جعفر صادق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْخَالِق کے چہرے پر آئے۔ آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے غصے سے اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے کہا: اے میرے آقا!

وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور غصہ پینے والے۔

حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْخَالِق نے فرمایا: میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ غلام نے کہا:

وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور لوگوں سے درگزر کرنے والے۔

فرمایا: میں نے تجھے معاف کیا۔ غلام نے کہا:

وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۚ﴿۱۳۴﴾ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

فرمایا: میں نے تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آزاد کیا۔

فاروق اعظم رَضِیَ اللهُ عَنْہ کی کمال بُردباری:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص کو نشے میں دیکھا تو ارادہ کیا کہ پکڑ کر اُسے سزا دیں۔ اُس نے آپ کو گالی دے دی تو آپ لوٹ آئے۔ آپ سے کہا گیا: حضور! یہ کیا ماجرا ہے کہ جب اُس نے آپ کو گالی دی تو آپ نے اُسے چھوڑ دیا۔ فرمایا: میں نے اُسے اس لئے چھوڑا کہ اُس نے مجھے غصہ دلایا تھا اور اگر میں اُسے سزا دیتا تو یہ میرے نفس کا انتقام ہوتا اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کسی مسلمان کو اپنی ذات کے لئے سزا دوں۔

[1] ...مسند امام احمد، مسند السیدۃ عائشۃ، ۹/ ۳۸۲، حدیث: ۲۴۱۴۵

اونچے رتبے تک رسائی کا نسخہ:

ہارون رشید نے ایک اعرابی سے کہا: کس سبب سے تم میں حضرت ہشام بن عُروہ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ اتنے اونچے مرتبے تک پہنچے؟ اُس نے کہا: ہمارے بے وقوفوں کے ساتھ بُردباری، ہماری غلطیوں سے درگزر اور ہمارے کمزوروں پر شفقت کے سبب۔ آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کسی کو کوئی چیز دیتے تو احسان نہ جتاتے، غصہ کرتے تو کینہ نہ رکھتے اور آپ کشادہ دل اور سخی وفیاض تھے اور ذہین و تیز فہم تھے۔ ہارون رشید نے یہ سن کر اپنے قریب موجود ایک شکاری کتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: اگر یہ عادتیں اس میں ہوتیں تو یہ بھی سرداری کے لائق بن جاتا۔

معن بن زائدہ سے کسی نے کہا: کیا جرم پر مؤاخذہ کرنا سرداری ہے؟ کہا: نہیں لیکن جس کا کوئی سفارشی اور مددگار نہ ہو اور اس کا جرم بھی بڑا ہو ایسے شخص سے درگزر کرنا کیا ہی خوب ہے!!!۔

حضرت سیّدُنا اَحنَف بن قیس رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! اگر تو کسی سے بھائی چارہ رکھنا چاہتا ہے تو اُسے غصہ دلا پھر اگر وہ غصے میں بھی تیرے ساتھ انصاف کرتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ تو اُس سے بچ۔

حضرت سیّدُنا احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اَوغاد کی رائے سے بچو۔ لوگوں نے عرض کی: یہ اَوغاد کون ہیں؟ فرمایا: جو درگزر اور معاف کرنے کو عار سمجھتے ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ سے کسی نے کہا: میں آپ کو ایسی گالی دوں گا جو آپ کے ساتھ قبر میں جائے گی۔ آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: بخدا! وہ میرے ساتھ نہیں تمہارے ساتھ جائے گی۔

گالی دینے والے سے حُسن سلوک:

ایک شخص نے حضرت سیّدُنا اَحنف بن قیس رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو ساتھ چلتے ہوئے گالی دی۔ آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ جب اپنے گھر کے قریب پہنچنے لگے تو اُس سے کہا: کچھ اور کہنا چاہتے ہو تو یہیں کہہ دو کہ مجھے ڈر ہے کہیں میرے محلے کے لڑکے تمہیں مجھے گالی دیتا ہوئے سن کر تکلیف نہ دیں اور میں اپنی ذات کے لئے انتقام لینا پسند نہیں کرتا۔

اچھے عذر نے جان بچالی:

منقول ہے کہ ایک بادشاہ نے کھانا بنانے کا حکم دیا اور اس کے خَواص بھی حاضر ہوئے، جب دستر خوان بچھا دیا گیا تو غلام

ایک طباق میں کھانا لے کر آیا اور جب وہ بادشاہ کے قریب ہوا تو ہیبت کے سبب ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور طباق میں سے کچھ سالن بادشاہ کے کپڑوں پر گر گیا۔ بادشاہ نے اُس کی گردن مارنے کا حکم دیا، غلام نے یہ دیکھا تو طباق اٹھا کر اس میں موجود تمام سالن بادشاہ کے سر پر انڈیل دیا۔ بادشاہ نے کہا: اے بدبخت! یہ تو نے کیا کیا؟ غلام نے کہا: میں نے یہ سب کچھ آپ کی عزت کی خاطر کیا ہے کہ لوگ جب یہ سنیں گے کہ آپ نے مجھے ایک چھوٹے سے جرم کے سبب قتل کر دیا تو آپ کو ظالم و جابر کہیں گے لہٰذا میں نے اپنا جرم ہی بڑا کر لیا تاکہ میرے قتل میں کوئی عذر باقی نہ رہے اور آپ سے ملامت اٹھ جائے۔ بادشاہ نے کچھ دیر اپنا سر جھکالیا پھر اس کی طرف سر اٹھا کر کہا: اے بُرے فعل کے مرتکب! اور اے اچھا عذر پیش کرنے والے! میں نے تمہارے بُرے فعل اور بڑے جرم کو تمہارے اچھے عذر کے سبب معاف کیا، جا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔

باغی کو معاف کر دیا:

مامون رشید خُراسان میں تھا، اُسے خبر ملی کہ اُس کے چچا ابراہیم بن مہدی نے اُس کے خلاف بغاوت کر دی ہے اور عباسیوں نے اُس کی بیعت بھی کر لی ہے۔ یہ خبر پاتے ہی اُس نے فوراً عراق کا رخ کیا اور جب وہ بغداد پہنچا تو ابراہیم چھپ گیا اور عباسیوں نے دوبارہ مامون کی اطاعت کر لی۔ مامون مسلسل ابراہیم کو ڈھونڈنے میں لگا رہا یہاں تک کہ اُسے پکڑ کر قید کر لیا پھر اُسے اپنے سامنے حاضر کیا۔ ابراہیم نے حاضر ہو کر کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو ہر گناہ گار کے اوپر مقرر کیا ہے اگر آپ مواخذہ کرنا چاہیں تو یہ آپ کا حق ہے اور اگر معاف کرنا چاہیں تو یہ آپ کا فضل ہے۔ اے امیر المؤمنین! فضل آپ کے زیادہ لائق ہے۔ یہ کہہ کر ابراہیم نے اپنی معافی کے متعلق کچھ اشعار کہے۔ مامون نے جب ابراہیم کا کلام اور اس کے اشعار سنے تو اُسے معاف کر دیا۔

ظالم کو ترس آگیا:

اموی حکمران عبد الملک بن مروان نے اپنے گورنر حجاج کی طرف لکھا کہ وہ عَبَّاد بن اسلم بَکْرِی کا سر کاٹ کر اُس کی طرف بھیج دے۔ عباد نے حجاج سے کہا: اے امیر! میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے قتل نہ کریں، بخدا! میری کفالت میں 24 عورتیں ہیں جن کے لئے میرے علاوہ کوئی کمانے والا نہیں۔ حجاج نے ان کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور ان میں سے ایک سے کہا: تم کون ہو؟ اُس نے کہا: میں عباد بن اسلم کی بیٹی ہوں پھر اُس نے چند اشعار کہے جس میں یہ کہا کہ میرے والد آٹھ بیٹیوں، 10 بہنوں، دو پھوپھیوں اور چار خالاؤں کے کفیل ہیں اور انہیں قتل کرنا گویا ان سب کو قتل

کرنا ہے۔ حجاج نے اشعار سنے تو وہ رو پڑا اور اس کا دل نرم ہو گیا اور اُس نے عبد الملک بن مروان سے عباد بن اسلم کی معافی حاصل کرلی اور عباد کے لئے کچھ مال کا حکم بھی دیا۔

جاہل سے درگزر کا حکم قرآن نے دیا:

ایک دن حضرت سیِّدُنا حر بن قیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس ان کے چچا آئے اور حضرت سیِّدُنا حر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اُن لوگوں میں سے تھے جنہیں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے قریب رکھتے تھے اور حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے شریک مجلس اور شریک مشورہ وہ لوگ ہوتے تھے جو قرآن کے عالِم ہوتے تھے خواہ وہ بوڑھے ہوں یا جوان۔ چچا نے اپنے بھتیجے حضرت سیِّدُنا حر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کہا: تمہیں امیر المؤمنین کے دربار میں کچھ رسائی حاصل ہے لہٰذا مجھے اُن کے پاس حاضری کی اجازت دلوا دو۔ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں اجازت دی تو داخل ہو کر کہنے لگے: اے خطاب کے بیٹے! بخدا! آپ نہ تو دل کھول کر عطا کرتے ہیں اور نہ ہمارے درمیان عدل کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ غصے میں آ گئے حتّٰی کہ آپ نے اُس کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو حضرت سیِّدُنا حر بن قیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرمایا ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

اور یہ شخص بھی جاہلوں میں سے ہے۔ یہ سن کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آیت قرآنی پر عمل کرتے ہوئے اُسے کچھ نہ کہا کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قرآن پاک کے فرامین پر فوراً عمل کرتے تھے۔

مسلمان کی پردہ پوشی:

ایک شخص نے ہارون رشید کے دربان فضل بن ربیع کے نام کا ایک جعلی خط بنایا جس میں ایک ہزار دینار کی ادائیگی کا لکھا اور اسے لے جا کر فضل بن ربیع کے وکیل کو دے دیا۔ وکیل نے جب یہ خط دیکھا تو اصلی سمجھ کر دیناروں کا وزن کرنے لگا۔ اسی دوران فضل بن ربیع بھی کسی کام کے سلسلے میں اپنے وکیل کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ وکیل نے اُسے معاملے سے آگاہ کیا تو فضل نے اُس خط کو پڑھا پھر اُس شخص کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ وہ شرم سے پانی پانی ہو گیا ہے۔ فضل نے

سر نیچے کرلیا پھر اپنے وکیل سے کہا: کیا تم جانتے ہو میں تمہارے پاس اس وقت کیوں آیا ہوں؟ وکیل نے کہا: مجھے نہیں معلوم۔ کہا: میں اس لئے آیا ہوں تاکہ تم اس شخص کے معاملے کو جلدی نمٹاؤ۔ وکیل نے جلدی سے اُسے وزن کر کے مال دے دیا اور جب اُسے مال ملا تو وہ حیرانی میں ڈوب گیا۔ فضل نے اُسے دیکھا تو کہا: خوشی سے چلے جاؤ۔ اُس شخص نے یہ سن کر فضل کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا: جس طرح آپ نے میری پردہ پوشی کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ دنیا و آخرت میں آپ کی پردہ پوشی فرمائے۔ یہ کہہ کر وہ شخص مال لے کر چلا گیا۔

انسان پر لازم ہے کہ وہ ان اچھے اخلاق اور اچھے افعال کو اپنائے اور اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت کی پیروی کرے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لوگوں میں سب سے بڑھ کر بُردبار، لوگوں میں سب سے زیادہ حسن اخلاق کے پیکر، مخلوق میں سب سے کریم اور سب سے بڑھ کر لوگوں کو معاف کرنے والے اور درگزر فرمانے والے تھے۔

باب نمبر 37: ایفائے عہد، وعدے کی پاسداری اور پابندی

سب سے راجح دلیل جس سے انسان دلیل پکڑے وہ قرآن پاک ہے اور جو قرآن مجید سے دلیل پکڑتا ہے وہ ہدایت پاتا ہے اور جو قرآن پاک سے استدلال کرتا ہے وہ سیدھی راہ پاتا ہے۔

ایفائے عہد کے متعلق پانچ فرامین باری تعالیٰ:

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿1﴾...

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۬ (پ٦، المائدة:١)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنے قول (عہد) پورے کرو۔

﴿2﴾...

اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۙ۝۲۰ (پ١٣، الرعد:٢٠)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو **اللہ** کا عہد پورا کرتے ہیں اور قول باندھ کر (وعدہ کرکے) پھرتے نہیں۔

﴿3﴾...

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا

ترجمۂ کنزالایمان: اور **اللہ** کا عہد پورا کرو جب قول باندھو اور

الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْكِیْدِهَا (پ۱۴، النحل: ۹۱) قسمیں مضبوط کر کے نہ توڑو۔

﴾4﴿...

وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝۳۴ ترجمۂ کنزالایمان: اور عہد پورا کرو بیشک عہد سے سوال ہونا ہے۔

(پ۱۵، بنی اسرائیل: ۳۴)

﴾5﴿...

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۳ ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

(پ۲۸، الصف: ۲، ۳)

منافق کی تین نشانیاں:

بخاری و مسلم میں حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: (۱)...جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔(۲)...جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور (۳)...جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔[1]

وعدہ پورا کرنا اچھے لوگوں کی صفت اور اچھی عادات واخلاق میں سے ہے جو آدمی کو لوگوں کی نظر میں بڑا کرتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ وعدہ کرنا اعزاز ہے اور اسے پورا کرنا اس کے محاسن میں سے ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وعدہ بادل ہے اور اسے پورا کرنا بارش ہے۔

ایک اعرابی نے کہا: کریم شخص جلد ہی اپنا وعدہ پورا کرتا ہے جبکہ کمینہ شخص وعدہ پورا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیتا ہے۔ ایک دیہاتی کا بیان ہے کہ اچھا عذر بیان کرنا لمبی ٹال مٹول سے بہتر ہے۔

تاخیر کے بعد فوراً ادائیگی:

نابینا شاعر بَشّار بن بُرد نے وزیر خالد بن برمک کی تعریف کی تو اس نے اسے 20 ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ ان دراہم کو ملنے میں تاخیر ہوئی تو بشار نے اپنے ساتھی سے کہا: مجھے وہاں کھڑا کر دو جہاں سے خالد بن برمک گزرتا ہے۔ چنانچہ بشار کو وہاں

[1] ...بخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق، ۱/ ۲۴، حدیث: ۳۳

کھڑا کر دیا گیا اور جب خالد بن برمک اپنے خچر پر سوار وہاں سے گزرا تو بشار نے اس کے خچر کی لگام پکڑ کر دو اشعار کہے جس میں رقم ملنے میں تاخیر کا ذکر کیا تو خالد نے اس کی فوراً ادائیگی کا حکم دے دیا۔

ایفائے عہد میں تاخیر پر خلیفہ کی معذرت:

منقول ہے کہ ہذلی کی امّ ولد کا انتقال ہوا تو خلیفہ ابو جعفر منصور نے اپنے وزیر ربیع کو کہا کہ وہ جا کر تعزیت کرے اور اس سے یہ کہے کہ امیر المؤمنین تمہاری طرف ادب اور عقل ودانائی والی ایک خوبصورت لونڈی بھیج رہے ہیں اور تمہارے لئے ایک گھوڑا، خلعت اور عطیہ کا حکم دیا ہے۔ ہذلی منصور کا وعدہ پورے ہونے کا انتظار کرتا رہا جبکہ منصور بھول گیا۔ منصور نے حج کیا اور اُس کے ساتھ ہذلی بھی موجود تھا پھر جب منصور مدینہ پہنچا تو اُس نے ہذلی سے کہا: میں رات کو مدینہ گھومنا چاہتا ہوں تم ایسے شخص کو تلاش کرو جو مجھے رات کو مدینہ کی سیر کرا سکے۔ ہذلی نے کہا: میں اس کے لئے حاضر ہوں۔ چنانچہ ہذلی سیر کرانے لگا اور جب بیتِ عاتکہ کے پاس پہنچا تو کہا: اس گھر کے متعلق احوص شاعر نے اشعار کہے ہیں پھر اس کے دو اشعار ذکر کئے۔ منصور کو یہ بات ناگوار گزری کہ ہذلی نے بغیر پوچھے عاتکہ کے گھر کے بارے میں کیوں بتایا۔ منصور جب اپنے دارالسلطنت میں واپس آیا تو احوص کے اُس قصیدے میں غور کرنے لگا جس کے دو اشعار ہذلی نے بیت عاتکہ کے متعلق سنائے تھے۔ اسی دوران اُس کی نظر ایک شعر پر پڑی جسے دیکھ کر منصور کو ہذلی سے کیا گیا اپنا وعدہ یاد آ گیا تو منصور نے اپنے وعدے کو پورا کیا اور تاخیر پر معذرت کی۔

حکایت: ایفائے عہد کے لئے جان کی پروانہ کی

نعمان بن منذر نامی عرب کا ایک بادشاہ تھا جس نے سال میں دو دن مقرر کئے ہوئے تھے کہ ایک دن لوگوں میں سے جو اُس سے پہلے ملتا تھا اُسے انعام واکرام سے نوازتا تھا اور ایک دن ایسا تھا کہ جو اُس دن اُسے پہلے ملتا تھا وہ اُسے قتل کرا دیتا تھا۔ قبیلہ طے کا ایک شخص فقر وفاقہ سے تنگ آ کر باہر نکلا تو اس کا سامنا نعمان بن منذر سے اُسی روز ہو گیا جس میں وہ پہلے ملنے والے کو قتل کر دیا کرتا تھا اور یہ اُس سے ملنے والا پہلا شخص تھا۔ اس شخص کو جب اپنے قتل کا یقین ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا: آپ مجھے ابھی قتل کریں یا دن کے آخری حصے میں بات ایک ہی ہے لیکن میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور اہل وعیال بھوکے ہیں اگر آپ مجھے تھوڑی سی مہلت دے دیں تو میں اپنے گھر والوں کے لئے خوراک کا بندوبست اور ان کے لئے وصیت کر آتا ہوں۔ بادشاہ کو اُس کے حال پر رحم آ گیا تو اُس سے کہا: تمہارے لوٹنے کی ضمانت کون دے گا کہ

اگر تم واپس نہ آؤ تو تمہارے بدلے اُسے قتل کر دیا جائے۔ اُس شخص نے بادشاہ کے مصاحب شریک بن عدی کی طرف دیکھا اور اُس سے ضامن بننے کے لئے عرض کی۔ شریک بن عدی نے کہا: میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ شخص چلا گیا، دوپہر ڈھل گئی تو بادشاہ نے شریک سے کہا: دوپہر ڈھل چکی ہے لیکن ابھی تک وہ نہیں آیا۔ شریک نے کہا: شام تک وقت باقی ہے۔ جب شام ہونے کو قریب ہوئی تو بادشاہ نے شریک سے کہا: تمہارا وقت آگیا ہے قتل کے لئے تیار ہو جاؤ۔ شریک نے کہا: مجھے ایک شخص آتا دکھائی دے رہا ہے اور میرے خیال میں یہی وہ قبیلہ طے کا شخص ہے اگر یہ وہ شخص نہ ہوا تو آپ مجھے قتل کر سکتے ہیں۔ جب وہ شخص قریب آیا تو معلوم ہوا کہ یہ تو وہی شخص ہے جو شریک کو ضامن بنا کر گیا تھا۔ بادشاہ نے اُسے دیکھ کر تھوڑی دیر کے لئے سر جھکا لیا پھر سر اٹھا کر اُس سے کہا: اے قبیلہ طے کے شخص! تو نے ایفائے عہد کی انتہا کر دی اور شریک سے کہا: اے شریک تو نے احسان و مروت کی انتہا کر دی۔ میں آج سے تم دونوں کی وجہ سے قتل والے دن کو ختم کرتا ہوں۔ پھر بادشاہ نے اُس قبیلہ طے والے شخص سے کہا: تجھے ایفائے عہد پر کس چیز نے مجبور کیا حالانکہ اس میں تیری جان جانے والی تھی؟ اُس نے کہا: ایفائے عہد میرا دین ہے اور جس میں ایفائے عہد نہ ہو اس کا کوئی دین نہیں۔ یہ سن کر بادشاہ نے اُسے انعام واکرام سے نوازا اور اُسے باعزت اُس کے گھر والوں کی طرف لوٹا دیا۔

عبد اللہ بن طاہر کی مامون سے وفاداری:

منقول ہے کہ مامون نے جب عبد اللہ بن طاہر بن حسین کو مصر و شام کی حکمرانی دے کر اسے کھلی چھوٹ دے دی تو ایک دن مامون کے پاس اس کے مصاحبین میں سے ایک شخص آیا اور اُس نے کہا: عبد اللہ بن طاہر اپنے بیٹے کی طرف راغب ہے اور اس کی خواہش علوی حضرات کے ساتھ ہے اور اس کے والد بھی ایسے ہی تھے۔ یہ سن کر مامون کے دل میں عبد اللہ بن طاہر کے خلاف بات بیٹھ گئی اور اُسے تشویش ہونے لگی نیز اس کا دل تنگ ہونے لگا۔ چنانچہ مامون نے ایک شخص کو بلایا اور اسے صوفیوں کا لبادہ اوڑھنے کا کہا اور اسے جاسوس بنا کر عبد اللہ بن طاہر کی طرف بھیجا اور کہا: تم مصر جاؤ اور وہاں کے لوگوں میں گھل مل جاؤ اور علویوں کے بڑے قاسم بن محمد علوی کے پاس جاؤ اور وہاں جا کر اس کے مناقب ذکر کرو پھر عبد اللہ بن طاہر کے مقربین کے پاس جاؤ اور پھر عبد اللہ بن طاہر کے پاس جا کر اُسے قاسم بن محمد کی بیعت کی دعوت دو اور اس کے باطن اور اس کی چھپی ہوئی نیت کو جاننے کی کوشش کرو اور جو تم اُس سے سنو اس کے بارے میں مجھے آکر خبر دو۔ چنانچہ اُس شخص نے ایسا ہی کیا اور مصر جا کر وہاں کے کچھ لوگوں کو قاسم بن محمد علوی کی بیعت کے لئے

آمادہ کیا پھر ایک خط لکھا اور اُسے عبد اللہ بن طاہر کو سواری پر سوار ہوتے وقت دیا۔ عبد اللہ جب سواری سے اترا اور اپنی مسند پر آکر بیٹھا تو خط پڑھ کر اپنے دربان کو خط دینے والے کو بلانے کا کہا۔ وہ شخص عبد اللہ بن طاہر کے پاس آگیا اور اُس وقت وہ اکیلا تھا۔ عبد اللہ نے اُس سے کہا: میں تمہارا مقصد سمجھ گیا ہوں جو کہنا چاہتے ہو صاف صاف کہو۔ اُس شخص نے کہا: مجھے پہلے امان دیجئے۔ عبد اللہ نے کہا: تمہیں امان ہے۔ اُس شخص نے اپنے مقصد کو بیان کیا اور قاسم بن محمد کی بیعت کی دعوت دی۔ عبد اللہ نے اُس سے کہا: کیا میں تم سے انصاف والی بات نہ کہوں؟ اُس شخص نے کہا: کیوں نہیں۔ عبد اللہ نے کہا: کیا لوگوں پر اپنے محسن کا شکر ادا کرنا لازم نہیں؟ اُس شخص نے کہا: جی بالکل لازم ہے۔ عبد اللہ نے کہا: تو مجھ پر بھی لازم ہے کہ تم جو یہ میری ولایت اور نعمت دیکھ رہے ہو اور مشرق و مغرب میں میری حکمرانی ملاحظہ کر رہے ہو اور یہ دیکھ رہے ہو کہ میری بات سنی جاتی ہے اور میرا حکم مانا جاتا ہے تو میں خود کو مامون رشید کے احسان تلے دبا ہوا پاتا ہوں۔ کیا تم مجھے ناشکری، دھوکا دہی اور وفاداری کو پس پشت ڈالنے کا کہہ رہے ہو؟ بخدا! میں نہ اُن کی بیعت توڑوں گا اور نہ ہی اُن سے وفاداری ترک کروں گا۔ یہ سن کر وہ شخص خاموش بیٹھا رہا تو عبد اللہ نے اُس سے کہا: بخدا! مجھے تمہاری جان کا خوف ہے لہٰذا تم اس ملک سے چلے جاؤ۔ یہ سن کر وہ شخص وہاں سے چلا آیا اور مامون کو ساری صورت حال بتادی۔ مامون یہ سن کر بہت خوش ہوا اور عبد اللہ بن طاہر کے انعام واکرام میں اضافہ کر دیا۔

وعدے کی انوکھی پاسداری:

حمزہ بن حسین فقیہ اپنی تاریخ میں ذکر کرتے ہیں کہ مجھے ابو الفتح منطقی نے بیان کیا: ہم کافور اِخشیدی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ اُس وقت مصر و شام کا رعب و دبدبے والا حکمران تھا۔ کھانا لایا گیا تو ہم لوگوں نے کھانا کھایا۔ اسی دوران کافور اِخشیدی سو گیا تو ہم لوگ کھانا کھا کر لوٹ آئے اور جب اُس کی آنکھ کھلی اُس نے ہمیں بُلا بھیجا اور کہا: اسی وقت نجارین کی گھاٹی کی طرف جاؤ اور وہاں بیٹھنے والے ایک کانے نجومی کے بارے میں پوچھو۔ اگر وہ زندہ ہے تو اسے لے آؤ ورنہ اُس کی اولاد کے بارے میں معلومات کر کے آجاؤ۔ ہم اُس جگہ پہنچ گئے اور اس کے بارے میں معلومات کیں تو ہمیں معلوم ہوا کہ اُس کا انتقال ہو گیا ہے اور اُس نے دو بیٹیاں چھوڑی ہیں جن میں ایک شادی شدہ ہے اور ایک کنواری۔ ہم یہ معلومات لے کر کافور اِخشیدی کے پاس آ گئے اور اسے اس بارے میں بتایا۔ اُس نے فوراً نجومی کی دونوں بیٹیوں کے لئے مکان خریدا، انہیں خوب مال دیا اور شاہی جوڑے عطا کئے اور کنواری لڑکی کی شادی کرادی۔ اسے اور اس کے شوہر کو

بھی خوب مال سے نوازا اور انہیں اپنے متعلقین میں ظاہر کیا تا کہ لوگ بادشاہ سے تعلق کے سبب ان کی رعایت کریں۔ جب کافورِ اِخشیدی یہ سب کر چکا تو اُس نے ہم سے کہا: کیا تم اس کا سبب جانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہیں۔ کافورِ اِخشیدی نے کہا: ایک مرتبہ میں ان دونوں لڑکیوں کے والد جو کہ نجومی تھے کے پاس سے گزرا اور اُس وقت میں ابن عباس کاتب کا غلام تھا اور خستہ حالی کا شکار تھا۔ نجومی نے مجھے دیکھا تو بلایا اور کہا: تم بہت بڑے آدمی بنو گے، تم بہت بڑے مرتبے پر فائز ہو گے اور تمہیں بھلائی پہنچے گی۔ پھر اُس نے مجھ سے کچھ طلب کیا تو میرے پاس جو دو درہم تھے وہ میں نے اُسے دیئے اور اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہ تھا۔ اُس نے یہ دو درہم مجھے واپس کر دیئے اور کہا: میں تجھے اتنی بڑی خوشخبری سنا رہا ہوں اور تو مجھے صرف دو درہم دے رہا ہے۔ بخدا تو اس ملک کا بادشاہ بنے گا اور تیری سلطنت اس ملک سے بھی بڑھ جائے گی اور جب تو بادشاہ بن جائے تو مجھے نہ بھولنا۔ کافور نے کہا: میں تمہیں نہیں بھولوں گا۔ پھر اُس نے مجھ سے کہا: مجھ سے وعدہ کرو کہ تم میرے وعدے کو پورا کرو گے اور مجھے تلاش کر کے رہو گے۔ یہ وعدہ کر کے میں وہاں سے چلا آیا اور اپنے معاملات میں مشغول ہو گیا۔ وقت گزرتا گیا اور میں اس مرتبے تک پہنچ گیا اسی دوران میں اُس نجومی سے کیا گیا وعدہ بھول گیا۔ آج جب میں کھانا کھا کر سویا تو میں نے اُس نجومی کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے کہہ رہا تھا: میرے اور تمہارے درمیان جو وعدہ ہوا تھا اُس کی پاسداری کہاں ہے؟ کب وہ وعدہ پورا ہو گا؟ دھوکا دہی نہیں کرنا ورنہ تمہارے ساتھ بھی دھوکا ہو گا۔ میں جاگا تو میں نے وہ کیا جو تم نے دیکھا اور نجومی کی بیٹیوں کے ساتھ میں نے احسان کر کے اس کے والد سے کئے گئے وعدے کو پورا کیا[1]۔

سموال کی وفاداری اور بیٹے کی قربانی:

منقول ہے کہ جب امرؤ القیس کندی نے قیصر روم کے پاس جانا چاہا تو اُس نے اپنی زرہیں، اسلحہ اور سامان سموال بن عادیا یہودی کے پاس امانت رکھوایا اور ان سب چیزوں کی قیمت سموال کے جمیع مال سے زیادہ تھی۔ امانت لینے سے پہلے

1 ... کاہنوں اور جوتشیوں سے ہاتھ دکھا کر تقدیر کا بھلا بُرا دریافت کرنا اگر بطورِ اعتقاد ہو یعنی جو یہ بتائیں حق ہے تو کفرِ خالص ہے۔ اسی کو حدیث میں فرمایا: فَقَدْ كَفَرَ بِمَا نَزَلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم بے شک اس سے انکار کیا جو کچھ حضور عَلَیْہِ الصلوۃ والسّلام پر اُتارا گیا۔ اور اگر بطورِ اعتقاد و تَیَقُّن نہ ہو مگر میل و رغبت کے ساتھ ہو تو گناہ کبیرہ ہے۔ اسی کو حدیث میں فرمایا: لَمْ يَقْبَلِ اللهُ لَهٗ صَلٰوةً اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہ فرمائیگا۔ اور اگر ہزل و استہزاء ہو تو عبث و مکروہ حماقت ہے۔ ہاں اگر بقصد تعجیز (یعنی مقصود اس کے عجز کا اظہار) ہو تو حرج نہیں۔ (فتاوی رضویہ، ۲۱/ ۱۵۵)

امرؤالقیس مر گیا تو کندہ کے بادشاہ نے سموال کے پاس پیغام بھجوایا کہ تمہارے پاس جو زرہیں اور اسلحہ امانت ہے اُسے میرے حوالے کر دو۔ سموال نے امانت میں سے کچھ بھی دینے سے انکار کر دیا اور کہا: میں اس امانت کو صرف اس کے حق دار کو دوں گا۔ بادشاہ نے اُسے ڈرایا دھمکایا لیکن سموال نے اُس کی ایک نہ مانی اور کہا: میں اپنے ذمہ سے بدعہدی نہیں کروں گا، نہ اپنی امانت میں خیانت اور نہ ایفائے عہد سے روگردانی کروں گا۔ کندہ کا بادشاہ ایک لشکر لے کر اُس کی طرف آگیا تو سموال قلعہ بند ہو گیا۔ بادشاہ نے اُس کے قلعے کا محاصرہ کر لیا، سموال کا بیٹا قلعے سے باہر تھا جسے پکڑ کر بادشاہ نے قیدی بنالیا اور اسے لے کر قلعے کے گرد گھومنے لگا اور سموال کو پکارنے لگا۔ سموال نے قلعے سے جھانک کر دیکھا تو اپنے بیٹے کو بادشاہ کے پاس پایا۔ بادشاہ نے اُس سے کہا: مجھے امرؤالقیس کی زرہیں اور اسلحہ دے دو میں یہاں سے چلا جاؤں گا اور تمہارے بیٹے کو بھی چھوڑ دوں گا ورنہ میں تمہارے بیٹے کو تمہاری نگاہوں کے سامنے ذبح کر دوں گا، اب تمہاری مرضی ہے جو چاہے کرو۔ سموال نے کہا: میں اپنا عہد و پیمان نہیں توڑوں گا اور نہ بے وفائی کروں گا تو جو چاہے کر۔ بادشاہ نے اُس کے بیٹے کو اُس کی نگاہوں کے سامنے ذبح کر دیا۔ پھر جب بادشاہ قلعے کے محاصرے سے عاجز آگیا تو وہ خائب و خاسر لوٹ گیا۔ موسم حج میں امرؤالقیس کے ورثا جب سموال کے پاس آئے تو اُس نے امرؤالقیس کی امانت ان کے سپرد کر دی۔ اس واقعے کے بعد سموال کی وفاداری ایک مثال بن گئی۔

عبد الملک بن مروان کا ایفائے عہد:

مالک بن عمارہ لخمی کہتے ہیں: میں موسم حج میں کعبہ کے سائے میں عبد الملک بن مروان، حضرت سیِّدُنا قبیصہ بن ذؤیب اور حضرت سیِّدُنا عروہ بن زبیر عَلَيْهِمَا الرَّحْمَه کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ہم کبھی فقہ میں غور و فکر کرتے، کبھی علمی مذاکرہ کرتے، کبھی اشعارِ عرب میں سوچ و بچار کرتے اور کبھی لوگوں کی مثل میں غور و فکر کرتے۔ میں نے عبد الملک کے پاس جو مختلف علوم و فنون کی معرفت دیکھی وہ کسی کے پاس نہیں دیکھی۔ جب وہ بات کرتا تو اُسے سنتے ہوئے اچھا لگتا اور اس کے بول میٹھے معلوم ہوتے۔ ایک مرتبہ میں نے اُسے اکیلے میں کہا: میں تمہاری علوم و فنون میں کثرت اور تمہاری اچھی گفتگو کے سبب تمہارا گرویدہ ہوں۔ اُس نے کہا: اگر تم تھوڑا عرصہ اور زندہ رہے تو عنقریب دیکھو گے کہ لوگوں کی نگاہیں میری طرف اٹھی ہوں گی اور ان کی گردنیں میری جانب دراز ہوں گی پھر جب حکمرانی میرے ہاتھ میں آجائے تو اگر تم میرے پاس آئے تو میں تمہارے دونوں ہاتھوں کو بھر دوں گا۔ چنانچہ جب عبد الملک خلیفہ ہوا تو میں اس کی طرف

چل پڑا اور میں جمعہ کے دن دارالحکومت پہنچا دیکھا کہ وہ منبر پر خطبہ دے رہا ہے۔ اُس نے مجھے دیکھا تو اعراض کیا۔ میں نے دل میں کہا: شاید اس نے مجھے پہچانا نہیں یا پہچانا تو ہے مگر نظر انداز کر دیا۔ جب نماز ہو گئی تو وہ اپنے گھر میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ دربان باہر نکلا اور کہا: مالک بن عمارہ کہاں ہے؟ میں کھڑا ہو گیا تو اُس نے میرا ہاتھ پکڑا اور عبدالملک کے سامنے لا کھڑا کر دیا۔ عبدالملک نے مجھے اپنے قریب کیا اور کہا: تم نے جو مجھ سے دیکھا تو وہ مقام ہی ایسا تھا کہ مجھے تم سے اعراض کرنا پڑا اب میں تمہیں مرحبا اور خوش آمدید کہتا ہوں۔ بتاؤ میرے بعد تمہاری زندگی کیسی گزری؟ میں نے اُسے خبر دی تو اُس نے کہا: کیا تمہیں یاد ہے جو میں نے تم سے کہا تھا؟ میں نے کہا: یاد ہے۔ اُس نے کہا: میں تمہیں ان خصلتوں کے بارے میں بتاتا ہوں جس کے سبب میں اس مقام پر پہنچا جو تم دیکھ رہے ہو۔ میں نے کبھی کسی دوست سے خیانت نہیں کی، نہ کسی دشمن کی مصیبت پر کبھی خوش ہوا، کبھی کسی کی بات پوری ہونے سے پہلے اُس سے اعراض نہیں کیا اور نہ میں نے کبھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حرام کردہ کبیرہ گناہ کا لذت کے لئے ارتکاب کیا۔ میں انہی خوبیوں کے سبب امید کرتا تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے مرتبے کو بلند کرے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایسا ہی کیا۔ پھر اُس نے ایک غلام کو بلایا اور اُس سے کہا: اے غلام! اس کو ایک کمرے میں ٹھہرا دو۔ غلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک خوبصورت کمرے میں لے گیا۔ میں عبدالملک کے ہاں اچھی حالت اور نعمتوں میں رہا، وہ روزانہ مجھ سے بات چیت کرتا، صبح کے ناشتے اور رات کے کھانے میں مجھے اپنے ساتھ شریک کرتا اور مجھے عزت دیتا اور مجھ سے کبھی عراق اور کبھی حجاز کے متعلق پوچھتا۔ مجھے وہاں رہتے ہوئے جب 20 روز گزر گئے تو ایک دن میں نے اُس کے ساتھ ناشتہ کیا، جب لوگ چلے گئے تو میں بھی اٹھنے لگا، اُس نے مجھ سے کہا کہ ٹھہرے رہو تو میں بیٹھ گیا۔ اُس نے مجھ سے کہا: تم میرے ہاں عزت و احترام کے ساتھ رہنا چاہتے ہو یا اپنے گھر جانا چاہتے ہو۔ میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ سے ملنے کے لئے میں نے اپنے اہل و عیال کو چھوڑا ہے اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں یہاں رہوں تو میں آپ کو اپنے اہل و عیال پر ترجیح دیتا ہوں۔ اُس نے کہا: تم ابھی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ بعد میں جب چاہو ہمارے پاس آسکتے ہو، ہم نے تمہارے لئے 20 ہزار دینار، شاہی جوڑے اور سواری کا حکم دیا ہے۔ پھر اُس نے کہا: اُس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو وعدہ کر کے بھول جائے۔

احسان کرنے والے کے ساتھ وفاداری:

مسرور کبیر سے منقول ہے کہ جب ہارون رشید نے مجھے جعفر بن یحییٰ برمکی کے قتل کا حکم دیا تو میں اُس کے پاس آیا۔

اُس وقت ابوبکار اعمیٰ اُس کے پاس یہ شعر پڑھ رہا تھا:

فَلَا تَحْزَنْ فَكُلُّ فَتًى سَيَأْتِيْ عَلَيْهِ الْمَوْتُ يَطْرُقُ اَوْ يُغَادِيْ

ترجمہ: تم غمگین نہ ہو ناہر جواں مرد کے پاس عنقریب صبح یا شام موت آکر رہے گی۔

میں نے جعفر سے کہا: بخدا! میں اسی لئے تمہارے پاس آیا ہوں۔ پھر میں نے جعفر کا ہاتھ پکڑا اور اسے کھڑا کر کے اُس کی گردن اڑادی۔ یہ دیکھ کر ابوبکار نے کہا: میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے بھی قتل کر دے۔ میں نے اُس سے کہا: تو ایسا کیوں کہہ رہا ہے؟ اُس نے کہا: اس شخص نے مجھے لوگوں سے بے نیاز کر دیا تھا۔ میں نے کہا: پہلے میں ہارون رشید سے مشورہ کر لوں۔ چنانچہ میں جعفر کا سر لے کر ہارون رشید کے پاس گیا اور اسے ابوبکار کے بارے میں خبر دی تو اس نے کہا: یہ وہ شخص ہے جس میں وفاداری کی بھلائی ہے تم اسے اپنے ساتھ رکھ لو اور جو خرچ جعفر اسے دیا کرتا تھا تم اسے دیا کرو۔

فوت شدہ بادشاہ سے وفاداری:

منصور نے ایک مرتبہ ہشام بن عبد الملک کے ایک ہم نشین سے جنگی تدابیر کے بارے میں پوچھا تو اُس نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہشام پر رحمت ہو وہ یوں یوں کیا کرتے تھے۔ منصور نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تجھ پر لعنت ہو تو میرے پاس بیٹھ کر میرے دشمن پر رحمت کی دعا کر رہا ہے۔ اُس نے کہا: آپ کے دشمن کی نعمت میرے گلے میں ہے جسے مجھے غسل دینے والا ہی اتار سکتا ہے۔ منصور نے اس سے کہا: اے شیخ! لوٹ جا، بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وفادار ہے پھر اُس کے لئے مال کا حکم دیا تو اُس نے مال لے کر کہا: بخدا! اگر امیر المؤمنین کی جلالت اور ان کی اطاعت سے روگردانی نہ ہوتی تو میں ہشام کے بعد کسی سے کوئی تحفہ قبول نہ کرتا۔

قیمتی نگینہ توڑ دیا:

حضرت مصعب بن زبیر رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه کو جب اپنے قتل ہونے کا علم ہوا تو آپ نے اپنے غلام زیاد کو ایک یاقوت کا نگینہ دیا جس کی مالیت ایک لاکھ درہم تھی۔ زیاد نے اُس نگینے کو لیا اور اُسے دو پتھروں کے درمیان رکھ کر توڑ دیا اور کہا: بخدا! آپ کے بعد کوئی اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا[1]۔

[1] ... یہ مال ضائع کرنا ہے جو شرعاً ناجائز و حرام ہے۔ چنانچہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہار شریعت، حصہ 4، جلد 1، صفحہ 816 پر صَدْرُ الشَّرِیْعَه، بَدْرُ الطَّرِیْقَه حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی ...

احمد یتیم کی وفاداری:

حاکم احمد بن طولون نے اپنے تالاب کے قریب ایک بچے کو اوندھا پڑے دیکھا تو اُس نے اُسے اٹھاکر اپنی کفالت میں لے لیا اور اُس کا نام احمد رکھا اور یہ بچہ یتیم کے نام سے مشہور ہوا۔ جب یہ بچہ بڑا ہوا تو اس میں ذہانت وفطانت کے آثار نمودار ہوئے اور یہ خوش شکل وصورت ہوا۔ ابن طولون نے اسے زیورِ علم سے آراستہ کیا تو یہ تہذیب وتمدن سے مالا مال ہوا۔ جب ابن طولون کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے ابوالجَیش خُمارَوَیہ کو اس کے متعلق وصیت کی۔ ابن طولون کے انتقال کے بعد امیر ابوالجیش حاکم بنا تو اس نے احمد یتیم کو بلایا اور کہا: میں تمہیں اپنے ہاں عزت والا مقام دوں گا لیکن میری عادت ہے کہ میں جسے بھی کچھ کام سپرد کرتا ہوں اُس سے یہ عہد لیتا ہوں کہ وہ مجھ سے خیانت نہیں کرے گا۔ احمد یتیم نے اُس سے وعدہ کرلیا۔ اس کے بعد احمد امیر ابوالجیش کے تمام خدام پر حاکم بن گیا۔ ابوالجیش اس کے ساتھ احسان کرتا اور اس کی خیر خواہی کے سبب اس کی طرف راغب ہوتا اور گھریلو معاملات میں اس پر اعتماد کرتا۔ ایک دن ابوالجیش نے کہا: اے احمد! فلانی خادمہ کے کمرے میں جاؤ اور وہاں میری نشست گاہ کے قریب ایک اونی نفیس جوڑا رکھا ہوا ہے اسے لے آؤ۔ احمد اس کے کمرے کی طرف گیا تو دیکھا کہ وہاں ابوالجیش کی ایک گانے والی لونڈی ایک نوجوان کے ساتھ موجود ہے۔ ان دونوں نے جب احمد یتیم کو دیکھا تو نوجوان وہاں سے نکل کھڑا ہوا اور لونڈی احمد یتیم کے پاس آکر اسے پھسلانے لگی اور اپنی جانب مائل کرنے لگی۔ احمد یتیم نے جب یہ دیکھا تو کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ! میں اپنے امیر کے ساتھ خیانت نہیں کرسکتا، وہ میرے محسن ہیں اور میں نے اُن سے عہد لیا ہے جسے میں توڑ نہیں سکتا۔ یہ کہہ کر احمد نے وہاں سے اونی جوڑا اٹھایا اور جاکر امیر ابوالجیش کو دے دیا۔ لونڈی بہت ڈر گئی اور اُس نے موقع پاکر ابوالجیش سے کہا: احمد یتیم مجھے اپنی جانب راغب کرتا ہے۔

......فرماتے ہیں: بعض جگہ دستور ہے کہ عموماً میّت کے غسل کے لیے کورے گھڑے بدھنے (یعنی مٹی کے نئے مٹکے، لوٹے) لاتے ہیں اس کی کچھ ضرورت نہیں، گھر کے استعمالی گھڑے لوٹے سے بھی غسل دے سکتے ہیں اور بعض یہ جہالت کرتے ہیں کہ غسل کے بعد توڑ ڈالتے ہیں، یہ ناجائز و حرام ہے کہ مال ضائع کرنا ہے اور اگر یہ خیال ہو کہ نجس ہوگئے تو یہ بھی فضول بات ہے کہ اولاً تو اُس پر چھینٹیں نہیں پڑتیں اور پڑیں بھی تو راجح یہ ہے کہ میّت کا غسل نجاستِ حکمیہ دُور کرنے کے لیے ہے تو مستعمل پانی کی چھینٹیں پڑیں اور مستعمل پانی نجس نہیں، جس طرح زندوں کے وضو و غسل کا پانی اور اگر فرض کیا جائے کہ نجس پانی کی چھینٹیں پڑیں تو دھو ڈالیں، دھونے سے پاک ہو جائیں گے اور اکثر جگہ وہ گھڑے بدھنے مسجدوں میں رکھ دیتے ہیں اگر نیت یہ ہو کہ نمازیوں کو آرام پہنچے گا اور اُس کا مُردے کو ثواب تو یہ اچھی نیت ہے اور رکھنا بہتر اور اگر یہ خیال ہو کہ گھر میں رکھنا نحوست ہے تو یہ نری حماقت اور بعض لوگ گھڑے کا پانی پھینک دیتے ہیں یہ بھی حرام ہے۔

امیر ابوالجیش نے یہ سنا تو وہ انتہائی غیظ وغضب میں آگیا اور اس نے اسی وقت احمد یتیم کے قتل کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اُس نے اپنے ایک خادمِ خاص کو جس پر وہ اعتماد کرتا تھا بلایا اور کہا: جب میں تمہاری طرف کسی شخص کو بھیجوں جس کے ہاتھ میں سونے کا طباق ہو اور وہ تجھ سے آکر یہ کہے کہ اس طباق کو مشک سے بھر دو تو تم اس کو قتل کر دینا اور اس کا سر کاٹ کر اسی طباق میں رکھ دینا اور اسے ڈھانپ دینا۔ پھر ابوالجیش نے محفلِ جام منعقد کی اور قریبی احباب کو بلایا۔ احمد یتیم بھی وہاں آکر امیر ابوالجیش کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اسے امیر کے خفیہ منصوبے کی خبر نہ تھی۔ امیر ابوالجیش نے اُس سے کہا: اے احمد! یہ سونے کا طباق لو اور اسے فلاں خادم کو دے کر یہ کہو کہ اسے مشک سے بھر دو۔ احمد نے وہ طباق لیا اور امیر کے حکم کی تعمیل کے لئے چل پڑا۔ راستے میں اس کا گزر گانے والوں پر ہوا جہاں امیر کے کچھ قریبی ہم نشیں بیٹھے تھے۔ انہوں نے جب احمد یتیم کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور اسے اپنے ساتھ بیٹھنے کا کہا۔ احمد یتیم نے کہا: امیر نے مجھے طباق میں مشک لانے کا کہا ہے۔ انہوں نے کہا: مشک لانے کا کسی اور کو کہہ دو اور جب وہ مشک لے آئے تو تم اسے امیر تک پہنچا دینا۔ احمد یتیم نے نگاہ دوڑائی تو اسے وہ نوجوان دکھائی دیا جو امیر کی لونڈی کے ساتھ موجود تھا تو احمد نے وہ طباق اس کے حوالے کیا اور اس سے کہا: اسے فلاں خادم کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ اسے مشک سے بھر دے۔ نوجوان وہ طباق لے کر اُس خادم کے پاس گیا اور اسے کہا کہ اس طباق کو مشک سے بھر دو۔ اُس خادم نے اُس نوجوان کو قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر طباق میں رکھ دیا اور اسے ڈھانپ کر امیر کی طرف چل پڑا۔ جب احمد یتیم نے طباق دیکھا تو اُس خادم سے وہ طباق لے لیا۔ احمد یتیم کو چونکہ اصل حقیقت کا علم نہیں تھا۔ چنانچہ وہ طباق لئے امیر کے پاس حاضر ہو گیا۔ امیر نے جب طباق سے کپڑا ہٹایا تو احمد سے کہا: یہ کیا ہے؟ احمد یتیم نے امیر کو پورے واقعے کی خبر دی اور لونڈی اور نوجوان والا واقعہ بھی بتایا اور کہا کہ مجھے اس کے علاوہ باقی کسی چیز کی خبر نہیں کہ اس نوجوان کو کیسے قتل کیا گیا۔ امیر ابوالجیش نے اُس لونڈی کو بلایا اور اس سے کہا: سچ سچ بتا۔ لونڈی نے غلطی کا اعتراف کر لیا تو امیر ابوالجیش نے اُس لونڈی کو احمد یتیم کے حوالے کر دیا اور کہا کہ اسے قتل کر دے۔ احمد یتیم نے اسے قتل کر دیا اور اس واقعے کے بعد احمد کی قدر و منزلت امیر ابوالجیش کے ہاں اور بڑھ گئی[1]۔

---

1 ...اسلام میں اتنی سی بات پر کسی کو قتل کرنے کی اجازت نہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ قتلِ ناحق کی مذمت میں ارشاد فرماتا ہے: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔ (پ۵، النساء: ۹۳)
حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ایک مومن کا قتل کیا جانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک دُنیا کے تباہ ہو جانے سے زیادہ بڑا ہے۔
(نسائی، کتاب تحریم الدم، باب تعظیم الدم، ص ۶۵۲، حدیث: ۳۹۹۲)

باب نمبر 38: راز چھپانا، اس کی حفاظت کرنا اور کسی کے راز کو ظاہر کرنے کی مذمت

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن پاک میں حضرت سیّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کا قول ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ (پ١٢، یوسف: ٥) ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے بچے اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا۔

راز کے متعلق ان دو آیتوں میں بھی شواہد موجود ہیں:

﴿1﴾...

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ﴿۱۰﴾ (پ٢٧، النجم: ١٠) ترجمۂ کنزالایمان: اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

﴿2﴾...

وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ﴿۲۴﴾ (پ٣٠، التکویر: ٢٤) ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

یعنی وحی بیان کرنے میں کمی بیشی نہیں کرتے۔

حدیث پاک میں ہے: حاجتیں پوری کرنے کے لئے نعمتیں چھپا کر مدد چاہو کیونکہ ہر نعمت والے سے حسد کیا جاتا ہے۔(1)

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم ارشاد فرماتے ہیں: راز تمہارے پاس ہے جب تک تم اسے دوسرے کو نہ بتاؤ اور جب تم نے اسے دوسرے کو بتا دیا تو اب یہ راز تمہارا نہ رہا بلکہ یہ دوسرے کا ہو گیا۔

جان لو! راز داروں کے امین مال داروں کے امین سے کم ہیں اور مال کی حفاظت کرنا راز کی حفاظت کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ راز کو اٹھائے رکھنا مال کو اٹھانے سے زیادہ بھاری ہے کہ آدمی بھاری بوجھ اٹھا کر تو چل سکتا ہے لیکن راز کو چھپا نہیں سکتا کیونکہ جب تک راز اُس کے دل میں ہوتا ہے اُسے ایک بے چینی اور کرب رہتا ہے اور جب وہ اس راز کو دوسرے سے بیان کر دیتا ہے تو اس کے دل کو راحت ملتی ہے اور اسے ایسا محسوس ہوتا ہے گویا اُس نے نفس سے بہت بڑے بوجھ کو اتار دیا ہے۔

زبان راز کی کنجی ہے:

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز فرماتے ہیں: قلوب برتن ہیں، زبان اس کے تالے ہیں اور زبانیں اس کی کنجیاں ہیں اور ہر انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے راز کی کنجی کی حفاظت کرے۔

(1)...معجم کبیر، ٢٠/ ٩٤، حدیث: ١٨٣

معاملات کے عجائبات میں سے ہے کہ مال جتنا بڑھتا ہے اس پر اعتماد اتنا ہی بڑھتا ہے جبکہ راز جتنے بڑھتے ہیں اتنا ہی ان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

کتنے ہی راز ایسے ہوتے ہیں جن کو ظاہر کرنے پر راز فاش کرنے والے کا خون ہو جاتا ہے اور مقصود کا حصول ممکن نہیں رہتا جبکہ راز کو چھپانے میں امن رہتا ہے۔

راز چھپانے پر دو فائدوں کا حصول:

نوشیرواں نے کہا: جو اپنے راز کو چھپا کر رکھتا ہے اسے دو فائدے ملتے ہیں: (۱)...اسے اپنی حاجت میں کامیابی حاصل ہوتی ہے اور (۲)...وہ خطرے سے سلامت رہتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ اپنا راز اپنے پاس رکھ اور اسے کسی دور اندیش کو بھی نہ بتا کہ وہ بھی لغزش کر سکتا ہے اور نہ کسی جاہل کو بتا کہ وہ خیانت کر سکتا ہے۔

راز کی حفاظت کا سامان:

ایک شخص نے اپنے دوست کو ایک راز کی بات بتائی پھر اس سے کہا: کیا تم نے اسے سمجھ لیا؟ دوست نے کہا: نہیں بلکہ میں اس سے جاہل رہا۔ پھر اُس سے کہا: کیا تم نے اسے یاد رکھا؟ دوست نے کہا: میں نے اسے بھلا دیا۔

کسی سے کہا گیا کہ تم راز کی کس طرح حفاظت کرتے ہو؟ اُس نے کہا: میں راز بتانے والے کو راز بتانے سے منع کر دیتا ہوں اور راز معلوم کرنے والے کے سامنے قسم اٹھاتا ہوں۔

مُہلَّب نے کہا: شریف انسان کے اخلاق میں سے ادنی درجہ راز چھپانا ہے اور سب سے اعلیٰ درجہ راز بھول جانا ہے۔

منقول ہے کہ راز کو چھپانا آدمی کے انمول ہونے پر دلالت کرتا ہے اور جس طرح ایسے برتن کا کوئی فائدہ نہیں جس میں کوئی شے محفوظ نہ ہو سکے ایسے ہی اُس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو راز کو سنبھال نہ سکے۔

طالبِ راز کو راز نہ بتایا جائے:

صالح بن عبد القدوس کہتے ہیں: اپنا راز کسی راز طلب کرنے والے کو نہ بتانا کہ راز طلب کرنے والا راز کو ضائع کر دیتا ہے اور اپنا مال ایسے کے پاس امانت نہ رکھوانا جو اپنے ہاں امانت رکھوانے کا خواہش مند ہو کہ امانت کا خواہش مند خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔

ایک اعرابی سے کہا گیا کہ تم راز کی حفاظت کے لئے کیا کرتے ہو؟ اعرابی نے کہا: پہلے میں اسے دل کے پردے میں بکھیر دیتا ہوں پھر اسے جمع کر کے بھول جاتا ہوں گویا کہ میں نے اسے سنا ہی نہیں۔

لوگوں میں سب سے بڑھ کر دور اندیش وہ ہے جو اپنا راز دوست کو بھی نہ بتائے اس ڈر سے کہ کہیں ان کے درمیان کوئی تنازع ہو جائے پھر اس کا دوست اس کے راز کو ظاہر کر دے۔

ایک دانشور کا قول ہے: قُلُوْبُ الْاَحْرَارِ قُبُوْرُ الْاَسْرَارِ یعنی آزاد لوگوں کے دل رازوں کے دفینے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ ہر کسی کو جانچنے سے پہلے اُس سے مطمئن ہو جانا حماقت ہے۔

باب نمبر 39: دھوکا دھی، خیانت، چوری، دشمنی، بغض اور حسد کا بیان

پہلی فصل: دھوکا اور خیانت کا بیان

رسولِ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں: "سب سے پہلے جس چیز کی سزا ملتی ہے وہ بغاوت و سرکشی ہے۔"(1)

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مکر، دھوکا اور خیانت جہنم میں ہیں۔"(2)

حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: تین چیزیں جس میں ہوں اس کا وبال اسی پر ہے: (۱) بغاوت و سرکشی (۲) عہد شکنی اور (۳) مکر۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

﴿1﴾ ...

اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ (پ۱۱، یونس: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہاری زیادتی تمہارے ہی جانوں کا وبال ہے۔

---

1 ... ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب البغی، ۴/ ۴۷۴، حدیث: ۴۲۱۲

2 ... مستدرک حاکم، کتاب الاھوال، باب تحشر ھذہ الامۃ... الخ، ۵/ ۸۳۳، حدیث: ۸۸۳۱ عن انس بن مالک

﴿2﴾ ...

فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ (پ۲۶،فتح:۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا۔

﴿3﴾ ...

وَ لَا یَحِیْقُ الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ (پ۲۲،فاطر:۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور بُرا داؤں (فریب) اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔

ثَعلَبہ بن ابو حاطب کا عبرت ناک قصہ:

ثعلبہ بن ابو حاطِب تاجدارِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمتِ اَقْدس میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے مال عطا فرمائے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اے ثعلبہ! تھوڑا مال جس پر تُو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے اس زیادہ مال سے بہتر ہے جس پر تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا نہ کر سکے۔ ثعلبہ چلا گیا دوبارہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے مال عطا فرمائے۔ ارشاد فرمایا: اے ثعلبہ! کیا تیرے لئے میری زندگی نمونہ نہیں ہے؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر میں چاہوں کہ یہ پہاڑ میرے ساتھ سونا اور چاندی بن کر چلیں تو یہ چل پڑیں گے۔ ثعلبہ چلا گیا پھر جب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے مال عطا فرمائے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے! اگر آپ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا مانگیں کہ وہ مجھے مال عطا فرمائے تو میں اس میں سے ضرور ہر حق دار کو اس کا حق دوں گا اور اس پر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عہد کرتا ہوں۔ قاسِمِ نعمت، ساقیِ کوثر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا فرمائی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ثعلبہ کو مال عطا فرما۔ اس کے بعد اس نے کچھ بکریاں خریدیں تو وہ بکریاں ایسے بڑھنے لگیں جیسے کیڑے بڑھتے ہیں حتّٰی کہ مدینہ طَیِّبہ میں ان کے لئے جگہ تنگ ہوگئی تو وہ وہاں سے ایک وادی میں چلا گیا اور صرف ظہر اور عصر کی جماعت میں حاضری دینے لگا باقی نمازوں میں جماعت کی حاضری چھوڑ دی پھر اس کی بکریاں مزید بڑھ گئیں تو وہ وہاں سے بھی آگے چلا گیا حتّٰی کہ اب صرف جمعہ کی نماز میں حاضری دینے لگا اور باقی تمام نمازوں میں حاضری چھوڑ دی اور پھر جب اس کی بکریاں اور بڑھیں تو جمعہ کی حاضری بھی اس سے چھوٹ گئی پھر وہ مدینہ منورہ کی خیر خبر ان قافلے والوں سے لیتا جو نماز جمعہ کے لئے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوتے۔ ایک مرتبہ سرکارِ نامدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَسَلَّم نے اس کے بارے میں پوچھا کہ ثَعْلَبہ بن ابو حاطِب کو کیا ہوا؟ آپ کو اس کی حالت بتائی گئی تو آپ نے (تین مرتبہ) ارشاد فرمایا: "ثعلبہ کے لئے ہلاکت ہے۔" (اسی دوران) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآن پاک کی یہ آیت نازل فرمائی:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ (پ۱۱، التوبۃ: ۱۰۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل (وصول) کرو جس سے تم انھیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔

اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے زکوٰۃ فرض فرمادی تو حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک آدمی قبیلہ جُہَیْنَہ سے اور ایک بنو سُلَیم سے زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر فرمایا اور ان کو زکوٰۃ کی وصولی کا حکم نامہ لکھ کر دیا اور فرمایا کہ وہ جائیں اور مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کریں نیز ان سے یہ بھی فرمایا کہ ثعلبہ اور بنو سُلیم کے فلاں شخص کو بھی زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے کہنا۔ وہ دونوں رُخصت ہوئے حتّٰی کہ ثعلبہ کے پاس گئے اور اس سے زکوٰۃ کا مُطالَبہ کیا نیز اسے رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حکم نامہ پڑھ کر سنایا۔ اس نے کہا یہ تو ٹیکس ہے یا ٹیکس ہی کی طرح ایک مالی محصول ہے، لہٰذا تم لوگ ابھی چلے جاؤ اور اپنے کام سے فارغ ہو کر آنا۔ چنانچہ وہ دونوں وہاں سے چلے اور بنو سُلیم کے اس شخص کے پاس پہنچ گئے، اس نے جب شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حکم نامہ سنا تو اپنے مال میں سے ایک عمدہ اونٹ نکال کر الگ کیا اور ان دونوں کے سامنے پیش کر دیا۔ انہوں نے دیکھ کر کہا: تم پر عمدہ مال دینا واجب نہیں ہے، لہٰذا ہم تم سے یہ عمدہ مال نہیں لیں گے۔ وہ کہنے لگا: میں دل کی خوشی سے دے رہا ہوں اسے لے لو۔ چنانچہ انہوں نے اسے لے لیا۔ جب وہ دونوں صَدَقہ کی وُصولی سے فارغ ہوئے تو واپس لوٹتے ہوئے ثعلبہ کے پاس آئے اور اس سے پھر زکوٰۃ کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا: مجھے رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا تحریری حکم نامہ دکھاؤ جب اس نے وہ تحریر دیکھی تو اسے دیکھ کر کہنے لگا: یہ تو ٹیکس کی طرح مالی محصول دکھائی دیتا ہے، تم ابھی چلے جاؤ میں اس کے بارے میں سوچتا ہوں۔ وہ دونوں وہاں سے رخصت ہو کر خِدمَتِ اَقدس میں حاضر ہو گئے، آپ نے ان کو دیکھا تو ان کے کلام کرنے سے پہلے ہی ارشاد فرمایا: "ثعلبہ کے لئے ہلاکت ہے۔" پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بنو سُلَیم کے شخص کے حق میں دعا فرمائی۔ اس کے بعد ان دونوں نے ثعلبہ اور بنو سُلَیم کے شخص کا سارا واقعہ بارگاہِ اقدس میں عرض کر دیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ثعلبہ کے متعلق قرآن پاک کی یہ آیت نازل فرمائی:

وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ(۷۵) فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ(۷۶) فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ(۷۷)

(پ۱۰، التوبۃ: ۷۵تا۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اوران میں کوئی وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہم ضرور بھلے آدمی ہو جائیں گے تو جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اس میں بخل کرنے لگے اور منہ پھیر کر پلٹ گئے تو اس کے پیچھے اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انہوں نے اللہ سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ جھوٹ بولتے تھے۔

اس آیت کے نُزول کے وقت رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس ثعلبہ کا ایک قریبی رشتہ دار بیٹھا ہوا تھا اس نے جب یہ آیت سنی تو وہ وہاں سے نکل کر ثعلبہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ثعلبہ! تیرے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایسا ایسا نازل فرمایا ہے (یعنی مذکورہ آیت)۔ ثعلبہ نے یہ سنا تو خدمت اقدس میں حاضر ہوا کر زکوٰۃ قبول کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ وہ اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: یہ تیرے اپنے کئے کی سزا ہے میں نے تجھے حکم دیا تھا لیکن تو نے میری بات نہیں مانی۔ ثعلبہ مایوس ہو کر گھر لوٹ گیا۔ آپ کے وِصالِ ظاہری کے بعد جب حضرت سیِّدُنا ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مَسندِ خلافت پر رونق افروز ہوئے تو ثعلبہ آپ کے پاس آیا اور آپ سے زکوٰۃ قبول کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا پھر وہ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے (دور خلافت میں ان کے) پاس آیا تو انہوں نے بھی اس کا صدقہ قبول کرنے سے انکار فرما دیا پھر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دور خلافت میں ثعلبہ مر گیا[1]۔[2]

دیکھا آپ نے بد عہدی کا کیسا بُرا انجام ہوا اور ثعلبہ نے اپنی بد عہدی کا کیسا وبال چکھا کہ ہمیشہ کی عار اُس کے نام کے ساتھ

❶...بدری حضرت سیِّدُنا ثعلبہ بن حاطب بن عَمرو بن عُبَید انصاری ہیں رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ۔ اور یہ شخص جس کے باب میں یہ آیت (پ۱۰، التوبۃ: ۷۵تا۷۷) اتری ثعلبہ ابن ابی حاطب ہے اگرچہ یہ بھی قوم اَوس سے تھا۔ اور بعض نے اس کا نام بھی ثعلبہ ابن حاطب کہا۔ مگر وہ بدری خود زمانۂ اقدس حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ اور یہ منافق زمانۂ خلافت امیر المؤمنین عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ میں مرا۔ جب اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور آیۂ کریمہ اس کی مذمّت میں اتری۔ (فتاویٰ رضویہ، ۲۶/ ۴۵۳)

❷...معجم کبیر، ۸/ ۲۱۸، حدیث: ۷۸۷۳

ہوگئی اور وہ خسارے میں جاپڑا اور نفاق کے باعث قیامت کی ذلت اپنے نام کی۔ عہد توڑنے سے بڑھ کر کون سی ذلت وخواری ہوگی اور ایسے دھوکے سے بڑھ کر کون سی بُرائی ہوگی جو نفاق کی طرف لے جائے۔

بدعہدی کی نیت کا وبال:

جب امین نے مامون رشید کے لئے بیتُ الله میں قسم اٹھائی اور یہ دونوں ولی عہد تھے تو جعفر بن یحییٰ نے امین سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ یہ کہے کہ اگر میں نے مامون کو دھوکا دیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے ذلیل ورسوا کرے۔ امین نے تین مرتبہ ایسا کہا۔ فضل بن ربیع کہتے ہیں: مجھے امین نے بیتُ الله سے نکلتے ہوئے کہا: اے ابو العباس! میں اپنے دل میں یہ پارہا ہوں کہ میں اپنی بات کو پورا نہیں کرپاؤں گا۔ میں نے کہا: ایسا کیوں؟ امین نے کہا: جس وقت میں نے قسم اٹھائی اُس وقت ہی میری نیت بدعہدی کی تھی اور جب ایسا ہو تو وہ معاملہ پورا نہیں ہوتا۔

باپ سے بے وفائی کا انجام:

اہلِ عرب کے واقعات میں سے ہے کہ ضیزن بن معاویہ ایک بادشاہ تھا جس کی مملکت دجلہ سے فرات تک تھی اور اس کا ایک مضبوط قلعہ تھا جو جَوسَق کے نام سے مشہور تھا۔ جب اس کی مملکت کی حدود بڑھنا شروع ہوئیں تو اُس نے شابور کے شہر پر حملہ کیا، شابور کی بہن کو پکڑ لیا اور وہاں کے بہت سے باشندوں کو قتل کر دیا۔ شابور کے پاس جب خبر پہنچی تو وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر ضیزن کے مقابلے میں آیا اور چار سال تک اُس کے قلعے کا محاصرہ کئے رکھا اور کوئی چیز اُس تک پہنچنے نہ دی۔ ایک مرتبہ ضیزن کی بیٹی نضیرہ نے قلعے سے باہر جھانکا تو اس کی نظر شابور پر پڑھی جو اپنے زمانے میں سب سے بڑھ کر خوبصورت تھا۔ نضیرہ نے اُسے دیکھا تو اس کے عشق میں مبتلا ہوگئی۔ نضیرہ نے اُس کی طرف لکھ کر بھیجا کہ اگر میں تمہیں وہ راستہ بتادوں جس سے قلعے میں داخل ہو کر تم میرے باپ کو قتل کرسکتے ہو تو مجھے کیا ملے گا؟ شابور نے جواب دیا: میں تجھے ملکہ بناؤں گا۔ نضیرہ نے اُسے وہ راستہ بتادیا تو شابور نے قلعے کو فتح کرلیا، ضیزن کو قتل کیا اور نضیرہ سے شادی کرلی۔ شادی کی رات نضیرہ سونہ سکی تو شابور نے اُس سے جاگنے کا سبب پوچھا، نضیرہ نے بستر کے سخت ہونے کی شکایت کی۔ شابور نے کہا: یہ بستر تو ریشم کا ہے جس میں شتر مرغ کے پر بھرے ہوئے ہیں۔ پھر شابور نے اُس کے جسم کو دیکھا تو ایک پتے کو اس کے جسم کے ساتھ چمٹا ہوا پایا، پتا ہٹایا تو وہاں سے خون نکل پڑا۔ شابور اس کے جسم کی نرمی ولطافت دیکھ کر بڑا حیران ہوا اور اس سے کہا کہ تمہارا باپ تمہیں کیا غذا کھلاتا تھا۔ نضیرہ نے کہا: ہڈی کا گودا، مکھن اور شہد کھلاتا

تھا۔شابور نے کہا: وہ تیرے ساتھ بھلائی کرتا تھا، تو نے اُس کے ساتھ بے وفائی کی، جب تو اپنے باپ کے ساتھ بے وفائی کر سکتی ہے تو میرے ساتھ بھی کر سکتی ہے۔ یہ کہہ کر شابور نے اسے قتل کرا دیا۔

دوسری فصل:

چوری کا بیان

منقول ہے کہ عمرو بن عبید لوگوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا تو اُن سے پوچھا: کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا: بادشاہ ایک چور کا ہاتھ کٹوا رہا ہے۔ عمرو بن عبید نے کہا: علانیہ چوری کرنے والا خفیہ چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹ رہا ہے۔

سکندر نے ایک چور کو پھانسی پر لٹکانے کا حکم دیا تو اس نے کہا: اے بادشاہ! میں نے جو کیا سو کیا اب میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ سکندر نے کہا: اب تو ناپسند کرے تب بھی تجھے پھانسی ضرور ہو گی۔

ایک شخص نے کسی کی قمیص چوری کی اور بیٹے کو دی کہ وہ اسے بیچ آئے۔ وہ قمیص بیٹے سے بھی چوری ہو گئی جب وہ گھر آیا تو باپ نے پوچھا: کتنے میں قمیص بیچی؟ بیٹے نے کہا: اصل مال کے عوض۔

تیسری فصل:

بغض و عداوت کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن پاک میں بغض و عداوت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿1﴾...

وَ اَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِؕ (پ٦، المآئدۃ:٦٤)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں ہم نے قیامت تک آپس میں دشمنی اور بیر (بغض) ڈال دیا۔

﴿2﴾...

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ (پ١٢، یوسف:٥)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک شیطان آدمی کا کُھلا دشمن ہے۔

﴿3﴾...

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّاؕ (پ٢٢، فاطر:٦)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو۔

﴿4﴾...

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تمہاری کچھ بیبیاں اور بچّے

عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ (پ٢٨، التغابن: ١٤) تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو۔

رسول اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔"[1]

حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: عداوت نسل در نسل چلتی ہے۔

عقل مند دشمن زیادہ پسند:

کسریٰ سے پوچھا گیا: لوگوں میں کس کے متعلق آپ یہ زیادہ پسند کرتے ہیں کہ وہ عقلمند ہو۔ کسریٰ نے کہا: جو میرا دشمن ہو۔ کہا گیا: ایسا کیوں؟ کسریٰ نے کہا: جب وہ عقلمند ہو گا تو میں اُس سے امن وعافیت میں رہوں گا۔

کہا گیا ہے کہ علانیہ عداوت رکھنے والے شخص کے مقابلے میں دل میں کینہ رکھنے والے شخص سے زیادہ خوفزدہ رہو کہ ظاہری بیماری کا علاج چھپی ہوئی بیماری کے علاج سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔

حجاج نے ایک خارجی سے کہا: بخدا! میں تجھ سے بغض رکھتا ہوں۔ خارجی نے کہا: ہم میں سے جو دوسرے سے زیادہ بغض رکھتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جنت میں داخل کرے۔

منقول ہے کہ جب نوشیرواں نے اپنے بیٹے ہُرمُز کو اپنا جانشین بنانا چاہا تو مملکت کے بڑے لوگوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے ہرمز کو ناپسند کیا اور بعض نے کہا: اُس کی ماں ترکیہ ہے اور آپ جانتے ہیں کہ اُن کے اخلاق کیسے ہوتے ہیں۔ نوشیرواں نے کہا: بیٹے ماں کی طرف نہیں بلکہ باپ کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور قباذ کی ماں بھی ترکیہ تھی اور تم نے اُس کی اچھی سیرت دیکھی ہے۔ نوشیرواں سے کہا گیا کہ ہرمز لوگوں کو پسند نہیں۔ نوشیرواں نے کہا: میرے بیٹے کی رحم دلی ہی اسے ہلاک کرے گی۔

کہا گیا ہے کہ جب انسان میں کوئی ایسی بھلائی ہو جو لوگوں کی محبت کا سبب نہ ہو تو وہ بھلائی، بھلائی نہیں اور جس میں کوئی ایسا عیب ہو جو لوگوں کی نفرت کا سبب نہ ہو تو وہ عیب، عیب نہیں۔

سب سے لذیذ شے:

ابو حیان سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا لقمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے فرمایا: وزنی چٹان منتقل ہو سکتی ہے اور بھاری لوہے

[1] ...الزهد الكبير، الجزء الثاني، ص ١٥٦، حديث: ٣٤٣

کو اٹھایا جا سکتا ہے لیکن میں نے قرض سے بھاری کوئی شے نہیں دیکھی۔ میں نے قِسم قِسم کے کھانے کھائے اور خوبصورت عورتوں سے نکاح کیا لیکن میں نے عافیت سے بڑھ کر لذیذ کوئی شے نہ دیکھی۔ میں یہ کہتا ہوں کہ سمندروں کو خالی کرنا اور ویرانے کو صاف کرنا میری مصیبت پر دشمنوں کے خوش ہونے سے زیادہ آسان ہے خصوصاً جبکہ وہ قریبی ہوں اور ایک ہی شہر کے ہوں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ میں تجھ سے پے درپے گناہوں، بُرے فہم اور اپنے چچازاد کے میری مصیبت پر خوش ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

حضرت سیِّدُنا ایوب عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی گئی: آپ کو آزمائش میں کون سی شے سب سے سخت محسوس ہوئی؟ فرمایا: دشمنوں کا میری مصیبت پر خوش ہونا۔

جاحظ نے کہا: میں نے دشمنوں کی شماتت سے بڑھ کر کوئی نیزہ نشانے پر لگنے والا نہ دیکھا۔

ایک دانشور نے کہا ہے کہ تم اپنے دشمن سے کبھی بے خوف نہ ہونا اگرچہ وہ کمزور ہو کیونکہ کبھی لاٹھی سے بھی قتل ہو جاتا ہے۔

چوتھی فصل: حسد کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۚ (پ۵، النساء: ۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔

رسول اکرم، نُورِ مُجسّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حاجتیں پوری کرنے کے لئے نعمتیں چھپا کر مدد چاہو کیونکہ ہر نعمت والے سے حسد کیا جاتا ہے۔[1]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: حاسد اُس پر غصے سے بھڑکتا ہے جس کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔

کہا گیا ہے کہ حسد کرنے والا در حقیقت تقدیر الٰہی پر ناخوش ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ تین بُرائیاں ایسی ہیں کہ وہ جس میں ہوں وہ اپنی زندگی سے لذت نہیں اٹھا سکتا: (۱)... کینہ (۲)... حسد

[1] ...معجم کبیر، ۲۰/ ۹۴، حدیث: ۱۸۳

اور (۳)...بداخلاقی۔

بعض نے کہا: حسد بُرا شِعار ہے۔ کسی سے کہا گیا کہ فلاں تم سے کیوں بغض رکھتا ہے؟ کہا: کیونکہ وہ میرا بھائی، پڑوسی اور میرا شریک ہے۔ یعنی اس نے خود سے حسد کرنے کے تمام اسباب بتادیئے۔

ایک اعرابی نے کہا: حسد ایسی بیماری ہے جس سے حسد کیا جائے اس سے زیادہ حاسد کو نقصان پہنچاتی ہے۔

ایک روایت میں ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ حسد کو برباد کرے کہ یہ کیسی بُری بیماری ہے جو حاسد کو ہی ختم کر دیتی ہے۔

حاسد کے لئے پانچ سزائیں:

حضرت سیِّدُنا فقیہ ابو لَیْث سَمَرقَنْدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حاسد کا حسد محسود (جس سے حسد کیا جائے) تک پہنچے اس سے پہلے اُسے پانچ سزائیں ملتی ہیں: (۱)...نہ ختم ہونے والا غم (۲)...ایسی مصیبت جس پر اجر نہ ملے (۳)...ایسی مذمت جس پر تعریف نہ ہو (۴)...ربِّ تعالیٰ کی ناراضی اور (۵)...توفیق سے محرومی۔

حاسد وزیر کا عبرتناک انجام:

عرب کا ایک دیہاتی شخص خلیفہ بغداد مُعْتَصِم بِاللہ کے پاس آیا تو معتصم نے اُسے اپنے قریب کیا اور اسے اپنا ہم نشین بنالیا۔ یہ دیکھ کر وزیر اُس سے حسد کرنے لگا اور اپنے دل میں کہا: اگر میں نے اس دیہاتی کے قتل کا حیلہ نہیں کیا تو یہ امیر المؤمنین کے دل میں جگہ بنالے گا اور مجھے ان سے دور کر دے گا۔ چنانچہ اُس وزیر نے ایک دفعہ دیہاتی کو بڑے پیار سے اپنے ہاں بلایا، اُس کے لئے کھانا بنایا اور اس میں لہسن زیادہ کر دیا۔ جب وہ دیہاتی کھانا کھا چکا تو وزیر نے اُس سے کہا: تم سے لہسن کی بو آرہی ہے اور امیر المؤمنین کو لہسن کی بو ناپسند ہے لہٰذا تم امیر المؤمنین سے دور رہنا کہ کہیں انہیں تمہاری وجہ سے تکلیف نہ ہو۔ پھر وزیر معتصم کے پاس گیا اور اس سے تنہائی میں کہا: آپ کا مقرب دیہاتی کہتا ہے کہ آپ کے منہ سے بدبو آتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ دیہاتی معتصم کے پاس جاتا ہے تو اس ڈر سے کہ کہیں لہسن کی بو امیر المؤمنین تک نہ پہنچے اپنی آستین منہ پر رکھ لیتا ہے۔ معتصم اُسے دیکھ کر دل میں یہ خیال کرتا ہے کہ وزیر نے جو اس دیہاتی کے متعلق کہا وہ سچ ہے۔ چنانچہ معتصم اپنے ایک گورنر کی طرف خط لکھتا ہے جس میں یہ تحریر کرتا ہے: "جب یہ خط تمہارے پاس پہنچے تو خط لانے والے کی گردن اڑادینا۔" یہ خط لکھ کر معتصم اُس دیہاتی کو اپنے پاس بلاتا ہے اور اسے خط دے کر کہتا ہے: یہ خط لو اور اسے فلاں تک پہنچاؤ اور اس کا جواب لے کر میرے پاس آؤ۔ دیہاتی معتصم کا خط لے کر چل پڑتا ہے، دروازے تک

پہنچتا ہے تو اسے وزیر ملتا ہے۔ وزیر اُس سے کہتا ہے: کہاں جا رہے ہو؟ دیہاتی کہتا ہے: امیر المؤمنین نے مجھے یہ خط دے کر فلاں گورنر کی طرف بھیجا ہے۔ وزیر نے دل میں کہا: ضرور اس میں امیر المؤمنین نے خط لانے والے کے لئے کثیر مال کا حکم دیا ہوگا۔ یہ سوچ کر وزیر اُس سے کہتا ہے: اے دیہاتی! تم اُس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو تمہارے اس تھکاوٹ بھرے سفر سے راحت میں بھی رہے اور اُسے دو ہزار دینار بھی مل جائیں۔ دیہاتی نے کہا: آپ بڑے ہیں اور آپ حاکم ہیں جیسے آپ کی رائے ہو ویسا کریں۔ وزیر نے کہا: خط مجھے دے دو۔ دیہاتی وہ خط اُسے دے دیتا ہے اور وزیر دو ہزار دینار اُس کے حوالے کر دیتا ہے۔ پھر وزیر وہ خط لے کر اُس گورنر کی طرف چل پڑتا ہے جس کی طرف خط لکھا گیا تھا اور وہاں پہنچ کر خط اُس کے حوالے کر دیتا ہے۔ گورنر خط پڑھ کر وزیر کی گردن مارنے کا حکم دیتا ہے تو وزیر کی گردن مار دی جاتی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد معتصم دیہاتی اور وزیر کے متعلق پوچھتا ہے تو بتایا جاتا ہے کہ وزیر کی کئی دنوں سے کوئی خبر نہیں جبکہ دیہاتی اسی شہر میں مقیم ہے۔ معتصم دیہاتی کو حاضر کرنے کا حکم دیتا ہے تو دیہاتی کو حاضر کر دیا جاتا ہے۔ معتصم دیہاتی سے اُس کا حال احوال پوچھتا ہے تو دیہاتی وزیر کے ساتھ ہونے والا سارا معاملہ اول سے آخر تک اُسے بیان کر دیتا ہے۔ معتصم اُس سے کہتا ہے: تم نے ہی میرے متعلق لوگوں سے کہا کہ میرے منہ سے بدبو آتی ہے۔ دیہاتی نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ! میں ایسی بات کروں جس کا مجھے علم نہیں۔ ضرور یہ اُس وزیر کا میرے متعلق مکر و فریب اور حسد تھا جبھی وہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور مجھے ایسا کھانا کھلایا جس میں لہسن زیادہ تھا پھر وہ ہوا جو آپ نے دیکھا۔ معتصم نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ حسد کو برباد کرے کہ یہ کیسی بُری بیماری ہے جو حاسد کو ہی ختم کر دیتی ہے۔ پھر معتصم نے اُس دیہاتی کو خلعت سے نوازا اور اسے اپنا وزیر بنالیا۔

حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ارشاد فرماتے ہیں: تمہارے لئے حاسد سے یہی کافی ہے کہ وہ تمہاری خوشی دیکھ کر غمگین ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: عالم و قاری کی شہادت ہر کسی کے بارے میں مقبول ہے لیکن ان کی آپس میں ایک دوسرے کے خلاف شہادت قبول نہیں کیونکہ ان میں بکروں سے زیادہ حسد ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔"[1]

---

1 ... ابو داود، کتاب الادب، باب فی الحسد، ۴/ ۳۶۰، حدیث: ۴۹۰۳ عن ابی ھریرۃ

اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: حاسد میری نعمت کا دشمن، میرے فیصلے پر ناراض اور بندوں کے درمیان میری تقسیم پر ناخوش ہے۔

طویل عمر کا راز:

امام اصمعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں نے ایک دیہاتی کو دیکھا کہ اس کی عمر 120 سال سے تجاوز کر چکی تھی تو میں نے اُس سے کہا: تمہاری عمر تو بہت لمبی ہے۔ اُس نے کہا: میں نے حسد کو چھوڑ دیا جبھی اب تک زندہ ہوں۔

اہلِ علم کہتے ہیں: سردار کے ساتھ دو شخص ضرور ہوتے ہیں ایک دوست جو اس کی تعریف کرتا ہے اور ایک حاسد جو اس کی برائی کرتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں سے دشمنی:

حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: خبر دار! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں سے دشمنی نہ کرنا۔ عرض کی گئی: ان سے کون دشمنی کرے گا؟ فرمایا: وہ جو لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمایا۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عروہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی گئی: آپ نے اپنی قوم کو چھوڑ کر دیہات کی زندگی کیوں اختیار کی؟ فرمایا: کیونکہ اپنی قوم میں رہتے ہوئے میری نعمت پر حسد کیا جاتا ہے یا میری مصیبت پر خوش ہوا جاتا ہے۔

نوابغ الحکم میں ہے کہ حسد ایسا کانٹا ہے جسے لگ جاتا ہے اُسے ہلاک کر دیتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے: ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں ہر ایسے معاملے سے جو حاسد کے ارادے کے موافق ہو۔

علم زندگی اور جہالت موت

علم موجِبِ حیات (زندگی کا باعث) بلکہ عین حیات اور جہل (بے علمی) مورِثِ موت (موت کا سبب) بلکہ خود موت ہے۔ (فیضانِ علم و عُلَما، ص٨)

باب نمبر 40: بہادری اور اس کے ثمرات، جنگ اور اس کی تدابیر، جہاد اور شدت سے لڑنے کی فضیلت اور جنگ پر ابھارنے کا بیان

(اس باب میں دو فصلیں ہیں)

پہلی فصل: راہِ خدا میں جہاد کرنے اور شدت سے لڑنے کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مصیبت، سختی اور جہاد کے وقت میں صبر کرنے والوں کی تعریف فرمائی اور مجاہدین کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④ (پ٢٨، الصف: ٤)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا (صف) باندھ کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا (سیسہ) پلائی۔

دشمنوں کے خلاف جہاد کرنا ایک اچھا عمل ہے اور اس پر بہترین جزا کا وعدہ کیا گیا ہے۔

جنگ میں حکمت عملی سے کام لینا بہادری سے بڑھ کر ہے۔

مکی مدنی سلطان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اَلْحَرْبُ خَدْعَةٌ یعنی لڑائی دھوکا ہے[1]۔"[2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک پسندیدہ قطرہ:

حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے پسندیدہ قطرہ اُس خون کا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے میں بہے یا وہ آنسو کا قطرہ پسندیدہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے رات کے درمیانی حصے میں بہے۔[3]

---

1 ... مُفَسِّر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللہِ الْقَوِی اس کی شرح میں مراۃ المناجیح، جلد5، صفحہ 517 پر فرماتے ہیں: یعنی جنگ کی جان دشمن کو دھوکہ میں رکھنا ہے کہ اسے ہمارے اصلی ارادہ اور اصلی حال پر خبر نہ ہونے پائے، اپنی تھوڑی سی جماعت کو بہت ظاہر کیا جائے تھوڑے سامان کو بے شمار دکھایا جائے یہ جنگی کمال اور مجاہد کی چال ہے۔ کسی میدان کو خالی چھوڑ دینا کہ دشمن اسے خالی جان کر اپنی فوج لے آوے پھر داہنے بائیں اور پیچھے سے نکل کر اس کی فوج کو گھیر لینا جس سے ساری فوج ہتھیار ڈال دے، یہ ہے دھوکہ اس دھوکہ سے مراد جھوٹ اور ناجائز مکر و فریب نہیں اب بھی جنگوں میں ایسی چالیں بہت چلی جاتی ہیں۔

2 ... بخاری، کتاب الجهاد، باب الحرب خدعة، ٢/ ٣١٨، حدیث: ٣٠٢٩

3 ... الزهد لابن مبارک، باب ما جاء فی الشح، ص ٢٣٥، حدیث: ٦٧٢ بتغیر قلیل

جنت تلواروں کے سائے میں ہے:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن قیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ حضورِ رحمت عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اِنَّ الْجَنَّۃَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ یعنی بے شک جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔"[1] ایک شخص نے عرض کی: اے ابو موسیٰ! کیا آپ نے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا ہے؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: جی ہاں۔ وہ شخص اپنے ساتھیوں کی طرف گیا اور کہا: میں تمہیں الوداعی سلام کہتا ہوں، پھر اس نے اپنی تلوار کی میان توڑ کر پھینک دی اور تلوار لے کر دشمنوں کی طرف گیا اور ان سے جنگ کرنے لگا حتّٰی کہ شہید ہو گیا۔

شہید کا خون قیامت کے دن نور ہو گا:

حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو لکھا: جان لو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے تم پر کچھ مدد کرنے والے مقرر ہیں جو تمہارا خیال رکھتے ہیں اور تمہیں دیکھتے ہیں۔ لہٰذا تم موت پر حریص ہو جاؤ تمہیں سلامتی ہی ملے گی اور شہدا کے خون کو مت دھونا کیونکہ شہید کا خون قیامت کے دن اس کے لئے نور ہو گا۔

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم خیبر پہنچے تو حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَللّٰہُ اَکْبَر! خیبر ویران ہوا، ہم جب کسی قوم کے صحن میں اُترتے ہیں تو ڈرائے ہوؤں کی صبح بہت بُری ہوتی ہے۔[2]

دنیا و ما فیہا سے بہتر:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی رحمت، شفیع امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: صبح یا شام اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں چلنا دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے ان سب سے بہتر ہے۔[3]

شہدا کی ارواح کا مسکن:

حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم، نور مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک شہدا کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں عرش کے ساتھ معلق قندیلوں میں رہتی ہیں، جنت میں

---

1 ... بخاری، کتاب الجهاد، باب الجنة تحت بارقة السيوف، ۲/ ۲۵۹، حدیث: ۲۸۱۸

2 ... بخاری، کتاب الصلاة، باب ما یذکر فی الفخذ، ۱/ ۱۴۸، حدیث: ۳۷۱

3 ... بخاری، کتاب الجهاد، باب الغدوة والروحة ... الخ، ۲/ ۲۵۱، حدیث: ۲۷۹۲

جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں اور پھر ان قندیلوں کی طرف لوٹ آتی ہیں۔[1]

سیِّدُنا انس بن نضر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی شہادت:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے چچا حضرت سیِّدُنا انس بن نَضْر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جنگ بدر میں حاضر نہ ہو سکے تو ہر وقت حسرت سے کہا کرتے تھے: ہائے افسوس! میں رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ پہلے معرکے میں حاضر نہ ہو سکا، پھر جب جنگ اُحد شروع ہوئی تو کہنے لگے: میں اُحد پہاڑ سے جنت کی خوشبو پاتا ہوں اور دشمنوں سے قتال کرنے لگے حتّٰی کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ شہید ہو گئے۔ ان کے جسم پر نیزے اور تلوار کے اسّی سے زائد زخم تھے، ان کی بہن حضرتِ سیِّدَتُنا ربیع بنت نضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کو ان کی انگلی سے پہچانا تھا۔

شہید کا عمل بڑھتا رہتا ہے:

حضرت سیِّدُنا فَضالَہ بن عُبَیْد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہر مرنے والے کے عمل پر مہر لگا دی جاتی ہے سوائے اسلامی سرحد کی نگہبانی کرنے والے کے اور اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ رہتا ہے۔[2]

سچی نیت سے شہادت کا سوال:

حضرت سیِّدُنا سہل بن حُنَیف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو سچی نیت سے شہادت کا سوال کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے شہدا کے مرتبے تک پہنچا دے گا اگرچہ وہ اپنے بستر پر مرے۔[3]

ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں شہادت کی موت عطا فرمائے اور ہمیں ان لوگوں میں سے کر دے جن کے لئے کثیر بھلائیاں ہیں۔

قولِ سفیان ثوری عَلَیْہِ الرَّحْمَہ: علم عمل کو پکارتا ہے سن لے تو ٹھیک ورنہ علم چلا جاتا ہے۔ (جامع بیان العلم، ص۲۵۸)

---

1 ... دارمی، کتاب الجهاد، باب ارواح الشهداء، ۲/ ۲۷۱، حدیث: ۲۴۱۰

2 ... ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل... الخ، ۳/ ۲۳۲، حدیث: ۱۶۲۷

3 ... مسلم، کتاب الامارة، باب استحباب طلب الشهادة... الخ، ص۱۰۵۷، حدیث: ۱۹۰۹

دوسری فصل: بہادری، اس کے ثمرات، جنگ اور اس کی تدابیر

جان لو کہ بہادری فضائل کا ستون ہے اور جس میں بہادری نہ ہو اُس میں کوئی فضیلت کامل نہیں۔ بہادری کو صبر اور قوتِ نفس سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

جنگی تدابیر کا قرآنی حکم:

اللہ عَزَّوَجَلَّ جنگی تدابیر کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ (پ۱۰، الانفال: ۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ اِن سے اُن کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو **اللہ** کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں۔

یہ فرمانِ باری تعالیٰ: ”مَّا اسْتَطَعْتُمْ“ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بندہ اپنی طاقت کے مطابق جنگ کا سامان، آلات اور حیلہ اختیار کرے۔

تفسیر نبوی:

حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی قوت کی تفسیر فرمائی چنانچہ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تیر چلانے والے لوگوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ”اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ یعنی سنو! قوت تیر اندازی ہے، سنو! قوت تیر اندازی ہے، سنو! قوت تیر اندازی ہے۔“[1]

جہاد کی بہترین تیاری:

جہاد کی بہترین تیاری یہ ہے کہ اچھے اعمال اختیار کرے مثلاً صدقہ کرنا، روزے رکھنا، ظلم نہ کرنا، صلہ رحمی کرنا، اخلاص کے ساتھ دعا کرنا، نیکی کی دعوت دینا، برائی سے منع کرنا اور اسی طرح کے دیگر کام کرنا۔

ساری کی ساری شان قیادت کا فریضہ انجام دینے والوں، سپہ سالاروں کا انتخاب کرنے والوں اور ان لوگوں کی ہے جن کو ترجیح دی جاتی ہے۔

1 ...مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الرمی...الخ، ص ۱۰۶۱، حدیث: ۱۹۱۷

عجم کے کسی دانا کا قول ہے: ایک شیر کا 100 لومڑیوں کی قیادت کرنا بہتر ہے اس سے کہ ایک لومڑی 100 شیروں کی قیادت کرے۔

لشکر کے آگے کیسا شخص ہو؟

لشکر کے آگے وہی شخص رہے جو جرأت و بہادری والا ہو، لشکر کو ثابت قدم رکھنے والا ہو، ارادے کا پکا ہو، بہادری میں یکتا ہو، جو جنگ کے درمیان مردوں کی ہمت بڑھاتا ہو اور وہ اس کی ہمت بڑھاتے ہوں، دو افراد سے ایک ساتھ لڑتا ہو، بہادری سے شمشیر زنی کرتا ہو، پانی کی جگہوں کو جاننے والا ہو، لشکر کے دائیں، بائیں اور وسط سے خبر دار ہو، جب وہ شخص ایسا ہو گا تو تمام لوگ اس کی رائے پر عمل کریں گے۔

سپہ سالار میں کیسی صفات ہوں؟

تمام عقلا کے نزدیک جنگ دھوکا ہے۔ ترک سردار کہتے ہیں: قیادت کرنے والے عقلمند شخص میں مختلف جانوروں والی صفات ہوں مثلاً مرغ کی طرح بہادر ہو، مرغی کی طرح جستجو کرنے والا ہو، شیر والا دل ہو، خنزیر کی طرح حملہ کرتا ہو، لومڑی کی طرح چال باز ہو، زخمی ہونے میں کتے کی طرح صبر کرتا ہو، سارس (ایک آبی پرندہ) کی طرح محافظ ہو، بھیڑیئے کی طرح غارت گری کرنے والا ہو اور محنت کرنے میں نُغَیر کی طرح ہو، یہ ایک چھوٹا سا پرندہ ہے جو خراسان میں پایا جاتا ہے اور خوب محنت و مشقت کرتا ہے۔

10 سخت چیزیں:

روایت ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دس چیزیں بہت سخت پیدا کی ہیں: (۱)...پہاڑ (۲)...لوہا کہ پہاڑ کو توڑ دیتا ہے (۳)...آگ کہ لوہے کو کھا جاتی ہے (۴)...پانی کہ آگ کو بجھا دیتا ہے (۵)...بادل کہ پانی کو اٹھا لیتا ہے (۶)...ہوا کہ بادل پر تصرف کرتی ہے (۷)...انسان کہ ہوا پر غالب آجاتا ہے (۸)...نشہ کہ انسان کو گرا دیتا ہے (۹)...نیند کہ نشے کو ختم کر دیتی ہے اور (۱۰)... فکر مندی کہ نیند کو اڑا دیتی ہے۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان دسوں میں سب سے سخت فکر مندی کو پیدا کیا ہے، اے اللہ! ہم فکر مندی اور غم سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

[1] ...معجم اوسط، ۱/ ۲۶۱، حدیث: ۹۰۱

جنگی چالیں:

جنگ کی چالوں میں سے ہے کہ دشمن کے لشکر میں جاسوس بھیجے جائیں تاکہ ان کے بارے میں معلومات ملیں، جاسوس ان کے سرداروں اور بہادروں کے دل اپنی طرف مائل کرلیں، خود کو ان سے بچا کر رکھیں اور انہیں اچھی امیدیں دلائیں، ان کی لالچ کو بڑے مرتبے اور مال و دولت کے شوق میں مزید بڑھائیں۔ جب جاسوس دیکھے کہ ان کے چہروں پر تحفوں کے لئے تڑپ ہے تو ان سے اسی وقت جُدا ہو جائے یا لڑائی کے وقت الگ ہو جائے اور معلومات تیر پر لکھ کر اپنے لشکر کی طرف پھینک دے۔

یہ بات یاد رکھو کہ یہ حیلہ وغیرہ قضاوقدر کو نہیں ٹالتے اور حکومت جب زائل ہو جائے تو ان کا کیا ہوا حیلہ ان کے لئے وبال بن جاتا ہے اور جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی مصیبت کو داخل ہونے کا حکم دیتا ہے تو وہ اس حیلے میں بھی داخل ہو جاتی ہے۔

حکایت: ایک بہادر مجاہد

حضرت سیِّدُنا ابو بکر طرطوشی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے استاذ قاضی ابو ولید یحییٰ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے سنا کہ ایک مرتبہ حاکم اندلس منصور بن ابو عامر کسی جنگ میں ایک اونچی جگہ کھڑا ہوا اور اس نے اپنے دائیں بائیں اور آگے پیچھے مسلمانوں کے ایک بہت بڑے لشکر کو ملاحظہ کیا جس نے ہموار زمین اور پہاڑوں کو گھیر رکھا تھا۔ منصور لشکر کے سپاہ سالار کی طرف گیا جو ابنِ مُصْحَفِی کے نام سے جانا جاتا تھا اور اُس سے کہا: اے وزیر! تم اس لشکر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ وزیر نے کہا: یہ بہت بڑا اور عظیم لشکر ہے۔ منصور نے کہا: تمہارا کیا خیال ہے اس لشکر میں ایک ہزار بہادر شہسوار لڑنے والے ہوں گے؟ ابنِ مصحفی خاموش رہا تو منصور نے کہا: تم خاموش کیوں ہو؟ کیا اس لشکر میں ایک ہزار لڑنے والے بہادر نہیں ہیں؟ ابنِ مصحفی نے کہا: نہیں۔ منصور بڑا متعجب ہوا، پھر منصور نے کہا: کیا ان میں گنے چنے پانچ سو بہادر ہیں؟ ابن مصحفی نے کہا: نہیں۔ منصور بڑا غضب ناک ہوا، پھر کہا: کیا ان میں بہادری سے لڑنے والے سو بھی نہیں؟ ابن مصحفی نے کہا: نہیں۔ منصور نے کہا: کیا پچاس بہادر بھی نہیں؟ ابن مصحفی نے کہا: نہیں۔ منصور نے اسے بُرا بھلا کہا اور اس پر شدید غضب ناک ہوتے ہوئے اُسے عہدے سے برطرف کر دیا اور اسی ناراضی کی حالت میں وہاں سے چلا آیا۔ جب لشکر روم کے شہر پہنچا تو رومی جمع ہو گئے اور دونوں لشکروں کا سامنا ہوا تو رومیوں کی صف میں سے ایک مضبوط شخص نکلا جس نے لوہے کی زرہ پہن رکھی تھی اور وہ یہ پکار رہا تھا: "ہے کوئی مقابلہ کرنے والا؟" مسلمانوں کی صف میں سے ایک شخص

مقابلے کے لئے نکلا، کچھ دیر ان کا مقابلہ ہوا اور رومی نے مسلمان کو شہید کر دیا تو مشرکین خوشی منانے اور چیخنے لگے اور وہ رومی صفوں میں پھرنے لگا اور پکارنے لگا: ہے کوئی مقابلہ کرنے والا؟ ہے کوئی دوسرا مقابلہ کرنے والا؟ مسلمانوں میں سے ایک شخص اور مقابلے کے لئے آیا، کچھ دیر ان میں مقابلہ ہوا اور رومی نے دوسرے مسلمان کو بھی شہید کر دیا اور پھر سے پکارنے لگا: ہے کوئی مقابلہ کرنے والا؟ ہے کوئی تیسرا مقابلہ کرنے والا؟ مسلمانوں میں سے ایک اور شخص نکلا اور رومی نے اسے بھی شہید کر دیا تو مشرکین شور مچانے لگے اور مسلمانوں کو شرمندگی اٹھانا پڑی، قریب تھا کہ مسلمانوں کی ہمت ٹوٹ جاتی کہ کسی نے منصور سے کہا: اب اس کا مقابلہ ابن مُضْجَعِی ہی کر سکتا ہے۔ ابن مضجعی کو بلا کر منصور نے کہا: تم نے دیکھا آج اس رومی کتے نے کیا کیا؟ ابن مضجعی نے کہا: جی ہاں! میں نے دیکھا ہے، آپ اب کیا چاہتے ہیں؟ منصور نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس کے شر سے بچایا جائے۔ ابن مضجعی نے کہا: اب اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے شر سے مسلمان بچ جائیں گے۔ پھر وہ اپنی پہچان والے لوگوں کی طرف گیا، اہلِ ثغور کا ایک شخص گھوڑے پر سوار اپنے آگے پانی کا مشکیزہ لئے اس کے سامنے آیا۔ اس نے جنگی لباس پہنا ہوا تھا اور اُس پر خود پسندی کے آثار نہ تھے۔ ابنِ مضجعی نے اس سے کہا: تو نے دیکھا اس رومی نے آج کیا کیا؟ اس نے کہا: جی ہاں! دیکھا ہے، آپ کیا چاہتے ہیں؟ ابن مضجعی نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ مسلمان اس کے شر سے بچیں۔ اس نے کہا: ایسا ہی ہو گا، پھر اس نے مشکیزہ زمین پر رکھا اور پروا کئے بغیر اسے للکارتا ہوا اس کی جانب گیا، کچھ دیر مقابلہ ہوا اور لوگوں نے دیکھا کے مسلمان شخص وہاں سے بھاگتا ہوا آ گیا اب وہاں کچھ نہ تھا اور اس رومی کا سر مسلمان شخص ہاتھوں میں لئے کھیل رہا تھا، پھر اس نے رومی کا سر لا کر منصور کے قدموں میں ڈال دیا۔ ابن مضجعی نے منصور سے کہا: ان لوگوں کے بارے میں آپ کو میں خبر دے چکا تھا۔ منصور نے یہ سن کر ابن مضجعی کو اُس کے عہدے پر بحال کر دیا اور اس کا اکرام کیا، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مسلمان لشکر کو فتح و کامیابی عطا فرمائی۔

مشہور شہسوار ابن فَتْحُون:

منقول ہے کہ عرب میں ایک شہسوار تھا جسے ابنِ فَتْحُون کے نام سے جانا جاتا تھا اور وہ اپنے زمانے میں عرب و عجم میں سب سے زیادہ بہادر تھا۔ عباسی خلیفہ مُسْتَعِن بِاللہ اس کی بہت عزت و تکریم کرتا تھا اور اس کے لئے ہر عطیہ میں 500 دینار بھیجتا تھا، یہ کفار کے لئے خوف کی علامت تھا، شجاعت کے نام سے جانا جاتا تھا، دشمن اس سے مقابلہ کرنے سے خوفزدہ رہتے تھے۔

منقول ہے کہ رومی اگر اپنے گھوڑے کو پانی پلاتا اور وہ پانی نہ پیتا تو رومی گھوڑے سے کہتا: تُو ہلاک ہو! پانی کیوں نہیں پیتا؟ کیا پانی میں ابن فتحون نظر آ گیا ہے؟

سلطان کی ابن فتحون پر نظر، عنایات اور مرتبہ دیکھ کر حاسدوں نے خلیفہ مُسْتَعِین سے شکایات کیں اور اسے ابن فتحون سے دور کر دیا اور انعامات سے روک دیا۔ مستعین نے روم والوں سے جہاد کیا اور جب مسلمان اور مشرک آمنے سامنے ہوئے تو ایک رومی میدان میں آیا اور پکار کر کہا: هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ یعنی ہے کوئی مقابلہ کرنے والا؟ مسلمانوں میں سے ایک مجاہد مقابلے کے لئے گیا، کچھ دیر مقابلہ ہوا اور رومی نے مسلمان کو شہید کر دیا، مشرک خوشی سے شور کرنے لگے اور مسلمانوں کے دل ٹوٹنے لگے، وہ رومی کتا صفوں کے درمیان گھومنے لگا اور پکارنے لگا: ہے کوئی دوسرا مقابلہ کرنے والا؟ مسلمانوں میں سے ایک اور مجاہد نکلا اور رومی نے اسے بھی شہید کر دیا، مشرک خوشی سے شور کرنے لگے اور مسلمانوں کے دل ٹوٹنے لگے، وہ رومی کتا صفوں کے درمیان گھومنے لگا اور پکارنے لگا: ہے کوئی تیسرا مقابلہ کرنے والا؟ مسلمانوں میں سے کسی میں بھی ہمت نہ ہوئی کہ اس سے مقابلہ کرتا، لوگ حیرت میں پڑ گئے، سلطان سے کہا گیا: اس کا مقابلہ صرف ابو ولید بن فتحون ہی کر سکتا ہے۔ سلطان نے ابن فتحون کو بلوایا اور نرمی برتتے ہوئے اس سے کہا: اے ابو ولید! تم نے دیکھا اس رومی نے کیا کیا؟ ابن فتحون نے کہا: ہاں میں نے دیکھا ہے۔ سلطان نے کہا: اس کے بارے میں کیا حیلہ ہے؟ ابن فتحون نے کہا: میں ابھی اس کے شر سے مسلمانوں کو بچاتا ہوں، پھر ابن فتحون کتان کی قمیص پہن کر بغیر ہتھیار کے گھوڑے کی زین پر بیٹھ گیا اور ہاتھ میں ایک لمبا کوڑا پکڑ لیا جس کے کنارے پر گرہ لگی ہوئی تھی اور نصرانی کو للکارا۔ نصرانی یہ دیکھ کر بڑا متعجب ہوا پھر دونوں میں مقابلہ ہونے لگا، نصرانی نے ابن فتحون کی زین پر وار کیا مگر ابن فتحون گھوڑے کی گردن سے لٹکتا ہوا زمین پر اتر آیا پھر دوبارہ زین پر آکر بیٹھ گیا اور اس رومی کو کوڑے سے مارنے لگا اور کوڑا اس کی گردن میں پھنسا کر زور سے جھٹکا دیا اور اس کی گردن توڑ دی اور اسے گھسیٹتے ہوئے لا کر خلیفہ مستعین کے قدموں میں ڈال دیا۔ خلیفہ مستعین نے جان لیا کہ اس نے ابو ولید بن فتحون کے معاملے میں غلطی کی تھی تو اس نے ابن فتحون سے معذرت کی اور اسے انعام و اکرام دیا اور اسے وہی مرتبہ پھر سے دے دیا، ابنِ فتحون مستعین کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا تھا۔

سردارِ لشکر کے لئے احتیاطیں:

لشکر کے سردار کو چاہیے کہ اپنی اس علامت کو چھپائے جس سے وہ مشہور ہو کیونکہ دشمن اسے پہچان جائیں گے۔ رات

دن اپنے خیمہ میں نہ رہے اور اپنے انداز اور اپنی جگہ کو بدلتا رہے تا کہ دشمن اسے تلاش نہ کر سکیں۔جب جنگ ختم ہو جائے تو اپنی قوم کی چھوٹی سی جمعیت کے ساتھ لشکر کے باہر نہ چلے کیونکہ دشمنوں کے جاسوس اس کی جستجو میں ہوتے ہیں۔افریقہ کی فتح کے وقت کفار کے لشکر کو مسلمانوں نے اسی طرح شکست دی تھی کہ ان کا بادشاہ لشکر سے آگے آگیا تھا اور ممتاز ہو گیا تھا، اس کی خبر عبد اللہ بن ابو سرح کو ملی تو اس نے اپنے معتمد ساتھیوں کے ساتھ دشمنوں پر حملہ کر دیا اور ان کے بادشاہ کو قتل کر دیا یوں مسلمانوں کو فتح ملی۔

چھ لاکھ کے لشکر سے بارہ ہزار کا مقابلہ:

اسی طرح کا ایک کارنامہ ترکی کے بادشاہ اَلپ اَرسلان کا بھی ہے۔روم کے بادشاہ نے لوگوں کو جمع کیا اور اتنا بڑا لشکر تیار کیا شاید ہی اس کے بعد کسی نے اتنا بڑا لشکر جمع کیا ہو، اس کی تعداد چھ لاکھ تک پہنچ گئی اور یہ اتنا بڑا اور اتنا ملا ہوا لشکر تھا کہ نگاہ اس کا احاطہ نہ کر سکتی تھی اور نہ ہی اس کا شمار ہو تا تھا۔ آلات جنگ میں بھی ہر طرح کے سامان سے لیس تھا، انہوں نے اتنے قلعے فتح کئے کہ ان کا شمار نہیں، انہوں نے لشکر کو مسلمانوں کے شہروں شام، عراق، مصر، خُراسان اور دیگر شہروں کی طرف تقسیم کر دیا اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ سب شہروں میں اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے شہروں کی طرف پیش قدمی کی اور تواتر کے ساتھ مسلمانوں کے شہروں میں یہ خبریں آنے لگیں۔ مسلمان ممالک ان خبروں سے مضطرب ہو گئے اور بادشاہ اَلپ اَرسلان کے پاس جمع ہو گئے۔الپ ارسلان عادل بادشاہ کے نام سے مشہور تھا، اس نے اصفہان شہر کے لوگوں کو جمع کیا اور جتنا ہو سکا تیاری کی اور انہیں لے کر نکلا حتّٰی کہ مسلمانوں کے اول دستے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ جمع ہونے لگے۔لوگوں نے ایک جگہ الپ ارسلان سے کہا: کل یہاں اور گروہ بھی آ جائیں گے تو مسلمانوں نے جمعہ کی رات وہاں پڑاؤ کیا۔رومیوں کی تعداد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کوئی شمار نہیں کر سکتا تھا جبکہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور جو تھے وہ بھی ان کے اتنے بڑے گروہ کو دیکھ کر خوفزدہ تھے۔جب جمعہ کی صبح ہوئی اور مسلمانوں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو دشمنوں کی اتنی بڑی تعداد دیکھ کر مسلمان خوفزدہ گئے۔الپ ارسلان نے حکم دیا کہ مسلمانوں کی تعداد شمار کرو۔جب شمار کیا گیا تو 12 ہزار تھی اور یہ تعداد دشمنوں کے مقابل ایسی تھی جیسے کالے بیل پر کوئی چھوٹا سا سفید دھبہ ہو۔الپ ارسلان نے لشکر میں سے اہل رائے، تدبیر کرنے والے اور مسلمانوں پر شفقت کرنے والوں کو جمع کیا اور درست رائے کے لئے ان سے مشورہ کیا تو سب دشمنوں سے لڑنے کے مشورے پر متفق

ہو گئے۔ اور مسلمانوں کو حوصلہ دیا، نصیحتیں کیں اور دشمنوں سے ڈرنے پر ڈرایا اور الپ ارسلان سے کہا: ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام لے کر دشمنوں پر حملہ کرتے ہیں۔ الپ ارسلان نے کہا: اے گروہ مسلمین! رُک جاؤ، آج جمعہ کا دن ہے اور مسلمان منبروں پر خطبے دے رہے ہوں گے اور مشرق و مغرب میں ہمارے لئے دعائیں ہو رہی ہوں گی لہٰذا جب سورج ڈھل جائے اور ہم یہ جان لیں کہ مسلمان جمعہ کی نماز پڑھ چکے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دین اسلام کی فتح مانگ رہے ہیں تو اس وقت ہم دشمنوں پر حملہ کریں گے۔ اسی دوران الپ ارسلان روم کے بادشاہ کا خیمہ معلوم کر چکا تھا کہ اس کی نشانی کیا ہے اس کا گھوڑا کون سا ہے پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم میں سے ہر شخص وہی کرے جو میں کروں اور میرے پیچھے ہی رہنا اور اسی طرف تیر اور تلوار چلانا جس طرف میں تیر اور تلوار چلاؤں، پھر ان سب نے شخص واحد کی طرح روم کے بادشاہ کے خیمے پر حملہ کر دیا اور جو آگے آیا اسے ہلاک کر دیا حتّٰی کہ روم کے بادشاہ کو گرفتار کر لیا اور رومیوں کی زبان میں اعلان کرنے لگے کہ بادشاہ قتل ہو گیا، بادشاہ قتل ہو گیا۔ رومیوں نے جب سنا کہ بادشاہ قتل ہو گیا تو ان میں بھگدڑ مچ گئی اور سارا لشکر بکھر گیا اور مسلمانوں نے غنیمت کے طور پر مال و اسباب اکھٹا کر لیا۔ قیدی بادشاہ کو گردن میں رسی ڈال کر الپ ارسلان کے سامنے لایا گیا تو الپ ارسلان نے روم کے بادشاہ سے پوچھا: اگر تو مجھے قیدی بنا لیتا تو میرے ساتھ کیا کرتا؟ روم کے بادشاہ نے جواب دیا: میں تجھے قتل کروا دیتا۔ الپ ارسلان نے کہا: میری نظر میں تیری ایسی کوئی حیثیت نہیں کہ میں تجھے قتل کرواؤں۔ غلاموں سے کہا: اسے لے جاؤ اور جو اس کی قیمت سب سے زیادہ دے اسے بیچ دو۔ غلام بادشاہ کی گردن میں رسی ڈال کر لے گئے اور آواز لگانے لگے: روم کے بادشاہ کو کون خریدے گا؟ پھر مسلمانوں کے خیموں اور گھروں کے اطراف میں چکر لگاتے ہوئے درہموں اور سکوں کے بدلے اسے خریدنے کی صدائیں لگاتے رہے، کسی نے بھی اسے نہیں خریدا بالآخر انہوں نے اسے ایک شخص کو کتے کے بدلے بیچ دیا اور اس سے کتا لے لیا اور ان دونوں کو الپ ارسلان کے پاس لے آئے اور کہا: ہم نے سارے لشکر کا چکر لگایا مگر کسی نے بھی اسے نہیں خریدا سوائے اس شخص کے جس نے اسے کتے کے بدلے خریدا ہے۔ الپ ارسلان نے کہا: تو نے انصاف کیا ہے یہ کتا اس سے بہتر ہے۔ پھر الپ ارسلان نے اُسے چھوڑنے کا حکم دیا تو وہ قُسْطَنْطِیْنِیَہ (استنبول) چلا گیا۔ اہل روم نے اُسے اپنے سے الگ کر دیا اور اس کی آنکھوں میں آگ کی سلائیاں پھیر دیں۔

دیکھا آپ نے جو بادشاہ جنگ کی چالوں اور ہیر پھیر سے واقف ہو وہ کیا کرتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ انْصُرْ جُیُوْشَ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَسَاکِرَ الْمُوَحِّدِیْنَ وَاَھْلِكِ الْکَفَرَةَ وَالْمُشْرِکِیْنَ وَانْصُرِ الْمُسْلِمِیْنَ نَصْرًا عَزِیْزًا بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی اے **اللہ**! مسلمانوں کے لشکروں کی مدد فرما اور کفار و مشرکین کو ہلاک فرما، اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے! اپنی رحمت کے صدقے مسلمانوں کو غلبہ و فتح عطا فرما اور درود و سلام ہو ہمارے سردار حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کی آل و اصحاب پر اور تمام تعریفیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

...✿...

باب نمبر 41: بہادروں اور شہسواروں کے نام، طبقات و واقعات، بزدلوں کا ذکر، ان کے قصے اور بزدلی کی مذمت

پہلا طبقہ (ان لوگوں کا ذکر جنہوں نے زمانۂ اسلام اور جاہلیت دونوں کو پایا)

حضرت سیِّدُنا حمزہ بن عبد المطلب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حضور جانِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچا تھے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے شیر تھے، غزوہ اُحد میں شہید ہوئے، حضرت سیِّدُنا جبیر بن مطعم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے غلام حضرت سیِّدُنا وحشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے (قبولِ اسلام سے قبل) جنگ اُحد میں نیزہ مار کر انہیں شہید کیا۔ ایسے بہادر اور شہسوار تھے جن کا دفاع کرنا یا روکنا ممکن نہ تھا۔ ان کی شہادت حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے بہت بڑا سانحہ تھا۔

سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی بن ابو طالب کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں جنہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تائید حاصل ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تکلیف و پریشانی دور کرنے والے اور احکامِ اسلام پر مضبوطی سے جمے رہنے والے ہیں اور بغیر کسی اختلاف کے ہر بہادر سے مقدم ہیں۔

تلوار کے ہزار زخم آسان ہیں:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے فرمایا: اس کی قسم جس کے دست قدرت میں ابنِ ابوطالب کی جان ہے! بستر پر موت آنے سے تلوار کے ہزار زخم کھانا مجھ پر آسان ہے۔

منقول ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے پوچھا گیا: جب آپ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے ہیں تو ہم آپ کو کہاں تلاش کریں؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: جہاں مجھے چھوڑو وہیں تلاش کرو۔

شیرِ خدا کا اندازِ مقابلہ:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے پوچھا گیا: آپ بہادروں سے کیسے مقابلہ کر لیتے ہیں؟ فرمایا: میں جب بھی کسی شخص سے لڑتا ہوں تو اگر میں اس سے طاقتور ہوتا ہوں تو اسے قتل کر دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے طاقتور ہو تو بھی میں اسے قتل کر دیتا ہوں اور میں خود کو اور اس شخص کی ذات کو اسی کے خلاف مددگار بناتا ہوں۔

سینے پر وار:

حضرت سیِّدُنا مصعب بن زبیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم جنگ میں بہت چوکنا اور بہت تیز حرکت کرنے والے تھے کہ دشمن کا ان کے قریب آنا ممکن نہیں ہوتا تھا اور وہ دشمن کے سینے پر وار کرتے تھے پیٹھ پر نہیں۔

منقول ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے پوچھا گیا: آپ کو اس بات سے خوف نہیں آتا کہ کوئی آپ کی پیٹھ پر وار کرے؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: میری پیٹھ پر وار کرنے والے دشمن نے اگر مجھ پر حملہ کیا اور میں بچ گیا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اُسے باقی نہیں رکھے گا۔

ابن ملجم نے شیرِ خدا کو شہید کیوں کیا؟

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کو عبد الرحمٰن بن مُلْجَم مُرادی ملعون نے فجر کے وقت دھوکے سے شہید کیا۔ شہید کرنے کا سبب یہ بنا کہ عبد الرحمٰن بن ملجم نے ایک خارجیہ قَطام بنت شجنہ سے شادی کی۔ قطام نے کہا: میں اس وقت تک خود کو تیرے سپرد نہیں کروں گی جب تک تو میرا حق مہر ادا نہیں کرتا اور میرا حق مہر

تین ہزار درہم، ایک غلام اور لونڈی ہے اور حضرت سیّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو شہید کرنا ہے۔ ابنِ ملجم نے قطام سے کہا: علی بن ابو طالب کے علاوہ باقی تو میں نے تجھے دے دیا لیکن علی کے بدلے میں مجھے کیا ملے گا؟ قطام نے کہا: تو اچانک ان کو قتل کر دے اگر تو بچ گیا تو لوگوں کو اس کے شر سے راحت دے گا اور اپنے اہل کے ساتھ رہے گا اور اگر تو ہلاک ہو گیا تو جنت میں داخل ہو گا[1]۔

منقول ہے کہ ابن ملجم نے تلوار سے اُس وقت وار کیا جب امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فجر کے اول وقت مسجد میں داخل ہو رہے تھے۔

یہ واقعہ 19 رمضان 40 ہجری میں پیش آیا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جامع مسجد کوفہ کے دروازوں میں سے ایک دروازے کندہ کے قریب دفن کیا گیا۔

جان کے بدلے ایک ہی جان:

ملعون ابنِ ملجم نے جب امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم پر حملہ کیا تو حضرت سیّدُنا حسن، حضرت سیّدُنا حسین اور حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم طیش میں آگئے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو تھام لیا۔ حضرت سیّدُنا مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ابن ملجم کو پکڑ لیا۔ امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے حضرت سیّدُنا مغیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اشارہ کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ قبیلہ ہمدان کے لوگ امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: اے امیر المؤمنین! اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اب ان میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: تم لوگ ایسا نہ کرنا، ایک جان کے بدلے ایک ہی جان ہے۔

سیّدنا امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کا خطبہ:

حضرت سیّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی شہادت کی صبح حضرت سیّدُنا امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف فرما ہوئے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کلام کرنے کا ارادہ فرمایا تو رونے کی وجہ سے کلام نہ کر سکے پھر ارشاد فرمایا: ہمیں جو اچھائی یا برائی پہنچے سب پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے

[1] ... یہ اس خارجیہ عورت کا غلط نظریہ تھا۔ (علمیہ)

سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے اور رسول ہیں۔ میں اپنے جدِّ اعلیٰ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان کے ذریعے اپنی مصیبت پر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اجر طلب کرتا ہوں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جب کسی کو مصیبت پہنچے تو اسے چاہئے کہ وہ میری مصیبت یاد کرے کہ یہ سب سے بڑی آزمائش ہے۔"[1] اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جس نے اپنے بندے حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر قرآن نازل فرمایا، گزشتہ رات اس شخص کا انتقال ہو گیا جو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد پہلے والوں اور بعد والوں پر سبقت لے گیا[2]، ہم پر اور تمام اُمّت پر جو مصیبت آئی ہے اس کے متعلق ہم صبر کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اجر کی توقع رکھتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں آج جو بھی کہوں گا حق ہی کہوں گا کہ آج تمام بندوں، شہروں، درختوں اور جانوروں پر مصیبت نازل ہوئی ہے۔ آج کی رات جس میں حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی شہادت ہوئی ہے یہ وہی رات ہے جس میں حضرت سیِّدُنا عیسٰی بن مریم عَلَیْہِمَا السَّلَام کو آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا، حضرت سیِّدُنا موسٰی بن عمران اور حضرت سیِّدُنا یوشع بن نون عَلَیْہِمَا السَّلَام کا وصال ظاہری ہوا اور حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر قرآن نازل کیا گیا[3]۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو جنگ کے لئے بھیجتے تو دائیں جانب حضرت سیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام اور بائیں جانب حضرت سیِّدُنا میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام چلا کرتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کو فتح سے سرفراز فرماتا۔

حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے 600 درہم کے سواتر کہ میں کچھ نہ چھوڑا اور ان کا ارادہ تھا کہ وہ ان درہموں سے اپنے گھر والوں کے لئے کوئی خادم خریدیں۔ سنو! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے امور اسی طرح چلتے رہیں گے جو اچھا کام ہو گا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہے اور جو بُرا کام ہو گا وہ ہماری اپنی کوتاہی سے ہے۔ قریش کے کچھ لوگ شیطان کے ہاتھ میں اپنی لگام دے کر رسوا ہوئے اور شیطان نے انہیں جہنم کی طرف ہانکا۔ قریش میں سے جنہوں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جنگ کا ارادہ کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کو آپ پر ظاہر فرما دیا اور جنہوں نے اپنے دل میں بغض رکھا تو انہوں نے اس نفاق پر مددگار بھی پا لئے۔ کتاب اٹھ گئی اور قلم خشک ہو گیا اور جن امور کا فیصلہ لوحِ محفوظ میں کیا گیا وہ

1 ... معرفة الصحابة، باب السين، رقم ١٣٥٨: سابط بن ابي حميضة، ٢/ ٥٤٠، حديث: ٣٦٦٦

2 ... یہاں جزوی فضیلت مراد ہے۔ (علمیہ)

3 ... مراد رمضان کا مہینہ ہے۔ (علمیہ)

ہو چکے ، پھر حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خاموش ہو گئے اور لوگ شدت سے رونے لگے ، پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ منبر سے نیچے تشریف لائے اور اپنی تلوار کو برہنہ کیا اور ابن ملجم کو بلوایا۔ ابن ملجم اکڑ کر چلتا ہوا آیا اس حال میں کہ اس کے کان بالوں میں چھپے ہوئے تھے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا: اے حسن! میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جو بھی عہد کیا اسے پورا کیا اور میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عہد کیا تھا کہ تیرے والد کو قتل کروں گا اور وہ میں نے کر دیا، اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں معاویہ کو قتل کروں گا، اگر میں نے اسے قتل کر دیا تو خود کو تمہارے حوالے کر دوں گا اور اگر میں خود مارا گیا تو تم جو چاہے کرنا۔ حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: خدا کی قسم! تیرے بچنے کا اب کوئی راستہ نہیں، پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کھڑے ہوئے اور تلوار سے اس پر وار کیا۔ ابن ملجم ہاتھ کے ذریعے وار سے بچ گیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پھر تیزی سے وار کیا اور اسے قتل کر دیا۔

سیدنا خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ:

ان شہسواروں میں حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید مخزومی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی ہیں، یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تلوار ہیں، بہت بہادر ہیں اور زمانۂ جاہلیت اور اسلام کے بڑے مشہور شہسوار ہیں۔ انہوں نے ملعون مسیلمہ کذاب کو قتل کیا اور مالک بن نویرہ بھی ان کے ہاتھوں قتل ہوا۔

حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جنگ یمامہ، دمشق اور شام کے اکثر شہروں کے فاتح ہیں اور روم کے خلاف آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بہت بڑے بڑے کارنامے ہیں جن کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی وفات بستر پر ہوئی۔

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے: میں فلاں فلاں جنگوں میں حاضر رہا، میرے جسم میں ایک بالش بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں تیر، تلوار یا نیزے کے زخم نہ ہوں، آہ!!! میں بستر پر مر رہا ہوں البتہ میں بُزدلی کی نیند نہیں سو رہا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جنگ میں یہ رجزیہ شعر پڑھا کرتے تھے:

لَا تَرْعَبُوْنَا بِالسُّیُوْفِ الْمُبْرَقَه　　اِنَّ السِّھَامَ بِالرَّدِیِّ مُفْرِقَه

وَالْحَرْبُ وَرْھَاءِ الْعِقَالِ مُطْلَقَه　　وَخَالِدٌ مِّنْ دِیْنِہٖ عَلٰی ثِقَه

ترجمہ: تم ہمیں نئی چمکدار تلواروں سے نہ ڈراؤ، بے شک پرانی تیز تلواریں بھی فرق کر دیتی ہیں۔ جنگ آندھی اور بے مہار اونٹنی

کی مانند ہے اور خالد اپنے دین میں پختہ ہے۔

سیّدنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ:

حضرت سیِّدُنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تاجدارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھی اور آپ کی پھوپھی جان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے بیٹے ہیں ایسے بہادر کہ ان کا کوئی مقابل نہیں اور ایسے ذہین کہ ان کو کوئی گھیر نہ سکے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو عمرو بن جرموز نے نماز کی حالت میں دھوکے سے شہید کیا۔

سیّدنا عمرو بن معدیکرب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ:

حضرت سیِّدُنا عمرو بن معدیکرب زبیدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ زمانہ جاہلیت کے شہسواروں میں سے ایک شہسوار ہیں، لڑائی اور جنگی چالوں میں بڑے مشہور تھے، اسلام لائے پھر مرتد ہوگئے اور پھر دوبارہ اسلام کی طرف لوٹ آئے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بہت سی جنگوں میں شرکت کی اور ان میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب انہیں دیکھتے تو فرمایا کرتے: تمام تعریفیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جس نے ہمیں اور عمرو کو پیدا کیا۔

جنگ میں کون سا ہتھیار بہتر ہے؟

منقول ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عمرو بن معدیکرب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا: اے عمرو! جنگ میں کون سا ہتھیار سب سے بہتر ہے؟ حضرت سیِّدُنا عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: آپ کس ہتھیار کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں؟ امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پوچھا: تیر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواب دیا: کوئی نشانے پر نہیں لگتا اور کوئی لگتا ہے۔ امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پوچھا: نیزے کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواب دیا: تمہارا دوست ہے اور کبھی خیانت بھی کرتا ہے۔ امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پوچھا: ڈھال کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواب دیا: یہ خود بھی آزمائش ہے اور اس پر بھی آزمائشیں آتی ہیں۔ امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پوچھا: تلوار کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواب دیا: وہ تو شدت کے وقت تیار ہوتی ہے۔

حیرت انگیز بہادری:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عمرو بن معدیکرب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جنگ قادسیہ میں نہر کے قریب اترے اور اپنے ساتھیوں سے کہا: میں اس پُل کو پار کرنے والا ہوں، اگر تم مجھ تک اتنی جلدی پہنچ جاؤ جتنی دیر میں اونٹ کو نحر کیا جاتا ہے تو مجھے تلوار کے ذریعے دشمنوں سے لڑتا پاؤ گے اور اگر تم نے سُستی کی تو مجھے ان کے درمیان شہید پاؤ گے، پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ دشمن قوم پر حملہ کرنے کے لئے ان کے درمیان کود پڑے۔

بنو زبید میں سے کسی شخص نے کہا: اے بنو زبید! تم اپنے ساتھی (حضرت سیِّدُنا عمرو بن معدیکرب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) کو کیوں پکارتے ہو؟ خدا کی قسم! ہمیں نہیں لگتا کہ تم انہیں زندہ پاؤ گے، بنو زبید کے لوگوں نے حملہ کیا اور حضرت سیِّدُنا عمرو بن معدیکرب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تک پہنچے تو دیکھا کہ وہ گھوڑے پر سوار نہیں ہیں اور انہوں نے ایک عجمی شخص کے گھوڑے کی ٹانگ پکڑی ہوئی ہے۔ عجمی شہسوار نے گھوڑے کو مارا مگر گھوڑا اس بات پر قادر نہ ہو سکا کہ حرکت کرے۔ یہ دیکھ کر ہم اُن کے پاس پہنچے تو وہ شخص گھوڑا خالی چھوڑ کر بھاگ نکلا اور حضرت سیِّدُنا عمرو بن معدیکرب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس پر سوار ہو گئے اور فرمانے لگے: میں ابو ثور ہوں بخدا! قریب تھا کہ تم مجھے نہ پاتے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھیوں نے پوچھا: آپ کا گھوڑا کہاں ہے؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواب دیا: اسے ایک تیر انداز نے تیر مارا تو اس نے مجھے گرا دیا۔

رستم کا قتل:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عمرو بن معدیکرب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جنگ قادسیہ میں رستم پر حملہ کیا۔ رستم فارس کے بادشاہ یَزْدَجَرْد کی طرف سے جنگ قادسیہ میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے آیا تھا، جب رستم کا سامنا حضرت سیِّدُنا عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ہوا تو اس وقت رستم ہاتھی پر سوار تھا۔ حضرت سیِّدُنا عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تلوار سے ہاتھی کی کوچیں کاٹ دیں، رستم نیچے گرا اور ہاتھی رستم کے اوپر گر گیا اور ساتھ ہی اس پر موجود 40 ہزار دینار بھی نیچے گرے، حضرت سیِّدُنا عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے رستم کو قتل کر دیا اور عجمی شکست کھا گئے۔

حضرت سیِّدُنا عمرو بن معدیکرب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نہاوند کی جنگ میں شہید ہوئے اور اس وقت آپ کی عمر کافی ہو چکی تھی۔

سیِّدُنا طلحہ اسدی رَضِیَ اللہُ عَنْہ:

بہادروں میں ایک نام حضرت سیِّدُنا طلحہ اسدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بھی ہے جو زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں بہت

بڑے بہادر تھے۔ درمیان میں یہ مرتد ہو گئے اور نبوّت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھ پر وحی آتی ہے اور ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا جسے حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے شکست دی۔ یہ کہانت بھی کرتے تھے پھر اسلام کی طرف لوٹ آئے تھے اور جنگ قادسیہ اور اس کے علاوہ دیگر فتوحات میں شریک رہے۔

سیِّدُنا مِقْداد بن اَسْوَد رَضِیَ اللہُ عَنْہ:

حضرت سیِّدُنا مقداد بن اسود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ شہسواروں میں سب سے بہادر، شدت سے لڑنے والے، بہت طاقتور اور ثابت قدم رہنے والے تھے۔ بہادری میں ان کا نام اور صفات بڑی مشہور تھیں، تعریف کرنے والا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی تعریف بیان کرنے سے عاجز ہو جاتا۔

سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ عَنْہ:

حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص زہری انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہادر شہسوار اور بہترین تیر انداز تھے۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کی راہ میں تیر چلایا، جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان بن عفان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شہادت ہوئی تو آپ نے جنگ وجدل سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور پھر کسی جنگ میں شریک نہ ہوئے اور اپنی زندگی پوری کر کے دنیا سے تشریف لے گئے۔

سیِّدُنا ابو دُجانہ انصاری رَضِیَ اللہُ عَنْہ:

حضرت سیِّدُنا ابو دُجانہ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جنگ میں صفوں کے درمیان اکڑ کر چلتے تھے۔ حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ملاحظہ کیا تو ارشاد فرمایا: اس طرح کی چال **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کو ناپسند ہے سوائے اس مقام کے۔[1]

سیِّدُنا مثنّٰی بن حارثہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ:

حضرت سیِّدُنا مثنّٰی بن حارثہ شیبانی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اہل فارس کو جنگ میں شکست دی۔

سیِّدُنا ابو عبید بن مسعود ثقفی رَضِیَ اللہُ عَنْہ:

انہوں نے جنگ قادسیہ میں اہل فارس سے خوب مقابلہ کیا۔

1 ...دلائل النبوة للبیہقی، باب تحریض النبی اصحابہ علی القتال، ۳/ ۲۳۳

سیدنا عمار بن یاسر رَضِیَ اللہُ عَنْہ:

حضرت سیِّدُنا عمار بن یاسر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں مروی ہے کہ حق عمار کے ساتھ ہوتا ہے جہاں وہ جاتے ہیں۔[1]

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عمار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں یہ خبر بھی دی کہ انہیں باغیوں کا گروہ شہید کرے گا۔[2] آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے اور اسی میں شہید ہوئے۔

سیدنا ہاشم بن عتبہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ:

حضرت سیِّدُنا ہاشم بن عتبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بڑے بہادر تھے اور جنگ صفین میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا جھنڈا اُٹھائے ہوئے تھے۔

سیدنا قعقاع بن عَمرو رَضِیَ اللہُ عَنْہ:

حضرت سیِّدُنا قعقاع بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جنگ قادسیہ کی شام ہاتھیوں پر نیزے سے وار کیا۔

دوسرا طبقہ

سیدنا عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ عَنْہ:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن زبیر بن عوام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے افریقہ کے بادشاہ جرجیر کو قتل کیا جس کا گمان یہ تھا کہ وہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا بہادر ہے۔

حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے حضرت سیِّدُنا ابنِ ابو ملیکہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کہا: مجھے حضرت سیِّدُنا ابن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اوصاف سناؤ۔ حضرت سیِّدُنا ابنِ ابو ملیکہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا: ”خدا کی قسم! میں نے ایسا کوئی جسم نہیں دیکھا جیسا حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا جسم تھا، ایک دن وہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے کہ منجنیق سے چلا ہوا ایک پتھر ان کی داڑھی اور سینے کے درمیان سے گزرا، خدا کی قسم! ان کی آنکھوں میں کوئی

1 … ربیع الابرار، الباب السادس، الطبقۃ الاولی الذین ادرکوا الجاھلیۃ والاسلام، ۲/ ۴۸۳

2 … بخاری، کتاب الصلاۃ، باب التعاون فی بناء المسجد، ۱/ ۱۷۱، حدیث: ۴۴۷

خوف نہیں تھا، ان کی قراءت میں بھی کوئی فرق نہ آیا اور نہ ہی رکوع میں کوئی فرق آیا جس طرح وہ رکوع کرتے تھے۔"

حجاج نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مکہ میں محاصرہ کر کے شہید کیا جبکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھی اور خاندان والے حجاج کے شر سے محفوظ رہے۔ شہادت کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی لاش مبارک کو حجاج نے سولی پر لٹکا دیا۔

سیّدنا ابوہاشم محمد بن علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا:

بہادروں میں ایک حضرت سیِّدُنا ابوہاشم محمد بن علی بن ابو طالب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بھی ہیں جو ابنِ حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے والد آپ کو بڑے معرکوں میں آگے رکھتے تھے، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بڑی شدت سے لڑنے والے اور ثابت قدم رہنے والے تھے۔ ایک دن آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا: کیا وجہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم آپ کو تو جنگ میں بھیجتے ہیں لیکن حضرت سیِّدُنا حسن و حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو نہیں بھیجتے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اس لئے کہ وہ دونوں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی آنکھیں ہیں اور میں ان کا ہاتھ ہوں تو وہ اپنی آنکھوں کو اپنے ہاتھ سے بچاتے ہیں۔

ہاتھوں سے زرہ دو ٹکڑے کر ڈالی:

منقول ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے والد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ایک زرہ خریدی وہ لمبی تھی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس میں سے کچھ کاٹنے کا ارادہ کیا تو حضرت سیِّدُنا محمد بن حنفیہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے عرض کی: اے ابا جان! آپ مجھے بتا دیں کہاں سے کاٹنا ہے اور اس جگہ نشان لگا دیں، پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ایک ہاتھ سے زرہ کے نچلے حصے کو پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے نشان والی جگہ سے پکڑا اور اسے دو ٹکڑے کر دیا۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ حنفیہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا انتقال شعب رضوی (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک وادی) میں ہوا۔

سیّدنا عبد اللہ بن حازم رَضِیَ اللہُ عَنْہ:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن حازم سلمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خراسان کے حاکم رہے، آپ قبیلہ مضر کے بہادر اور اپنے زمانے کے بڑے شہسوار تھے، انہیں وکیع بن ابو سوید نے خراسان میں فتنے کے وقت شہید کیا۔

وکیع بن ابو سوید نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن حازم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو شہید کیا، یہ بھی بڑا بہادر مشہور تھا، جب اس نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن حازم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو شہید کر دیا تو یہ خراسان کا حاکم بنا اور ابھی حکومت کو مضبوط بھی نہ کر سکا تھا کہ مر گیا۔

سیِّدُنا مُصعَب بن زبیر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ:

حضرت سیِّدُنا مصعب بن زبیر بن عوام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بڑے بہادر اور سخی تھے، آپ اپنی جان اور مال میں سخاوت کرتے تھے، آپ کو عُبَیْدُ اللہ بن زیاد بَکْری نے اس جنگ میں شہید کیا جو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور عبد الملک بن مروان کے درمیان ہوئی تھی۔

عمیر بن حُباب:

عمیر بن حُباب سُلَمی مسلمانوں کے شہسوار ہیں۔ انہیں بَنُو تَغْلِب نے اس جنگ میں قتل کیا جو بنو تغلب اور قیس کے درمیان ہوئی تھی۔

مسلمہ بن عبد الملک:

مسلمہ بن عبد الملک بن مروان بنو امیہ کا طاقتور، شہسوار اور ان کی جنگوں کا سپاہ سالار تھا۔ منقول ہے کہ ایک دن مسلمہ مصر کے لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے بیٹھا، ایک عورت نے کوئی بات کی تو مسلمہ نے اس کی بات نہ سنی۔ اس عورت نے کہا: میں نے اس سے زیادہ بے حیا کوئی نہ دیکھا۔ مسلمہ نے اپنی پنڈلی سے کپڑا ہٹایا تو اس پر نیزے کے نو زخم تھے۔ مسلمہ نے اس عورت سے کہا: کیا تمہیں نیزے کے یہ زخم نظر آرہے ہیں؟ خدا کی قسم! اگر میں اپنے پاؤں میں بیڑی ڈال لیتا تو مجھے ان میں سے ایک بھی زخم نہ پہنچتا لیکن مجھے رکنے سے حیا نے باز رکھا اور تم مجھے بے حیائی کی تہمت لگاتی ہو۔

مُعْتَصِم بِاللہ:

خلیفہ بغداد مُعْتَصِم بِاللہ بڑا شہسوار اور بہادر تھا۔ ابن ابو داؤد کہتا ہے کہ معتصم نے مجھ سے کہا: میری کلائی پر اپنی پوری طاقت سے کاٹو۔ میں نے کہا: اے امیر المؤمنین خدا کی قسم! میرا دل یہ کرنے کو نہیں چاہتا۔ معتصم نے کہا: مجھے اس سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور میں تمہیں برضا و رغبت کہہ رہا ہوں۔ ابن ابو داؤد کہتا ہے: میں نے کاٹا تو اُسے دانتوں کے کاٹنے کا کچھ اثر نہ ہوا اور کیسے اثر ہوتا جبکہ اسے نیزے کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔

منقول ہے کہ ایک خارجی نے معتصم پر نیزے سے وار کیا تو معتصم نے اس کا نیزہ لے کر ہاتھوں سے دو ٹکڑے کر دیا۔ معتصم اپنے ہاتھوں سے دینار پر نقش تحریر کو مٹا دیتا تھا اور لوہے کو اپنے ہاتھوں سے موڑ کر طوق کی شکل میں بنا دیتا تھا۔

ابراہیم بن اشتر:

ابراہیم بن اشتر نخعی کا شمار بھی مشہور بہادروں میں ہوتا ہے۔ اس نے چار ہزار کے لشکر کے ساتھ ابنِ زیاد کے 70 ہزار کے لشکر کا مقابلہ کیا اور ابنِ زیاد کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا اور اس کے لشکر کو شکست دی۔

عُبَیْدُ اللہ بن حر:

عُبَیْدُ اللہ بن حر جعفی بہادر، شاعر اور بے دھڑک حملہ کرنے والا تھا، اس نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے اور اس کی بہادری کے قصے مشہور ہیں۔

جَحدر بن ربیعہ:

جحدر بن ربیعہ عُکلی بہت بہادر، بے دھڑک حملہ کرنے والا اور شاعر تھا۔ اس نے اہل یمامہ کو مغلوب کیا اور اُن پر اپنا تسلط جمایا۔ حجاج کو جب اس بارے میں خبر ہوئی تو اس نے اپنے عامل کو خط کے ذریعے جحدر کے غالب ہونے پر ڈانٹ ڈپٹ کی اور اسے حکم دیا کہ جحدر سے علاقہ خالی کراؤ خواہ اسے قتل کر دو یا اسے قید کر کے میرے پاس لاؤ۔ عامل بنو حنظلہ کے کچھ نوجوانوں کے پاس گیا اور انہیں جحدر کو قتل کرنے یا قید کر کے اس کے پاس لانے پر بہت سارا مال دینے کا کہا۔ وہ نوجوان جحدر کی تلاش میں نکلے اور جب وہ ملا تو انہوں نے اُس سے کہا: ہم تمہارے ساتھ رہنا اور دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ جحدر نے ان کی بات پر اعتماد کر لیا اور ان کے کہنے کے مطابق ان کے ساتھ رہنے لگا۔ ایک دن ان نوجوانوں نے جحدر پر حملہ کیا اور اسے مضبوطی سے باندھ دیا اور عامل کے پاس لے آئے اور عامل ان نوجوانوں کے ساتھ مل کر جحدر کو حجاج کے پاس لے گیا، جب جحدر کو حجاج کے سامنے پیش کیا گیا تو حجاج نے کہا: تم جحدر ہو؟ جحدر نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ امیر کی اصلاح کرے! جی میں جحدر ہوں۔ حجاج نے کہا: تیرے جو معاملات مجھ تک پہنچے ہیں تو نے ان پر کیوں جرأت کی؟ جحدر نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ امیر کی اصلاح کرے! تنگ دستی، سلطان کی بے مروتی اور دل کی بہادری کی وجہ سے۔ حجاج نے کہا: تمہارے ساتھ کیا کریں؟ جحدر نے کہا: اگر امیر میری آزمائش کرنا چاہتے ہیں اور مجھے اپنا شہسوار بنا لیتے ہیں تو وہ مجھ سے وہ دیکھیں گے جو ان کو خوش کر دے گا۔ حجاج اس کی عقل اور گفتگو سے بڑا متعجب ہوا پھر کہا: اے جحدر! میں تجھے ایک ایسے گڑھے میں ڈالوں گا جہاں

تیرا مقابلہ ایک بڑے شیر سے ہو گا، اگر شیر نے تجھے قتل کر دیا تو تجھ سے ہماری جان چھوٹ جائے گی اور اگر تو نے شیر کو قتل کر دیا تو ہم تجھ سے در گزر کریں گے۔ جحدر نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ امیر کی اصلاح کرے! اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ جلد ہی سب کچھ واضح ہو جائے گا۔ حجاج نے جحدر کو لوہے سے باندھنے کا حکم دیا، پھر حجاج نے اپنے عامل کو خط لکھا کہ ایک شیر پکڑ کر میرے پاس بھیجو۔ عامل نے ایک ایسے شیر کو پکڑنے کا حیلہ کیا جو بہت زیادہ حملہ کرنے والا تھا اور اس نے کافی سارے جانوروں کو مارا تھا، انہوں نے حیلے سے اس شیر کو پکڑا اور ایک تابوت میں بند کر کے جلدی سے اُسے حجاج کے پاس پہنچا دیا اور حجاج نے اس شیر کو ایک گڑھے میں ڈلوا دیا اور تین دن تک اسے کھانے کے لئے کچھ نہ دیا حتّٰی کہ بھوک کی وجہ سے شیر کی زبان کتے کی طرح لٹک گئی۔ پھر حجاج نے حکم دیا کہ جحدر کو اس گڑھے میں اُتارو۔ جحدر کو تلوار دی گئی اور اس کے پاؤں میں بیڑی ڈال کر گڑھے میں اتار دیا گیا۔ حجاج اور گڑھے کے گرد کھڑے لوگ یہ دیکھنے لگے کہ شیر جحدر کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ جب شیر کی نظر جحدر پر پڑی تو وہ تیزی سے اچھل کر آگے بڑھا اور چنگھاڑنے لگا اور اس کی چنگھاڑ سے پہاڑ گونج اٹھے اور لوگ خوفزدہ ہو گئے۔ جحدر نے رجزیہ شعر کہتے ہوئے شیر پر حملہ کیا اور تلوار کی ضرب سے اس کا سر کاٹ دیا۔ لوگوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور حجاج یہ دیکھ کر بڑا متعجب ہوا اور اس کی تعریف کی پھر جحدر کو گڑھے سے باہر نکالنے اور بیڑیاں کھولنے کا حکم دیا اور جحدر سے کہا: تمہیں اختیار ہے چاہو تو ہمارے ساتھ رہو تو ہم تمہاری عزت کریں گے اور تمہیں اپنے قرب سے نوازیں گے اور چاہو تو ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں کہ تم اپنے شہر میں اپنے گھر والوں کے ساتھ رہو اس طرح کہ ہم ضمانت دیتے ہیں تمہیں کوئی کچھ کہے گا نہ کوئی تمہیں تکلیف دے گا۔ جحدر نے کہا: اے امیر! میں آپ کی صحبت کو اختیار کرتا ہوں۔ حجاج نے اسے اپنے رازدار اور خاص لوگوں میں شمار کر لیا اور پھر اسے یمامہ کا حاکم بنا دیا۔

مُہَلَّب بن ابو صُفْرَہ:

مُہَلَّب بن ابو صُفْرہ کا شمار بڑے بہادر لوگوں میں ہوتا ہے اور اس کی تمام کی تمام اولاد بڑی بہادر تھی لیکن مغیرہ ان میں سب سے زیادہ بہادر تھا۔ مہلب خود کہا کرتا تھا: میرے ساتھ جس جنگ میں بھی مغیرہ شریک ہوا میں نے اس کے چہرے پر خوشی ہی دیکھی ہے۔

تین بڑے بہادر:

مہلب یہ کہا کرتا تھا کہ لوگوں میں سب سے بہادر تین شخص ہیں: (۱)... ابنِ کلیبہ یعنی حضرت سیّدُنا مُصعَب بن

زبیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (۲)... اَحمرِ قریش یعنی عمر بن عُبَیْدُاللہ بن معمر جو بھی شہسوار اس کے مقابل آیا اس نے اُسے مار ڈالا (۳)...راکبُ الْبغلہ یعنی عباد بن حصین اس پر جو بھی مصیبت آئی وہ دور ہو گئی اور یہ اسلام کے شہسوار تھے۔

جنگوں میں مہلب جنگی چالوں کے حوالے سے بڑا مشہور تھا اور اس کے بڑے بڑے کارنامے ہیں جس میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے خوارج کو اس وقت شکست دی جب خوارج مسلمانوں پر غالب ہو چکے تھے۔ یہ بڑا عزت دار حکمران تھا اور بستر پر اس کا انتقال ہوا اور اس کے بیٹے کا بھی یوں ہی انتقال ہوا۔

خوارج[1] میں بھی مشہور شہسوار گزرے ہیں جن کے مقابلے میں لوگ ثابت قدم نہ رہ سکے اور ان کا ذکر بھی بڑا طویل ہے ہم ان میں سے کچھ کا ذکر کرتے ہیں۔

ابو بلال مرداس:

یہ 40 لوگوں کے ساتھ نکلا اور اس نے دو ہزار کے لشکر کو شکست دی۔

شبیب خارجی:

شبیب خارجی یہ وہ ہے جو دریائے فرات میں غرق ہوا تھا، اس کی بیوی غزالہ نے نذر مانی تھی کہ وہ کوفہ کی جامع مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے گی جس کی پہلی رکعت میں سورۃ البقرہ اور دوسری میں اٰل عمران پڑھے گی۔ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ دریائے فرات کا پل پار کیا اور اسے جامع مسجد میں داخل کر دیا اور خود مسجد کے دروازے پر اس کی حفاظت کے لئے کھڑا ہو گیا حتّٰی کہ اس نے اپنی منت پوری کر لی۔ حجاج اس وقت کوفہ میں پانچ ہزار کے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔

قَطَری بن فُجَاءہ:

قَطَری بن فُجَاءہ یہ اپنے زمانے میں خارجیوں کا سردار تھا جسے خارجی امیر المؤمنین کہتے تھے اور اس کی بڑی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ قطری کی شجاعت کے حوالے سے جو اشعار ہیں وہ اس کے بہادر ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور خارجیوں کی کسی لڑائی میں یہ قتل ہوا۔

[1]... وہ گمراہ فرقہ جو جنگِ صفّین کے موقع پر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا اس وجہ سے مخالف ہو گیا تھا کہ انہوں نے حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے جنگ بندی کے لئے ثالثی قبول کر لی تھی۔ خوارج کے نزدیک گناہِ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے۔
(شرح العقائد النسفیۃ، ص۲۵۳۔ النبراس، ص۲۲۶)

تیسرا طبقہ (زمانۂ صحابہ کے بعد کے بہادروں کا تذکرہ)

مَعن بن زائدہ:

معن بن زائدہ شیبانی کو مہدی کے دور حکومت میں سجستان کے خوارج نے قتل کیا۔

ولید بن طریف شیبانی کو یزید بن مزید نے قتل کیا۔

عَمرو بن حُنَیف:

عمرو بن حنیف مشہور شہسواروں میں سے ایک ہے۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ یہ شکار کے لئے نکلا اور ایک نیل گائے کے پیچھے اپنا گھوڑا دوڑایا اور اس کے برابر آکر نیل گائے پر کود گیا اور ہاتھ میں پکڑی تلوار یا چھری سے اس کی گردن کاٹ کر اسے مار ڈالا۔

ابودُلَف قاسم بن عیسیٰ:

ابودُلَف قاسم بن عیسیٰ عجلی شہسوار، بہادر، شاعر اور مختلف فنون کا جامع تھا۔ یہ سواری پر موجود دو شہسواروں میں نیزہ گھونپ کر اسے ان کی پیٹھوں سے آر پار کر دیتا اور اپنے نیزے پر یہ چار لوگوں کو اٹھا لیتا تھا۔

بکر بن نطاح:

بکر بن نطاح بھی بہادر شہسوار تھا اور بے دھڑک حملہ کرنے والا تھا۔ اس کے اشعار مشہور ہیں اور اس کے قصے کتابوں میں مذکور ہیں۔

تلوار کی تعریف کا بیان

حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اَلْخَیْرُ فِی السَّیْفِ وَالْخَیْرُ مَعَ السَّیْفِ وَالْخَیْرُ بِالسَّیْفِ یعنی تلوار میں بھلائی ہے، تلوار کے ساتھ بھلائی ہے اور تلوار کے سبب بھلائی ہے۔“[1]

عرب کی مشہور تلوار:

حضرت سَیِّدُنا عمرو بن مَعدِ یکرب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی تلوار عرب کی تلواروں میں مشہور تھی۔ نہشل شاعر اس کے

[1] ... الازمنة والامكنة، الباب الثامن والخمسون، فی معرفة ایام العرب فی الجاهلیة، ص ۵۱۵

بارے میں کہتا ہے:

اَخٌ مَاجِدٌ مَا خَانَنِی یَوْمَ مَشْهَدٍ　　كَمَا سَیْفُ عَمْرٍو لَمْ تَخُنْهُ مَضَارِبُه

ترجمہ: میرے کریم بھائی نے جنگ کے دن مجھ سے خیانت نہیں کی جیسا کہ عَمْرو کی تلوار نے لڑائی میں اس سے خیانت نہیں کی۔

حضرت سیِّدُنا عمرو بن معد یکرب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی یہ تلوار حضور نبی اکرم، نُورِ مُجَسّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مقرر کردہ حاکمِ یمن حضرت سیِّدُنا خالد بن سعید بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ہبہ کی پھر یہ تلوار اُن کے خاندان میں رہی حتّٰی کہ خالد بن عبد اللہ قسری نے خطیر رقم دے کر ہشام بن عبد الملک کے کہنے پر وہ تلوار اُس کے لئے خرید لی۔ پھر یہ تلوار بنو مروان کے پاس رہی پھر اسے عباسی خلیفہ سفاح نے اور سفاح کے بعد خلیفہ ابو جعفر منصور اور مہدی نے طلب کیا مگر انہیں نہیں ملی بعد میں خلیفہ ہادی نے اسے حاصل کرنے کی کوشش کی اور وہ کامیاب ہو گیا۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عطا کردہ تلوار:

حضرت سیِّدُنا عروہ بن زبیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے بھائی حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کی شہادت کے بعد عبد الملک بن مروان کے پاس حضرت سیِّدُنا زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی تلوار کا مطالبہ کرنے گئے اور عبد الملک سے کہا: وہ تلوار مجھے لوٹا دو کیونکہ وہ تلوار حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جنگ حُنین میں میرے والد کو عطا فرمائی تھی۔ عبد الملک نے کہا: آپ اس تلوار کو پہچان لیں گے؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں۔ عبد الملک نے کہا: کس طرح پہچانو گے؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: جتنا تم اپنے باپ کی تلوار کی پہچان نہیں رکھتے اس سے زیادہ میں اس کی پہچان رکھتا ہوں۔

کمزوردل اوربزدل لوگوں کابیان

سرورِ انبیا، محبوب کبریا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بزدلی سے پناہ مانگتے ہوئے یوں دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں فکر اور غم سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں کمزوری اور سستی سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں بزدلی اور کنجوسی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں قرض کے غلبے اور لوگوں کے دبانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔[1]

1 ... بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الحیس، ۳/ ۵۳۴، حدیث: ۵۴۲۵، ''غلبة'' بدلہ ''ضلع''

بزدلی کی نشانیاں:

ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں اس بات سے جس سے حضور نبی رحمت، شفیع اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پناہ مانگی۔ تمہارے لئے بزدلوں کی اتنی ہی نشانیاں کافی ہیں کہ چھوٹے پرندے سے ڈر جائیں، مچھر کی آواز سے نیند اڑ جائے، دروازے کی آواز سے خوفزدہ ہو جائیں، مکھی کی بھنبھناہٹ سے بے چین ہو جائیں، اگر کوئی گھور کر دیکھ لے تو ایک ماہ تک بے ہوش رہیں اور ہوا کی آواز کو نیزوں کی جھنکار گمان کریں۔

ابو حیہ نُمیری:

ابو حَیَّہ نُمیری کے پڑوسی نے بیان کیا کہ ابو حیہ نمیری کے پاس ایک تلوار تھی اس تلوار میں اور لکڑی میں کوئی فرق نہیں تھا اور اس تلوار کا نام اُس نے "لُعَابُ الْمَنِیَّہ" رکھا تھا۔ ایک رات میں نے اُسے دیکھا کہ وہ تلوار نکالے اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا ہے اور اُس نے اپنے گھر میں کسی کی موجودگی محسوس کی تو کہنے لگا: اے ہم کو دھوکا دینے والے، ہم پر جرأت کرنے والے! تو نے بُرا کیا خدا کی قسم! تجھے اپنی جان پیاری نہیں ہے، بھلائی کم ہے اور تلوار چمکدار ہے جس کا نام "لُعَابُ الْمَنِیَّہ" ہے اور تو اس کے بارے میں جانتا ہے، باہر نکل آ تو میں تجھے معاف کر دوں گا اس سے پہلے کہ میں اندر آ کر تجھے سزا دوں۔ پھر اس نے ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا، اندر سے کُتّا نکلا تو کہنے لگے: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے کہ اس نے تجھے کُتّا بنا دیا اور ہم لڑنے سے بچ گئے۔

مُعْتَصِم اور ایک بزدل:

مُعْتَصِم بِاللہ ایک دن شکار کے لئے نکلا تو اسے شیر دکھائی دیا، اُس نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص سے جو اُن میں سب سے زیادہ طاقتور اور اسلحہ سے لیس تھا، کہا: کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟ اس شخص نے جواب دیا: نہیں۔ معتصم ہنسنے لگا اور کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ بزدل کا بُرا کرے۔

سکندر نے اپنے ہم نام ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جنگ میں شکست کھا رہا ہے تو اس سے کہا: اے شخص! یا تو جنگ سے دور ہو جا یا اپنا نام بدل دے۔

کسی لشکر میں لڑائی کا شور و غل بڑھا تو ایک خراسانی شخص اپنی سواری کی طرف بڑھا تاکہ اس کو لگام ڈال سکے،

دہشت کے مارے اس نے لگام گھوڑے کی دم میں ڈال دی اور گھوڑے سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: تیری پیشانی تو چوڑی ہوتی ہے تو یہ لمبی کیسے ہو گئی؟

اسلم بن زُرْعہ:

اسلم بن زرعہ کلابی دو ہزار کے لشکر کے ساتھ ابو بلال مرداس خارجی سے جنگ کرنے نکلا جس کے ساتھ 40 افراد تھے۔ اسلم کو اس جنگ میں شکست ہوئی تو حاکم بصرہ ابنِ زیاد نے اسے اس بات پر ملامت اور اس کی مذمت کی۔ اسلم نے کہا: ابنِ زیاد کا میری زندگی میں مذمت کرنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ وہ میرے مرنے کے بعد میری مدح کرے۔ اس عبرت ناک شکست کے بعد اسلم جب بازار کی طرف نکلتا اور بچوں کے پاس سے گزرتا تو بچے اسے چڑاتے ہوئے چیخ کر کہتے: "اسلم! ابو بلال تمہارے پیچھے ہے۔" یہ بات اُس پر گراں گزری تو اُس نے بچوں کی شکایت ابن زیاد کو کر دی۔ ابن زیاد نے پولیس افسر کو کہا کہ وہ اسلم کو بچوں سے بچائے۔

باب نمبر 42: مدح و ثنا، نعمت پر شکر اور احسان کا بدلہ دینا

(اس باب میں تین فصلیں ہیں)

پہلی فصل: مدح و ثنا کا بیان

مدح:

ممدوح کی وہ تعریف جو ایسے اخلاق پر کی جائے جس پر تعریف کی جاتی ہو اور اسے اچھی تعریف بھی کہتے ہیں اور یہ تعریف مولیٰ کی طرف سے بندے کے حق میں بھی درست ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے نبی حضرت سیِّدُنا ایوب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حق میں فرماتا ہے:

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ (پ۲۳، ص: ۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

اسی طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے نبی حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حق میں فرماتا ہے:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ④ (پ۲۹، القلم: ۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تمہاری خوبو بڑی شان کی ہے۔

اور فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ① الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ② (پ۱۸، المؤمنون: ۱، ۲) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

ان آیتوں سے پتا چلا کہ انسان کے اچھے اخلاق پر تعریف کرنا جائز ہے۔

جہاں تک سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ ارشاد ہے: "اِذَا رَاَیْتُمُ الْمَادِحِیْنَ فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ یعنی جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ پر خاک ڈال دو۔"[1] تو اس کی شرح میں حضرت سیِّدُنا عتبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس حدیث میں مدح سے مراد باطل اور جھوٹی تعریف کرنا ہے جبکہ اُس بات پر تعریف کرنا جو بندے میں موجود ہو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ابو طالب، حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سیِّدُنا حسان اور حضرت سیِّدُنا کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے حُضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعریف کی لیکن ہم تک ایسی کوئی بات نہیں پہنچی کہ آپ نے ان کے منہ پر مٹی ڈالی ہو، یونہی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مہاجرین و انصار صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی تعریف فرمائی۔

منہ پر خاک ڈالنے کے دو معنیٰ ہیں: (۱)... باطل تعریف کرنے والے کا شدید رد کرے یا (۲)... تعریف کرنے والے کو کہے: "تیرے منہ میں خاک۔"

تعریف پر سیِّدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا طریقہ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی جب کوئی تعریف کرتا تو فرماتے: اے اللہ! تو مجھے مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور میں خود کو ان سے زیادہ جانتا ہوں، اے اللہ! میرے لئے بھلائی لکھ دے جیسا یہ لوگ گمان کرتے ہیں اور میری مغفرت فرما ان باتوں سے جو یہ لوگ نہیں جانتے اور میری پکڑ نہ فرمانا ان باتوں پر جو یہ کہتے ہیں۔

سیِّدُنا ساریہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی مدحتِ رسول:

حضرت سیِّدُنا ساریہ دیلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی حُضور نبی کریم، رءوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مدح بیان فرمائی، حضرت سیِّدُنا ساریہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وہی ہیں جنہیں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دورانِ خطبہ

[1]... مسلم، کتاب الزھد، باب النھی عن المدح... الخ، ص ۱۵۹۹، حدیث: ۳۰۰۲

ان الفاظ سے ندا دی تھی: "یَا سَارِیَۃُ الْجَبَل" انہوں نے حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مدح ان الفاظ میں بیان کی:

فَمَا حَمَلَتْ مِنْ نَاقَةٍ فَوْقَ ظَهْرِهَا   اَبَرَّ وَاَوْفٰى ذِمَّةً مِّنْ مُحَمَّدٍ

ترجمہ: اونٹنی اپنی پیٹھ پر اس قدر بوجھ نہیں اٹھا سکتی جس قدر حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی ذمہ داریوں کو نبھایا ہے۔

سیِّدُنا حسان رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی ثنا خوانی:

حضرت سیِّدُنا حسان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بڑے پیارے انداز میں ان الفاظ کے ساتھ تاجدارِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مدح بیان کی:

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِیْ   وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ   كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

ترجمہ: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے زیادہ خوبصورت میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ حسن و جمال کا پیکر کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا گویا کہ آپ کو ایسا پیدا کیا گیا جیسا آپ چاہتے تھے۔

سیِّدُنا ابن رواحہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا انداز مدح:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن رواحہ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی کیا خوب حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مدح سرائی کی ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

لَوْ لَمْ تَكُنْ فِيْهِ اٰيَاتٌ مُّبَيِّنَةٌ   كَانَتْ بَدِيْهَتُهٗ تُنْبِيْكَ بِالْخَبَرِ

ترجمہ: اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس واضح دلائل نہ بھی ہوتے تو آپ کا مبارک چہرہ آپ کی صداقت کی خبر دینے کے لئے کافی تھا۔

مصنف کی روضۂ رسول پر حاضری:

(مصنف عَلَیْہِ الرَّحْمَہ فرماتے ہیں:) جب میں نے حج کیا اور روضۂ انور کی زیارت سے مستفیض ہوا تو بارگاہِ رسالت میں ایک بچے کی طرح حاضر ہوا اور حجرۂ شریف و قبر انور کے سامنے روتے ہوئے ننگے سر رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مدح میں طویل اشعار کہے۔

حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ وَلَا فَخَرَ یعنی میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ بات میں فخریہ نہیں کہتا۔“[1]

اوصافِ محمدیہ کا شمار ممکن نہیں:

خدا کی قسم! اگر تمام سمندر سیاہی ہو جائیں اور تمام درخت قلم بن جائیں اور تمام مخلوق لکھنے والی بن جائے تب بھی حضور نبی کریم، رءوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صفات کا کچھ حصہ بھی جمع نہیں کر سکتے اور آپ کے معجزات کی قلیل مقدار بیان کرنے سے بھی عاجز رہیں۔

ایک شخص نے ہشام بن عبد الملک کی تعریف کی تو ہشام نے اُس سے کہا: اے فلاں! کیا آدمی کے منہ پر اس کی تعریف کرنے سے منع نہیں کیا گیا۔ اُس شخص نے کہا: میں نے آپ کی مدح نہیں کی ہے بلکہ آپ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں یاد دلائی ہیں تاکہ آپ ان پر نئے سرے سے شکر ادا کریں۔ ہشام نے یہ سن کر کہا: ایسی مدح بہت خوب ہے اور اُسے انعام واکرام سے نوازا۔

دوسری فصل: نعمت پر شکر کرنا

تمام مخلوق پر شکر الٰہی بجالانا واجب ہے۔

دل کا شکر:

دل کا شکر یہ ہے کہ بندہ جان لے کہ نعمت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہے اور زمین و آسمان میں رہنے والوں پر جو بھی نعمت ہے اس کی ابتدا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے حتّٰی کہ اپنے اور غیر کی طرف سے بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے۔

شکر کا محل دل ہے اور وہ معرفت ہے، اس پر دلیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان ہے:

وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ (پ۱۴، النحل: ۵۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے۔

اور لوگوں کو یقین ہے کہ نعمت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے۔

کہا گیا ہے: شکر یہ ہے کہ خود کو شکر ادا کرنے سے عاجز سمجھے۔

---

1 ... ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر الشفاعۃ، ۴/ ۵۲۲، حدیث: ۴۳۰۸

شکر کیسے ادا ہو؟

منقول ہے کہ حضرت سیّدُنا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام نے عرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں کیسے تیرا شکر ادا کروں جبکہ میرا شکر ادا کرنا بھی تیری طرف سے نعمت ہے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیّدُنا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی: اب تونے میرا شکر ادا کیا ہے۔

اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ شکرِ نعمت پر شکر ادا کرنا شکر کو مکمل کرتا ہے۔

حضرت سیّدُنا محمود وراق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق شکر کے متعلق یہ فرماتے ہیں:

اِذَا كَانَ شُكْرِىْ نِعْمَةَ اللّٰهِ نِعْمَةً	عَلَيَّ لَهٗ فِىْ مِثْلِهَا يَجِبُ الشُّكْرُ
فَكَيْفَ بُلُوْغُ الشُّكْرِ اِلَّا بِفَضْلِهٖ	وَاِنْ طَالَتِ الْاَيَّامُ وَاتَّصَلَ الْعُمْرُ
اِذَا مَسَّ بِالسَّرَّاءِ عَمَّ سُرُوْرُهَا	وَاِنْ مَّسَّ بِالضَّرَّاءِ اَعْقَبَهَا الْاَجْرُ
فَمَا مِنْهُمَا اِلَّا لَهٗ فِيْهِ نِعْمَةٌ	تَضِيْقُ بِهَا الْاَوْهَامُ وَالْبَرُّ وَالْبَحْرُ

ترجمہ:(١) جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کا شکر ادا کرنا بھی ایک نعمت ہے تو اب اس نعمت پر بھی مجھ پر شکر ادا کرنا واجب ہے۔(٢) اور اس کے فضل کے بغیر شکر تک نہیں پہنچا جاسکتا اگرچہ کتنا ہی عرصہ اور عمر گزر جائے۔(٣) خوشحالی میں شکر کرنے سے شادمانی بڑھتی ہے اور مصیبت میں شکر اجر و ثواب کا باعث ہے۔(٤) لہٰذا خوشحالی اور مصیبت، دونوں ہی میں شکر نعمت ہے جس کے ادراک سے خیالات، خشکی اور سمندر کی وسعتیں قاصر ہیں۔

شکر کی ایک صورت:

حضرت سیّدُنا موسٰی عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام نے اپنی مناجات میں عرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا، فلاں فلاں کام تو نے ہی کیا تو تیرے شکر کی کیا صورت ہے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: جان لو! ہر شے کا خالق میں ہی ہوں اور اس بات کا یقین ہی شکر ہے۔

زبان کا شکر:

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿١١﴾ (پ٣٠، الضحٰی:١١) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

حضرت سیِّدُنا نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو تھوڑے پر شکر ادا نہیں کرتا وہ زیادہ پر بھی شکر ادا نہیں کرتا، جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا اور نعمت کا چرچا کرنا بھی شکر ہے۔[1]

حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے فرمایا: نعمتوں کو یاد کرو کہ نعمت کو یاد کرنا بھی شکر ادا کرنا ہے۔

اعضاء کا شکر:

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَ قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ (پ۲۲، سبا: ۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے داود والو شکر کرو اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔

اس آیت میں عمل کو شکر فرمایا گیا ہے۔

کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

منقول ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس قدر طویل قیام فرماتے کہ آپ کے قدم مبارک پر ورم آجاتا تھا۔ عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دیئے۔ ارشاد فرمایا: کیا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔[2]

آنکھوں اور کانوں کا شکر:

حضرت سیِّدُنا ابو ہارون رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا ابو حازم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے! آنکھوں کا شکر کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ان کے ذریعے کوئی اچھی بات دیکھو تو اسے عام کرو اور اگر کوئی بُری بات دیکھو تو اسے چھپالو۔ میں نے پوچھا: کانوں کا شکر کیا ہے؟ فرمایا: جب ان کے ذریعے اچھی بات سنو تو اسے یاد کرلو اور اگر بُری بات سنو تو اسے بھلادو۔

---

1 ... مسند امام احمد، حدیث نعمان بن بشیر، ۶/ ۳۹۴، حدیث: ۱۸۴۷۶

2 ... بخاری، کتاب التفسیر، باب لیغفر لک اللہ... الخ، ۳/ ۳۲۹، حدیث: ۴۸۳۷

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شکر کرنے پر نعمت کے زیادہ ہونے کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ (پ۱۳، ابراھیم:۷) ترجمۂ کنزالایمان: اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا۔

ناشکرے کی پہچان:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان اس کے بندوں کے لئے علامت ہے تاکہ شکر کرنے والے کو پہچان لیا جائے، کسی کا رزق نہ بڑھتا ہو تو ہم سمجھ جائیں گے کہ وہ شکر نہیں کرتا اور جب ہم کسی مالدار کو دیکھیں کہ وہ زبان سے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بہت شکر ادا کرتا ہے لیکن اس کا مال نقصان میں ہے تو ہم جان جائیں گے کہ وہ شکر ادا کرنے سے خالی ہے کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا، اگر دیتا ہے تو مستحق کو نہیں دیتا یا اپنے اوپر لازم حقوق پورے نہیں کرتا جیسے برہنہ کو کپڑے پہنانا، بھوکے کو کھانا کھلانا اور اسی طرح کے دوسرے کام تو ایسا شخص اس فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تحت داخل ہے: ''لَوۡصَدَقَ السَّائِلُ مَا اَفۡلَحَ مَنۡ رَّدَّہٗ یعنی اگر مانگنے والا سچا ہو تو اسے (خالی ہاتھ) لوٹانے والا فلاح نہیں پا سکتا۔''[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ ؕ (پ۱۳، الرعد:۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں۔

جب بندے اطاعت کے کاموں میں کوتاہی کرتے ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان پر کئے احسان کو بدل دیتا ہے۔

چار نعمتوں والا چار سے محروم نہ ہو گا:

بعض حکما فرماتے ہیں: ''جسے چار چیزیں عطا کی گئیں اس سے چار چیزیں نہ روکی جائیں گی: (۱) جسے شکر کی نعمت عطا کی گئی اس سے مزید نعمت نہ روکی جائے گی۔ (۲) جسے توبہ کی توفیق دی گئی اس سے قبولیت نہ روکی جائے گی۔ (۳) جسے استخارہ کی توفیق دی گئی اس سے بھلائی نہ روکی جائے گی اور (۴) جسے مشورہ کی توفیق دی گئی اسے سیدھی راہ سے نہ روکا جائے گا۔''

حضرت سیِّدُنا مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''جو تجھے نعمت عطا کرے تو اس کا شکر ادا کر اور جو تیرا شکریہ ادا کرے تو اُسے نعمت سے نواز کیونکہ ناشکری سے نعمت باقی نہیں رہتی اور شکر سے نعمت کبھی زائل نہیں ہوتی۔''

[1] ...مقاصد الحسنة، حرف اللام، ص ۳۵۱، حدیث: ۸۹۲

شکرِ نعمت کے سبب پہلے سے بڑی نعمت کا ملنا:

حضرت سیّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اے ابنِ آدم! تو نعمت کے شکر سے کیسے دور ہو سکتا ہے حالانکہ تو شکرِ نعمت میں گروی ہے، تُو جب شکر ادا کرتا ہے تجھے اس شکر کے سبب پہلے سے بڑی نعمت مل جاتی ہے لہٰذا تُو شکرانِ نعمت سے دور نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے سبب تجھے پہلے سے بڑی نعمت مل جاتی ہے۔

شکرانے میں غلام آزاد کر دیا:

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کسی قوم کی طرف بلایا گیا جنہیں شک کی بنا پر پکڑا گیا تھا لیکن آپ کے آنے سے پہلے وہ اِدھر اُدھر ہو گئے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتے ہوئے ایک غلام آزاد کیا کہ آپ کے ہاتھوں کسی مسلمان کی رسوائی نہیں ہوئی۔

چیونٹی کی گفتگو:

منقول ہے کہ ایک چیونٹی نے حضرت سیّدُنا سلیمان بن داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کی: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نبی! میں آپ سے زیادہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنے پر قادر ہوں۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام گھوڑے پر سوار تھے، یہ سن کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے پھر چیونٹی سے کہا: اگر مجھے تجھ پر بزرگی حاصل نہ ہوتی تو میں تجھ سے یہ کہتا کہ جو کچھ مجھے دیا گیا ہے وہ سب تُو مجھ سے لے لے۔

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: نعمتوں کے زوال سے بچو کہ جو زائل ہو جائے وہ پھر سے نہیں ملتی۔ مزید فرماتے ہیں: جب تمہیں یہاں وہاں سے نعمتیں ملنے لگیں تو ناشکرے بن کر ان کے تسلسل کو خود سے دور نہ کرو۔

کہا گیا ہے کہ جب تمہارا ہاتھ بدلہ دینے میں کمی کرے تو شکر سے اپنی زبان کو تر رکھو۔

شکر کے تین درجات:

ایک دانا کا قول ہے: شکر کے تین درجے ہیں: (۱)...دل سے شکر ادا کرنا۔ (۲)...زبان سے شکر ادا کرنا اور (۳)...اعضاء سے شکر ادا کرنا۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ عائشہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں: منقول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے کو کوئی نعمت عطا کرے پھر وہ اس نعمت کے متعلق ظلم وزیادتی سے کام لے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس نعمت کو ضرور اس سے زائل کر دیتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن حبیب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں: جب شکر کم ہو جائے تو بھلائی ختم ہو جاتی ہے۔

کہا گیا ہے کہ جب بھلائی کے متعلق ناشکری کی جائے تو بھلائی ختم ہو جاتی ہے۔

سب سے بڑھ کر بے فائدہ کام:

حکما سے سوال کیا گیا: سب سے بڑھ کر بے فائدہ کام کون سے ہیں؟ جواب دیا: بنجر زمین کا سیراب کرنا جس سے نہ اس کا اثر زائل ہو اور نہ ہی کوئی فائدہ ہو، سورج کی روشنی میں چراغ جلانا اور ناشکرے کے ساتھ احسان کرنا۔

سیِّدُنا عبد الاعلیٰ عَلَیْہِ الرَّحْمَہ اور خلیفہ متوکل:

حضرت سیِّدُنا عبد الاعلیٰ بن حماد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: میں خلیفہ متوکل کے پاس گیا تو اس نے کہا: اے ابو یحییٰ! ہم نے یہ پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ تمہیں اچھے عطیہ سے نوازیں گے مگر کچھ پریشانیوں نے ہمیں گھیر لیا۔ میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! مجھے حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی جانب سے یہ روایت پہنچی ہے کہ "جو غم میں شکر ادا نہیں کرتا وہ نعمت ملنے پر بھی شکر ادا نہیں کرتا۔"

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: جو شکر کو اپنی سواری بناتا ہے اسے اس کی بدولت مزید ملتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ جو نعمت کے آخر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے نعمت کو بڑھا دیتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ سماک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب نے فرمایا: بندے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت نامعلوم ہوتی ہے وہ جب چلی جاتی ہے تب پتا چلتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ جو نعمت پر شکر ادا نہیں کرتا گویا وہ اس نعمت کے زائل ہونے کا طلب گار ہے۔

کن تین سے بھلائی نہ کرے؟

ایک دانا کا قول ہے: تین لوگوں سے بھلائی نہ کرو[1]: (۱) کمینے سے کیونکہ وہ بنجر زمین کی مثل ہے۔ (۲) بے حیا سے

1 ...یعنی ان سے بھلائی کرنے کی وجہ سے تمہیں برائی ہی پہنچے گی۔ (علمیہ)

کیونکہ وہ یہی گمان کرتا ہے کہ مجھ سے جو بھی بھلائی کرتا ہے میری فحش گوئی کے خوف سے کرتا ہے اور (۳) بے وقوف سے کیونکہ تم اس سے جو بھی بھلائی کرو گے وہ اس کی قدر نہیں جانے گا۔

بھلا شخص بھلائی کا بیج بوتا ہے اور شکر کی فصل کاٹتا ہے۔

ناشکرے قتل ہو گئے:

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ حضور جانِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب کوئی بندہ کسی کے ساتھ بھلائی کرے اور دوسرا شخص اس کا شکریہ ادا نہ کرے پھر بھلائی کرنے والا دوسرے شخص کے خلاف دعا کر دے تو وہ بد دعا قبول ہو جاتی ہے۔"[1]

شاکر بندے اللہ تعالٰی کو پسند ہیں:

حضرت سیِّدُنا امام زین العابدین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی رحمت، شفیع امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب بندۂ مومن کھانا کھا کر سیر ہو جاتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے وہ اجر دیتا ہے جو عبادت گزار روزہ دار کو دیتا ہے، بے شک اللہ شکر کی توفیق دینے والا ہے اور شکر کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔[2]

شکر ادا کرنے سے پہلے شکر لکھ دیا جانا:

حضرت سیِّدُنا محمد بن علی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ بیان کرتے ہیں: "اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے کو کوئی نعمت عطا کرتا ہے اور وہ یقین رکھے کہ یہ نعمت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے شکر ادا کرنے سے پہلے ہی اس کے لئے شکر لکھ دیتا ہے اور جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اِس بارے میں باخبر ہے کہ چاہے تو توبہ کرنے سے پہلے ہی اُسے معاف کر دے یا سزا دے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کے توبہ کرنے سے پہلے ہی اُسے بخش دیتا ہے۔

ایک شخص نے کسی سے کیا خوب کہا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے کسی ایسی مصیبت میں مبتلا نہ کرے کہ تو صبر سے عاجز آ جائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے ایسی نعمت عطا کرے کہ تو شکر ادا کرنے سے عاجز آ جائے۔

1 ... فضیلۃ الشکر، ماذکرہ من کفر الصنیعۃ، ۱/ ۷۰، حدیث: ۱۰۳

2 ... ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب فیمن قال الطاعم الشاکر کالصائم الصابر، ۲/ ۳۵۵، حدیث: ۱۷۶۴، مفہومًا عن ابی ھریرۃ

معجم اوسط، ۱/ ۱۸، حدیث: ۲۹ مختصرًا عن ابن عمر

تیسری فصل:

احسان کا بدلہ دینا

حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے اس کا بدلہ دو اگر بدلہ نہیں دے سکتے تو اس کے لئے دعا کرو۔[1]

نجاشی بادشاہ کا وفد جب حضور نبی رحمت، شفیع اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے خود ان کی خیر خواہی فرمائی۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ رہنے دیجئے ہم اس کام کے لئے کافی ہیں۔ ارشاد فرمایا: نہیں، انہوں نے میرے صحابہ کا اکرام کیا تھا۔[2]

بھلائی کے بدلے ایک لاکھ درہم:

گورنر کوفہ حضرت سیِّدُنا سعید بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کسی نے عرض کی: میری طرف سے آپ پر ایک بھلائی ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ اس شخص نے عرض کی: آپ جب اپنے گھوڑے سے نیچے گرے تھے تو آپ کے غلاموں سے پہلے میں آپ کے پاس آیا تھا، آپ کو ہاتھ سے پکڑ کر گھوڑے پر سوار کیا اور آپ کو پانی پلایا تھا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اب تو کیا چاہتا ہے؟ اس شخص نے عرض کی: مجھے آپ سے ملنے سے روکا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: تمہیں ہم سے روکا گیا ہے اس لئے ہم تمہیں ایک لاکھ درہم دیتے ہیں۔

بھلائی کے بدلے 10 دینار:

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی ایک مرتبہ لوہاروں کے بازار سے سواری پر گزرے تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا چابک گر گیا۔ ایک شخص نے کوڑا اٹھا کر صاف کر کے آپ کو پکڑا دیا۔ آپ نے اپنے غلام سے پوچھا: تمہارے پاس کتنا مال ہے؟ غلام نے عرض کی: 10 دینار ہیں۔ فرمایا: یہ دینار اس شخص کو دے دو اور آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس شخص سے دینار کم ہونے کی بنا پر معذرت بھی کی۔

[1] ... ابو داود، کتاب الزکاۃ، باب عطیۃ من سال اللّٰہ، ۲/ ۱۷۸، حدیث: ۱۶۷۲

[2] ... شعب الایمان، باب فی رد السلام، ۶/ ۵۱۸، حدیث: ۹۱۲۵

فہرست حکایات

شکم سیری کی چھ آفتیں

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: پیٹ بھر کر کھانے میں چھ آفتیں ہیں: (۱)...مناجاتِ خداوندی سے محرومی۔(۲)...علم وحکمت کی حفاظت میں مشکلات۔(۳)...مخلوق پر شفقت سے دوری۔ کیونکہ شکم سیر سمجھتا ہے سبھی کا پیٹ بھرا ہوا ہے یوں مسکینوں اور بھوکوں کی ہمدردی کم ہوجاتی ہے۔(۴)...عبادت بوجھ محسوس ہونے لگتی ہے۔(۵)...خواہشات کا ہجوم ہوتا ہے اور(۶)...نمازی مساجد کی طرف جارہے ہوتے ہیں اور زیادہ کھانے والے بیتُ الخلا کے چکر لگارہے ہوتے ہیں۔(احیاء علوم الدین، ۳/ ۹۲)

تفصیلی فہرست

بڑا ہو یا چھوٹا مجھ سے بہتر ہے

حضرت سیِّدُنا بکر بن عبدُ اللہ مُزَنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: اگر شیطان سے تمہارا آمنا سامنا ہو اور وہ کہے کہ تجھے فلاں مسلمان پر فضیلت حاصل ہے تو غور کرو اگر وہ عمر میں تم سے بڑا ہو تو کہو: یہ ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے میں مجھ سے سبقت لے گیا، لہٰذا یہ مجھ سے بہتر ہے۔ اگر چھوٹا ہو تو کہو: میرے گناہ اور خطائیں زیادہ ہیں اور میں سزا کا حق دار ہوں، لہٰذا یہ مجھ سے بہتر ہے۔ پس مسلمانوں میں سے جسے بھی تم دیکھو گے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا اسے خود سے بہتر سمجھو گے۔ (حلیۃ الاولیا، ۲/۲۵۷، رقم: ۲۱۴۴)

ماٰخذ و مراجع

قرآن پاک	کلام باری تعالیٰ	نام کتاب	مطبوعہ
نام کتاب	مطبوعہ	معجم اوسط	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۰ھ
ترجمۂ کنز الایمان	مکتبۃ المدینۃ ۱۴۳۲ھ	معجم کبیر	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۲ھ
خزائن العرفان	مکتبۃ المدینۃ ۱۴۳۲ھ	حلیۃ الاولیاء	دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۸ھ
تفسیر ثعلبی	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۲ھ	شعب الایمان	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
در منثور	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ	الفوائد الشھیر بالغیلانیات لابی بکر الشافعی	دار ابن الجوزی ۱۴۱۷ھ
البحر المدید	المکتبۃ التوفیقیۃ قاھرۃ	شرح السنۃ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۴ھ
روح البیان	دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۵ھ	مکارم الاخلاق للطبرانی	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
روح المعانی	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ	مکارم الاخلاق للخرائطی	مکتبۃ الرشد ۱۴۲۷ھ
بخاری	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ	المسند الفردوس	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۰۶ھ
مسلم	دار ابن حزم ۱۴۱۹ھ	بغیۃ الباحث	الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ
ابن ماجہ	دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۰ھ	الزھد لابن المبارک	دار الکتب العلمیۃ بیروت
ابو داود	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۱ھ	الزھد الکبیر	مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ۱۴۱۷ھ
ترمذی	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ	موسوعۃ ابن ابی الدنیا	المکتبۃ العصریۃ ۱۴۲۶ھ
نسائی	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۶ھ	تاریخ ابن عساکر	دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ
دارمی	دار الکتاب العربی ۱۴۰۷ھ	تاریخ بغداد	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ
مسند امام احمد	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ	تاریخ المدینۃ المنورۃ	دار الفکر قم ایران
سنن کبریٰ للنسائی	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۱ھ	اخلاق النبی وآدابہ	دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۲۸ھ
سنن کبریٰ للبیہقی	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۴ھ	کشف الخفاء	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ھ
مستدرک حاکم	دار المعرفۃ بیروت ۱۴۱۸ھ	فتح الباری لابن حجر	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۵ھ
مصنف ابن ابی شیبۃ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ	الکامل لابن عدی	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
مسند ابی یعلیٰ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ	التیسیر	دار الحدیث مصر
مسند بزار	مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۲۴ھ	فیض القدیر	دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۲ھ
مسند الشھاب	مؤسسۃ الرسالۃ ۱۴۰۷ھ	قوت القلوب	دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۶ھ
مسند طیالسی	دار المعرفۃ بیروت	احیاء علوم الدین	دار صادر بیروت
عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی	الشرکۃ الجزائریۃ اللبنانیۃ	فتوح الشام	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۶ھ

معجم صغیر	دار الکتب العلمیة ۱۴۰۳ھ	نوادر الاصول	مکتبة الامام بخاری
العظمة لابی الشیخ	دار الکتب العلمیة ۱۴۱۴ھ	عیون الاخبار	دار الکتب العلمیة بیروت ۱۴۱۸ھ
طبقات ابن سعد	دار الکتب العلمیة ۱۴۱۸ھ	ربیع الابرار	مؤسسة الاعلمی للمطبوعات
کنز العمال	دار الکتب العلمیة ۱۴۱۹ھ	التذکرة الحمدونیة	دار صادر بیروت ۱۹۹۶ء
مجمع الزوائد	دار الفکر ۱۴۲۰ھ	المثل السائر فی الادب الکاتب والشاعر	دار نهضة مصر للطبع والنشر
المدخل الی السنن الکبری	دار الخلفاء للکتاب الاسلامی	السیرة الحلبیة	دار الکتب العلمیة ۱۴۲۲ھ
اعلام النبوة	دار الکتاب العربی بیروت	الضوء اللامع	دار مکتبة الحیاة بیروت
دلائل النبوة للبیهقی	دار الکتب العلمیة ۱۴۲۳ھ	دیوان الاسلام	دار الکتب العلمیة ۱۴۱۱ھ
الاحاد والمثانی	دار الرایة ریاض ۱۴۱۱ھ	شرح العقائد النسفیة	مکتبة المدینه
مشکاة المصابیح	دار الکتب العلمیة ۱۴۲۴ھ	النبراس	ملتان
اتحاف الخیرة المهرة	مکتبة الرشد ریاض ۱۴۱۹ھ	نهایة الارب	دار الکتب العلمیة ۱۴۲۴ھ
الفوائد لتمام الرازی	مکتبة الرشد ریاض ۱۴۱۲ھ	نثر الدر	دار الکتب العلمیة ۱۴۲۴ھ
مساوئ الاخلاق للخرائطی	مؤسسة الکتب الثقافیة ۱۴۱۳ھ	الازمنة والامکنة	دار الکتب العلمیة ۱۴۱۷ھ
الزهد لهناد	دار الخلفاء للکتاب الاسلامی ۱۴۰۶ھ	الاعلام	دار العلم للملایین بیروت
الشفا	مرکز اهلسنت برکات رضا هند	القاموس المحیط	دار احیاء التراث العربی
سراج الملوک	مخطوطه	الموسوعة الفقهیة	وزارة الاوقاف والشئون الاسلامیة کویت
عقد الفرید	دار الکتب العلمیة ۱۴۱۷ھ	الصحاح فی اللغة	دار احیاء التراث العربی ۱۴۱۹ھ
اتحاف السادة المتقین	دار الکتب العلمیة ۲۰۰۹ء	مجمع الزوائد	دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
معجم ابن عساکر	دار البشائر دمشق ۱۴۲۱ھ	بهار شریعت	مکتبة المدینة کراچی پاکستان
معرفة الصحابة	دار الکتب العلمیة ۱۴۲۲ھ	فتاوی رضویه	رضا فاؤنڈیشن لاهور پاکستان
الاصابة	دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ	مرآة المناجیح	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاهور
الاستیعاب	دار الکتب العلمیة ۱۴۲۲ھ	فتاوی فیض الرسول	شبیر برادرز لاهور ۱۴۱۱ھ
مقاصد حسنه	دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۲۵ھ	فیضان سنت	مکتبة المدینه
فضیلة الشکر	دار الفکر ۱۴۰۲ھ	امام حسین کی کرامات	مکتبة المدینه

مجلس المدینۃ العلمیہ اور دیگر مجالس کی طرف سے پیش کردہ 423 کُتُب و رسائل

﴿شعبہ فیضانِ قراٰن﴾

01...تفسیر صراط الجنان جلد:1(کل صفحات:524)

02...تفسیر صراط الجنان جلد:2(کل صفحات:495)

03...تفسیر صراط الجنان جلد:3(کل صفحات:573)

04...تفسیر صراط الجنان جلد:4(کل صفحات:592)

05...تفسیر صراط الجنان جلد:5(کل صفحات:617)

06...تفسیر صراط الجنان جلد:6(کل صفحات:717)

07...تفسیر صراط الجنان جلد:7(کل صفحات:619)

08...تفسیر صراط الجنان جلد:8(کل صفحات:674)

09...معرفۃ القرآن جلد:1(پارہ1تا5،کل صفحات:404)

10... معرفۃ القرآن جلد:2(پارہ6تا10،کل صفحات:376)

11... معرفۃ القرآن جلد:3(پارہ11تا15،کل صفحات:407)

﴿شعبہ فیضانِ حدیث﴾

01...فیضان ریاض الصالحین جلد:1(کل صفحات:656)

02...فیضان ریاض الصالحین جلد:2(کل صفحات:688)

﴿شعبہ کُتُب اعلیٰ حضرت﴾

اُردو کُتُب:

01...راہِ خدا میں خرچ کرنے کے فضائل (رَادُّ الْقَحْطِ وَالْوَبَاء بِدَعْوَةِ الْجِيْرَانِ وَمُوَاسَاةِ الْفُقَرَاء)1(کل صفحات:40)

02...کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات (کِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِمِ فِيْ اَحْكَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم)(کل صفحات:199)

03...فضائل دعا (اَحْسَنُ الْوِعَاء لِاٰدَابِ الدُّعَاء مَعَهٗ ذَيْلُ الْمُدَّعَاء لِاَحْسَنِ الْوِعَاء)(کل صفحات:326)

04...عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الْجِيْدِ فِيْ تَحْلِيْلِ مُعَانَقَةِ الْعِيْد)(کل صفحات:55)

05...حدائق بخشش (کل صفحات:446)

06...والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق (اَلْحُقُوْق لِطَرْحِ الْعُقُوْق)(کل صفحات:125)

07...اَلْوَظِيْفَةُ الْكَرِيْمَة (کل صفحات:46)

08...معاشی ترقی کا راز (حاشیہ و تشریح تدبیر فلاح و نجات و اصلاح)(کل صفحات:41)

09...بیاض پاک حُجَّةُ الْاِسْلَام (کل صفحات:37)

10...الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (مکمل چار حصے)(کل صفحات:561)

11...اعتقاد الاحباب (دس عقیدے)(کل صفحات:200)

12...ولایت کا آسان راستہ (تصورِ شیخ)(اَلْيَاقُوْتَةُ الْوَاسِطَة)(کل صفحات:60)

13...کنز الایمان مع خزائن العرفان (کل صفحات:1185)

14...اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (اِظْهَارُ الْحَقِّ الْجَلِي)(کل صفحات:100)

15...ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہیدِ ایمان)(کل صفحات:74)

16...شریعت و طریقت (مَقَالُ عُرَفَا بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَا)(کل صفحات:57)

17...اولاد کے حقوق (مَشْعَلَةُ الْاِرْشَاد)(کل صفحات:31)

18...حقوقُ العباد کیسے معاف ہوں (اَعْجَبُ الْاِمْدَاد)(کل صفحات:47)

19...ثبوتِ ہلال کے طریقے (طُرُقُ اِثْبَاتِ هِلَال)(کل صفحات:63)

عربی کُتُب:

20...جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰى رَدِّ الْمُحْتَار (سات جلدیں)(کل صفحات:4000)

21...اَلزَّمْزَمَةُ الْقُمْرِيَّة (کل صفحات:93)

22...اَلتَّعْلِيْقُ الرَّضَوِي عَلٰى صَحِيْحِ الْبُخَارِي (کل صفحات:458)

23...اَلْفَضْلُ الْمَوْهَبِي (کل صفحات:46)

﴿شعبہ تراجم کتب﴾

32... احیاء العلوم (جلد:5) (اِحْیَاءُ عُلُوْمِ الدِّیْن) (کل صفحات:814)

33... آنسوؤں کا دریا (بَحْرُ الدُّمُوْع) (کل صفحات:300)

34... ایک چُپ سو سُکھ (حُسْنُ السَّمْتِ فِی الصَّمْت) (کل صفحات:37)

35... حُسنِ اَخلاق (مَكَارِمُ الْاَخْلَاق) (کل صفحات:102)

36... راہِ علم (تَعْلِيْمُ الْمُتَعَلِّم طَرِيْقَ التَّعَلُّم) (کل صفحات:102)

37... شاہراہِ اولیاء (مِنْهَاجُ الْعَارِفِيْن) (کل صفحات:36)

38... حکایتیں اور نصیحتیں (اَلرَّوْضُ الْفَائِق) (کل صفحات:649)

39... عُيُوْنُ الْحِكَايَات (مترجم حصہ دوم) (کل صفحات:413)

40... اچھے برے عمل (رِسَالَةُ الْمُذَاكَرَة) (کل صفحات:122)

41... عُيُوْنُ الْحِكَايَات (مترجم حصہ اول) (کل صفحات:412)

42... شکر کے فضائل (اَلشُّكْرُ لِلّٰه عَزَّوَجَلَّ) (کل صفحات:122)

43... احیاء العلوم کا خلاصہ (لُبَابُ الْاِحْيَاء) (کل صفحات:641)

﴿شعبہ درسی کُتب﴾

01... دیوان المتنبی مع الحاشیۃ المفید ۃ اتقان الملتقی (کل صفحات:104)

02... کتاب العقائد (کل صفحات:64)

03... تلخیص المفتاح مع شرحہ الجدید تنویر المصباح (کل صفحات:229)

04... الحق المبین (کل صفحات:131)

05... الجلالین مع حاشیۃ انوار الحرمین المجلد الاول (کل صفحات:400)

06... فیضانِ سورۂ نور (کل صفحات:128)

07... الجلالین مع حاشیۃ انوار الحرمین المجلد الثانی (کل صفحات:374)

08... نصاب النحو (کل صفحات:285)

09... ریاض الصالحین مع حاشیۃ منہاج العارفین (کل صفحات:124)

10... فیضان تجوید (کل صفحات:161)

11... شرح مئۃ عامل مع حاشیۃ الفرح الکامل (کل صفحات:147)

12... نصاب المنطق (کل صفحات:161)

13... منتخب الابواب من احیاء علوم الدین (عربی) (کل صفحات:178)

14... نصاب الادب (کل صفحات:200)

15... دیوان الحماسۃ مع شرح اتقان الفراسۃ (کل صفحات:325)

16... انوار الحدیث (کل صفحات:466)

17... قصیدۃ البردۃ مع شرح عصیدۃ الشھدۃ (کل صفحات:317)

18... نصاب التجوید (کل صفحات:85)

19... التعلیق الرضوی علی صحیح البخاری (کل صفحات:458)

20... تعریفاتِ نحویۃ (کل صفحات:53)

21... مراح الارواح مع حاشیۃ ضیاء الاصباح (کل صفحات:182)

22... شرح مائۃ عامل (کل صفحات:38)

23... شرح العقائد مع حاشیۃ جمع الفرائد (کل صفحات:385)

24... نصاب الصرف (کل صفحات:352)

25... الاربعین النوویۃ فی الأحادیث النبویۃ (کل صفحات:155)

26... خلفائے راشدین (کل صفحات:352)

27... نور الایضاح مع حاشیۃ النور و الضیاء (کل صفحات:392)

28... المحادثۃ العربیۃ (کل صفحات:104)

29... شرح الجامی مع حاشیۃ الفرح النامی (کل صفحات:429)

30... نصاب اصولِ حدیث (کل صفحات:95)

31... ھدایۃ النحو مع حاشیۃ عنایۃ النحو (کل صفحات:288)

32... تلخیص اصول الشاشی (کل صفحات:144)

33... اصول الشاشی مع احسن الحواشی (کل صفحات:306)

34... الکافیہ مع شرح ناجیہ (کل صفحات:259)

35... مئۃ عامل منظوم (فارسی مع ترجمہ و تشریح) (کل صفحات:28)

36... خاصیات ابواب الصرف (کل صفحات:141)

37... مقدمۃ الشیخ مع التحفۃ المرضیۃ (کل صفحات:117)

38... تیسیر مصطلح الحدیث (کل صفحات:194)

39... فیض الادب (مکمل حصہ اوّل، دوم) (کل صفحات:228)

40... خلاصۃ النحو (حصہ اول و دوم) (کل صفحات:214)

﴿شعبہ فیضان مدنی مذاکرہ﴾

﴿شعبہ تخریج﴾

﴿شعبہ فیضانِ صحابہ﴾

﴿شعبہ فیضانِ صحابیات﴾

﴿شعبہ اصلاحی کُتب﴾

﴿شعبہ امیر اہلسنت﴾

﴿شعبہ اولیاو علما﴾

﴿شعبہ بیانات دعوتِ اسلامی﴾

مجلس المدینۃ العلمیہ کی معاونت سے دیگر مجالس کی کُتُب

﴿مجلسِ افتاء﴾

01...ویلنٹائن ڈے (قرآن وحدیث کی روشنی میں) (کل صفحات:34)
02تا09... فتاویٰ اہلسنّت (آٹھ حصے)
10...مالِ وراثت میں خیانت مت کیجئے (کل صفحات:42)
11...عقیدۂ آخرت (کل صفحات:41)
12...کرسی پر نماز پڑھنے کے احکام (کل صفحات:34)
13...فتاویٰ اہلسنّت احکامِ زکوٰۃ (کل صفحات:612)

﴿مرکزی مجلسِ شوریٰ﴾

01...مدنی کاموں کی تقسیم کے تقاضے (کل صفحات:73)
02...کامل مرید (کل صفحات:48)
03...گستاخِ رسول کا عملی بائیکاٹ (کل صفحات:52)
04...وقفِ مدینہ (کل صفحات:86)
05...اللہ والوں کا اندازِ تجارت (کل صفحات:68)
06...12مدنی کام (کل صفحات:72)
07...فیصلہ کرنے کے مدنی پھول (کل صفحات:56)
08...عشقِ رسول (کل صفحات:54)
09...صحابی کی انفرادی کوشش (کل صفحات:124)
10...مقصدِ حیات (کل صفحات:60)
11...یہ وقت بھی گزر جائے گا (کل صفحات:39)
12...جنت کا راستہ (کل صفحات:56)
13...رسائل دعوت اسلامی (کل صفحات:422)
14...فیضانِ مرشد (کل صفحات:46)
15...شوہر کو کیسا ہونا چاہئے؟ (کل صفحات:47)
16...بیٹی کی پرورش (کل صفحات:72)
17...پیر پر اعتراض منع ہے (کل صفحات:59)
18...موت کا تصور (کل صفحات:44)
19...علما پر اعتراض منع ہے (کل صفحات:34)
20...بیٹے کی وصیت (کل صفحات:36)
21...تنظیمی کاموں کی تقسیم (کل صفحات:50)
22...پیارے مرشد (کل صفحات:48)
23...ایک زمانہ ایسا آئے گا (کل صفحات:51)
24...علم و علما کی شان (کل صفحات:51)
25...ہمیں کیا ہو گیا ہے؟ (کل صفحات:116)
26...جامع شرائط پیر (کل صفحات:87)
27...گناہوں کی نحوست (کل صفحات:112)
28...برائیوں کی ماں (کل صفحات:112)
29...ایک آنکھ والا آدمی (کل صفحات:48)
30...سیرتِ ابو درداء (کل صفحات:75)
31...سود اور اس کا علاج (کل صفحات:92)
32...صدقے کا انعام (کل صفحات:60)
33...احساسِ ذمہ داری (کل صفحات:50)
34...غیرت مند شوہر (کل صفحات:47)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

نیک نمازی بننے کیلئے

ہر جُمعرات بعد نَمازِ مغرب آپ کے یہاں ہونے والے **دعوتِ اسلامی** کے ہفتہ وار سُنّتوں بھرے اجتماع میں رِضائے الٰہی کیلئے اچّھی اچّھی نیّتوں کے ساتھ ساری رات شرکت فرمایئے ❁ سنّتوں کی تربیت کے لئے **مَدَنی قافِلے** میں عاشِقانِ رسول کے ساتھ ہر ماہ تین دن سفر اور ❁ روزانہ ''**فکرِ مدینہ**'' کے ذَرِیعے **مَدَنی اِنْعامات** کا رِسالہ پُر کر کے ہر مَدَنی ماہ کی پہلی تاریخ اپنے یہاں کے ذِمّے دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے۔

میرا مَدَنی مقصد: ''مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔'' اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔ اپنی اِصلاح کے لیے ''**مَدَنی اِنْعامات**'' پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کے لیے ''**مَدَنی قافلوں**'' میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

ISBN 978-969-631-819-4
0126238

MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net